UNIVERSITY OF TORONTO
3 1761 00581468 6

جابر بلاغا انتہی یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص ہوگا کہ اُسکو لوگ صلہ کہیں گے اُسکی شفاعت سے بہشت میں داخل ہونگے اسقدر اور اسقدر یہ روایت ہے ابن سعد سے اور انھوں نے روایت کی عبدالرحمن سے اور انھوں نے روایت کی زید بن جابر سے اور یہ روایت مرفوع ہے اور شیخ بدرالدین نے کتاب حضرات القدوس میں لکھا ہے کہ یہ حضرت مجدد کے بارہ میں بشارت ہے اسواسطے کہ علما اور صوفیہ کے درمیان آپ صلہ تھے کہ فریقین میں جو وحدت وجود کے مسئلہ میں خلاف ہے تو اُسکو نزاع لفظی پر حمل فرمایا ہے اور آپنے خود تحریر فرمایا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ صِلَۃً بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ وَمُصْلِحًا بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ یعنی سب تعریف ثابت ہے اللہ تعالیٰ کیواسطے کہ اس نے مجھکو صلہ بنایا دو دریا کے درمیان میں اور صلح کرانیوالا بنایا دو گروہ میں اور آپ کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت فرمائی ہے کہ کل یعنے قیامت میں اس قدر ہزار آدمی آپکی شفاعت سے بخشے جاوینگے اور حدیث مذکور کا مضمون اور اس بشارت سے آنجناب پر صادق آتا ہے اور اس ہزار سال کے زمانہ میں کوئی ایسا نہ گذرا ہے کہ اُسکا لقب صلہ رہا ہو اور اُسکا ثبوت نقلیات اور کشفیات سے بھی ہوتا ہے اور یہ آنجناب کے کسی مکتوبات میں بھی مرقوم ہے قولہ اگر یہ نعمت کا شکر ہے تو کون قبول کرے گا اس کا جواب یہ ہے کہ طرفہ ماجرا ہے کہ نعمت کا شکر چاہیئے کہ صاحب نعمت قبول فرماوے اور دوسروں کے قبول یا نہ قبول کرنے سے کیا حاصل ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ یعنے اگر شکر کروگے تو تم کو ہم اور زیادہ دینگے تو اللہ تعالےٰ کے وعدہ کے موافق آنجناب کا شکر قبول فرمایا گیا اور دوسرے لوگوں کے قبول سے کام نہیں ؎

اذا رضیت عنی کرام عشیرتی فلا زال غضبانا علیّ لئامہا

یعنی جب مجھ سے میرے بہترین ہم صحبت راضی ہیں تو چاہیے کہ بدترین ہم صحبت مجھ پر خشمناک رہیں یعنے اُنکے برہم ہونے کا مجھکو کچھ خوف نہیں۔ الحمد للہ کہ جلد اول فتاویٰ عزیزی کا ترجمہ اکیسویں ذیقعدہ روز شنبہ سنہ ۱۳۱۲ھ تیرہ سو بائیس ہجری کو انجام مع الخیر کو پہونچا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ وَھُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تمت

علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے چھ سو برس کا زمانہ تقریباً گذرا تھا اور اس مدت میں ہزاروں اولیا گذرے اور خلفائے راشدین گذرے تو چاہیئے کہ معترض اس مقام میں بھی کہتے کہ یہ کام کسی سے ہنوا التعجب ہے اور ملک ہندوستان کی ظاہر فتح سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمۃ کے ہاتھ سے ہوئی اور انکے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً تین سو برس کا زمانہ گذرا تھا تو چاہیے کہ معترض اس مقام میں بھی کہے کہ اس زمانہ میں اکثر بادشاہ اور خلفاء گذرے اور کسی سے یہ کام نہ ہوا التعجب ہے قولہ اور اُس الکتاب کے آثار کہاں ہیں کہ اُسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف کرتے ہیں نہایت تعجب ہے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف نسبت کرنے سے کیا مقصود ہے اسکا مطلب اوپر بیان کیا گیا حضرت مجدد واسطہ فی العروض ہیں یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اضافیہ سے ایک صفت کے لاحق ہونے کیلئے متوسط ہوئے ہیں اور اپنے اُس کمال مکتسبہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فیضیاب کرتے ہیں اُسکے آثار صرف یہ ہیں کہ باطن کی تہذیب یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کا ملکہ حاصل ہووے وحضور دائمی کا مرتبہ حاصل ہووے اور الحمد للہ کہ یہ امر آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور معترض نے جو سوال کیا ہے کہ اسکے آثار کہاں ہیں تو اس سوال کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ بخارا اور سمرقند اور بلخ اور بدخشاں اور قندھار اور کابل اور غزنی اور تاشکند اور یارکند اور سبز شہر اور حصار شادمان کہ اہل اسلام کا مسکن ہے وہاں ہنود اور نصاریٰ اور روافض نہیں اور ان مقامات میں اس طریقہ کے سوا کوئی دوسرا طریقہ کثرت سے مروج نہیں شاذ و نادر کوئی دوسرا طریقہ ہے اس فرد کی اُمت کی نگہبانی کے لئے بھیجا اس دعوے کی دلیل کیا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ظاہر ہے کہ آپکی ذات مبارک سے علاحدہ اور روافض اور غالیان توحید اور مبتدعین اور معتقدین شرک جلی وخفی کے شبہات بالکلیہ رد کئے گئے اور بفضلہ تعالیٰ آپکے تابعین سنت کی پیروی کرنے میں نہایت سرگرم ہیں اور بدعت سے پرہیز کرنے میں نہایت مستعد ہیں تو آپکی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کہیں سے آوے اور دعویٰ کرے کہ مجھکو فلاں حکیم نے اپنا نائب مقرر کرکے اس شہر میں بھیجا ہے اور لوگوں کو اُسکے علاج سے فائدہ ہووے اور وہ علاج عمدہ طور سے کرے تو تیقن ہوجاویگا کہ یہ شخص صادق القول ہے کہ اپنے منصب میں نیکنام ہوا اور یہ کام بخوبی بجالایا اور اگر معترض حکیم مطلق کی سند چاہتا ہے تو وہ بھی موجود ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع میں حدیث بیان کی ہے یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُّقَالُ لَہٗ اُوَیْسٌ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِشَفَاعَتِہٖ کَذَا وَکَذَا عَنِ ابْنِ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ زَیْدِ بْنِ

بعید نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗٓ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ تدبیر فرماتا ہے امر کی آسمان سے زمین تک پھر چڑھتا ہے وہ امر اُسکی طرف دنمیں کہ اس کی مقدار ہزار برس ہے اس حساب سے کہ تم شمار کرتے ہو تو اس آیت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کا بعض کام بامتزاج فیض سماوی وارضی صعوداً وہبوطاً ہزار سال کی مدت میں تمام ہوتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ یہ دعا بھی اسی قبیل سے ہو اور یہ بھی جواب ہے کہ بعضے مواعید الٰہی کہ دربارہ پیغمبر اور اُمت پیغمبر کے ہیں حضرت امام مہدی کے زمانہ میں وقوع میں آوینگے تو اگر ان مطالب کیلئے دعا کیجاوے تو ظاہر ہے کہ وہ دعا بہت دنوں کے بعد قبول ہوگی یعنی حضرت امام مہدی کے زمانہ میں قبول ہوگی اور تفاسیر اور روایات صحیحہ میں آیا ہے کہ حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے حق میں اور اپنے ذریات کے حق میں بہت دعا کی تھی اور ان دعاؤں سے بعضی دعا حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت میں قبول ہوئی اور ایسا ہی حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السّلام نے دعا کی تھی رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ اس قول تک رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ یعنی اے پروردگار ہم کو اور اسمٰعیل کو اپنا فرمانبردار بنا اور میری اولاد سے فرمانبردار اُمت تو بنا اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے یہ دعا بھی مانگی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ یعنی اے پروردگار اور بھیج پیغمبر اُن لوگوں میں انھیں لوگوں میں سے کہ وہ پیغمبر اُن لوگونکو تیری آیات سناویں اور اُن لوگوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیویں اور اُن لوگوں کو پاک کریں اور یہ دعا ہزار برس کے بعد قبول ہوئی اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ یعنی تحقیق کہ لکھا ہے ہم نے زبور میں بعد ذکر کے یہ کہ زمین کے وارث میرے بندگان صالحین ہونگے اور یہ وعدہ ہزاروں برس کے بعد پورا کیا گیا قولہ اس مدت میں ہزاروں اولیا اور خلفائے راشدین ہوئے اور کسی سے یہ کام انجام نہوا تعجب ہو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مقام تعجب نہیں یہ شخص بیہودہ ہے سمجھتا نہیں کہ اللہ تعالےٰ کا ارادہ بعضے حوادث کے بارہ میں ہوتا ہو کہ فلاں وقت فلاں مقام میں فلاں فلاں اشخاص سے وہ صادر ہونگے لم کے سوال کا وہاں گذر نہیں اور چون وچرا کو اسمیں گنجائش نہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اہل ہند کے ارشاد کیلئے خاص حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کیوں مخصوص ہوئے چنانچہ شہرۂ آفاق ہے کہ آپکو ولی ہند کہتے ہیں اور آپکے قبل آنحضرت صلی اللہ

نہیں اور قتال مسلمین کے قبیل سے بھی نہیں بلکہ اُسکی ہیئت ممتزجہ ہی اور یہ امر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بوجہ خلافت نبوت و متابعت آنحضرتؐ کے حاصل ہوا چنانچہ حضرت مجدد کو بھی بسبب کمال متابعت آنحضرتؐ کے یہ کمال میسر ہوا اور ان لوگونکے حال پر تعجب ہی کہ آپ پر طعن کرتے ہیں اس حیلہ سے کہ آپ استقلال کا دم بھرتے ہیں اور برزخ کو درمیان سے اٹھا دیتے ہیں اور نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں کہ آپکا کلام مکتوبات وغیرہ میں مالا مال ہی اس سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت تابعداری کرنا چاہیے اور جابجا اپنے حق میں اور اپنے تابعین کے حق میں اسی امر کیلئے خدا سے دعا کی ہے اور اکثر مقام میں فرماتے ہیں کہ ہماری طریق کی بنا اسپر ہے کہ سنت کی کامل متابعت کیجاوے اور بدعت سی نہایت پرہیز کیا جاوے قولہ برزخ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیان سے نہیں اٹھتا اور سب مراتب ولایت خلیلی کے اسکے واسطے سے ہوتے ہیں ولایت موسوی سے حاصل ہونیکا کچھ معنی نہیں تو اسکے جواب میں کہتا ہوں کہ ابھی بیان کیا گیا ہی کہ ولایت خلیلی کا تصرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا مگر اُس سے زیادہ اہم شغل تھا اسواسطے اسمیں تصرف نہ فرمایا تھا اور حضرت مجدد نے نہایت اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا تو صرف اس اتباع کیوجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور سے مجدد کو ولایت خلیلی کا تصرف حاصل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ وسلم کیساتھ منسوب ہوا چنانچہ مولانا رومی قدس اللہ سرہٗ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت متابعت کی اور اسوجہ سے حضور خداوندی سے آپکو توفیق مرحمت ہوئی کہ آپنے مثنوی شریف تصنیف کی کہ جواہر گوناگوں علم سلوک و علم معرفت سے پُر ہے اور وہ مثنوی حضرت رسالت پناہ کیساتھ منسوب ہوئی حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تصنیف نہیں فرمائی ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ یعنی ہم نے آنحضرتؐ کو شعر نہ سکھلایا نہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سزاوار ہی اور ارتفاع برزخ کا سمجھنا اوہام شیطانی سے ہی نعوذ باللہ من ذلک اور یہ شبہ بالکلیہ اس طور سے حاصل ہو جاتا ہی کہ مثنوی کا سب معنی اور مضمون مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہی اور مولانا جلال الدین رومی نے وہ معنی اور مضمون شعر میں بیان فرمائے ہیں اور ایسا ہی اجزاء مقام خلت یعنی محبت اور محبوبیت سب ماخوذ جناب پیغمبر سے ہے اور حضرت مجدد نے ہیئت ممتزجہ میں تصرف کیا ہے اور یہ وجہ اس امر کیلئے کافی ہے کہ اس مقام کا اختصاص آپکے ساتھ ہووے چنانچہ سکنجبین کا واضع دعویٰ اختصاص سکنجبین کا اپنے حق میں کرے تو یہ اُسکو سزاوار ہے اگرچہ سرکہ اور شہد کی خصوصیت اُسکے ساتھ نہیں اور سرکہ اور شہد کے خواص کو کسی دوسرے سے سیکھا ہو مگر اسکا دعویٰ اختصاص کا صحیح ہے ایسا ہی یہ مقام بھی ہے قولہ اور دعائے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ ہزار برس کے بعد قبول ہوئی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کچھ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ منسوب ہوا اور سیکڑوں برس کے بعد بلکہ ہزار برس سے زیادہ زمانہ کے بعد زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ مشارِقُھَا وَمَغَارِبُھَا متحقق ہوا اور یہ بھی دلیل ہے کہ فتح فارس و روم اور ہلاکت کسریٰ و قیصر حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ وقوع میں آئی اور یہ امر آنحضرت صلعم کی وفات سے چند سال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ کے ساتھ منسوب ہوا اور یہ بھی دلیل ہے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ یَا عَلِیُّ اِنَّکَ تُقَاتِلُ عَلٰی تَاوِیْلِ الْقُرْاٰنِ کَمَا قَاتَلْتُ عَلٰی تَنْزِیْلِہٖ یعنی اے علی تم قتال کروگے بعضے لوگوں کیساتھ اس سبب سے کہ وہ لوگ تاویل قرآن سے جو حکم ثابت ہوگا اُس سے وہ انکار کرینگے جیسا میں نے قتال کیا بعضے لوگوں کے ساتھ اِسوجہ سے کہ قرآن شریف میں جو حکم نازل ہوا ہے اُس سے اُن لوگوں نے انکار کیا اور یہ امر تیس برس کے بعد حضرت مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے وقوع میں آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفتر اعمال میں محسوب ہوا تو اس مقام میں نہیں کہا جا سکتا ہے کہ قتال علیٰ تاویل القرآن ایک عمدہ کمال تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ ہوا مگر بواسطہ حضرت علیؓ کے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال کہ قتال علیٰ تنزیل القرآن ہے ارفع اور اکمل ہے قتال علیٰ تاویل القرآن سے لیکن ممکن نہ تھا کہ یہ قتال علی تاویل القرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ثابت ہووے تاوقتیکہ کوئی متوسط افراد اُمت سے واسطہ نہووے تو اسوجہ سے ایک متوسط قرار دیے گئے کہ بواسطہ اُنکے یہ قتال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ منسوب ہووے اور عدم امکان کیوجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوقت میں قتال علیٰ تاویل القرآن کی کوئی صورت نہ تھی اسواسطے کہ جو تاویل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے فرماتے وہ تاویل تنزیل ہوجاتی تو اسکے انکار سے جو قتال ہوتا وہ قتال بوجہ تنزیل کے ہوجاتا نہ بوجہ تاویل کے اور اُس تاویل کا منکر کافر ہوجاتا اسواسطے کہ وہ گویا نص صریح قرآن کا منکر ہوتا تو متوسط کیضرورت ہوئی کہ دو جہتیں ہو ایک جہت سے مجتہد ہووے تا اُسکی تاویل کا انکار کفر نہووے اور اس سے تنزیل کا انکار لازم نہ آوے اور دوسری جہت سے اُسکا حکم بمنزلہ حکم پیغمبر کے ہو اسواسطے کہ خلیفہ حکم میں مستخلف کے ہے اور اسوجہ سے جو شخص اُسکے حکم سے انکار کرے تو اُسکے ساتھ قتال کرنیکا حکم ہے اور یہ قتال بالعرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفتر اعمال میں لکھا جاتا ہے تو ایسا ہی یہ کمال حضرت مجدد کا بھی ہے قولہ وہ راہ کہاں سے وہ لے آئے اسکا جواب یہ ہے کہ مراد عالم دیگر سے عالم امتزاج محبت و محبوبیت ہے کہ اُسکی تعبیر مقام خلت کیساتھ کیجاتی ہے تو یہ راہ خدا کے یہاں سے لے آئے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قتال علیٰ تاویل القرآن خدا کے یہاں سے لے آئے اور وہ قتال عالم دیگر سے ہے جہاد کفار کے قبیل سے بھی

سے اکثر مقام میں مفہوم ہوتا ہے کہ خاتم الاولیا اس اُمت میں حضرت امام مہدی ہیں اور شیخ اکبر نے اکثر مقام میں اپنے کو خاتم الاولیا قرار دیا ہے ؎

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست	سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

یعنی جب اہل دل کی بات تو سنے تو مت کہہ کہ خطا ہی تو سخن شناس نہیں خطا اس مقام میں ہے قولہ میں ہوں کہ یہ کمالات رسول خدا کو کسب کرایا ہی تو اسکا جواب دیتا ہوں کہ اس عبارت میں نقل کرنے میں صراحۃً خیانت اور تحریف واقع ہوئی ہے اسواسطے کہ کسب کرانے سے متبادر یہ ہوتا ہی کہ یہ فرد بجائے شیخ اور مرشد کے ہی اور معاذ اللہ رسول خدا بجائے طالب اور تلمیذ کے ہیں اور ہرگز حضرت مجدد کے کلام کا یہ مفہوم نہیں اور صحیح عبارت اسطور پر ہے کہ میں ہوں کہ یہ کمالات کسب کرکے جناب رسول خدا کے ساتھ منسوب کیا ہی اور آنجناب کے کمالات میں بطور نیاز کے گذرانا ہے اور آنجناب کے دفتر اعمال میں لکھوایا ہے اگر زبان طالب علمانہ میں یہ مضمون ادا کیا جاوے تو کہنا چاہئے کہ جب کہا جاتا ہے کہ یہ صفت فلاں کو بواسطۂ فلاں کے حاصل ہوئی تو اسکے دو معنی ہوتے ہیں اول یہ کہ وہ واسطہ واسطۂ فی الثبوت ہو یعنی وہ صفت پہلے واسطہ کو حاصل ہوئی ہو پھر اس واسطہ سے بطور سببیت کے وہ صفت ذی واسطہ کو حاصل ہوئی جسطرح پانی کی حرارت بواسطہ آگ کے ہوتی ہے تو وہاں دو طرح کی حرارت ہوتی ہی ایک حرارت آگ کیساتھ قائم رہتی ہی اور دوسری حرارت پانی کے ساتھ رہتی ہے کہ وہ حرارت پانی کی آگ کی حرارت سے حاصل ہوتی رہتی ہے اور یہ معنی ہرگز مراد حضرت مجدد کی نہیں اور دوسرا معنی یہ ہی کہ واسطہ واسطۂ فی العروض ہو یعنی صفت واحدہ درحقیقت واسطہ کیساتھ قائم ہووے اور وہی صفت واحدہ واسطے کے ذریعہ سے ذی واسطہ کے ساتھ منسوب ہووے مثلاً حرکت جالس سفینہ کی بواسطہ سفینہ کے تو وہاں حرکت واحدہ سفینہ کیساتھ قائم ہے جالس کے ساتھ قائم نہیں البتہ یہ حرکت جالس سفینہ کیطرف بھی منسوب ہوتی ہے مگر بالعرض والمجاز منسوب ہوتی ہے اور حضرت مجدد کی مراد یہی معنی ہیں یعنی یہ کمالات میں نے حاصل کئے اور یہ کمالات مجھ میں قائم ہوئے اور جناب رسول کے ساتھ منسوب ہوئے ہیں بحکم اسکے کہ اُمت کے اعمال پیغمبر کے دفتر اعمال میں محسوب ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہٖ ان کمالات کے کسب سے مستغنی ہیں اسواسطے کہ اس سے ارفع کمال حاصل ہی اور یہ معنی مراد ہونے میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی اور اسکو دلائل سے بھی ثابت کردیتا ہوں بعون اللہ وتوفیقہ چنانچہ اس مدعی پر دلیل یہ ہے کہ خزانۂ زمین کی کنجی آنحضرت صلعم کے تابعین کو حاصل ہوئی اور ایسا ہی تصرف تمام زمین میں بھی آنحضرت صلعم کے تابعین کو حاصل ہوا اور یہ امر بواسطہ ان تابعین کے

کو مقام ابراہیمی حاصل ہوا پھر مدینہ منورہ میں جہاد میں مشغول رہے اور یہود و نصاریٰ کیساتھ مقابلہ کیا اور اسوجہ سے مقام موسوی اور مقام عیسوی حاصل ہوا اور شب معراج میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس تشریف لیگئے اسوقت اس درجہ کا آغاز ہوا اور غزوۂ تبوک کہ اول غزوات شام سے ہے اسوقت اس درجہ میں بہت ترقی ہوگئی حتیٰ کہ حجۃ الوداع میں پھر کمال ابراہیمی سے مشرف ہوئے اور مقام ابراہیمی نے اس دن نہایت جلوہ دکھلایا اور نہایت کہ رجوع ہو طرف ہدایت کے محقق ہوئے قولہ اور بعضے مقام میں حضرت مجدد نے لکھا ہے کہ وہ فرد خضر ہو یا الیاس ہو تو اس سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ آپکی مراد اس سے خود اپنی ذات ہے تو اسکے جواب میں کہتا ہوں کہ اس کلام میں تناقض نہیں اس واسطے کہ مکشوفات میں اکثر مبہم القا ہوتا ہے پھر اس مبہم کا تعین کیا جاتا ہے اور جب مبہم شئے القا ہوتی ہے تو اسکی تعیین میں عقل کو جولانی ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسطرح کا ابہام اور تعیین وقوع میں آیا ہے صحیحین میں موجود ہے اِنِّیْ اُرِیْتُ دَارَ ھِجْرَتِکُمْ مَابَیْنَ نَخْلٍ وَمَآءٍ فَذَاھَبَ وَھْبِیْ اَنَّھَا الْیَمَامَۃُ اَوْ ھَجَرُ فَاِذَا ھِیَ الْمَدِیْنَۃُ یَثْرِبُ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو تم لوگونکی ہجرت کا مقام دکھلایا گیا درمیان درخت خرما اور پانی کے تو مجھکو خیال ہوا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہے تو معلوم ہوا کہ وہ مدینہ یعنی یثرب ہے اور ایسا ہی حال حضرت مجدد کا اس کشف میں ہے کہ پہلے آپکو بطور الہام کے معلوم ہوا کہ فرد متوسط ایسا ہونا چاہیے پھر جب دیکھا کہ اس طریقہ کی بنیاد حضرت خضر علیہ السلام نے ڈالی ہے تو حضرت خضر علیہ السلام کا خیال ہوا پھر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام لوگوں کے ساتھ اختلاط بہت رکھتے ہیں اور طریقہ خلت کو خلوت اور گوشہ نشینی لازم ہے تو حضرت الیاس علیہ السلام کیطرف خیال گیا اور یہ سب خیال اسوجہ سے ہوا کہ جو کمال واسطے پیغمبر عظیم الشان کے ہے اسکے حصول کیلئے متوسط کسی پیغمبر کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا اور دنیا میں ان دو پیغمبر کے سوا کوئی دوسرا پیغمبر نہیں اور پھر آخر میں معلوم ہوا کہ ضرور نہیں کہ یہ متوسط پیغمبر ہو دیں بلکہ اس امر میں اپنے پیغمبر کی کمال متابعت کافی ہے اور اس امر میں مقصود گوشہ نشینی وخلوت انجمن ہے کہ طریقہ حضرت خواجگان کی بنا اس پر ہے خلوت جسمانی پر نہیں اور بہر حال یقیناً معلوم ہوا کہ وہ متوسط خود آپ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کی نعمت بیان کیجئے تو اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوئے تو اسکے لئے حکم ہے کہ وہ نعمت بیان کرے تو اسوجہ سے حضرت مجدد نے یہ امر بیان فرمایا ایسے اختلافات کو تناقض سمجھنا اسکا کام ہے کہ ایسے حضرات کے مکشوفات سے اسکو مناسبت نہیں ورنہ شیخ اکبر کے کلام

ریاضات اور کشف و کرامات اور ظہور خوارق عادات میں اس طریقہ کے مبتدی کو بہ نسبت دیگر طرق مبتدی کے ارجح ہوتے چنانچہ کسی قائل کا قول ہے ؎

اول ما آخر مصدر منتہی است	و آخر ما جیب تمنا تہی است

یعنی ہمارا اول ہر منتہی کا آخر ہی اور ہمارے آخر سے تمنا کا جیب خالی ہے حاصل کلام یہ کہ فضل جزئی کو بجائے فضل کلی کے اختیار کرنا اور اُسکی فضیلت کے وجود پر نظر کرنا کوتاہ نظروں کا کام ہی قولہ پس چاہیئے کہ ہر متوسط اشخاص اُمت محمدیہ کا دوسرے راہ سے محیط کے ساتھ مناسبت رکھتا ہو تا اس مرتبہ کا کمال حاصل کرے اور حقیقت میں وہ مرتبہ متحقق ہووے اور یہ الفاظ کس عالم سے ظاہر ہوئے ہیں اس سے تشویش ہوتی ہے تو کہتا ہوں کہ یہ کوئی مقام تشویش نہیں اسواسطے کہ مراد راہ دیگر سے محبت اور محبوبیت کی راہ ہی اور ان دونوں طریق سے دائرہ خلت کی محیط کیساتھ مناسبت ہوسکتی ہی اس واسطے کہ اوپر مذکور ہوا ہی کہ خلت وہ ماہیت ہی کہ ممتزج ہی محبت اور محبوبیت سے اور کسی شئے کے دو جزو ہوں اور اُسکا ایک جزو حاصل ہو جاوے تو اس شئے کے ساتھ مناسبت ہو جاتی ہی اور یہ امر بدیہی کے مانند ہے ظاہر امعلوم ہوتا ہی کہ معترض نے سمجھا ہی کہ راہ دیگر سے مراد وہ راہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے سوا ہے اور اسوجہ سے معترض تشویش میں پڑا ہی حالانکہ خود معترض نے اپنی سابق کی تقریر میں اقرار کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے واسطے سب راہ واضح فرمادی ہی کوئی راہ باقی نہ رہ گئی پھر معترض کو یہ وہم کیوں ہو گیا اور اگرچہ اس عبارت سے صراحۃً ظاہر نہیں ہوتا کہ مراد اس ایک شخص سے اپنی ذات شریف کو قرار دیا ہے لیکن فی الواقع یہی امر ہے اور جو شخص معترض کے احوال سے آگاہ ہے وہ جانتا ہی کہ یہ سب امور معترض میں متحقق تھے اسواسطے کہ یہ طریقہ حاصل کرنیکے قبل معترض نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد قدس سرہٗ سے طریقہ قادریہ حاصل کیا تھا اور طریقہ قادریہ کی بنا محبوبیت پر ہے اور حضرت شیخ عبدالاحدؒ نے یہ طریقہ شاہ کمال کنتلی سے حاصل کیا تھا اور شاہ کمال کنتلی نے یہ طریقہ سید فضیل سے حاصل کیا تھا اور اسیطرح درجہ بدرجہ آخر سلسلہ تک یہ طریقہ حاصل ہوا اور تعجب تو اس امر سے ہوتا ہی کہ جب اُنکو یہ طریقہ عنایت ہوا اور برسوں اس طریقہ کی تعلیم فرمائی تو اُسکے بعد حضرت شیخ سکندر نبیرہ حضرت کمال کنتلی قدس اللہ سرہما صاحب طریقہ محبوبیت کی اجازت اور حکم سے خرقہ لائے اور سر ہند میں انکو پہنایا تو مقام خلت کی راہ سے محبوبیت میں پہنچے جیسا کہ پہلے محبوبیت کی راہ سے مقام خلت میں پہنچے تھے اور اسطرح کی بہتیری عجائب معاملات خدا سے ہی کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندگان برگزیدہ کے ساتھ اسطرح کا معاملہ رکھتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء میں بناء کعبہ میں شریک ہوئے اور حجر اسود رکھا اور اسوجہ سے اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

خلت تو ایسی حالت ہے کہ اسمیں جانبین کی محبت اور محبوبیت شامل ہے تو مقام خلت کی نسبت مقام محبت ومحبوبیت کے ساتھ ایسی ہے کہ جو نسبت مرکب اور بسیط میں ہے اور بسیط مقدم ہوتا ہے مرکب پر طبعاً تو وضعاً بھی مقدم کیا گیا پہلے اس اُمت میں محبت صرفہ اور محبوبیت صرفہ رائج ہوئی اس طور سے کہ اوائل سلوک میں محبت ہوئے اور آخر سلوک میں محبوبیت ہووے جیسا سالکِ مجذوب میں ہے یا بالعکس ہو جیسا مجذوب سالک میں ہے اور جب دورۂ بسائط کا تمام ہوا تو دورہ مرکب کا شروع ہوا

چوں فراغت ز مفردات آمد	وقت مشق مرکبات آمد

یعنی جب مفردات حروف کی مشق سے فراغت حاصل ہوئی تو مرکبات مشق کرنیکا وقت آیا اور قابل تعجب تو یہ ہے کہ اگرچہ اس طریقہ مجددیہ کا رواج اور شیوع اور اس ضمن میں فیوض الٰہی کا فیضان اُمت مصطفویہ پر پیچھے ہوا ہے لیکن اسکا مبدا مقدم ہے دیگر طرق کے مبادی پر اسواسطے کہ اس طریقہ کی نسبت حضرت صدیق کے ساتھ ہے اور آپ اول خلیفہ ہیں اور بالغ مردوں میں آپ پہلے اسلام سے مشرف ہوئے اور نص سے بھی آپکا استحقاق خلت ثابت ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ اُمَّتِیْ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْثِ یعنی اگر میں اپنی امت سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خلیل بناتا آخر حدیث تک اور اگر کسی کے دلمیں یہ خطرہ گذرے کہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ عوام پیروی کنندگان مجددیہ افضل ہیں اولیاء سابقین سے اور سبحان اللہ یہ بہتان عظیم ہے تو کہتا ہوں کہ اسکا جواب تین وجہ پر ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ اُسوقت لازم آویگا کہ طریقہ خلت کو افضل سب طریقہ میں کہیں حالانکہ ایسا نہیں محبوبیت افضل ہے مقام خلت سے اور یہ اس کلام سے ثابت ہے کہ لَاَدْعُوَنَّ حَبِیْبِیْ عَلٰی خَلِیْلِیْ یعنے اختیار کرتا ہوں اپنے حبیب کو اپنے خلیل پر اور دوسری وجہ یہ ہے کہ افضلیت باعتبار علو مرتبہ کے ہوتی ہے جس مقام میں ہو خواہ خلت ہو خواہ محبوبیت ہو اسکی مثال یہ ہے کہ بادشاہوں اور امرا کے یار اور مصاحب ہوتے ہیں کہ ہمیشہ حضور میں حاضر رہتے ہیں اور اُنکے ساتھ رازونیاز رہتا ہے اور امرا کے صوبہ دار اور رسالہ دار اور کارخانہ کے داروغہ اور دفتر کے متصدی بھی ہوتے ہیں اور اُن اشخاص کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت مصاحب اور یار کے مرتبہ کے اگرچہ دوام حضور اور صحبت دائمی خاص مصاحبوں اور یاروں کے حق میں ثابت ہے بلکہ خواص اور خدمتگاروں کے ساتھ زیادہ مخصوص ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ہر طریقے کے منتہی کو یہ امر یعنی دوام حضور اور قرب دائمی حاصل ہے تو اس قرب دائمی کے سبب دوسرے طریقہ میں بھی منتہی ہوتا ہے البتہ اس طریقہ کے مبتدی کو اسوجہ سے ترجیح اور زیادہ فضیلت ہو سکتی تھی کہ مجاہدات اور

صفات اور غیر کی صفات کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں فنا سمجھنا بلکہ اپنی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات میں محو کرنا اور اسکا حسن و جمال ہر مظہر میں مشاہدہ کرنا حاصل کلام سابق میں لوگ ان امور میں زیادہ کوشش کرتے تھے پھر اسکے بعد ابتداء سلوک میں انوار و تجلیات سے فیضیاب ہوتے تھے اور انتہائے سلوک میں فنا اور بقا کے درجہ سے فائز ہوتے تھے اور اتحاد کا دم بھرتے تھے اَنَا مَنْ اَھْوٰی وَمَنْ اَھْوٰی اَنَا یعنی میں وہ ہوں کہ اسکو چاہتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں وہ میں ہوں اور یہی طریقہ اسوقت تک جاری رہا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کو ذکر خفی کی تعلیم کی اور حضرت خواجہ غجدوانی گویا اصل اصول طریقہ مجددیہ کے تھے اور پھر حضرت خواجہ نقشبند کے وقت میں ذکر خفی کے طریقہ کو ترقی ہوئی لیکن حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کے وقت میں علوم توحید اس طریقہ میں شامل ہوئے اور علوم توحید کو غلبہ ہوا اور پھر حضرت مجدد قدس اللہ سرہ نے اسکو بخوبی شائع فرمایا اور اپنے چاک سینہ سے جیب کا سراغ ظاہر کیا اب یہ موقوف ہوا اور شوق و اشتیاق اور وجد اور مناجات و تضرع ایک طرف ہوا جو کچھ ہے قلب اور روح اور سر اور خفی اور اخفی اور عناصر اور بدن میں ہے حتی کہ انوار اور تجلیات خود اپنے باطن سے اپنے باطن میں پڑتا ہے اور رفتہ رفتہ مقام خلت تک لیجاتا ہے محبت کا معنے عاشقی ہے اور محبوبیت کا معنے معشوقی ہے اور خلت کا معنے یارانہ ہے تو مقام خلت میں یارانہ صحبت ہوتی ہے اور سابق میں عاشقی اور معشوقی تھی مقام خلت میں جانبین سے راز و نیاز ہوتا ہے اور طرفین سے سرگوشی واقع ہوتی ہے اور عاشقی میں نعرہ اور بیتابی اور در و دیوار پر سر توڑنا ہوتا ہے اور معشوقی میں ناز و ادا اور فخر و مباحات ہوتا ہے یہ طریقہ خلت کا اجمالی بیان ہے اور اگر کوئی چاہے کہ اس کو مفصل طور پر دریافت کرے تو چاہیے کہ پیروی کنندگان طریقہ مجددیہ کے ساتھ چند سال نشست و برخاست رکھے اور اپنے وجدان کی جانب نظر کرے کہ کیسا رنگ آتا ہے جو سابقین کے طریقہ کے سوا ہے اور وجدان غیر کے لئے دلیل نہیں تو اگر غیر منکر ہووے تو اس میں مضائقہ نہیں ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند	کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور	حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہان بستۂ ایں سلسلہ اند	روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

یعنی نقشبندیہ عجب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ راہ سے حرم میں قافلہ کو لیجاتے ہیں تو اگر کوئی کوتاہ نظر اس طائفہ کے حق میں قصور کا طعن کرے تو حاشا للہ زبان پر یہ گلہ لے آؤنگا کہ جہاں کے سب شیر اس زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں تو لومڑی اس حیلہ سے کسطرح یہ زنجیر توڑے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ

ہوا اللہ اُن لوگوں سے اور وہ لوگ اللہ تعالےٰ سے راضی ہوئے اور لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ یعنی تحقیق کہ راضی ہوا اللہ مومنین سے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ آپکی بیعت قبول کرتے ہیں درخت کے نیچے تو اللہ تعالےٰ نے جانا اُنکے دل کا حال اور اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ بِحُبِّ اَرْبَعَۃٍ مِنْ اَصْحَابِیْ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ یُحِبُّھُمْ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ہمکو خاص طور پر چار صحابی کی محبت کے بارہ میں حکم فرمایا اور مجھکو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اُنکی محبت کرتا ہے اور اس کے سوا اور بھی آیات اور احادیث ہیں کہ اُنسے معلوم ہوتا ہے بعضے افعال اور اشغال اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت ہیں یعنی اُن افعال اور اشغال سے ثابت ہوتا ہے کہ جسکے وہ افعال اور اشغال ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا محب ہے اور بعضے افعال اور اشغال سے اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا درجہ حاصل ہوتا ہے بخلاف مقام خلت کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے حاصل کرنیکا طریقہ ارشاد فرمایا ہے اور اُسکے حاصل ہونیکی علامت بھی بیان فرمائی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ دیگر ولایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جلد مروج اور متداول ہوگئی چنانچہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سے لیکر حضرت جنیدؒ اور آپکے اقران کے زمانہ تک اور پھر پیشوایان قادریہ وچشتیہ کے زمانہ تک دیگر ولایت کا طریقہ بخوبی متداول ہوگیا اور اُسکے حاصل کرنیکا بھی مبوب اور مفصل مرتب ہوگیا بخلاف مقام خلت کے کہ اُس زمانہ دراز تک اُسکا ذکر کسی نے نہ کیا اور نہ کسی نے اُسکے حاصل کرنیکا طریقہ کسی سے بیان کیا اور ہزار برس گذر گئے اور اُسکے حاصل کرنیکا طریقہ پردۂ اخفا میں رہا تو حق تعالیٰ نے اس امر کیلئے حضرت مجدد کو پیدا کیا اور اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا کہ جو درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوہر شریف میں مودع اور مکنون تھا اُسکے ظہور کیلئے منشاء حضرت مجدد ہووے چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور ہزاروں طالبین کو آپکے طفیل سے اس طریقہ کا سلوک میسر ہوا الحمد للہ علیٰ ذلک اب یہ طریقہ ایسے طور پر بیان کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالےٰ ظاہر ہوجائیگا کہ یہ طریقہ حاصل کرنیکے لئے ضرور ہے کہ اس طریقۂ مجددیہ کی اتباع کیجاوے حضرت مجدد کے قبل سلوک کے سب طریقہ محبت اور محبوبیت کے ذریعہ سے حاصل کئے جاتے تھے اول محبت کی راہ طے کرتے تھے اور آخر میں محبوبیت کے درجہ سے فائز ہوتے تھے اور لوازم محبت میں نہایت کوشش کرتے تھے مثلاً ان امور کا نہایت لحاظ رکھتے تھے ذکر جہر اور وجد اور شوق اور انکسار اور تضرع اور صبر اور توکل اور رضا جوئی اور مراقبہ صفات خصوصاً احاطہ اور معیت اور استغراق توحید وجودی اور توحید فعلی میں اور اپنے کو ایسا رکھنا جیسا کہ نہلانیوالے کے ہاتھ میں میت رہتا ہے اور اپنی

یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ یعنی اور روک رکھیے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کو اُن لوگوں کے ساتھ کہ پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو صبح و شام اس غرض سے کہ وہ لوگ اُسکی رضامندی چاہتے ہیں تو اگر یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتضی طبیعت کیخلاف نہوتا تو اللہ تعالیٰ صبر کا حکم کیوں فرماتا اور ایسا ہی یہ آیت ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ یعنی اپنے پاس سے مت ہٹاویجئے اُن لوگوں کو کہ جو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو صبح و شام اور اس امر کے لئے دلیل ہی یہ ہے کہ ان امور کی تعلیم یعنے تہذیب ظاہر کی اور جو کچھ حکم میں ظاہر کے ہے مثلاً عقل اور قلب اور نفس کی تہذیب موقوف علیہ ہے سب کمالات کیلئے اور تمام امور ولایت کی یہی بنیاد ہے تو اگر ان امور کیجانب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم توجہ نہ فرماتے اور نہایت کوشش سے اس میں تصرف نہ فرماتے تو یہ بنیاد ناقص رہتی اور کوئی شخص اُس اُمّت کا قائم مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس تعلیم میں نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ جبتک صاحب شریعت کے جانب سے نص نہ وارد ہوئے یہ امور دریافت نہیں ہوسکتے اور کشف اور عرفان ان مطالب تک نہیں پہونچ سکتا بخلاف دیگر کمالات کے کہ وہ کشف و فراست سے بھی دریافت ہوسکتے ہیں اور دریافت ہوئے ہیں لیکن کشف و معرفت بھی اسپر موقوف ہے کہ ظاہر کی تہذیب ہو اور وہ امور جو ظاہر کے حکم میں ہیں اُنکی بھی تہذیب ہو اور اس تہذیب کی تعلیم کے بعد تفاصیل مکشوفات کی تعلیم کی ضرورت نہیں تو اگر تم یہ کہو کہ ان آیات اور احادیث سے بلکہ آنحضرت صلعم کی سیرت کے تتبع کرنے سے جسطرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلوک طریق خلت میں تصرف نہ فرمایا اسیطرح اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جمیع ولایت میں تصرف نہ فرمایا تو اُسکے جواب میں کہتا ہوں کہ فی الواقع جیسا شغل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر کی تہذیب میں تھا اور اُن امور کی تہذیب میں تھا جو ظاہر کے حکم میں ہے اسطرح شغل باطن کی تہذیب کا اور شغل کشف باطن کا نہ تھا اور یہ سیر کے تتبع کرنیسے ظاہر طور پر معلوم ہوجاتا ہے لیکن مقام خلت اور دیگر ولایت میں بدیہی فرق ہے اور اسکی تین وجہ ہی اول وجہ یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر مقامات کا نشان ارشاد فرمایا ہے اور اُسکے حاصل کرنے کا طریقہ بھی بیان فرمایا ہے کبھی صراحۃً بیان فرمایا ہے اور کبھی کنایۃً بیان فرمایا ہے مثلاً یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ یعنی اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت رکھتے ہیں وَرَجُلٌ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ یعنی مرد کہ محبت رکھتا ہے اللہ اور رسول کی اور اللہ اور رسول اُسکی محبت ہے اور رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ یعنی راضی

میں یہ دعا کرنے کا حکم ہی یعنی درود شریف پڑھنے کا حکم ہی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ یعنی اے پروردگار درود بھیج ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آل پر جیسا تو نے درود بھیجا ہمارے سردار حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر تحقیق کہ تو قابل حمد کے ہی اور بزرگ ہی قولہ اور خلاف مقتضیٰ طبیعت کے ہونا کہاں سے ثابت ہوا اسپر عقلی دلیل لے آنا چاہیئے تو اسکا جواب یہ ہے کہ مراد اسجگہ طبیعت سے طبیعت عنصری نہیں ہے بلکہ مراد طبیعت سے طبیعت کمالیہ ہی اور کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس امر کیلئے مقتضیٰ ہوا کہ ظاہر کی تہذیب اعمال خوارج سے فرماویں اور تہذیب قلب اور نفس اور عقل کی اعمال باطن سے فرماویں اور اُس کے سوا اور کمالات میں تصرف کرنا کاملین اُمت کو سپرد کیا اسواسطے کہ اہم مقاصد اور موقوف علیہ سب کمالات کا انھیں کمالات مذکورہ کو تصور فرماتے تھے اور یہ امر اُن لوگوں پر نہایت ظاہر ہی جو سیرت مصطفوی سے واقف ہیں یعنی شغل جہاد اور تعلیم ارکان اسلام و قواعد جمالیہ سلوک یعنی ہمیشگی ذکر لسانی کی اور تکثیر مناجات و ادعیہ و اذکار اور تفقد احوال قلب کا یعنے حب اور بغض کا حال اور احوال مدرکہ کا یعنے بیداری اور غفلت اور توجہ اس قوت دراکہ کی ضمن میں ہر تعبیر کے اور تجدد کے خواہ نفسی ہو خواہ آفاقی ہو مبدء کیطرف اور بہ نسبت ماسوی اللہ کے اللہ کیساتھ زیادہ محبت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں جان و مال و اہل و اولاد فدا کرنا اور ایسا ہی اور اکثر اعمال میں جو سیرت مصطفوی سے ہیں اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا کی تفسیر میں احادیث مذکور ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ شغل مالوف بھی مقتضی طبیعت کا ہوجاتا ہے اسواسطے کہ عادت طبیعت ثانیہ ہی اور اُسکا خلاف مقتضی طبیعت کیخلاف نہیں یہ اس مطلب کی دلیل اصلی ہی اور دلیل نقلی یہ ہے کہ صحاح کی احادیث میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں تشریف لیگئے اور وہاں دو مقام میں کچھ لوگ بیٹھے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں اچھے شغل میں ہیں اور اُن دونوں مقام کے لوگوں میں ایک مقام کے لوگ افضل ہیں بہ نسبت دوسرے مقام کے لوگوں کے تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں تو اگر چاہے تو اُن کو دیوے اور اگر چاہے تو نہ دیوے اور لیکن وہ لوگ یعنی دوسرے مقام کے لوگ فقہ یا علم کی تعلیم کرتے ہیں جاہلوں کو تعلیم دیتے ہیں تو وہ لوگ افضل ہیں اور میں صرف تعلیم کیلئے مبعوث ہوا ہوں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں لوگوں کی مجلس میں رونق افروز ہوئے اور نہایت صریح دلیل اس امر میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ مقام عتاب میں فرماتا ہے وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ

سورۃ کہف

کہ میراث حضرت ابوالبشر کی ہو ایک عمدہ کمال ہو اور اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوسط بعضے اشخاص اُمت کے یہ کمال حاصل ہوگا کہ وہ مددگاران امام مہدی وعیسیٰ علیہما السلام کے ہوں گے چنانچہ جامع صغیر میں اس مضمون کیطرف اشارہ ہو کہ خَیْرُ اُمَّتِیْ عِصَابَتَانِ عِصَابَۃٌ تَغْزُوا الْھِنْدَ وَعِصَابَۃٌ مَعَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں زیادہ بہتر دو گروہ ہیں ایک وہ گروہ ہے کہ ہند میں غزوہ کریگا اور دوسرا وہ گروہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہیگا تو اب آفتاب کیطرح ظاہر اور روشن ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کمالات حاصل تھے اور تصرف بعضے کمالات میں بتوسط بعضے اشخاص امت کے واقع ہوا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم اولین وآخرین کا حاصل تھا چنانچہ صحاح ستہ میں وارد ہے کہ اُوْتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو علم اولین اور آخرین کا دیا گیا لیکن تصرف علم کلام میں مثلاً بتوسط شیخ ابوالحسن اشعری وشیخ ابو منصور ماتریدی واستاد ابو اسحاق اسفرائینی وامام غزالی وامام رازی وغیرہ بعضے دیگر علما کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا اور ایسا ہی تصرف علم فقہ وتفصیل احکام شرعیہ میں کتاب الطہارت سے کتاب السلم اور کتاب الشفعہ اور فرائض اور وصایا تک بتوسط حضرت امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا اور ایسا ہی تصرف آداب اور طریقت میں اور اشغال اور اوراد اور ذکر جہری اور ذکر خفی اور مراقبہ کا طریقہ مقرر کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوسط حضرت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند اور حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتیؒ کے اور ان حضرات کے مانند اور بزرگواروں کے توسط سے حاصل ہوا قولہ اور کمالات مختصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھا سب عطا کیا اسمیں ظاہر طور پر بحث ہے اسواسطے کہ اگر مراد عطاء تقدیری ہے تو مسلم ہے لیکن اِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا میں بھی عطاء تقدیری مراد ہوگی اور عطاء وقوعی مراد ہے تو ظاہر ہے کہ یہ مقام تحقیق ہے اسواسطے کہ مقام محمود اور مقام وسیلہ کا حاصل ہونا ابھی وقوع میں نہیں آیا چنانچہ اُمت کے حق میں حکم ہے کہ پانچوں وقت اذان کے بعد یہ دعا کرے کہ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ یعنی اے پروردگار عطا فرما تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو درجہ وسیلہ کا اور فضیلت اور پہونچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن مقام محمود میں کہ اسکا تو نے وعدہ فرمایا ہے تحقیق کہ تو وعدہ خلافی نہیں کرتا اور ایسا ہی ہر نماز

نسبت مقام محبت کے ساتھ ہے دوسرا امر یہ ہے کہ مقام خلت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا چنانچہ یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو ہزار برس کے بعد اسکے حاصل ہونیکا کیا معنے ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ یقیناً اور قطعی طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام خلت حاصل تھا چنانچہ یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ مقام خلت واسطے ہے اور موقوف علیہ ہے مقام محبت کے لئے اور جبتک موقوف علیہ حاصل نہو تو محال ہے کہ موقوف حاصل ہووے لیکن وعدہ کیا گیا تھا کہ ہزار برس کے بعد یہ امور حاصل ہونگے یعنی مقام خلت میں تصرف فرمانا اور طالبین کو بالاصالۃ اس مقام میں پہونچانا اور یہ مقام حاصل کرنیکا طریقہ مدون اور مفصل کرنا چنانچہ احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے کہ خلافت تمام روئے زمین کی مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اجمالی طور پر حاصل تھی اور اسکی دلیل یہ حدیث ہے کہ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ کُنُوْزِ الْاَرْضِ فِیْ یَدَیَّ یعنی مجھکو زمین کے سب خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور دوسری روایت میں ہے کہ وُضِعَتْ مَفَاتِیْحُ کُنُوْزِ الْاَرْضِ فِیْ یَدَیَّ یعنی زمین کے سب خزانوں کی کنجیاں میرے ہاتھ میں رکھی گئیں اور صحیحین میں وارد ہے کہ زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَشَارِقُهَا وَمَغَارِبُهَا وَسَیَبْلُغُ مُلْكُ اُمَّتِیْ مَا زُوِیَ لِیْ مِنْهَا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمع کیگئی میرے لئے سب زمین کہ پورب اور پچھم تک ہے اور قریب ہے کہ میری امت کا ملک تمام زمین میں ہوگا کہ وہ سب زمین میرے لئے جمع کیگئی اور دوسری روایت میں ہے اِنَّ اللّٰهَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ کُنُوْزِ الْاَرْضِ یعنی تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے جمع کی میرے لئے زمین پورب سے پچھم تک اور مجھکو زمین کے خزانہ کی کنجی دیگئی اور صحاح کے سوا دوسری بعضی کتابوں میں روایت ہے جَآءَنِیْ جِبْرَئِیْلُ بِمَفَاتِیْحِ کُنُوْزِ الْاَرْضِ عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقَ یعنی میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام زمین کے خزانوں کی کنجیاں لیکر ابلق گھوڑے پر آئے حالانکہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہ آیا اور نہ خلفاء راشدین کے وقت میں وقوع میں بلکہ ہندوستان سلطان محمود غزنوی کے ہاتھ سے فتح ہوا اور ترکستان بعض دوسرے اہل اسلام کے ہاتھ سے فتح ہوا اور روم بالکل عثمان ترکمانی اور انکی اولاد کے ہاتھ سے فتح ہوا اور ابتک ملک وسیع چین اور خطا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلمرو سے خارج ہے یعنی امت محمدی کا ابتک اسپر قبضہ نہوا انشاء اللہ تعالیٰ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے وقت میں یہ سب ملک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلمرو میں آجاوینگے اور خلافت الارض

رسالۂ مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ

در دفع اعتراضات بر بعض عبارات حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ چند امور پر اعتراض کیا گیا ہے۔

اول امر۔ یہ ہے کہ مقام محبت ارفع ہے مقام خلت سے تو جب مقام محبت حاصل ہو جاوے تو مقام خلت حاصل کرنیکی کیا ضرورت ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ معترض نے خود اقرار کیا ہی کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محبت عطا ہوا چنانچہ معترض نے کہا ہی کہ یہ خبر بیہقی کی روایت سے ثابت ہے اور جامع صغیر سے نقل کیا ہی اُسکے بعد معترض نے پھر خود نقل کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو خلیل فرمایا ہے اور کتب صحیحہ میں لکھا ہے اِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو اپنا خلیل بنایا جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محبت حاصل تھا کہ ارفع مقام خلت سے ہی مگر باوجود اسکے مقام خلت کا حاصل ہونا بھی درکار تھا ورنہ مقام خلت کے حاصل ہونے پر فخر نہ فرماتے اور یہ نہ ارشاد فرماتے کہ اِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھکو اپنا خلیل بنایا جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور خود معترض نے احادیث صحیحہ سے یہ بھی سمجھا ہے کہ جمیع کمالات خاتمیت اور اولوالعزمی اور رسالت وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئے ہیں اور ظاہر کہ ان کمالات میں بعضے ارفع ہیں اور بعضے غیر ارفع ہیں تو معلوم ہوا کہ اگر ارفع حاصل ہو جاوے تو اسوقت بھی غیر ارفع درکار ہوتا ہی خصوصًا جب وہ غیر ارفع ایسا کمال ہو کہ اُس سے ارفع حاصل ہوتا ہو اور وہ غیر ارفع اس ارفع کیلئے واسطہ ہو کہ اس صورت میں اُس غیر ارفع کا حاصل ہونا موقوف علیہ ہی اس ارفع کے حاصل ہونیکے لئے تو اگر یہ لحاظ ہووے کہ وہ غیر ارفع فی نفسہٖ کمال ہی تب بھی وہ مطلوب ہے اور اگر یہ لحاظ ہووے کہ وہ غیر ارفع موقوف علیہ ہی ارفع کے حاصل ہونیکے لئے تب بھی وہ مطلوب ہے مثلاً جسم کیلئے نامی ہونا کمال ہی اور حساس ہونا بھی ایک دوسرا کمال ہے کہ اُس سے ارفع ہی اور نطق و عقل بھی ایک کمال ہے کہ ان دونوں کمال کے سوا ہے اور وہ دونوں کمال واسطہ ہیں اس تیسرے کمال کیلئے تو وہ دونوں کمال دونوں وجہ سے مطلوب ہیں بذاتہما اور بغیرہما اور ایسا ہی مقام خلت کی

ہیں قولہ وَیَہْتَدُوْنَ بِھَدْیِھِمْ ترجمہ اور صحابہ کی راہ پر چلتے ہیں قولہ وَیَتَّفِقُوْنَ عَلَیْھِمْ اور صحابہ پر اُن لوگوں کا اتفاق ہے یعنی صحابہ کی حمایت اور نصرت کرنے میں وہ لوگ متفق ہیں اور جو بیدین شیطان کے مانند صحابہ کی شان میں شبہ ڈالتا ہے اُس کا جواب دیتے ہیں اور اُسکو دفع کرتے ہیں قولہ وَلَا یَتَّھِمُوْنَھُمْ فِیْمَا اَدَّوْا اِلَیْھِمْ ترجمہ اور صحابہؓ پر تہمت نہیں لگاتے اس میں کہ صحابہ نے دین کے احکام پہونچائے اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کیں یعنے صحابہ کو سچا جانتے ہیں اُنکی سب روایات واحادیث کو قبول کرتے ہیں اور اُس پر عمل کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ اہلسنت کی کتابوں کی سب احادیث معتبر ہیں اور قابل قبول ہیں اس واسطے کہ وہ سب احادیث اہلبیت اور صحابہ سے مروی ہیں اور حضرت امام زین العابدین کے مذہب کے موافق ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ شیعہ اور خوارج کے روایات صحابہ سے مروی نہیں اور امام زین العابدین کے نزدیک وہ سب کذب اور افترا ہے اور شیعہ جو اپنے بعضے روایات کی نسبت بعضے صحابہ یا بعضے اہلبیت کی طرف کرتے ہیں تو جب وہ روایات قرآن شریف اور حضرت امام زین العابدین کے مذہب کے خلاف ہوں تو جاننا چاہیے کہ نہ وہ اہل بیت کا قول ہے اور نہ صحابہ کا قول ہے بلکہ کسی مفتری اور کذاب نے ائمہ طاہرین پر افترا کیا ہے تو امام زین العابدینؑ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ کی سب کتابیں اور روایات باطل ہیں اور افترا ہے اہل اسلام اور محبان قرآن اور محبان اہلبیت پر فرض عین ہے کہ اس سے کنارہ اختیار کریں اے مومن طالب نجات جو کچھ کلام اللہ اور کلمات حضرت سجادؑ سے مذکور ہوا ہے تو اگر کوئی راہ جنت کا طالب ہووے تو ان کلمات سے صرف ایک کلمہ اُسکے لئے کافی ہے اور اگر اُس کے نصیب میں سعادت ازلی نہیں اور بفحوائے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اپنے کفر پر ثابت ہے تو اُس نے قرآن شریف سے انکار کیا اور اسوجہ سے اُس کے حق میں ثابت ہوا کہ اُس نے اپنے لئے دوزخ خرید کیا تو طریقہ اہل اسلام میں بحث کرنے سے اُس کو کیا فائدہ ہوگا۔

وَاللّٰہُ الْھَادِیْ وَعَلٰی کَرَمِہٖ اِعْتِمَادِیْ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ہندوستان اور پاکستان کی تعلیم یافتہ جماعت کا فیصلہ ہے

کہ ہندوستان کے مایۂ ناز مطبع مجیدی کانپور کی مطبوعہ کتابیں فن ضیاعت کا اعلیٰ نمونہ ہوتی ہیں

فہرست کتب مفت ملتی ہے

کو کہ اُن لوگوں نے ایمان لے آنے میں ہم پر سبقت کی یعنے صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں یہ کلام امام علیہ السلام کا ہے اسمیں یہ اشارہ ہے کہ تیسری قسم کے مسلمان وہ لوگ ہیں کہ صحابہ کے حق میں دعاء خیر کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ قرآن شریف اور مذہب اہلبیت کے موافق ثابت ہے کہ اہلسنت وجماعت صحابہ کے فرمانبردار ہیں کہ اُن حضرات کے حق میں دعاء خیر کرتے ہیں اور اور اُن حضرات میں سے کسی صاحب کے ساتھ کینہ نہیں رکھتے اور حضرت سجاد علیہ السلام کی دعا اُن حضرات کی مغفرت کیلئے ہے تو اُن حضرات کی مغفرت ہوگئی ہے اور یہ حضرات فرقہ باخیر ہیں اور اُن حضرات کے مخالفین فرقہ باخیر نہیں اب جاننا چاہیئے کہ امام علیہ السلام تابعین کی مدح میں کیا فرماتے ہیں تو امام علیہ السلام کے اقوال مندرجہ پر لحاظ کرنا چاہیئے قولہٗ اَلَّذِیْنَ قَصَدُوْا حُجَّتَھُمْ یعنے یہ وہ تابعین ہیں کہ اُن لوگوں نے قصد کیا کہ صحابہ کی حجت اور راہ اختیار کریں قولہٗ وَ تَحَرَّوْا وِجْھَتَھُمْ یعنے اور اُن لوگوں نے صحابہ کی طرف قصد کیا اور اُنکی راہ اختیار کی قولہٗ وَمَضَوْا عَلٰی شَاکِلَتِھِمْ یعنے اور صحابہ کے طریقہ اور مذہب پر رہے قولہٗ وَلَمْ یُثْبِتْھُمْ رَیْبٌ فِیْ بَصِیْرَتِھِمْ یعنی باز نہ رکھا اُن تابعین کو شک نے یعنی اُن لوگوں نے اسمیں کچھ شک نہ کیا کہ صحابہ ہدایت پر ہیں اور صاحب بصیرت ہیں قولہٗ وَلَمْ یُخَالِجْھُمْ شَکٌّ فِیْ نَقْوَا اثَارِھِمْ ترجمہ اور صحابہ کی پیروی کرنے میں اُن لوگوں کے دلمیں کچھ خطرہ نہ گذرا یعنے اُن لوگوں نے صحابہؓ کو برحق جانا اور اُن حضرات کی متابعت کی اور اُن لوگوں کو اس میں کچھ شک نہوا کہ صحابہؓ برحق ہیں قولہٗ وَالْاِقْتِدَاءِ بِھُدَاۃِ مَنَارِھِمْ ترجمہ یعنی اور اُن لوگوں نے اسمیں کچھ شک نہ کیا کہ صحابہؓ کی راہ اختیار کریں یعنے صحابہؓ برحق سمجھا اور اُنکی اقتدا کی قولہٗ مُکَافِحِیْنَ وَمُوَازِرِیْنَ لَھُمْ ترجمہ وہ تابعین صحابہ کی اعانت اور حمایت کرتے رہے یعنی اگر کوئی ملحد یا گمراہ صحابہ کی شان میں طعن کرتا تھا تو وہ تابعین اس طعن کو دفع کر دیتے تھے تو مخالفین جو صحابہ کی شان میں طعن کرتے ہیں وہ سب شیطانی وسوسہ ہے اس کلام سے باطل ہو جاتا ہے اور مسلمان کا کام نہیں کہ صحابہ کی شان میں طعن کرے بلکہ اہل اسلام کا شیوہ یہ ہے کہ اس طعن کا جواب دیوے اور اسکو رد کرے اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ یہ وصف صرف اہلسنت میں ہے کسی دوسرے فرقہ میں نہیں بلکہ روافض اپنے گمان فاسد کے موافق ہزاروں طعن صحابہ کی شان میں کرتے ہیں اور یہی حال خوارج کا بھی ہے خَذَلَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی تو معلوم ہوا کہ فرقہ ناجیہ اہلسنت ہیں اہلسنت کے مخالفین فرقہ ناجیہ نہیں اور یہی ثابت کرنا مقصود تھا قولہٗ یَدِیْنُوْنَ بِدِیْنِھِمْ ترجمہ تابعین صحابہ کے دین پر اعتقاد رکھتے

سے اُن لوگوں کو خوش اور راضی فرما قولہٗ وَبِمَا حَاشُوا الْخَلْقَ عَلَيْكَ ترجمہ اور اُن لوگوں کو اس امر کی جزا عطا فرما کہ اُن لوگوں نے تیرے نزدیک خلق کو جمع کیا قولہٗ وَكَانُوْا مَعَ رَسُوْلِكَ دُعَاةً لَكَ وَاِلَيْكَ ترجمہ اور وہ لوگ تیرے رسول کے ہمراہ تھے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم لوگوں کو تیری طاعت کی طرف بلاتے تھے تیری رضامندی کے لئے یعنے وہ لوگ جس طرح خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں کامل الایمان ہوئے تھے اسی طرح خالصًا للہ تعالیٰ دوسروں کو بھی خدا کی طرف بلاتے تھے اور اکثر لوگوں کو دین اسلام پر جمع کیا یعنے ہزاروں مرد وعورت اُن حضرات کی کوشش سے اسلام سے مشرف ہوئے تو جو راہ قرآن اور راہ اہل بیت کا طالب ہووے تو چاہیے کہ اس بارہ میں غور کرے اور فی الفور وسوسہ شیطانی سے توبہ کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ قرآن شریف کی راہ پاویگا اس واسطے کہ لوگوں کو دین اسلام پر سب صحابہ نے جمع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی نہ یہ کہ صرف حضرت ابوذرؓ اور حضرت عمارؓ اور چند دیگر صحابہؓ نے تمام ملک سے کفر مٹا دیا اور سب خلق کو ہدایت کی کوئی احمق بھی ایسی بات نہ کہے گا نہ کہ وہ شخص کہ اُسکو علم قرآن کا دعویٰ ہو قولہٗ وَاشْكُرْهُمْ عَلٰى هِجْرَتِكَ مِنْ دِيَارِ قَوْمِهِمْ ترجمہ اور ان لوگوں کو اس امر کی جزا عطا فرما کہ اُن لوگوں نے تیری راہ میں اپنی قوم کے شہروں سے ہجرت کی قولہٗ وَحَرَجِهِمْ مِّنْ سَعَةِ الْمَعَاشِ اِلٰى ضِيْقِهٖ ترجمہ اور اُن لوگوں کو اسکی جزا عطا فرما کہ ان لوگوں نے فراخی معاش سے تنگی معاش کی طرف ہجرت کی یعنے ہجرت کے سبب سے اپنے مکانات اور اپنی معاش کی جگہ سے جدا ہوئے اور اجنبی جگہ اختیار کی اور تنگی معاش میں مبتلا ہوئے قولہٗ وَمَنَّ عَلٰى مَنْ كَثَّرْتَ فِيْ اِعْوَازِ دِيْنِكَ مِنْ مَّظْلُوْمِيْهِمْ ترجمہ اور احسان فرما اُن لوگوں پر کہ زیادہ کیا تو نے اِن لوگوں سے اپنے فرماں برداروں کو کہ اُن لوگوں سے تیرا دین غالب ہوا اور وہ لوگ مظلوم صحابہ تھے یعنی مہاجرین پہلے مظلوم تھے تو جب ہجرت کی اور فتح حاصل ہوئی تو دین اُن لوگوں کے سبب سے غالب ہوا اور بہت لوگ مسلمان ہوئے قولہٗ اَللّٰهُمَّ وَاَوْصِلْ اِلَى التَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ خَيْرَ جَزَائِكَ ترجمہ اے خدا اور عطا فرما بہتر جزا اُن لوگوں کو کہ اُن لوگوں نے صحابہ کی بخوبی تابعداری کی اور اُنکی راہ اختیار کی اور وہ تابعین کہتے ہیں کہ اے خدا تو بخشدے ہمکو اور ہمارے بھائیوں

مہاجرین اور انصار سے ہوئے اسواسطے کہ ان سب حضرات نے حمایت اور مدد کی ہے اور اپنے باپ اور بھائیوں کے ساتھ لڑائی کرکے اسلام کو مستحکم کیا ہے اور ہر معرکہ اور غزوہ میں حاضر تھے اور دشمنان دین پر فتح حاصل کی ہے اور ایسا نہیں کہ صرف چند صحابہ حضرت جابرؓ اور حضرت ابوذرؓ وغیرہ نے تمام لڑائی فتح کی ہے اور تمام کفار کو قتل کرکے غلبہ حاصل کرلیا ہے چنانچہ غزوۂ بدر میں تین سو تیرہ صحابی تھے اور جنگ احد میں ہزار صحابی تھے اور حنین میں بارہ ہزار صحابی تھے اور تبوک میں تیس ہزار صحابی تھے اور ایسا ہی اکثر غزوہ میں ہزاروں صحابی رہتے تھے اور سب صحابہ مدد اور حمایت میں مصروف رہتے تھے اور سب کو غلبہ حاصل ہوتا تھا تو ثابت ہوا کہ حضرت امام زین العابدین کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہؓ کی مغفرت ہوئی اور وہ سب حضرات بہشتی ہیں اور لائق مدح وثنا ہیں اور مخالفین کا مذہب یہ ہے کہ صرف چند حضرات صحابہ ہیں تو انکے مذہب کی بنیاد جڑ سے کھودی گئی اور ظاہر ہوا کہ اہلبیت کا یہ قول نہیں بلکہ وسوسہ شیطانی ہے کہ اُس سے حق تعالیٰ کی درگاہ میں پناہ مانگنا چاہیئے اور حضرت زین العابدین کے یہ اقوال مندرجہ بھی ہیں وَمَنْ کَانُوْا مُنْطَوِیْنَ عَلٰی مَحَبَّتِہٖ یعنی صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فدا تھے یعنی آنحضرت صلعم کے عاشق تھے قَوْلُہٗ یَرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ فِیْ مَوَدَّتِہٖ ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اُس تجارت کے امیدوار تھے کہ اسمیں نقصان نہیں یعنی سب اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آخرت کے لئے اختیار کی تھی اور یہ بلاشک سودمند ہے اسمیں خسارہ نہیں قولہٗ وَالَّذِیْنَ ھَجَرَتْھُمُ الْعَشَائِرُ اِذْ تَعَلَّقُوْا بِعُرْوَتِہٖ ترجمہ اور اُن لوگوں کو اُنکے قبیلہ کے لوگوں نے چھوڑ دیا جب اُن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا حلقہ پکڑا قولہٗ وَانْتَفَتِ الْقَرَابَاتُ اِذْ سَکَنُوْا فِیْ ظِلِّ قَرَابَتِہٖ ترجمہ اور اُنکی اپنی قرابت نیست ونابود ہوگئی جب وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ قرابت میں آئے یعنی جب صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کمر باندھی تو تمام کفار عرب اُن حضرات کی عداوت کیلئے اٹھے اور قرابت کا رشتہ منقطع کیا قولہٗ فَلَا تَنْسَھُمُ اللّٰھُمَّ مَا تَرَکُوْا لَکَ وَفِیْکَ ترجمہ پس فراموش مت فرما صحابہ کے حق میں اے خدا جو کچھ تیرے لئے اور تیری راہ میں ان لوگوں نے چھوڑ دیا یعنے اُنکی ہجرت اور دکر نیکی جزا اُن لوگوں کو عطا فرما قولہٗ وَاَرْضِھِمْ مِّنْ رِضْوَانِکَ ترجمہ اور اپنی خوشی اور رضامندی

سب پیغمبروں کے کہ کفار کی تکذیب کے وقت اُن لوگوں نے انبیا کی تصدیق کی اور انبیا پر ایمان لے آئے اُن لوگوں کو تو مغفرت اور رضامندی کے ساتھ یاد فرما اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی فضیلت باقی سب پیغمبروں کے اصحاب پر ہے اور جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سردار انبیا ہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اصحاب باقی سب پیغمبروں کے اصحاب کے سردار ہیں تو اسواسطے اُنکے حق میں امام زین العابدینؒ نے خاص طور پر یہ دعا فرمائی ہے کہ اَللّٰھُمَّ وَاَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ خَاصَّۃً یعنی اے خدا علی الخصوص اصحاب محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پر نہایت نوازش فرما اور اُن لوگوں کو مغفرت اور خوشی کے ساتھ یاد فرما پھر اُس کے بعد صحابہ کی مدح بیان فرمائی ہے وَالَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الصَّحْبَۃَ یعنی اور وہ صحابہ کہ اُن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اچھی صحبت رکھی اور حق صحبت بجالائے پھر یہ ارشاد فرمایا وَالَّذِیْنَ اَبْلَوُا الْبَلَاءَ الْحَسَنَ فِیْ نَصْرِہٖ یعنی اور لوگ اُن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد میں اپنا جان و مال بہتر طور پر صرف کیا قَوْلُہٗ وَکَنَفُوْہُ یعنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے درمیان میں لے لیا اور دشمنوں کے شر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت کی قَوْلُہٗ اِسْرَعُوْا اِلٰی وَفَادَتِہٖ وَسَابَقُوْا اِلٰی دَعْوَتِہٖ ترجمہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہونے میں جلدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام کو جلد قبول کیا قولہ وَاسْتَجَابُوْا لَہٗ حَیْثُ اَسْمَعَھُمْ حُجَّۃَ رِسَالَتِہٖ ترجمہ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کی حجت فرمائی تو اُن لوگوں نے قبول کرلیا اور رسالت کی حجت سے مراد قرآن شریف ہے وَفَارَقُوا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ فِیْ اِظْھَارِ کَلِمَتِہٖ ترجمہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ اور دین ظاہر کرنے میں اپنی عورتوں اور لڑکوں کو چھوڑ دیا یعنے خدا کے واسطے اظہار اسلام کیلئے ہجرت کی کوئی دنیاوی غرض نہ تھی قَاتَلُوا الْاٰبَاءَ وَالْاَبْنَاءَ فِیْ ثَبَاتِ نُبُوَّتِہٖ وَانْتَصَرُوْا بِہٖ اور اس غرض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مستحکم ہوجاوے اُن لوگوں نے اپنے باپ اور لڑکوں کے ساتھ جنگ وجدال کی یعنی اسوجہ سے کہ اُنکے باپ اور لڑکوں کو اسلام سے انکار تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور حمایت کے سبب سے وہ لوگ کفار پر غالب آئے تو جس کو دین وعقل سے واسطہ ہوگا اُسپر مخفی نہ رہے گا کہ یہ سب اوصاف جمیع صحابہ کے ہیں کہ

محکم پیش کی ہیں اور شیاطین کا وسوسہ اس طرح دفع کر دیا ہے کہ نیست و نابود ہو گیا اور اُسکا کچھ بھی اثر باقی نہ رہا تو چاہیئے کہ اگر مخالفین اپنے دعوے میں صادق ہیں تو وہ بھی ثابت کریں کہ صراحتہً کن آیات محکمات سے بلا تاویل سب مہاجرین اور انصار کا نفاق ثابت ہوتا ہے تو اُسوقت بحث و گفتگوئے کتابی اور سوال و جواب علمی کیطرف متوجہ ہوویں ورنہ عبث ہے کہ زبان درازی کریں اور آیات و نصوص سے انکار کریں کہ اپنے لئے دونخ کی آگ خرید کریں اور مسلمانوں کی تیسری قسم سے بھی خارج ہو جاویں اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف کی کسی ایک آیت سے بھی مہاجرین اور انصار کا کفر و نفاق ثابت نہیں اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے اکثر مقام میں اُن حضرات کی مدح فرمائی ہے اور اُنکے مناقب کر فرمائے ہیں اور اُنکا ایمان اور تقویٰ اور جہاد اور نماز وغیرہ اعمال صالحہ بیان فرمائے ہیں قولہٗ تعالیٰ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی یعنے ہر ایک کے حق میں اللہ تعالیٰ نے بہتر وعدہ فرمایا ہے اور اُن حضرات کی شان میں خلود جنت ثابت ہونا ارشاد فرمایا ہے اور اُن حضرات کو نعمت دائمی کی بشارت دی ہے پھر اُن حضرات کا کفر و نفاق کس طرح ثابت ہو سکتا ہے نعوذ باللہ من ذلک تو ظاہر ہوا کہ مذہب منافقین کی بنا آیات قرآنی پر نہیں بلکہ صرف واہیات قصہ ہائے تواریخ اور امور موہومہ پر ہے اور قرآن شریف سے وہ سب واہیات قصہ باطل ہو جاتا ہے اور اُنکا باطل وہم و خیال نیست و نابود ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ اُنکا مذہب اہلبیت کے مذہب کے موافق نہیں اسواسطے کہ اہلبیت کا مذہب قرآن شریف کے خلاف ہرگز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہلبیت کا جو مذہب تھا وہی مذہب اہلسنت کا ہے کہ قرآن شریف کے موافق ہے اور اگر اب بھی تمھارا کچھ وسوسہ باقی رہجاوے تو معلوم کرنا چاہیئے کہ امام زین العابدین بن حسین علیہما السلام وعلی آبائہ الکرام صحیفہ کاملہ میں کہ شیعہ کے نزدیک معتبر ہے اور اس پر اُن کا عمل ہے کیا فرماتے ہیں:۔

عَنْ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَللّٰھُمَّ اَتْبَاعُ الرَّسُوْلِ وَمُصَدِّقُوْھُمْ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ بِالْغَیْبِ عِنْدَ مُعَارَضَۃِ الْمُعَانِدِیْنَ لَھُمْ بِالتَّکْذِیْبِ وَالْاِسْتِبَاقِ اِلَی الْمُرْسَلِیْنَ کَمَا فَضَّلُوْا بِحَقَائِقِ الْاِیْمَانِ قَبْلَ دَھْرِھِمْ وَزَمَانٍ اَرْسَلْتَ فِیْہِ رَسُوْلًا وَاَقَمْتَ لِاَھْلِہٖ دَلِیْلًا مِّنْ لَّدُنْ اٰدَمَ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَئِمَّۃِ الْھُدٰی وَقَادَۃِ اَھْلِ التُّقٰی عَلٰی جَمِیْعِھِمُ السَّلَامُ وَاَذَاقَکُمْ مِنْکَ مَغْفِرَۃً وَّرِضْوَانًا اس عبارت کا مضمون یہ ہے کہ اے خدا اصحاب

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ترجمہ جو شخص اپنے نفس کے بخل سے محفوظ ہے اُسکے لئے فلاح ہے تو اے عزیز حق تعالیٰ نے اس آیت میں انصار کی تعریف کی ہو کہ مہاجرین کے ساتھ وہ لوگ محبت رکھتے ہیں اور ان حضرات کی خدمت کرتے ہیں اور فرمایا کہ اُسکے صلہ میں اُنکے لئے فلاح ہے تو جس کو منظور ہووے کہ نجات کی راہ پاوے اور اُسکے لئے ہووے فلاح تو چاہیئے کہ جس طرح انصار نے اپنا شیوہ کر لیا تھا کہ مہاجرین کے ساتھ محبت رکھتے تھے اسی طرح وہ شخص بھی اپنا شیوہ کرے کہ مہاجرین کے ساتھ محبت رکھے اور عداوت نہ رکھے اور ان حضرات کی شان عالی میں طعن و تشنیع نہ کرے اور شب و روز اُنکی ترقی درجات کے لئے دعا کرتا رہے تا وہ مومنین کی تیسری قسم کے زمرہ میں داخل ہوئے اور قیامت میں اُسکا حشر اُن مومنین کے ساتھ ہووے اور اللہ تعالےٰ نے تیسری قسم کے مومنین کو اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ترجمہ یعنے اور مال غنیمت اُن لوگوں کے واسطے ہی کہ مہاجرین اور انصار کے بعد آئے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ اے پروردگار تو بخشدے ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو کہ ہمارے پہلے ایمان سے مشرف ہوے قولہ تعالیٰ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ترجمہ اور ہمارے دل میں اُنکی طرف سے کینہ اور عداوت نہ ڈالنا کہ وہ لوگ ایمان لائے ہیں یعنی وہ لوگ انصار اور مہاجرین اور دیگر صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہمارا دل اُن حضرات کے کینہ سے پاک فرماوے قولہ تعالیٰ رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ترجمہ اے ہمارے پروردگار تحقیق کہ تو مہربان رحمت کرنیوالا ہے یعنے ہماری دعا قبول فرما تو ان آیات سے ثابت ہوا کہ صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرنا چاہیئے اور کینہ نہ رکھنا چاہیئے اور اُن حضرات کی شان میں زبان درازی نہ کرنا چاہیئے تا اہل اسلام کے زمرہ میں حشر ہووے ورنہ جو شخص اُن حضرات سے کینہ رکھے گا اور اُن حضرات کے حق میں دعاء خیر نہ کریگا وہ اہل اسلام کی تینوں قسموں سے خارج ہو جاویگا نعوذ باللہ من ذلک اہلسنت وجماعت کے مذہب کی یہی بنا ہے اور الحمد للہ کہ یہ بنا نہایت مستحکم اور مضبوط ہے کہ اگر تمام جن و انس چاہیں کہ اس بنا کو کھو دیں اور جنبش دیویں تو ممکن نہیں کہ اسکو ضرر پہنچا سکیں اسواسطے کہ اس بنا کو اُسوقت جنبش ہو سکتی ہے کہ اہلسنت نے مہاجرین اور انصار وغیرہ صحابہ کا ایمان اور اُنکی فضیلت ثابت کی ہے اور اس بارہ میں صریح آیات بینات اور نصوص

مہاجرین کی ہے اور ظاہر ہوا کہ سب مہاجرین اور انصار عین حق اور کمال ایمان اور ہدایت پر تھے اور اُنکا اجماع اور اتفاق اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہوا تو جائز نہیں کہ کوئی اُن حضرات کی شان میں طعن و تشنیع کرے بلکہ چاہیے کہ مسلمان وظیفہ کرلیویں کہ روز و شب اُن حضرات کے حق میں ترقی درجات کے لئے دعا کرتے رہیں اور جو اُن حضرات کی شان میں طعن و تشنیع کرے اور دعائے خیر نہ کرے اور اُن حضرات کے ساتھ کینہ رکھے تو وہ کافر ہے اور اہل اسلام سے خارج ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں مسلمانوں کی تین قسمیں فرمائی ہیں اور پہلی قسم اس آیت میں مذکور ہے لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یعنی غنیمت کا مال فقراء کے لئے ہے کہ ان لوگوں نے ہجرت کی ہے اور ان لوگوں کیلئے ہے کہ وہ اپنے گھر اور مال سے نکال دیے گئے ہیں اور ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُسکی رضامندی چاہتے تھے اور اللہ و رسول کے دین کی مدد کرتے تھے یعنی اُنکی ہجرت خالصًا للہ اور اُسکے رسول کے لئے ہوئی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور اُن کی ہجرت اللہ کے دین کی مدد کیلئے ہوئی کوئی دنیاوی غرض نہ تھی اور اُنکی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یعنی یہ لوگ اپنے قول و فعل میں سچے ہیں اور دوسری قسم مومنین کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یعنی اور مال غنیمت اُن لوگوں کے واسطے ہے کہ مہاجرین کے قبل اُن لوگوں نے ہجرت اور ایمان کی جگہ میں سکونت اختیار کی اور اُنکی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ یعنی وہ لوگ اُن لوگوں کے ساتھ محبت رکھتے ہیں کہ وہ لوگ اُنکے یہاں ہجرت کرکے آئے ہیں یعنی مہاجرین کے ساتھ محبت رکھتے ہیں قولہ تعالیٰ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن لوگوں کو جو کچھ عطا فرماتے ہیں اُسمیں انصار حسد نہیں کرتے بلکہ اُسپر راضی ہوجاتے ہیں اور اُسکو منظور کرلیتے ہیں قولہ تعالیٰ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ یعنی اور انصار مقدم سمجھتے ہیں مہاجرین کو اپنے اوپر اگرچہ وہ خود بھی حاجتمند ہوں یعنے اگرچہ انصار کو خود بھی اپنے لئے مال کی ضرورت رہتی ہے لیکن وہ لوگ ایسے عالی ہمت ہیں کہ اپنی ضرورت کا خیال کچھ نہیں کرتے بلکہ مہاجرین کی حاجت روائی کرتے ہیں اور اپنا مال اُنکو دیتے ہیں قولہ تعالےٰ

وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ترجمہ بعضی صفت مہاجرین کی یہ ہے کہ اگر ہم اُنکو زمین پر طاقت دیتے ہیں تو نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور دوسروں کو احکام شرعی کا حکم دیتے ہیں اور امور خلاف شرع سے منع فرماتے ہیں تو محال ہے کہ جب مہاجرین کا غلبہ ہوا تو اُن سے ظلم و فساد ظہور میں آیا ہو تو ان حضرات کی طرف ظلم کی نسبت کرنا اس آیت سے انکار کرنا ہے نعوذ باللہ من ذالک پھر اگر کوئی وسوسہ دلاوے کہ قرآن شریف میں وارد ہوا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ ترجمہ اے وہ لوگ کہ ایمان لے آئے ہو جو پھر جاوے اور مرتد ہو جاوے تم لوگوں سے اپنے دین سے تو قریب ہے کہ لے آوے یعنی قائم کرے اللہ تعالےٰ مرتدین کے قتال کیلئے ایک ایسی قوم کو کہ محبت رکھتا ہے اللہ تعالےٰ اُس قوم سے اور وہ لوگ اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت رکھتے ہیں مسلمانوں پر مہربان ہیں اور کافروں پر غالب ہیں قولہ تعالےٰ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ترجمہ کہ وہ لوگ جہاد کرینگے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُن قوم مرتدین کے ساتھ اور نہ ڈرینگے کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے اور اگر معترض کہے کہ اس آیت کا معنی کیا ہے تو اُسکے جواب میں کہنا چاہئے کہ اس آیت میں حضرت ابوبکرؓ اور اور دیگر صحابہؓ کے کمال مناقب مذکور ہیں کہ اُن حضرات نے حضرت صدیقؓ کی خلافت میں مسیلمہ کذاب کو مار ڈالا اور دوسرے لوگ عرب کے کہ انکی تفصیل میں طول ہے مرتد ہوئے تھے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا تو اُن صحابہؓ نے اُنکے ساتھ جہاد کیا اور اُن لوگوں کو تہ تیغ کیا اور اکثر اُنمیں سے پھر اسلام لے آئے اور صحابہؓ کی شان میں ارتداد کی تہمت ہونا اس آیت سے اس طرح بخوبی باطل ہوئی کہ اس سے بڑھ کر ثبوت متصور نہیں اسواسطے کہ معاذ اللہ اگر کوئی صحابی مرتد ہوئے ہوتے تو دوسرے کامل مومنین اُنکے ساتھ جہاد اور انکو قتل کرتے اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ کامل مومنین سے کسی نے خلفاء ثلثہ کے ساتھ لڑائی نہیں کی بلکہ حضرت علیؓ اور حضرت ابوذرؓ نے کہ کامل مومن تھے خلفاء ثلثہ کی متابعت کرلی اور اُنکے ساتھ موافقت اختیار کی تو معلوم ہوا کہ خلفائے ثلثہ کامل مومن ہیں اور قطعی جنتی ہیں اور مہاجرین فی سبیل اللہ ہیں کہ اُنکے وصف میں بیشمار آیات وارد ہیں چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا یعنی مہیا فرمائی ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کیلئے بہشتیں کہ جاری ہیں اس میں نہریں وہ لوگ اُسمیں ہمیشہ رہیں گے یہ صفت

میں جگہ دینگے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ترجمہ اور البتہ آخرت کا ثواب زیادہ بہتر ہے یعنی مہاجرین کے لئے آخرت میں بہت زیادہ ثواب ہی تو اگر کسی کا قرآن شریف پر ایمان ہووے تو صرف ایک آیت کافی ہے کہ اس سے تمام وسوسہ شیطانی اسکا دفع ہو جاوے اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں مہاجرین فی سبیل اللہ کے حق میں دو وعدے فرمائے ایک دنیا میں دوسرا آخرت میں اور بلاشک دنیا کا وعدہ پورا ہوا اور سب مہاجرین مدینہ منورہ میں قیام کیا خصوصاً خلفائے ثلثہ کہ اپنی زندگی میں وہاں رہے اور بعد وفات کے ان حضرات کی وہاں قبر مبارک ہوئی شیخین جناب رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے مرقد منور سے ملگئے اور حضرت عثمان بقیع میں رونق افروز ہوئے اور اگر معاذ اللہ منافق ہوتے تو آیت مذکورہ میں جیسا منافقین کے بارہ میں ذکر ہے حق تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حضرات پر غالب کرتا اور یہ حضرات بھی مدینہ منورہ میں نہ رہتے اور معاذ اللہ جو منافقین کا حال ہوا کہ گرفتار ہوئے اور ذلت ورسوائی کے ساتھ قتل کئے گئے وہی حال ان حضرات کا بھی ہوا ہوتا اور کوئی ان حضرات کی بات نہ سنتا امامت اور خلافت کیونکر ہوتی تو شمس نصف نہار کے مانند واضح ولائح ہوا کہ یہ حضرات مہاجرین فی سبیل اللہ سے ہیں اور قطعی بہشتی ہیں اور ان حضرات کا اجر وثواب آخرت میں بہت زیادہ ہوگا اور ایسا ہی دیگر صحابہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں باقی رہ گئے سب مددگاران دین خدا تھے اور کامل الایمان تھے آیت قرآنی سے ثابت ہی کہ نفاق انکے گرد نہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس امر پر ان صحابہ کا اجماع اور اتفاق ہوا وہ عین ہدایت ودیانت ہے اور مسلمان کا کام نہیں کہ ان صحابہ کی فضیلت کہ قرآن شریف سے صراحۃً ثابت اور پھر ان حضرات پر اعتراض کیا جاوے اور اب بھی اگر پھر شیطان آوے اور وسوسہ ڈالے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان صحابہ کا اقتدار اور غلبہ ہوا تو شاید اسوجہ سے ان حضرات سے کوئی امر خلاف شرع ظہور میں آیا ہو کہ اسوجہ سے شیعہ شبہ میں پڑے ہیں تو اسکے جواب میں کہنا چاہیئے کہ تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ ان حضرات نے اپنے ایام خلافت میں جو کچھ کیا ہے وہ سب اس غرض سے ہوا ہے کہ احکام شرعی جاری ہوویں اور امر معروف اور نہی عن المنکر عمل میں آوے تعصب اور فساد مقصود نہ تھا چنانچہ حق تعالیٰ اس آیت میں مہاجرین کا وصف ارشاد فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ

جو آیت ہے وہ آنجناب کی شان میں ثابت کرتے ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے منافقین کے بارہ میں فرمایا ہے وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ یعنی زمین پر منافقین کا کوئی یار و مددگار نہیں اور ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ کے دوست اہلسنت ہیں کہ آنجناب کی طرف نفاق کی نسبت نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ اگر آنجناب [illegible] کیلئے اٹھتے اور اُسکے لئے ارادہ فرماتے اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اپنے حق میں اس بارہ میں کچھ سُنتے ہوتے تو ضرور آنجناب کا ارادہ پورا ہو جاتا اور آنجناب کا تصرف نافذ ہوتا اور سب آنجناب کی مدد کے لئے مستعد ہو جاتے چنانچہ مہاجرین کے حق میں ایسا ہی وارد ہے تو معلوم ہوا کہ آنجناب نے جانا کہ حضرت صدیقؓ کی خلافت برحق ہے اور ہمیشہ آنجناب حضرت ابوبکرؓ کے ناصر و مددگار رہے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى نِعَمَائِهٖ پھر اب جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ منافقین کی فضیحت میں کیا فرماتا ہے قولہ تعالیٰ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ ترجمہ البتہ اگر باز نہ آویں منافقین اپنے نفاق سے اور اگر باز نہ آویں وہ لوگ کہ اُن کے دل میں مرض ہے مثلاً ضعف ایمان ہے یا ایسا ہی اور کوئی امر ہے اور اگر باز نہ آویں وہ لوگ کہ مدینہ منورہ میں فتنہ انگیز خبر مشتہر کرتے ہیں تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم ضرور آپ کو ان تینوں گروہ پر مسلط کر دینگے اور پھر تھوڑے دن کے بعد یہ لوگ آپکے نزدیک نہ رہ سکیں گے اور ذلیل ہو کر شہر مدینہ سے نکل جاوینگے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ترجمہ منافقین جہاں ملیں چاہیئے کہ گرفتار کئے جاویں اور قتل کر دیئے جاویں تو اس آیت سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے نفاق سے توبہ نہ کی انمیں سے کوئی مدینہ منورہ میں باقی نہ رہا اور وہ سب خراب ہو گئے اور ہلاک ہو گئے اور قتل کئے گئے تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس قدر صحابہؓ مدینہ منورہ میں باقی رہ گئے تھے وہ سب حضرات مددگاران دین خدا تھے اور حق پرست اور مخلصین تھے تو جس امر پر اُن حضرات کا اجماع اور اتفاق ہوا وہ عین حق و ہدایت ہے ظلم و ضلالت نہیں تو منافقین کے عیوب معلوم ہوئے اب مہاجرین کا وصف بیان کرتا ہوں فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ترجمہ جن لوگوں نے خداوند تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی اُسکے بعد کہ کفار کی طرف سے ان لوگو پر ظلم ہوا تو ضرور اُن لوگوں کو ہم اچھے شہر میں یعنی مدینہ منورہ

اُن منافقین کا عیب قرآن شریف میں بیان فرمایا اور اُنکے حق میں وعید شدید ذکر فرمائی اور صحابہؓ کہ اہلسنت اُنکے حق میں حسن اعتقاد رکھتے ہیں اُنمیں سے کوئی صحابی منافق نہ تھے اور اللہ تعالیٰ منافقین کے حق میں ارشاد فرماتا ہو فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَکُ خَیْرًا لَّھُمْ یعنی اگر منافقین اپنے نفاق سے توبہ کریں تو یہ اُنکے حق میں بہتر ہوگا قولہٗ تعالیٰ وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْھُمُ اللّٰہُ عَذَابًا اَلِیْمًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنی اگر وہ توبہ سے روگردانی کریں اور اپنا نفاق ترک نہ کریں تو اللہ تعالیٰ اُنپر دنیا اور آخرت میں سخت عذاب کریگا قولہٗ تعالیٰ وَمَا لَھُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ یعنی اور ہوگا اُنکا زمین پر کوئی یار اور نہ مددگار یعنے زمین پر کوئی اُنکی مدد نہ کریگا اور خداوند تعالیٰ نے اُسکے خلاف مہاجرین کے حق میں فرمایا ہی یعنی اُنکے اوصاف حمیدہ بیان فرمائے اور اُنکی مدد کا وعدہ کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ یعنی تحقیق کہ خداوند تعالیٰ مہاجرین کی مدد کرنے پر قادر ہے یعنی اُنکی مدد کریگا اور اُنھیں مہاجرین کا ذکر اس آیت میں بھی وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ یعنی ضرور مدد کریگا اللہ تعالیٰ اُسکی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کریگا اور اسمیں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو صحابہ باقی رہے خصوصًا خلفاء راشدین اُن سب صحابہ کی مدد حق سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمائی کہ ہزاروں مشرکین اور مرتدین کو قتل کیا اور کسریٰ اور قیصر کا ملک درہم و برہم کردیا اور سب صحابہ نے خلفاء راشدین کی مدد کی تو معلوم ہوا کہ خلفاء ثلثہ مہاجرین فی سبیل اللہ سے ہیں کہ حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ مہاجرین کی مدد کرینگے وہ وعدہ خلفاء کے حق میں کامل طور پر پورا کیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سب اصحاب دین خدا کے مددگار تھے اور اگر معاذ اللہ وہ منافقین ہوتے تو کوئی اُنکی مدد نہ کرتا اور زمین پر کوئی اُنکا یار و مددگار نہوتا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ منکرین قرآن کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علیؓ نے خلافت طلب کی اور مہاجرین اور انصار کے گھر گھر گئے تا اُنکے لیے عذر باقی نہ رہے لیکن کسی نے حضرت علیؓ کی مدد نہ کی کسی کو آپ کی حمایت کا خیال نہوا تو اُن لوگوں کا یہ قول سراسر غلط ہے اور صریح کفر ہے اور صراحۃً اس آیت سے انکار ہے اسواسطے کہ حق تعالےٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا کہ مہاجرین کی مدد کرینگے اور اسمیں شک نہیں کہ حضرت علیؓ رئیس مہاجرین اولین سے تھے اور محال ہے کہ کسی نے آنجناب کی مدد نہ کی ہو تو ثابت ہوا کہ جو لوگ یہ بات حضرت علیؓ کی شان میں کہتے ہیں وہ آنجناب کے دشمن ہیں کہ منافقین کے بارہ میں

تو اے عزیز غور کرنا چاہئے کہ کیا یہ مسلمان کا کام ہے کہ تمام آیات مغفرت و رحمت کو فراموش کرے اور ایسے حضرات کی شان میں طعن کرے کہ استدراج رحمت الٰہی اُن حضرات کے شامل حال ہے کہ جب کبھی بمقتضائے بشریت اُن حضرات سے لغزش ہو جاوے تو فرشتے اُنکی مدد کے لئے آویں اور سکینۂ الٰہی انکے لئے نازل ہووے یعنی یہ حضرات ہرگز قابل طعن نہیں نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ خُبْثِ الْبَاطِنِ وَشَرِّ الشَّیْطَانِ وَشِرْکِہٖ یعنی پناہ چاہتے ہیں ہم اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں باطن کے خبث سے اور شیطان کی شرارت سے اور اُس کے شرک سے اور اگر پھر شیطان آوے اور وسوسہ ڈالوے کہ معاذ اللہ شاید وہ لوگ منافق رہے ہوں کہ اُس وقت منافقین بھی تھے چنانچہ قرآن شریف میں اکثر مقامات میں منافقین کا بھی ذکر ہے تو چاہئے کہ جواب میں کہو کہ ہاں اُسوقت منافقین بھی تھے لیکن منافقین اعرابی میں تھے اور وہ دیہاتی تھے کہ ان کا مسکن مدینہ کے گرد تھا اور اہل مکہ یعنے مہاجرین میں کوئی منافق نہ تھا اور ایسا ہی انصار کہ اُنکا ایمان اور اُنکا مدد دینا نص سے ثابت ہے اُنمیں بھی کوئی منافق نہ تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِمَّنْ حَوْلَکُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ یعنی اے اہل مدینہ بعضے اُن لوگوں سے کہ تم لوگوں کے گرد ہیں اور وہ اعراب سے ہیں منافقین ہیں قولہ تعالیٰ وَمِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُھُمْ نَحْنُ نَعْلَمُھُمْ یعنی اور بعضے اہل مدینہ سے نفاق کے خوگر ہوئے ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اُن لوگوں کو نہیں جانتے ہم اُن لوگوں کو جانتے ہیں پھر اُسکے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو علٰحدہ کر دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ یعنی نہیں سزاوار ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے کہ چھوڑ دے مومنین کو اُس حالت پر تملوگ جس حالت پر ہو یعنے سزاوار نہیں کہ مومنین اور منافقین کو باہم ملا ہوا چھوڑ دے بلکہ علٰحدہ کرتا ہے پلید کو پاک سے یعنی مومنین سے منافقین کو جدا کر دیتا ہے پھر حق تعالےٰ نے تمیز دیدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال سے آگاہ فرما دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ صحابہ سے ہیں یہ امر ظاہر فرمایا اور اُن منافقین کے لڑکے خالص مومن تھے تو اس خیال سے کہ اُنکی رسوائی نہووے اُن منافقین کا حال دوسروں پر ظاہر نہ فرمایا اگرچہ اکثر منافقین نفاق کی علامت کے سبب سے فضیحت ہوئے اور ان لوگوں کا حال سب لوگوں کو معلوم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے عام طور پر

میں نازل ہوئی اور وہاں کوئی نہ بھاگا بلکہ سب صحابہ ثابت قدم رہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ یعنی اور تحقیق کہ مدد کی تمہاری اللہ تعالےٰ نے
بدر میں حالانکہ تم لوگ کفار کی نظر میں کم ہونے کے سبب سے حقیر معلوم ہوتے تھے اور اللہ تعالےٰ
نے بدر کے قصہ میں فرمایا ہے اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ یعنی یاد کیجئے اے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت کہ جب وحی بھیجتا تھا آپکا پروردگار فرشتوں کے پاس کہ میں
تم لوگوں کے ساتھ ہوں قولہ تعالیٰ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی پس ثابت رکھو مسلمانوں
کو اور آیت مذکورہ سے کفر نہیں ثابت ہوتا بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار کی لڑائی سے بھاگنا
حرام ہے اور حق تعالیٰ کو اختیار ہے اگر چاہے بخشدے اور اگر چاہے عذاب کرے چنانچہ جب
جنگ اُحد میں فرار کا اتفاق ہوا تو حق تعالےٰ نے وہ معاف فرمادیا قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ عَفَا
اللّٰهُ عَنْهُمْ یعنی اور تحقیق کہ معاف فرمادیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تو اعتراض دفع ہوگیا
اور روز حنین میں فرار کا اتفاق ہوا مگر پھر جب حضرت عباسؓ نے پکارا یَا عِبَادَ اللّٰهِ هٰذَا
رَسُوْلُ اللّٰهِ یعنی اے بندگان خدا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اُنکے پکارنے سے سب
لوگ جمع ہوگئے اور جنگ عظیم کی اور توبہ ثابت ہوئی اور چونکہ یہ لوگ مددگار ان دین تھے حق تعالےٰ
نے اپنے وعدہ کے موافق انکی مدد فرمائی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ
یَّنْصُرُهٗ یعنی البتہ اللہ مدد کرتا ہے اُسکی جو اللہ تعالےٰ کے دین کی مدد کرتا ہے تو غیب سے فرشتوں
کو ان لوگوں کی مدد کیواسطے بھیجا اور بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے سکینہ یعنی آرام نازل فرمایا اور
یہ خاص مومنین کامل الایمان کے واسطے ہے اور یہ امر اُن لوگوں کیلئے نازل فرمایا چنانچہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ یعنی تحقیق کہ مدد دی
تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اکثر غزوہ میں اور حنین میں اور فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ
سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی پس نازل فرمایا خداوند تعالیٰ نے اپنا سکینہ
اور آرام اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم پر اور مسلمانوں پر یعنے اُن
مسلمانوں پر سکینہ اور آرام اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ وہ لوگ حضرت عباسؓ کے
پکارنے سے پھر آئے اور جنگ عظیم کی قولہ تعالیٰ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا یعنی اللہ تعالیٰ نے
بھیجے فرشتوں کے لشکر کہ اے صحابہؓ تم لوگوں نے اُن فرشتوں کو اپنی نظر سے نہ دیکھا قولہ تعالےٰ
وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یعنی اور عذاب کیا اللہ تعالیٰ نے کفار پر اور اُنکو شکست دی

خداوند تعالیٰ اُنکی مدد کرنے پر بلاشبہ قادر ہے اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ یعنی وہ لوگ کہ اپنے گھروں سے بلاقصور نکالے گئے وہ صرف یہی کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے یعنی اُن لوگوں سے کوئی گناہ صادر نہوا کہ اُسکے سبب سے نکالے گئے مگر فقط یہ وجہ ہوئی کہ وہ لوگ ایمان لے آئے اور اسواسطے کفار نے اُنکو خارج کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ سب مہاجرین کی ہجرت خالصًا للہ تھی طمع دنیا کے لئے نہ تھی تو ثابت ہوا کہ سب مہاجرینؓ پر اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اے برادر جسکا ایمان قرآن شریف پر ہے تو جب اُپر ثابت ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے کس کو جنتی فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ جنت میں رہیں گے تو اس کے حق میں سب اعتراضات ساقط ہوگئے اسواسطے کہ حق تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ خوب جانتا ہے کہ فلاں بندہ سے فلاں وقت میں نیکی ہوگی یا فلاں وقت میں گناہ صادر ہوگا تو اگر وہ فرماوے کہ فلاں بندہ کو میں نے جنتی بنایا تو اُس سے ثابت ہوگا کہ اُس کی سب خطائیں معاف کردی گئیں تو اگر دوسرے بندے اُسکے حق میں طعن و تشنیع کریں اُس سے اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا لازم آویگا اسواسطے کہ گویا معترض کہیگا کہ یہ بندہ بدہے خداوند تعالیٰ اُسکو کیوں بہشتی بناتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس مقام میں اعتراض کرنا کفر ہے اور جس بندہ کو خداوند تعالیٰ نے بہشتی فرمایا ہے وہ ضرور بہشتی ہے اور اُسکے حق میں اگر کوئی شخص اعتراض کرے تو اُس سے اُس بہشتی بندہ کے حق میں کچھ ضرر نہیں اور اُسکے اعتراض سے وہ دوزخی نہ ہوجاویگا بلکہ معترض کافر ہے تو اس وجہ سے شیاطین کا سب شبہ ساقط ہوگیا اور اب اُس کے لئے دوسرے جواب کی ضرورت نہیں لیکن سائل کی تسلی کیلئے کہا جاتا ہے کہ اگر شیطان آوے اور تم کو وسوسہ دلاوے کہ سورۂ انفال میں بدر کے قصہ میں نازل ہوا ہے قولہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ یعنی اے وہ لوگ کہ ایمان لائے ہو جب کفار سے مقابلہ کرو تو لڑائی سے پیٹھ مت پھیرو قولہ تعالیٰ وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰہُ جَھَنَّمُ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جو شخص کفار کی لڑائی سے پیٹھ پھیرے سوا اس حال کے کہ لڑائی کی غرض سے پیٹھ پھیری ہو یا بغرض شامل ہوجانے کے جماعت مومنین کے ساتھ تو تحقیق کہ رجوع کیا اس شخص نے خدا کے غصہ کی طرف اور اسکی جگہ جہنم ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ جنگ احد اور حنین میں بھاگے تھے تو اُنکے جواب میں کہنا چاہیئے کہ یہ آیت بدر

کی راضی ہو اخداوند تعالیٰ اُن سے اور وہ خدائے تعالیٰ سے راضی ہوئے وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور مہیا کیں خداوند تعالیٰ نے اُنکے واسطے بہشتیں کہ جاری ہیں نہریں اُن بہشتوں کے محل اور درختوں کے نیچے خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا یہ سب مہاجرین اور انصار اور انکے تابعین ہمیشہ بہشت میں رہیں گے اس آیت سے علانیہ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ سب مہاجرین اور انصار سابقین بہشتی ہیں اور اُنکے تابعین بھی بہشتی ہیں کہ وہ لوگ اُن حضرات کے بعد ہوئے اور ان حضرات کا طریقہ اختیار کیا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین اولین سے ہیں کہ ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور اکثر دیگر صحابہ مہاجرین اولین سے ہیں اور جو شخص سمجھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہاجرین اولین سے نہیں تو وہ کافر ہے اسواسطے کہ اُسکو آیت سے انکار ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنی جب خارج کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ نے اس حال میں کہ دو صاحب تھے اُن میں سے دوسرے صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے جب دونوں صاحب غار میں تھے اُسوقت فرماتے تھے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اپنے یار سے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کہ آپ رنج نہ کریں تحقیق کہ خدا ہم لوگوں کے ساتھ ہے اور اُن حضرات کی اتباع کرنیوالے بھی واقعی مہاجرین اور انصار سے ہیں کہ وہ لوگ اُن حضرات کے بعد ایمان لائے اور ہجرت اور مدد کی اور حق تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ وہ حضرات ہمیشہ بہشت میں رہیں گے تو ثابت ہوا کہ وہ حضرات قطعی بہشتی ہیں جو شخص ان حضرات کو بہشتی نہ جانے وہ کافر ہے اسواسطے کہ اسکو آیت سے انکار ہے اور اگر اس مقام میں شیطان وسوسہ دلادے کہ شاید مراد اس آیت سے وہ مہاجرین ہوں کہ شیعہ اُنکے حق میں حسن ظن رکھتے ہیں اسواسطے کہ اُنکی ہجرت فی سبیل اللہ تھی اور ہجرت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طمع دنیا کی غرض سے تھی تو اُس کا یہ جواب دینا چاہیئے کہ اے ابلیس تو جھوٹھ بولتا ہے بلکہ ہجرت سب مہاجرین کی خالصًا للہ تھی چنانچہ ہجرت کے بعد پہلے یہ آیت قتال کے بارہ میں نازل ہوئی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا یعنی اجازت دی گئی کفار کے ساتھ لڑائی کرنے کے لئے ان لوگوں کو کہ کفار اُن سے لڑائی کرنا چاہیں یعنے مہاجرین کو اسواسطے کہ کفار کے ہاتھ سے اُن لوگوں پر ظلم ہوا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ یعنی اور تحقیق کہ

تو جاننا چاہیے کہ مذہب اہلسنت کی بنا ان حضرات کے ایمان و تقویٰ و صلاح و راستی پر ہے یعنی حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و غیرہم رضی اللہ عنہم جو مہاجرین اور انصار سے ہوئے ہیں اور دیگر اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ کہ ہزاروں صاحب تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہکر راہ خدا میں جہاد کرتے رہے اور نماز پڑھتے رہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے وفات تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور حمایت میں ہمیشہ مصروف رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنی خلافت میں عدل و انصاف و راستی میں مشغول رہے اور اہلبیت کی خدمت بجالاتے تھے اور اُن حضرات کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام اُن صحابہ کے ساتھ ہمیشہ نشست و برخاست رکھتے تھے اور اُن صحابہ کے ہمراہ کفار کے ساتھ جہاد کیا اور اُنکے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور اُن کے ساتھ ہمیشہ محبت رکھتے تھے اور اُن صحابہ کی وفات کے بعد اُنکے حق میں دعائے خیر کی اور نہایت انکی مدح کی اور مناقب بیان فرمائے اور مذہب شیعہ کی بنا اس پر ہے کہ وہ خلفاء ثلثہ وغیرہم کے کفر و نفاق کے قائل کہ وہ ہزاروں صحابہ سید ابرار کے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُن حضرات نے نفاق سے ایمان ظاہر کیا تھا اور ہجرت بھی ریاست کے لئے کی اور طمع دنیا کا لحاظ تھا اور اُن حضرات کا سب جہاد و عبادت ریا کی غرض سے تھا خدا کے لئے نہ تھا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو اہلبیت کو اذیت پہونچائی اور حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہ کی مدد نہ کی اور آنجناب کا حق بھی لے لیا اور حضرت علی علیہ السلام نے خوف سے تقیہ کیا تھا کہ ان اصحاب کی متابعت کرتے تھے اور اُنکے پیچھے نماز پڑھتے تھے حتی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے ایسا تقیہ کیا کہ اپنی دختر طاہرہ کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ کر دیا اور اپنے صاحبزادوں کا نام بھی ابوبکر علی اور عمر علی اور عثمان علی رکھا اور صحابہ مخلصین کم تھے یعنی حضرت ابوذر اور مقداد اور سلمان اور عمار اور جابرؓ اور صرف چند دیگر صحابہ مخلص تھے اے برادر دونوں مذہب کی بنا معلوم ہوئی تو اب جاننا چاہئے کہ مذہب اہلسنت کے بنا کی دلیل قرآن شریف کی اکثر آیات ہیں کہ ہر آیت اس بنا کے اثبات اور استحکام کے لئے کافی ہے اور مختصر طور پر یہاں چند آیات لکھی جاتی ہیں قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اور سابقین اولین مہاجرین اور انصار سے اور جن لوگوں نے بہتر طور پر یعنی ایمان کے ساتھ سابقین کی پیروی اور متابعت

رسالہ وسیلۃ النجاۃ

تصنیف فخر المحدثین ذوالعلم والتمیز مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریف ثابت ہے واسطے اللہ کے کہ وہ تعریف اسی کا حق ہے اور رحمت کاملہ نازل ہووے اُسکے حبیبؐ اور اُس کے باقی سب بندوں پر اے پروردگار اے پھیرنے والے دلوں کے تو ثابت رکھ ہمارا دل اپنے دین پر سبب تالیف احباب سے ایک شخص نے کہ شیعہ کا مذہب اچھا جانتا تھا مجھ سے استدعا کی کہ فرقۂ ناجیہ کے حق ہونے پر جو دلائل ہیں اُس کے بارہ میں کچھ لکھنا چاہیے بحکم اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ کے وہ استدعا قبول کی گئی اور اس رسالہ کا نام وسیلۃ النجاۃ رکھا گیا اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

سوال۔ درمیان اہل سنت اور شیعہ کے بہت گفتگو واقع ہوئی ہے اہل سنت دعوے کرتے ہیں کہ ہمارا مذہب برحق ہے اور قرآن و حدیث کے موافق ہے اور شیعہ کی سب کتاب باطل ہے اور صرف افترا ہے کہ اپنے مذہب کی نسبت اہلبیت کی طرف کرتے ہیں بلکہ اہل بیت کا مذہب یہی ہے جو مذہب ہمارا ہے اور شیعہ بھی یہی دعوی کرتے ہیں کہ قرآن کے موافق ہمارا مذہب ہے اور ہمارا وہی طریقہ ہے جو امام جعفر صادق کا طریقہ ہے اور کہتے ہیں کہ اہلسنت کی کتابیں قابل اعتبار نہیں اس بارہ میں جواب شافی آیات قرآنی سے لکھا چاہیئے کہ اسمیں کسی کے دم مارنے کی جگہ نہو اور عذر باقی نہ رہے کہ طالبان راہ نجات اس پر عمل کریں اور باطل مذہب سے دست بردار ہو جاویں۔

جواب۔ اے برادر چاہیئے کہ پہلے دریافت کرو کہ ہر مذہب کی بنا کس امر پر ہے اور ہر فریق کی کتابوں کو چھوڑو اور طاق پر رکھدو اور جب معلوم کرو کہ ہر مذہب کی بنا کیا ہے تو اُس کو آیات قرآنی سے تطبیق دو اور جس مذہب کی بنا مستحکم اور راسخ دیکھو اُس کو حق سمجھو تو اُسکے بعد اُس مذہب کی کتابوں کو دیکھو اور اُسپر عمل کرو اور جس مذہب کی بنا باطل دیکھو اُسکی کتابوں کو وسوسۂ شیطانی سمجھو اور پانی میں ڈال دو اور ہرگز اُس کے گرد نہ جاؤ اور اُسکو ٹکڑہ ٹکڑہ کر ڈالو اور یقیناً سمجھو کہ وہ مذہب اہلبیت کا نہیں بلکہ شیطان کا مذہب ہے

ہے اور نہ وہ کفار حربی کے گروہ میں داخل ہیں تو اُن کے بارہ میں کس طرح جائز ہوگا کہ وہ غلام بنائے جاویں کہ یہ صراحۃً عہد شکنی ہے اور ہر دین وملت کے خلاف ہے کہ ہر ملت کے لوگ جانتے ہیں کہ عہد پورا کرنا واجب ہے اور نص قرآنی کے بھی خلاف ہے کہ اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ یعنی جان کے عوض میں جان ماری جاویگی اور بیسواں امر یہ ہے کہ ان حضرات سے نقل کرتے ہیں کہ ان حضرات کے گمان میں جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے کہ نویں تاریخ ربیع الاول کی تھی اُس دن سے تین دن تک یہ حکم شرعاً تھا کہ کوئی شخص اگر گناہ کبیرہ یا صغیرہ اس تین دن کے اندر کرے گا تو وہ گناہ اُس کے ذمہ نہ لکھے جاویں گے تو اُس سے لازم آتا ہے کہ ان حضرات کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں کہ ان حضرات کے نزدیک اُس تین دن کے اندر حکم تھا کہ کفر اور ہر گناہ کو مباح جاننا چاہئے اور اکیسواں امر یہ ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ حضرات اس امر کے قائل تھے کہ استنجا کرنے سے جو پانی مستعمل ہو جاتا ہے یعنی جو پانی بدن سے گرتا ہے وہ پانی پینے میں اور طہارت وغیرہ دیگر حوائج میں صرف کرنا جائز ہے اور بائیسواں امر یہ ہے کہ حضرات ائمہ سے روایت کرتے ہیں کہ امت مرحومہ کا لقب امت ملعونہ ہے اس کو صیرفی نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے اور یہ لوگ حضرت صادق سے روایت کرتے ہیں کہ اُمت مصطفویہ کی تشبیہ خنزیر کے ساتھ ہے اس کو کلینی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے حالانکہ قرآن شریف میں اس اُمت کا خطاب خَیْرَ اُمَّۃٍ ہے اور اس امت کے حق میں وارد ہے وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا یعنی اور ایسا ہی بنایا ہم نے تم کو بہترین اُمت حاصل کلام ان لوگوں کی غرض یہ ہے کہ لوگوں کو گمان کرادیں کہ ثقلین میں باہم مخالفت ہے تا دین شریعت میں خلل واقع ہووے اور کتاب اللہ کے حق میں ادعا کرتے ہیں کہ اُس میں تحریف اور زیادت اور نقصان اور تغیر اور تبدیل ہونا ثابت ہے تا لوگ اُس پر عمل نہ کریں اور عترۃ کے بارہ میں تکفیر کرتے ہیں تا لوگ اُن حضرات کی اتباع نہ کریں اور روایات مختلفہ خلاف کلام اللہ کے اختراع کرتے ہیں تا لوگ بہایم کی طرح آزاد ہو جاویں اور جو چاہیں کریں

ہر علم وفن کی عمدہ اور سستی کتابیں ملنے کا پتہ:- حاجی محمد سعید تاجر کتب نمبر ۸۵ خلاصی ٹولہ کلکتہ ۱۳

اور پندرھواں امر یہ ہے کہ احکام خدا کے ترک عمل کی نسبت جناب ائمہ کیطرف کرتے ہیں خصوصًا جناب باقر اور حضرت صادق علیہما السلام کی شان میں کہتے ہیں کہ ترک تقیہ کیا حالانکہ حضرت صادق سے روایت کرتے ہیں کہ اَلتَّقِیَّۃُ دِیْنُ اٰبَائِیْ یعنے تقیہ ہمارے آباء کا دین ہے تو ان حضرات نے اپنے آباء کے دین میں کیا قبح دیکھا کہ ترک کیا اور سولھواں امر یہ ہے کہ جناب ائمہ کی طرف نص صریح کتاب اللہ کی مخالفت کی نسبت کرتے ہیں تا لوگوں کو گمان ہووے کہ ثقلین میں باہم مخالفت ہے اور لوگ احکام دین میں متحیر ہوویں اور کہتے ہیں کہ ان حضرات کے نزدیک سونا چاندی میں کہ گلایا ہوا نہ ہو زکوٰۃ واجب نہیں اور خود ان حضرات نے زکوٰۃ نہیں دی ہے معاذ اللہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ان حضرات کو اس آیت کی وعید کا مستوجب قرار دیں وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یعنی اور جو لوگ جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی اور اللہ کی راہ میں وہ خرچ نہیں کرتے تو اُن کو دردناک عذاب کی بشارت دیدیجئے اور سترھواں امر یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ حضرات ائمہ نے معاذ اللہ جائز رکھا ہے کہ جب کسی کا لڑکا یا باپ یا دیگر اقارب مرجاوی تو عورت مرد سب کے لئے جائز ہے کہ غم میں اپنا کپڑا پھاڑیں اور گریبان چاک کریں تو نعوذ باللہ من ذالک ان حضرات کو بے صبر اور جزع کنندہ قرار دیتے ہیں اور بشارت قرآنی سے کہ صابرین کے حق میں وارد ہے خارج کرتے ہیں اور وعید لَیْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُیُوْبَ میں داخل کرتے ہیں یعنی وہ ہم میں سے نہیں جو اپنا گریبان چاک کرے اور اٹھارواں امر یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ ان حضرات کے نزدیک غیر نابینا کے ساتھ قصاص کا حکم خاص ہے کہ نص قرآنی کیخلاف ہے اور انیسواں امر یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ حضرات ائمہ کے نزدیک اُس کافر ذمی کا لڑکا غلام قرار دیا جاوے گا کہ اُس نے کسی مسلمان کو قتل کیا ہو اور یہ اصول شرع کے خلاف ہے لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی یعنی کوئی نفس کسی دوسرے نفس کا بار نہ اٹھاوے گا وَلَا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ ھُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِہٖ یعنی جزا نہ دیگا والد اپنے ولد کی طرف سے اور نہ ولد جزا دے گا اپنے والد کی طرف سے تو اگر ایسا انتقام شرع میں جائز رکھا جاوے تو دام چنگیز خانی اور شریعت محمدی میں کیا فرق ہوگا اور کافر حربی کی اولاد کو غلام بنانا جائز ہے اسواسطے کہ اس سے لڑائی کی توقع ہے اور اس واسطے کہ تا اُن کا گروہ کم ہووے اور ذمی کہ اس نے کسی مسلمان کو قتل کیا اُس کی اولاد سے نہ لڑائی کی توقع

جماع کرنا جائز رکھتے ہیں اور یہ درحقیقت زنا کو جائز رکھنا ہے نعوذ باللہ من ذلک اور دسواں امر یہ ہے کہ عین نماز میں قضیب وخصیتین کے ساتھ کھیل کرنے کی نسبت جناب ائمہ کیطرف کرتے ہیں نعوذ باللہ من ذلک اول نماز کہ اعظم ارکان دین ہے کھیل کی کیا جگہ ہے دوسرے یہ کہ ایسی کھیل ہووے نعوذ باللہ من ذالک گیارھواں امر یہ ہے کہ بچہ جانور مردہ کے کھانے کی نسبت معاذ اللہ ان حضرات کی طرف کرتے ہیں تیرھواں امر یہ ہے کہ عین نماز میں عورت کے ساتھ بوس وکنار جائز رکھنے کی نسبت ان حضرات کی طرف کرتے ہیں اور انکی کتابوں میں ان سب مسائل میں روایات موجود ہیں انشاء اللہ تعالے باب فروع میں نقل کی جاویں گی اور چودھواں امر یہ ہے کہ ان حضرات کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ عورتوں کو واجبات دین کی تعلیم کرنے سے لوگوں کو منع کیا رَوَی شَیْخُ الطَّائِفَةِ عَنْ اَدِیْمِ ابْنِ حُرٍّ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنِ الْمَرْاَةِ تَرَی فِیْمَا یَرَی النَّائِمُ عَلَیْهَا غُسْلٌ قَالَ نَعَمْ لَا تُحَدِّثُوْهُنَّ فَیَتَّخِذْنَهٗ عِلَّةً یعنی روایت کی ابوجعفر طوسی نے ادیم بن حر سے کہ کہا کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے پوچھا اُس عورت کے بارہ میں کہ دیکھے اپنے کو اس حال میں کہ خواب دیکھنے والا اپنے کو اُس حال میں دیکھا کرتا ہو کیا اُس پر غسل فرض ہے تو کہا کہ ہاں اُن سے مت کہنا کہ اُن کے لئے حیلہ ہو جاویگا اور اس صورت میں لازم آتا ہے کہ جناب ائمہ راضی تھے کہ حالت جنابت میں نماز پڑھی جاوے حالانکہ یہ بالاتفاق کفر ہے اور کفر پہ راضی ہونا بھی بالاتفاق کفر ہے نعوذ باللہ من ذلک اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ یہ حضرات اس پر راضی تھے کہ مکلف واجبات شریعت سے ناواقف رہے اور یہ منصب امامت کے خلاف ہے اُس کے استحقاق میں اس سے نقص لازم آتا ہے اور انصاف اور مروت کے خلاف ہے اور اُس سے بھی زیادہ قبیح اس بارہ میں صاحب المحاسن کی روایت ہے کہ انھوں نے حضرت کاظم علیہ السلام کا قول کہا ہے اِنَّهٗ قَالَ لَا تُعَلِّمُوْا هٰذَا الْخَلْقَ اُصُوْلَ دِیْنِهِمْ یعنی تحقیق کہ انھوں نے کہا کہ ان لوگوں کو انکے اصول دین کی تعلیم نہ کرو نعوذ باللہ من ذلک یہ کیا روایت قبیح اور حکایت شنیع ہے کہ اس کی نسبت آنجناب کی طرف کرتے ہیں جب آنجناب لوگوں کو اصول دین کی تعلیم سے منع فرماویں گے تو دوسرے لوگ کس طرح تعلیم کریں گے ؎

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

کہ ایمان کی نشانی یہ ہے کہ پسند نہ کرے تو سچ کو جب اس سے نقصان ہو بہ نسبت جھوٹ کے جب اُس میں تجھکو فائدہ ہو یہ نہج البلاغت کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہی اور ساتواں امر یہ ہے کہ آیات قرآن کی بعضے تفاسیر کی نسبت ائمہ کی طرف کرتے ہیں کہ ہرگز قواعد عربیت ونحو کے موافق نہیں تا سامعین اُس سے استدلال کریں کہ ان حضرات کو فنون عربیت میں دخل نہ تھا اور قواعد نحو سے ناواقفیت تھی اور ایسا ہی بعضے ایسی تفاسیر کی نسبت ان حضرات کی طرف کرتے ہیں کہ اس سے ربط کلام میں خلل معلوم ہوتا ہی اور انفکاک نظم اور انتشار ضمائر لازم آتا ہے اور نامناسبت سباق کلام کی ثابت ہوتی ہے تا ان حضرات کی شان میں لوگوں کا سوء اعتقاد ہووے اور آٹھواں امر یہ ہے کہ ائمہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ حضرات جہاد سے منع فرماتے تھے حالانکہ اس بارہ میں قرآن شریف میں جسقدر تاکید ہے وہ ہر طفل مکتب پر ظاہر ہے تو گمان کراتے ہیں کہ تقلین میں مخالفت ہے حالانکہ حدیث ثقلین کے اخیر میں یہ عبارت بھی روایت میں آئی ہے کہ لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ یعنی یہ دونوں ہرگز متفرق نہ ہوں گے حتی کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونگے اور اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے عترت طاہرہ کے اقوال و مذاہب کی معرفت کے لئے قرآن شریف کو معیار مقرر فرمایا اسواسطے کہ لوگ جھوٹھ امر کی نسبت عترت طاہر کی طرف کرینگے اور افترا کرینگے تو چاہیے کہ جن روایات کی نسبت ان حضرات کی طرف ہو اسکی تطبیق قرآن شریف کے ساتھ دیویں اگر موافق ہووے تو سمجھیں کہ فی الواقع ان حضرات کی وہ روایت ہے اور جو قرآن شریف کے خلاف ہووے تو اسکو معلوم کریں کہ وہ روایت ان حضرات کی فی الواقع نہیں اور قرآن شریف محفوظ متواتر ہے بہ نسبت عترت طاہرہ کے وہ زیادہ مناسب ہے کہ معیار قرار دیا جاوے اسواسطے کہ عترت کے لئے بمقتضاء بشریت موت ضرور ہے اور غیبت مکانی اور بعد زمانی اور دیگر لواحق ضرور ہے کہ یہ دروغ بندی اور افترا سازی کے دروازہ کے قفل کی کنجی ہے بخلاف قرآن شریف کے کہ مشہور و متواتر ہے ہر شخص کے پاس ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی محافظت میں محفوظ ہے لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ یعنی نہ آوے گا قرآن شریف کے گرد باطل یہ حکیم بزرگ کا نازل کیا ہوا ہے نواں امر یہ ہے کہ ائمہ کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ مطلقہ کے ساتھ

کے ہنگامہ میں کہ اپنا لقب درانی کہتے ہیں عورتونکی بے ناموسی ہوئی مگر اُسکا نام نہ لیا اور عار سمجھتے تھے اور بضعۂ طاہرہ رسول کی شان میں ایسا کہنا تو بالکل شان اسلام کے خلاف ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ چوتھا امر یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ اپنی بنات اور اخوات کا نکاح کفار فاجرین کے ساتھ کرتے تھے مثلاً حضرت سکینہ کہ مصعب بن زبیر کے نکاح میں تھیں اور ایسا ہی اپنی دیگر قرابت مند عورتوں کا نکاح کفرہ نواصب کے ساتھ کرتے تھے چنانچہ یہ کتب انساب سادات میں شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہے اور پانچواں امر یہ ہے کہ حضرت صادق کیطرف نسبت کرتے ہیں کہ معاذ اللہ قرآن شریف کو زمین پر پھینکدیا اور اہانت کی اور حضرت عثمانؓ کی شان میں جو طعن کرتے ہیں کہ مصحف ابن مسعود کو جلادیا وہی طعن بعینہ حضرت صادق کی شان میں بھی کرتے ہیں۔ رَوَی الْکُلَیْنِیُّ عَنْ زَیْدِ بْنِ جَهْمِ الْهِلَالِیِّ اَنَّهٗ قَرَأَ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْکَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ اَنْ تَکُوْنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّتِکُمْ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاکَ اَئِمَّةٌ قَالَ اِیْ وَاللّٰهِ قُلْتُ اِنَّمَا یُقْرَأُ اَرْبٰی قَالَ وَمَا اَرْبٰی وَاَوْمٰی بِیَدِهٖ فَطَرَحَهَا هٰکَذَا یعنی کلینی نے روایت کی ہے زید بن جہم ہلالی سے اور زید بن جہم ہلالی نے روایت کی ہے صادق علیہ السلام سے کہ تحقیق کہ انھوں نے پڑھا یعنی آیت مذکورہ بطریق مذکور پڑھی کہ اُسکا ترجمہ یہ ہے یعنے اور مت ہو جاؤ تم لوگ اُس عورت کے مانند کہ اُس نے اپنا تاگا کاتا ہوا توڑ ڈالا بعد مضبوط ہونیکے ریزہ ریزہ پکڑتے ہو تم لوگ اپنی قسموں کو دخل رکھنے والا تم لوگوں میں اسواسطے کہ ہووے ائمہ کہ وہ بہتر ہووے تمھارے ائمہ سے تو میں نے کہا کہ میں تم پر فدا ہو جاؤں کیا ائمہ کا لفظ ہے تو اس نے کہا کہ ہاں قسم ہے خدا کی تو میں نے کہا یہ تو اربی پڑھا جاتا ہے تو اُس نے کہا کہ اربی کیا ہے پھر اپنا ہاتھ جھاڑا اور اُسکو اہانت کے طور پر پھینک دیا اور چھٹا امر یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین کے ساتھ بغض رکھنا ایمان کے منافی ہے اور علامت ایمان کے خلاف ہے اور یہ لوگ اُسکی نسبت ائمہ کیطرف کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حضرت امیر کی شہادت سے ائمہ کے ایمان میں رخنہ ڈالیں کہ حضرت ائمہ نے حضرت امیر کی شان میں اپنی تمام عمر تقیہ اور اخفاء حق اور اظہار باطل پر اصرار کیا اور حضرت امیر المومنین کا نص متواتر نہج البلاغت میں موجود ہے یہ ہے قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَامَةُ الْاِیْمَانِ اَنْ لَا تُؤْثِرَ الصِّدْقَ حَیْثُ یَضُرُّکَ عَلَی الْکِذْبِ حَیْثُ یَنْفَعُکَ یعنی کہا علیہ السلام نے

کی کہ وہ ائمہ کے لخت جگر اور بھائی تھے اور یہ بزرگان کہ اہلبیت ائمہ اثنا عشرہ کے تھے اور بعضے ائمہ اثنا عشرہ کے قرابت مند تھے انکی طرف عیوب کی نسبت کی اور انکی اہانت کی تو خوارج اور نواصب سے بھی بڑھ کر ہوئے ع دوستی بے خرد خود دشمنی است

اور انکے روایات اور کتب کے تتبع کے بعد وہ قبائح اور عیوب مفصل شمس نصف نہار کے مانند ظاہر ہو جاتے ہیں اور اس مقام میں انکے بعض کفریات لکھے جاتے ہیں کہ نمونہ از خروارے ہے اوّل یہ کہتے ہیں کہ امام وقت صاحب زماں ایسا بزدل اور ہراساں اور خائف ہے کہ ہزار برس سے ایک قلیل جماعت کے خوف سے مخفی ہے کہ اسقدر انقلاب زمانہ ہوا اور عباسیہ کی سلطنت درہم برہم ہو گئی اور چنگیزیہ کا تسلط ہوا اور ان لوگوں نے جب سے اسلام قبول کیا اپنے کو محب اہل بیت کہتے تھے اور انمیں سے بعضے نے شیعہ مذہب بھی اختیار کر لیا تھا اور صفویہ کا تسلط عراقین اور خراسان پر ہوا کہ شیعہ کے محب صادق اور خیر خواہ ہیں اور اس مذہب نے سلاطین دکھن و بنگالہ و یورپ میں رواج پایا اور اس فرقہ کی امارت اور وزارت ہند و سندھ میں ہوئی لیکن باوجود اسکے امام وقت نہیں نکلتا ہے اور اسکو اطمینان نہیں ہوتا دوسرا یہ کہ حضرت صادق سے انکی سب کتابوں میں روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا یَا مَعْشَرَ الشِّیْعَۃِ خِدْمَۃُ جَوَارِیْنَا لَنَا وَقُرُجُھُنَّ لَکُمْ یعنی اے گروہ شیعہ کے ہماری لونڈیاں اسواسطے ہیں کہ خدمت میری کریں اور انکی شرمگاہ تم لوگوں کے لئے ہے اللہ اللہ ان کے خبیث نفس نے ایسے بہتان عظیم کو سہل جانا اور ایسے جناب پاک کیطرف اس بہتان کی نسبت کی تیسرا یہ کہ حضرت کی جانب نسبت کرتے ہیں کہ فرمایا حضرت کلثوم بنت سیدۃ النساء کے حق میں اَوَّلُ فَرْجٍ غُصِبَ مِنَّا نعوذ باللہ من ذلک یہ کیا کلمہ ہے کہ انکی زبان سے نکلتا ہے قریب ہے کہ آسمان گر جاوے اور زمین پھٹ جاوے اوّل سیدہ پاک بضعۂ رسول لخت جگر بتول کی شان میں یہ کیا فحش اور بے ادبی ہے اور اس طاہرہ مطہرہ کے پاکدامن کی طرف کیسی خبیث خصلت کی نسبت کرتے ہیں اور دوسرے حضرت امیر اور حضرت حسین کی شان میں کیسی بے ناموسی ثابت کرتے ہیں اور اس بات کی تہمت حضرت صادق پر لگاتے ہیں یہ کیا بے حمیتی اور بے غیرتی ہے ایسا لفظ بزرگ زباں پر نہیں لے آتے علی الخصوص ذکر ایسی عفیفہ مستور الاسم والمسمیٰ کا اقارب سے اور خصوصاً انکے بزرگان سے ایک ایسا امر ہے کہ ارذل اوباش بھی اس سے احتراز کرنا واجب جانتے ہیں ہم نے بازاریاں دہلی کو دیکھا کہ افاغنۂ قندہار کے

موسیٰ کاظم سے بھی عداوت رکھتے ہیں اور جعفر بن موسیٰ کاظم سے بھی دشمنی رکھتے ہیں اور آپکا لقب
کذاب رکھا ہے حالانکہ آپ اولیاء کبار سے ہوئے ہیں اور آپسے بایزید بسطامی نے طریقت اخذ
کی اور یہ غلط مشہور ہے کہ بایزید بسطامی مرید جعفر صادق کے ہیں اور جعفر بن علی کہ حضرت امام
حسن عسکری کے بھائی تھے آپکا بھی لقب کذاب رکھا ہے اور حسن بن حسین مثنیٰ کو مرتد اور کافر
جانتے ہیں اور ایسا ہی آپکے صاحبزادے عبد اللہ کو بھی مرتد اور کافر سمجھتے ہیں اور آپکا لقب محمد اکبر
ہے اور ایسا ہی ابراہیم بن عبد اللہ اور ذکریا بن محمد باقر اور محمد بن عبد اللہ بن حسین بن حسن اور محمد
بن قاسم بن حسین کو اور یحییٰ بن عمر کو بھی کہ نبیرگان زید بن علی بن حسین کے تھے کافر اور مرتد جانتے
ہیں اور سادات حسنیہ اور حسینیہ کی ایک جماعت کو کہ زید بن علی کی امامت اور بزرگی کی
قائل تھی گمراہ سمجھتے ہیں حالانکہ کتب انساب و تواریخ سادات سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ اکثر
اہلبیت حسنی اور حسینی زید بن علی کی امامت اور فضیلت کے معتقد گذرے ہیں اور جمہور اثنا عشریہ ان
حضرات کے حق میں کفر اور ارتداد کا اعتقاد رکھتے ہیں اور خلود نار کا عقیدہ رکھتے ہیں چنانچہ انشاء
اللہ تعالیٰ باب معاد میں ان کتابوں سے اسبارہ میں نقل کیا جاویگا اور اسکی وجہ بھی ظاہر ہے
اسواسطے کہ جو شخص کسی امام کی امامت کا منکر ہو تو وہ اُن لوگوں کے نزدیک اُس شخص کے مانند
ہے کہ وہ کسی نبی کی نبوت کا منکر ہو اور نبوت کا منکر یقیناً کافر ہے اور کافر کے حق میں خلود نار ثابت
ہے اور ان حضرات کو اپنے وقت کے امام کی امامت سے انکار تھا بلکہ بعضے ائمہ سابقین کی امامت
سے بھی انکار تھا اور اثنا عشریہ سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضرات اعراف میں رہیں گے جیسا
انکو گمان ہے کہ حضرت عباسؓ عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اعراف میں رہیں گے اور بعضے کہتے
ہیں کہ عذاب شدید کے بعد اپنے اجداد کی شفاعت سے نجات پاوینگے اور یہ دونوں قول رکیک
ہیں اور قابل رد ہیں اور وہی پہلا قول ان لوگوں کے اصول کے موافق ہے اسواسطے کہ اجماع
سے ثابت ہے کہ کفار کے حق میں شفاعت قبول نہوگی اور اعراف دار الخلد نہیں اور ان
حضرات کے اعراف میں رہنے کی کوئی وجہ بھی نہیں کہ یہ حضرات امامت کے منکر تھے اور ان
لوگوں کے نزدیک منکرین امامت کفار ہیں اور باوجود اسکے روایت کرتے ہیں کہ مُحِبُّ عَلِیٍّ
لَا یَدْخُلُ النَّارَ یعنی جن لوگوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ محبت ہوگی وہ لوگ دوزخ
میں داخل نہوں گے اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ان حضرات کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیساتھ
محبت تھی اور ان لوگوں کا ناصبی ہونا اسوجہ سے ثابت ہے کہ ان لوگوں نے ان بزرگوں کی اہانت

یعنی تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت دوسری جماعتوں سے درجہ میں زیادہ ہے یہ آیت خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ یہ آیت تحریف کی ہوئی ہے اور یہ آیت اصل میں اسطرح نازل ہوئی تھی اَیِمَّۃٌ ھِیَ اَزْکٰی مِنْ اَئِمَّتِکُمْ یعنی ائمہ کہ وہ زیادہ پاک ہیں تمھارے ائمہ سے اور ان لوگوں کے نزدیک ثابت ہے اور مشہور ہے کہ بعضی سورتیں بالکل ساقط ہوگئی ہیں مثلاً سورۃ الولایۃ اور بعضی سورتوں کی اکثر آیتیں ساقط ہیں مثلاً سورۂ احزاب کہ وہ سورۂ انعام کے برابر تھی تو ان سورتوں سے جو کچھ اہلبیت کے فضائل میں تھا اور اہلبیت کی امامت کے احکام میں تھا اسکو لوگوں نے ساقط کردیا ہے اور لفظ وَیْکَاَنَّ کا کہ قبل لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کے تھا اسکو بھی لوگوں نے ساقط کردیا ہے اور لفظ عَنْ وِّلَایَۃِ عَلِیٍّ کا اس آیت کے بعد تھا وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَسْئُوْلُوْنَ اور لفظ وَیْلٌ لِّکُلِّ بَنُوْ اُمَیَّۃَ کا اس آیت کے بعد تھا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ اور لفظ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ کا اس آیت کے بعد تھا وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ اور لفظ آل محمد کا اس آیت سے لوگوں نے ساقط کردیا ہے وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اٰلَ مُحَمَّدٍ اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ اور لفظ علی کا بعد وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ کے تھا یہ سب ابن شہر آشوب مازندرانی نے اپنی کتاب کتاب المثالب میں ذکر کیا ہے۔ اور علی ہذا القیاس ان لوگوں نے بہت کلمات اور بیشمار آیتوں کو شمار کیا ہے تو ان لوگوں کے نزدیک قرآن شریف میں کہ موجود ہے اور توریت وانجیل میں کچھ فرق نہیں اور یہ تینوں کتاب قابل استدلال نرہی اسواسطے کہ یہ محرف اور مبدل اور منسوخ ہی اور ناسخ کا پتہ نہیں اور لیکن عترت رسول کا بیان یہ ہے کہ اہل لغت کا اتفاق ہے کہ عترت شخص اسکے اقارب کو کہتے ہیں اور یہ لوگ بعضے عترت کے عترت ہونے سے انکار کرتے ہیں مثلاً حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم بنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عترت ہونے سے انکار کرتے ہیں اور بعضے عترت کو عترت سے شمار نہیں کرتے مثلاً حضرت عباس عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اور آپکی اولاد کو عترت سے شمار نہیں کرتے اور مثلاً حضرت زبیر ابن صفیہ عمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عترت سے نہیں سمجھتے کو حضرت زہرا کی اکثر اولاد کو بھی عترت سے نہیں شمار کرتے اور انسے دشمنی رکھتے ہیں اور انکو برا کہتے ہیں مثلاً زید بن علی بن حسین کہ بڑے عالم تھے اور نہایت متقی اور پرہیزگار تھے اور مروانیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے انسے یہ سب عداوت رکھتے ہیں اور آپکے صاحبزادے یحییٰ بن زید سے بھی عداوت رکھتے ہیں اور ایسا ہی ابراہیم بن

ہیں اُسکو نکالدیا ہے اور جو باقی ہیں اُنکے بعض الفاظ بدلدیے گئے ہیں اور بعضے الفاظ زاید ہیں اور بعضے ناقص ہیں رَوَی الْکُلَیْنِیُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ جَاءَ بِهٖ جِبْرَئِیْلُ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةَ عَشَرَ اَلْفَ اٰیَةٍ یعنی ابوعبداللہ سے روایت ہے کہ تحقیق کہ جو قرآن حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے تھے اُسمیں سترہ ہزار آیتیں تھیں وَرَوَی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ نَصِیْرٍ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ کَانَ فِیْ لَمْ یَکُنْ اِسْمُ سَبْعِیْنَ رَجُلًا مِّنْ قُرَیْشٍ بِاَسْمَآئِهِمْ وَاَسْمَآءِ اٰبَآئِهِمْ یعنی روایت کی کلینی نے محمد بن نصیر سے کہ محمد بن نصیر نے روایت کی ابوعبداللہ سے کہ ابوعبداللہ نے کہا کہ سورہ لَمْ یَکُنْ میں ستر مرد کا نام تھا کہ وہ قریش سے تھے مع اُنکے اسماء اور انکے آباء کے اسماء کے وَرَوَی عَنْ سَالِمِ بْنِ سَلِیْمَةَ قَالَ قَرَءَ رَجُلٌ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَنَا اَسْمَعُهٗ حُرُوْفًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ لَیْسَ مَا یَقْرَءُهُ النَّاسُ فَقَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ مَهْ اُنْفُفْ عَنْ هٰذِهِ الْقِرَاءَةِ وَاقْرَأْ کَمَا یَقْرَأُهُ النَّاسُ حَتّٰی یَقُوْمَ الْقَآئِمُ فَاِذَا قَامَ الْقَآئِمُ قَرَأَ کِتَابَ اللّٰهِ عَلٰی حَدِّهٖ وَرَوَی الْکُلَیْنِیُّ وَغَیْرُهٗ عَنِ الْحَکَمِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّهٗ قَالَ قَرَأَ عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ وَکَانَ عَلِیٌّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ مُحَدَّثًا وَرَوَی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْجَهْمِ الْهِلَالِیِّ وَغَیْرِهٖ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّةً هِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ لَیْسَ کَلَامُ اللّٰهِ بَلْ مُحَرَّفٌ عَنْ مَّوْضِعِهٖ وَالْمُنْزَلُ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ یعنی روایت کی کلینی نے سالم بن سلیمہ سے کہ سالم بن سلیمہ نے کہا کہ کسی مرد نے قرآن کے چند حروف ابوعبداللہ کے سامنے پڑھے کہ وہ حروف اس قرآن شریف میں نہیں تھے کہ اس کو لوگ پڑھتے ہیں تو ابوعبداللہ نے کہا کہ یہ قرأۃ چھوڑ دو اور جس طرح لوگ پڑھتے ہوں اُسطرح پڑھو اُسوقت تک کہ امام مہدی قائم ہوویں کہ جب وہ قائم ہونگے تو اللہ تعالیٰ کی کتاب اُسکے اصلی طور پر پڑھیں گے اور روایت کی کلینی وغیرہ نے حکم بن عتبہ سے کہ تحقیق کہ کہا حکم بن عتبہ نے کہ علی بن حسین نے پڑھا وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ یعنی ہم نے نہ بھیجا آپ کے قبل کوئی رسول اور نہ کوئی نبی اور نہ کوئی صاحب الہام اور کہا علی بن حسین نے کہ علی بن ابی طالب صاحب الہام تھے اور روایت کی کلینی نے محمد بن جہم ہلالی وغیرہ سے اور محمد بن جہم وغیرہ نے روایت کی ابوعبداللہ سے کہ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ

وہ حکم منسوخ فرما دیتے تھے اسوجہ سے بعضے احادیث نے بعضے احادیث کو منسوخ کیا ہے اور محمد بن مسلم سے بھی بحذف اسناد روایت ہے کہ انھوں نے کہا میں نے ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ قوم اہل اسلام کے بارہ میں کیا کہا جاوے کہ روایت کرتے ہیں فلاں اور فلاں سے کہ اُن فلاں اور فلاں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی اور ان لوگوں پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی جاتی ہے تو آپ لوگوں سے اسکے خلاف روایت ثابت ہوتی ہے تو ابو عبد اللہ نے کہا کہ بعضی حدیث منسوخ ہے جیسا کہ بعض آیات منسوخ ہیں فائدہ دیگر یہ فائدہ پہلے فائدہ سے زیادہ بہتر ہے اور میں نے اُسکا لقب رکھا ہے سعادت الدارین فی شرح حدیث الثقلین یعنی سعادت دونوں جہان کی بیان میں حدیث ثقلین کے تو اگر کسی کی خواہش ہو تو چاہیئے کہ اس فائدہ کو ابواب پنجگانہ کے ساتھ کہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ اسکے بعد آوینگے ملا کر ایک علیحدہ رسالہ قرار دیدیوے جاننا چاہیے کہ شیعہ اور سنی کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّی تَارِکٌ فِیکُمُ الثَّقَلَیْنِ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِی اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِی وَاَهْلَ بَیْتِی یعنی تحقیق کہ میں تم لوگوں میں دو چیز گراں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم لوگ اُن دونوں چیزوں کا لحاظ رکھوگے تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہوگے اُن دونوں میں ایک دوسرے سے افضل ہے وہ دو چیزیں ایک تو کلام اللہ ہے اور دوسرے میری آل و اہلبیت تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض دینی اور احکام شرعی کا دار و مدار ان دو چیز پر رکھا ہے تو جو مذہب کہ امور شرعیہ میں ان دونوں چیز کے خلاف ہے وہ عقیدۃً و عملاً باطل اور غیر معتبر ہے اور جو ان دونوں چیز عظیم الشان سے انکار کرے وہ دین سے خارج ہو جاتا ہے اب یہ تحقیق کیجاتی ہے کہ ان دونوں فرقہ سے یعنی شیعہ اور سنی سے کسکو ان دونوں چیز کا لحاظ ہے اور کون فرقہ ان دونوں چیز عظیم الشان کی توہین کرتا ہے اور ان دونوں چیز پر اعتبار نہیں کرتا اور ان دونوں چیز پر طعن کرتا ہے تو یہ بحث نہایت غور و فکر سے دیکھنا چاہیے کہ عجب ماجرا ہے اور اس بحث میں شیعہ کے کتب معتبرہ کے سوا اور کسی کتاب سے کچھ نقل نہ کیا جاویگا چنانچہ انشاء اللہ تعالےٰ اس تمام رسالہ میں اس امر کا التزام رہیگا جاننا چاہیے کہ شیعہ کی کتاب فی الواقع قابل اعتبار نہیں اور جس طرح توریت و انجیل کہ اب موجود ہے اُس پر اطمینان نہیں اسیطرح شیعہ کی کتاب بھی قابل استدلال نہیں اسواسطے کہ اُسمیں بھی بہت تحریف ہوئی ہے اور اس میں اکثر منسوخ احکام مندرج ہیں اور آیات اور سورتیں کہ ناسخ اور مخصص

روایت قبول کرنے میں کیوں تامل ہے یہ صرف تعصب ہے اور خالی عناد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظیم کی تحقیر کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر صحبت کی توہین کرنا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ حالانکہ خود ائمہ نے اس مخالفت کا عذر بیان فرمایا ہے اور اصحاب کے صدق کا وصف کیا ہے اور یہ مضمون خود اُن کے صحاح سے ثابت ہے لیکن تعصب کا پردہ پڑا ہے کہ اُنکی آنکھ اندھی ہے اور اُنکا کان بہرا ہے مِن کِتَابِ الکَافِی لِلکُلَینِیِّ فِی بَابِ اختِلَافِ الحَدِیثِ بِحَذفِ الاِسنَادِ عَن مَنصُورِ ابنِ حَازِمٍ قَالَ قُلتُ لِاَبِی عَبدِ اللّٰہِ مَا بَالِی اَسئَلُکَ عَنِ المَسئَلَۃِ فَتُجِیبُنِی فِیہَا بِالجَوَابِ ثُمَّ یَجِیئُکَ غَیرِی فَتُجِیبُہٗ فِیہَا بِجَوَابٍ اٰخَرَ فَقَالَ یَا مَنصُورُ کَانَ یُجَابُ النَّاسُ عَلَی الزِّیَادَۃِ وَالنُّقصَانِ قَالَ قُلتُ فَاَخبِرنِی عَن اَصحَابِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ صَدَقُوا عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَم کَذَبُوا قَالَ بَل صَدَقُوا قَالَ قُلتُ فَمَا بَالُہُم اختَلَفُوا فَقَالَ اَمَا تَعلَمُ اَنَّ الرَّجُلَ کَانَ یَاتِی رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَیَسئَلُہٗ عَنِ المَسئَلَۃِ فَیُجِیبُہٗ فِیہَا بِالجَوَابِ ثُمَّ یُجِیبُہٗ بَعدَ ذٰلِکَ بِمَا یَنسَخُ ذٰلِکَ فَنَسَخَتِ الاَحَادِیثُ بَعضُہَا بَعضًا وَاَیضًا بِحَذفِ الاِسنَادِ عَن مُحَمَّدِ ابنِ مُسلِمٍ عَن اَبِی عَبدِ اللّٰہِ قَالَ قُلتُ لَہٗ مَا بَالُ اَقوَامٍ یَروُونَ عَن فُلَانٍ وَفُلَانٍ عَن رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَلَا یَتَّہِمُونَ بِالکَذِبِ فَیَجِیئُ مِنکُم خِلَافُہٗ قَالَ اِنَّ الحَدِیثَ یَنسَخُ کَمَا یَنسَخُ القُرآنُ یعنی کلینی کی کتاب کافی کے باب اختلاف حدیث سے بحذف اسناد منقول ہے کہ منصور بن حازم سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ میں آپ سے کوئی مسئلہ پوچھتا ہوں اور آپ مجھکو جواب دیتے ہیں پھر دوسرا کوئی شخص آپکے پاس آتا ہے تو اس کو دوسرا جواب دیتے ہیں تو کہا کہ میں لوگوں کو کم اور زیادہ دو طور پر جواب دیتا ہوں کہا منصور بن حازم نے کہ پھر میں نے اُن سے پوچھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے ہم کو خبر دیجئے کہ اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے تو سچ کہا ہے یا جھوٹ کہا ہے تو ابوعبداللہ نے کہا کہ سچ کہا ہے منصور بن حازم نے کہا کہ پھر میں نے کہا کہ کیا حال اُنکا ہے کہ باہم اختلاف کیا ہے تو ابوعبداللہ نے کہا کہ ایسا ہوا کرتا تھا کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوتا تھا اور مسئلہ پوچھتا تھا اور آنحضرتؐ جواب فرماتے تھے پھر کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر

اپنے اوپر لازم پکڑیں ورنہ اُنکا استدلال سراب درخشندہ اور نقش آب کی طرح بے اصل وبے ثبات ہوگا تو معلوم ہوا کہ مذہب شیعہ کی اصلیت کسی دلیل سے ثابت نہیں اس واسطے کہ وہ جب اپنا مذہب ثابت کرنے میں اہلسنت کے محتاج ہوئے اور اس قرآن اور اصول ملت حنفیہ کے قائل ہوئے تو اُن کو ضرور ہے کہ اہل سنت کے سب متواتر جزوں کو تسلیم کریں مثلاً یہ امور مان لیویں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی امامت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سپرد کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب صحیح ہیں اور یہ حکم صحیح ہے کہ وضو میں دونوں پاؤں دھونا چاہیئے اور موزہ پر مسح کرنا جائز ہے اسواسطے کہ جسطرح قرآن شریف اور احادیث متواترہ متواتر طور پر ثابت ہیں اسی طرح یہ امور مذکورہ بھی تواتر سے ثابت ہیں تو چاہیئے کہ شیعہ ان امور کے قائل ہو جاویں اور ان امور کو قبول کر لیویں ورنہ حکم بے اصل لازم آوے گا اور کسی کی روٹی کھانا اور دوسرے کا شکر بجالانا مناسب نہیں ؎

وجد ومنع بادہ اے زاہد چہ کافر نعمتی ست	دشمن مے بودن وہم رنگ مستاں زیستن

یہ مضمون یاد رکھنا چاہیئے کہ نہایت مفید ہے اور ابواب سابقہ سے بھی ظاہر ہے کہ مذہب شیعہ کی بنا اصحاب آئمہ کی روایت پر ہے کہ ائمہ سے روایات کی ہے اور ان اصحاب کا احوال بھی معلوم ہوا کہ شیعہ کے نزدیک اُن میں سے اکثر دروغ گو ہوئے ہیں اور خود آئمہ نے انکی تکذیب فرمائی ہے اور جو امام ہوا اسکے بعضے اصحاب کی تکذیب امام مابعد نے کی اسواسطے کہ وہ اصحاب اس دوسرے امام کی امامت کے قائل نہوے اور کسی دوسرے شخص کی امامت کے معتقد تھے یا توقف کے قائل تھے اور اُنکا خیال تھا کہ سابق امامت کے بعد امامت منقطع ہوگئی اور چونکہ اصحاب ائمہ کے ساتھ اُنکا حسن ظن ہے ائمہ مابعد کے تکذیب کا اُنکو کچھ خیال نہیں بلکہ اپنی تکذیب کا بھی اُنکو کچھ خیال نہیں ہوتا اور اُنکے سب روایات پر اُن کو اعتبار ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ اُنکا حسن ظن کیوں نہیں ہوتا اور اُن کی روایات قبول کیوں نہیں کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی تاثیر ائمہ کی صحبت کی تاثیر سے کم نہیں بلکہ کہیں زیادہ ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ صحابہ کی روایات علی الخصوص جو امامت میں ہے اُس کے خلاف ائمہ سے اُن کو روایت پہونچی ہو اور اس واسطے صحابہؓ کے صدق میں اُن کو شبہ ہوا ہو لیکن جب ایسی مخالفت اصحاب ائمہ میں بھی جاری ہے اور یہ شبہ وہاں بھی ہو سکتا ہے اور تاہم اُن کی روایات قابل قبول ہے تو اس شبہ سے اصحاب کی

دین خدا کی محافظت اور حمایت اپنی جان سے زیادہ سمجھتے تھے اور تا امکان سنتوں کا لحاظ عادات میں رکھتے تھے اور عبادات کا کیا ذکر ہے اور ان حضرات کی صحبت کی برکت سے عوام صحابہؓ کا بھی یہی طریقہ برابر رہا اور صحابہؓ کی صحبت کی برکت سے تابعین نے بھی یہی طریقہ اپنے اوپر لازم کر لیا اور ایسا ہی قرناً فقرناً ہر قرن میں ہوتا رہا اور یہ حضرات خلوص کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے تھے دنیاوی ضرر اور دنیاوی فائدہ کا لحاظ نہ تھا بلکہ مولفۃ القلوب کو اہانت کی نظر سے دیکھتے تھے حالانکہ بعض مولفۃ القلوب رئیس قوم اور سردار قبیلہ تھے لیکن وہ بھی ان حضرات کے نزدیک ذلیل تھے۔ مثلاً ابوسفیان اور اقرع بن حابس کہ رئیس تھے مگر خلیفۂ ثانی کی مجلس میں ذلت اٹھاتے تھے جوتا اتارنے کے مقام میں جگہ پاتے تھے اور اہل اسلام سے جو فقرا اور مساکین اور غلام تھے مثلاً صہیبؓ اور عمارؓ یہ لوگ صدر مجلس تھے اور تا امکان ولایت ملک اور سلطنت کی اپنے خویش اور قرابت مندوں کو نہ دی بلکہ ان لوگوں کو یہ منصب دیا کہ جو لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور رفاقت میں زیادہ رہا کرتے تھے اور ان حضرات میں سے اکثر ایسے تھے کہ پہلے کفر پر انکو نہایت اصرار تھا۔ اور قیل وقال کیا اور جنگ جدال کیا اور انکے بزرگان اور قرابت مند مارے گئے اور اسکے بعد معجزات دیکھکر ایمان لے آئے تو اگر کاہنوں اور منجمین اور اہل کتاب کے کہنے سے وہ لوگ ایمان لے آئے اور دنیاوی غرض سے اسلام کو قبول کیا تو چاہیئے تھا کہ پہلے ہی ایمان ظاہر کر دیتے اور عرصہ دراز تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ و جدال کرنے میں مصروف نہ رہتے تو جب ان حضرات کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا دعویٰ فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات ظاہر ہوئے اور قرآن نازل ہوا اور بلغاء اسکے معارضہ سے عاجز رہے اسواسطے اس امر پر یقین ہے کہ فی الواقع ایسا ہوا تھا اور ان حضرات کا صدق وصلاح قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس میں کسی ناجائز وجہ کا گمان نہیں کہ معذور ہوے بلکہ صرف اسوجہ سے قرآن وحدیث میں مذکور ہے کہ انکے ساتھ زیادہ حسن اعتقاد ہوئے اور انکی فضیلت کا کامل یقین ہو جاوے ورنہ صرف ان حضرات کا حال دریافت کر لینا کافی تھا کہ اس سے اعتقاد ہو جاتا کہ ان حضرات کی روایت صحیح ہے اور ان حضرات سے جو خبر متواتر طور پر پہونچی ہے اسکا متواتر ہونا بھی صحیح ہے اور ان حضرات کی اتباع لازم ہے تو اگر شیعہ قرآن شریف یا حدیث شریف یا اجماع سے استدلال کریں تو لازم آویگا کہ اپنے عقیدہ کے خلاف کریں اور اہلسنت کی طرف میلان کرنا

نے اور دوسرا غلام بھیجا تو باغبانوں نے اُسکو مار ڈالا اور ایسا ہی مالک پے در پے برابر غلام بھیجتا رہا اور باغبان بعضے غلام کو صرف مار کر چھوڑ دیتے تھے اور بعضے غلام کو مار ڈالتے تھے اور مالک کا ایک لڑکا تھا اور مالک اس سے نہایت محبت کرتا تھا اور اُسکا کوئی دوسرا لڑکا نہ تھا تو اُس نے باغبانوں کے پاس اُس لڑکے کو بھیجا تو اُس کو جب کافروں نے دیکھا تو بعضے نے بعضے سے کہا کہ اُس کے بعد باغ کا وارث یہی ہوگا تو آؤ اُس کو مار ڈالیں اور ہمملوگ باغ کے مالک ہو جاویں پھر باغبانوں نے اسپر حملہ کیا اور اُسکو مار ڈالا تو ضرور ہے کہ مالک باغ اس بات پر غصہ ہوگا اور باغبانوں کے پاس آویگا اور اُن سے باغ لے لیگا اور اُن سبھوں کو ہلاک کریگا اور دوسروں کو اُنپر مقرر کرے گا تو اُس سے معلوم ہوا کہ ملت حنفیہ کی بنا اس پر ہے کہ خاتم الانبیا کی نبوت کا اقرار ہے تو ملت حنفیہ ثابت کرنا بدون اِسکے ممکن نہیں کہ اصول مذہب میں اہلسنت کی اتباع کیجاوے اسواسطے کہ اہلسنت نے اصول دین صحابۂ کبار سے اخذ کیا ہے مثلاً عشرۂ مبشرہ اور عبادلہ اربعہ اور اہل بدر اور اہل بیعت رضوان اور مہاجرین اولین سے اور اُن صحابہ سے جن سے حدیث کی روایت زیادہ ہے یہ اصول ماخوذ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان حضرات کا صدق و صلاح بیان فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم رسول اللہ کے ہیں اور وہ لوگ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں زیادہ سخت ہیں کفار کے حق میں اور آپس میں نہایت نرمی اور ملاطفت اور محبت سے پیش آتے ہیں آخر آیت تک اور اللہ تعالیٰ نے اکثر آیات میں ان حضرات کے حق میں خوشنودی اور رضامندی کا کلمہ ارشاد فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ یعنی تحقیق کہ راضی ہوا اللہ مسلمانوں سے کہ آپکی بیعت قبول کرتے ہیں درخت کے نیچے اور اسپارہ میں اور بھی آیتیں ہیں تو اوائل اہلسنت نے یہ نصوص قرآن و حدیث میں پائیں اور ان حضرات کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب حضرات صادق الاعتقاد ہوئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت رکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان حضرات کو رسوخ حاصل تھا اور شریعت کے جاری کرنے میں دریغ نہ کیا اور احکام ملت حنفیہ کے اجرا میں سستی نہیں کی ہے اور اللہ کی کتاب کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور

برابر باقی رہے گی اور ایسا ہی نصاریٰ کا بھی تواتر ہے کہ اُن کے نزدیک نص صریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے لڑکے ہیں اور یہ کہ اِنَّ رِسَالَةَ الْبَشَرِ قَدْ خُتِمَتْ قَبْلَ مَجِيْئِهٖ یعنی آدمی کی رسالت آپکے تشریف لانے کے قبل ختم ہوگئی اور جو قرآن ان لوگوں کے پاس ہے تحریف کیا ہوا ہے تو اُس کے بارہ میں بھی وہی حکم ہے جو توریت اور انجیل کے بارہ میں حکم ہے کہ اب جو ہے اصلی نہیں بلکہ تحریف کے بعد کا ہے یعنی اصلی قرآن سے اکثر آیات اور بیشمار سورتیں ساقط کردی گئیں اور اُسکے کلمات بدل دیے گئے اور اسکی ترتیب بھی بدل دیگئی تو اگر اس قرآن متواتر سے استدلال جائز ہووے تو چاہئے کہ انجیل موجودہ سے بھی استدلال کیا جاوے اور چار انجیل نصاریٰ کے نزدیک متواتر ہیں اور صحیح ہیں اور انجیل ثانی کہ انجیل مرقس ہے اس میں یہ نص موجود ہے۔ قَالَ غَرَسَ رَجُلٌ اَشْجَارًا فِيْ اَرْضِهٖ وَبَنٰى حَوَالَيْهَا الْجُدْرَانَ وَحَفَرَ فِيْهَا بِيْرًا وَّبَنٰى عَلَيْهَا بُيُوْتًا فَلَمَّا كَمُلَتْ عِمَارَةُ الْبُسْتَانِ اَوْدَعَ عِنْدَ الزُّرَّاعِ وَسَافَرَ اِلٰى بَلَدٍ اٰخَرَ وَاَقَامَ بِهَا فَلَمَّا حَانَ اَنْ يُنْضِجَ الثِّمَارُ اَرْسَلَ عَبْدًا مِّنْ عَبِيْدِهٖ اِلَى الزُّرَّاعِ لِيَاْخُذَ ثِمَارَهٗ فَلَمَّا جَاءَ وَاَرَادَ اَنْ يَّاْخُذَ ثَمَرَهٗ ضَرَبُوْهُ وَاَرْسَلُوْهُ خَائِبًا ثُمَّ اَرْسَلَ عَبْدًا اٰخَرَ فَاَذُوْهُ وَضَرَبُوْهُ وَاَدْمَوْهُ وَشَجُّوْا رَاْسَهٗ ثُمَّ اَرْسَلَ اٰخَرَ فَقَتَلُوْهُ وَكَانَ يُرْسِلُ عَبِيْدَهٗ اِلَيْهِمْ تَتْرٰى فَيَضْرِبُوْنَ بَعْضَهُمْ وَيَقْتُلُوْنَ بَعْضَهُمْ كَانَ لَهٗ اِبْنٌ وَّاحِدٌ يُّحِبُّهٗ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ سِوَاهُ فَاَرْسَلَهٗ اِلَيْهِمْ فَلَمَّا رَاٰهُ الْكُفَّارُ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ هٰذَا الَّذِيْ يَرِثُ بَعْدَهُ الْجَنَّةَ فَهَلُمُّوْا نَقْتُلْهُ وَنَرِثُ الْبُسْتَانَ فَوَثَبُوْا عَلَيْهِ فَقَتَلُوْهُ فَلَا جَرَمَ يَغْضَبُ عَلَيْهِ صَاحِبُ الْحَائِطِ وَيَرْجِعُ اِلَيْهِمْ وَيَنْتَزِعُهٗ مِنْ اَيْدِيْهِمْ وَيُرْدِيْهِمْ وَيَضَعُهٗ عِنْدَ اٰخَرِيْنَ یعنی کہا کہ کسی نے اپنی زمین میں باغ لگایا اور اس کے گرداگرد چہار دیواری بنائی اور اس میں کنواں بنوایا اور وہاں چند گھر بنائے اور باغ عمارت تیار ہوگئی تو باغبانوں کے ذمہ کیا اور خود اس نے کسی دوسرے شہر کا سفر کیا اور وہاں جاکر اقامت کی تو جب میوہ پکنے کا دن آیا تب اس نے اپنا ایک غلام باغبانوں کے پاس بھیجا کہ وہ میوہ لیوے تو جب وہ غلام آیا اور اس نے میوہ لینا چاہا تو باغبانوں نے اُسکو مارا اور اُسکو خالی پھیر دیا پھر مالک نے دوسرا غلام بھیجا تو اُسکو بھی اذیت پہونچائی اور اُس کو مارا اور خون آلودہ کردیا اور اُسکا سر توڑ دیا پھر مالک

یہود نے توریت وغیرہ کتب قدیمہ سے اُنکے مدعا کے موافق انتخاب کرکے دیا ہوگا اور اُن کتابوں کے قصص اور اخبار عبارت بلیغہ میں اُنکے لئے درست کردیا ہوگا اور ہنوز اُنکے خیال کے موافق نزول توریت اور قصص انبیا میں بھی شبہ باقی ہے تو انکی موافقت اور نا موافقت سے مطلب اور ان لوگوں کے خیالات کا خلاصہ یہ ہے کہ اوّل جاہلان عرب نے ان اغراض سے اتباع کی ہوگی پھر اور ان لوگوں نے دنیاوی اور نفسانی خواہش سے بے دریغ اتباع کرنا شروع کیا ہوگا حتیٰ کہ جم غفیر نے اتباع کرلی اور رفتہ رفتہ ایک دین اور ایک مذہب کیصورت قرار پائی چنانچہ اکثر امور شرعیہ میں شیعہ کے گمان میں ایسا ہی وقوع میں آیا ہے مثلاً دونوں پاؤں دھونے کے متواتر ہونے میں شیعہ کہتے ہیں کہ یہی احتمالات ہیں کہ مذکور ہوئے ہیں بلکہ اس مسئلہ میں زیادہ تر شبہ ہوتا ہے اسواسطے کہ دونوں پاؤں پر مسح کرنے سے اُنکو دھونے میں زیادہ مشقت ہے اور اس میں ظاہرا دنیاوی فائدہ معلوم نہیں ہوتا بخلاف ثبوت کے کہ ریاست عامہ ہے کہ نہایت دلچسپ اور خاطر خواہ ہے اور اُس میں طمع اور حرص کا گمان ہو اس امر کے لئے ہزاروں بلکہ لاکھوں اپنی جان برباد کردیتے ہیں تو اگر اس غرض سے ایک کلمہ اور ایک روایت پر اتفاق کرلیویں تو یہ کیا عجب ہے اور اس دروغ کی تائید اس سے بھی ہوئی کہ جب کسی نے اِن لوگوں کے ساتھ منازعت کی اور لڑائی کے لئے اٹھا تو وہ تباہ اور خراب ہوگیا تو عوام کا عقیدہ زیادہ مضبوط ہوگیا علی الخصوص اخیر زمانہ کے لوگوں کا اعتقاد زیادہ مستحکم ہوا کہ اوائل کی روایت صحیح ہے چنانچہ ایسا ہی خیال شیعہ کا خلفاء ثلثہ کی خلافت کے بارہ میں بھی ہے کہ اُس زمانہ کے لوگوں نے اس خلافت کو شہرت دی اور متاخرین کو اعتقاد ہوگیا کہ فی الواقع یہ خلافت صحیح ہے اور اگر ایسے لوگوں کا تواتر قابل یقین متصور ہووے تو لازم آتا ہے کہ یہود کے تواتر پر بھی یقین کیا جاوے اور بہ نسبت ان لوگوں کے یہود نے اللہ تعالےٰ کی کتاب میں زیادہ تحریف کی ہے اور انبیاء کی زیادہ تکذیب کی ہے اور اُنکے پند و وصایا کی بہت مخالفت کی تا حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تائید ہووے اسواسطے کہ یہود بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ طور پر نقل کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا شَرِیْعَتِیْ مُؤَبَّدَۃٌ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ یعنی میری شریعت ہمیشہ رہے گی جب تک آسمان و زمین رہیگا اُسوقت تک یہی شریعت رہے گی وَتَعْظِیْمُ السَّبْتِ مُؤَبَّدٌ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ یعنی جب تک آسمان اور زمین ہے شنبہ کے دن کی عظمت

شان میں شیعہ طعن کرتے ہیں کہ اُن صحابہ نے اسپر اجماع کیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے خلاف کرنا چاہیے کہ وہ وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمیوں کے مقابلہ میں نہایت تاکید کے ساتھ فرمائی تھی علی الخصوص اِن صحابہ کی روایت خود شیعہ کے نزدیک متواتر نہیں بلکہ دوسرے فرقوں کے نزدیک متواتر ہے کہ وہ سب فرقہ ہم خیال اُن صحابہ کے ہیں اور صرف اس امر پر اکتفا کیا جاوے کہ اُس قرن میں اور اُس کے بعد کے قرن میں وہ امور شائع اور مشتہر ہوئے تو دین میں نہایت بے احتیاطی لازم آویگی اسواسطے کہ اُن لوگوں کا گمان ہے کہ اُس قرن کے بعد کے اور دوسرے قرنوں کے لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمربستہ رہے اور قرآن کی تحریف کی اور اللہ تعالےٰ نے جو احکام نازل فرمائے تھے اس کے خلاف بہت احکام ان قرون میں اس طرح مشتہر اور شائع ہوئے کہ اصل شریعت سے بھی زیادہ مشتہر ہوگئے مثلاً وضو میں دونوں پاؤں کا دھونا کہ نہایت کثیر الوقوع ہے کہ ہر روز پانچ وقت بے شمار اور بیحساب دھوتے ہیں اور سب نے غلط روایت کی ہے اور ایسا ہی موزہ کا مسح بھی ہے اور ان بدعتوں کو اُن قرون کے رئیسوں نے خود اختراع کیا اور رواج دیا ہے اور برابر احکام اصلیہ شرعیہ کے جانا اور ایسا ہی سنت تراویح اور حرمت متعہ وغیرہ کی ہے تو کیا بعید ہے کہ یہ امور بھی اُن لوگوں کا صرف اختراع کیا ہوا ہو یعنی نبوت اور نزول وحی اور نزول ملائکہ اور ذکر بہشت و دوزخ کہ لوگوں کی ترغیب و ترہیب کیلئے اختراع کر لیا ہو اور تواتر سے اُسوقت یقین حاصل ہوتا ہے کہ اس تواتر کی کوئی فاسد غرض درمیان میں نہ ہووے اور یہاں تو ایسے اغراض بیحد و بیشمار موجود ہیں اور احتمال ہے کہ ان صاحبوں سے چند صاحبوں نے اس دعویٰ اور صدور معجزہ کی روایت کسی غرض سے اختراع کی ہو اور باقی لوگوں نے طمع سے موافقت کر لی ہو اور قبول کر لیا ہو اور مشتہر کیا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ سابق کے منجمین اور کاہنوں سے سنا ہو کہ ایک صاحب قریش میں پیدا ہونگے اور وے زمین کا ملک اور بیشمار خزانہ اُنکے ہاتھ لگے گا اولاد عبد مناف سے ہونگے اُن کا نام فلاں اور اُنکے باپ کا نام فلاں ہوگا تو مفلس نے اس خیال سے اُنکی متابعت کی ہوگی کہ فاقہ کشی کی مصیبت دفع ہووے اور کسی کو زنان ایران کی خواہش رہی ہوگی اور کسی دنیادار کو سیر بستان کسریٰ و گلگشت فردیس و شیراز کی تمنا رہی ہوگی اور یہ خیال رہا ہوگا کہ قیصر کے محل میں سکونت اختیار کریں اور بعض

علیہ وسلم کی نبوت روایت کی ہے اسیطرح حق تعالیٰ کی صورت اور جسمیت بھی روایت کی ہے صریح جھوٹھ باندھا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ شرائط امامت اور تعین ائمہ میں ان لوگوں کے وسائط کی روایت میں تخالف اور تعارض واقع ہے کہ اسمیں تطبیق ہرگز ممکن نہیں تو اُن وسائط میں سے بعضے وسائط کا کذب بلا تعین یقینی ہے اور کاذب اور دروغ لوگوں کے تواتر کا اعتبار نہیں کیا عجب کہ کسی فاسد غرض سے کسی امر افترائی کو مشتہر کیا ہو چنانچہ قرن اول میں جو خلافت کا معاملہ ہوا اسمیں ان لوگوں نے ایسا ہی کیا ہے اور انکے نزدیک چار یا چھ صحابی کے سوا اور صحابہ قابل اعتبار نہیں اور یقیناً معلوم ہے کہ ان چار یا چھ صحابہ سے ان روایات کا تواتر ثابت نہیں اور بالفرض اگر اُن لوگوں سے تواتر ثابت بھی ہوا ہو تو ایسے امور خلاف قیاس ہیں کہ اُن میں سے بعضے محال سمجھے جاتے ہیں درمیانی لوگوں کے قول پر اعتبار کسطرح ہوسکتا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک دوسرے سب صحابہؓ تو مرتد اور دین سے خارج اور دنیادار اور دروغگو اور کذاب ہوئے ہیں نعوذ باللہ من ذلک اور باوجود اس کے دوسرے صحابہ سے شیعہ کے یہاں کوئی روایت موجود بھی نہیں روی سلیم بن قیس الھلالیؓ فی کتاب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ابن عباسؓ عن امیر المؤمنین وغیر واحد عن الصادق ان الصحابۃ ارتدوا بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ثلاثۃ نفس وفی روایۃ عن صادق الا ستۃ یعنی روایت کی سلیم بن قیس ہلالی نے کتاب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہ روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے اور انھوں نے روایت کی حضرت امیر المؤمنین اور بعض دیگر صحابہ سے کہ روایت ہے صادقؒ سے کہ صحابہؓ بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مرتد ہوگئے نعوذ باللہ من ذلک سوا چار صحابہ کے اور صادق سے ایک روایت میں ہے کہ سوا چھ صحابہؓ کے تو شیعہ کے نزدیک صحابہؓ کہ انکی شان میں طعن کرتے ہیں اُنکی روایات قابل اعتبار نہوں گی اور انھیں صحابہ سے اکثر امور شرعیہ میں روایت ہے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوی نبوت کرنا اور موافق دعوی کے معجزہ ظاہر کرنا اور قرآن شریف کا نازل ہونا اور بلغا کا اسکے معارضہ سے عاجز ہونا اور جنت اور دوزخ کا احوال اور تکلیفات شرعیہ اور وحی کا نازل ہونا اور ملائکہ کا نازل ہونا بلکہ انبیاے سابقین کا نبی ہونا اُنکا توحید کے لئے دعوت کرنا اور شرک سے منع کرنا تو شیعہ کے نزدیک اُن صحابہ کی روایت ان امور میں قابل اعتبار نہ ہوگی اسواسطے کہ اُن صحابہ کی

فائدہ جلیلہ جاننا چاہئے کہ سب براہین عقلیہ کی بنا اس پر ہے کہ بدیہیات کا اعتقاد ہو اور بعض لوگ ہیں کہ اُنکو اُن بدیہیات سے انکار ہے مثلاً سوفسطائیہ کہ اُنکو اِن بدیہیات سے انکار ہے کہ ایک نصف دو کا ہے اور نفی و اثبات جمع نہیں ہو سکتے اور نہ دونوں رفع ہو سکتے ہیں اور جسم واحد آن واحد میں دو جگہ نہیں ہو سکتا اور جو حواس سے غائب ہو وہ حاضر نہیں اور جو نام کسی چیز کا ہو اگر وہی نام کسی دوسری چیز کا رکھا جاوے تو وہ دوسری چیز بعینہٖ پہلی چیز نہ ہو جاویگی اور ایسا ہی وہ لوگ اور بھی بدیہیات کے منکر ہیں تو اُنکے نزدیک کوئی مطلب براہین عقلیہ سے ثابت نہیں کر سکتے اور ایسا ہی سب دلائل شرعیہ اور مقدمات دینیہ کی بنا اسپر ہے کہ ملت حنفیہ ثابت ہو کہ زمانہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے اسوقت تک سب ادیان میں مسلم ہے اور سب ملت میں اُسکے اصول پر اتفاق ہے مثلاً اِنَّ الْمَعْبُوْدَ وَاحِدٌ وَاِنَّہٗ یُرْسِلُ الرُّسُلَ وَیُظْھِرُ الْمُعْجِزَۃَ وَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ مُرْسَلُوْنَ اِلَی الْخَلْقِ وَمَعْصُوْمُوْنَ عَنِ الْکَذِبِ وَالْخِیَانَۃِ وَاِنَّ لِلّٰہِ اَحْکَامًا تَکْلِیْفِیَّۃً عَلٰی عِبَادِہٖ یُجَازِیْ بِھَا وَعَلَیْھَا یَوْمَ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ بِالْجَنَّۃِ وَالنَّارِ یعنی تحقیق کہ معبود ایک ہے اور تحقیق کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو بھیجتا ہے اور معجزہ ظاہر کرتا ہے اور تحقیق کہ فرشتے بھیجے ہوئے اللہ کے ہیں طرف خلق کے اور معصوم ہیں یعنی محفوظ ہیں جھوٹ بولنے سے اور محفوظ ہیں تبلیغ احکام میں خیانت کرنے سے اور تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے احکام فرمایا ہے کہ اُس نے ان احکام کی تکلیف دی ہے اور قیامت میں نیک لوگوں کو بہتر جزا عطا فرماوے گا۔ کہ اُنکو بہشت میں داخل کریگا اور بد لوگوں کو بری جزا دیگا کہ اُن کو دوزخ میں داخل فرماویگا اور اصول ملت حنفیہ کا اثبات شیعہ کے اوہام فاسدہ کے طور پر ممکن نہیں تو مطالب دینیہ سے کوئی مطلب دلائل سے اُنکے نزدیک ثابت کرنا ممکن نہیں تو گویا اس فرقہ کے لوگ دین کے سوفسطائیہ ہیں اور اس اجمال کی تفصیل و توضیح یہ ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کہ اصول دین کا ماخذ ہے حضرت امیر المؤمنین اور ائمہ اطہار سے شیعہ روایت کرتے ہیں اور یقیناً معلوم ہے کہ ان لوگوں کی کوئی روایت بلا واسطہ حضرت امیر المؤمنین اور آئمہ اطہار کے نہیں اور یہ درمیان میں وسائط ہیں اور انکے وسائط کا حال معلوم ہے کہ خود یہ لوگ اُن لوگوں کی تکذیب کرتے ہیں اور اُنکو متہم کرتے ہیں اور فی الواقع اُن لوگوں کے وسائط قابل اعتبار نہیں اس واسطے کہ ان لوگوں نے جس طرح حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ

یہ امر میں نے یہاں اسواسطے ذکر کیا تا اسکی خبر لوگوں کو ہوجاوے اور چاہیئے اور عالم اتفاق کے دعوے سے فریب نہ کھاوے اسواسطے کہ اس میں خطا اور مجاز ہر علماء سے بہت واقع خصوصاً شیخ مرتضیٰ سے تو کتاب النکاح میں جو اس نے دعویٰ کیا ہے وہ صرف اُسکا دعویٰ ہے اور اجماع کے خلاف ہے اور وہ دعویٰ یہ ہے کہ عورت کتابیہ جب مسلمان ہوجاوے اور اُسکی عدت گذر جاوے اور اُسوقت تک اُسکا شوہر اسلام قبول نہ کرے تو اُس کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے اور نہایہ میں لکھا ہے اور کتاب الاخبار میں ہے کہ اُن دونوں کے درمیان نکاح فسخ ہوجاتا ہے اور ایسا ہی وہ لوگ فقہ کے ہر مسئلہ میں شیخ و سید کی تکذیب کرتے ہیں اور بہت بڑا رسالہ قریب سو مسئلہ کے بلکہ اس سے زاید اُسمیں مندرج ہیں اور عقل کے ذریعہ سے استدلال کرنا شرعیات میں ہے یا غیر شرعیات میں ہے۔ اور شرعیات میں تو اس فرقہ کے نزدیک عقل ہرگز قابل تمسک نہیں اسواسطے کہ یہ لوگ قیاس کے منکر ہیں اور قیاس کو حجت نہیں جانتے اور غیر شرعیات میں عقل سے استدلال کرنا اسپر موقوف ہے کہ عقل وہم کے شائبہ سے پاک کی جاوے اور اشکال کی ترتیب اور صورت میں اُس سے خطا واقع نہووے اور یہ امر بدون ارشاد امام کے حاصل نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ ہر فرقہ کے لوگ اپنی عقل سے بعضی چیزوں کو ثابت کرتے ہیں اور بعضی چیزوں سے انکار کرتے ہیں اور باہم اصول و فروع میں تخالف کرتے ہیں اور عقل سے ترجیح نہیں دے سکتے ورنہ وہی تخالف ترجیح میں بھی واقع ہوگا تو ضرور ہے کہ عقل کے سوا کوئی دوسرا حاکم اور مرجح ہو کہ کسی ایک جانب کو صواب قرار دیوے اور دوسری جانب کو خطا قرار دیوے اور ایسا حاکم اور مرجح نبی اور امام کے سوا دوسرا نہیں ہوسکتا اور ثبوت امامت کہ عقل کیلئے موقوف علیہ ہے حیز توقف میں ہے تو عقل کے ذریعہ سے استدلال کرنا قابل اعتبار نہیں اور بہرحال کلام دلائل شرعیہ میں ہے اور امور شرعیہ کو صرف عقل سے ثابت نہیں کرسکتے اس واسطے کہ بالاجماع ثابت ہے کہ عقل اُسکو تفصیلی طور پر دریافت کرنے سے عاجز ہے البتہ عقل جب شریعت سے مدد لیوے اور اس حکم کا اصل شارع سے اخذ کرے تو ممکن ہے کہ اس اصل پر دوسری چیز کو قیاس کرے لیکن جب قیاس اس فرقہ کے نزدیک باطل ہے تو عقل کو امور شرعیہ میں کچھ دخل نرہا اور قواعد شرعیہ میں ہنوز تردد و اضطراب ہی تو عقل سے یہ لوگ کیا کام لیں گے ثَبِّتِ الْعَرْشَ ثُمَّ انْقُشْ یعنی عرش کو پہلے ثابت کر تو اُسکے بعد نقش و نگار کو ثابت کر۔

ہونے میں جیسا ہے وہ روشن ہے اور اجماع کا ثبوت بھی ہر مسئلہ خلافیہ میں ممکن نہیں اور علماء شیعہ میں بلکہ سب اثنا عشریہ میں بالخصوص اس نقل میں باہم تخالف ہے اور ہر ایک دوسرے کو کاذب کہتا ہے اور ہر ایک دوسرے کے قول کا انکار کرتا ہے ان میں سے بعضے اپنے فرقے کا اجماع نقل کرتے ہیں اور بعضے اسکی تکذیب کرتے ہیں اور اس سے انکار کرتے ہیں اور جب امامیہ کے ایک فرقہ کا اجماع امت کے کسی دوسرے ایک فرقہ کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا تو امت کے سب لوگوں کا اجماع کیونکر ثابت ہو سکتا ہے اور اسکے چند مثال بیان کرتا ہوں صاحب سبیل السلام الی معالم الاسلام کہ بہترین علماء اثنا عشریہ سے ہے حدیث عقل کی شرح میں کہتا ہے کہ کَلَامُ الشَّیْخِ اَبِی الْفَتْحِ الْکَرَاجَکِیِّ فِیْ کَنْزِ الْفَوَائِدِ یَدُلُّ عَلٰی اِجْمَاعِ الْاِمَامِیَّۃِ عَلَی الْبَدَاءِ وَاِنَّہٗ مِنْ خَصَائِصِھِمْ فَاَنْکَرَہٗ سَائِرُ الْفِرَقِ وَکَلَامُ الْعَلَّامَۃِ الْحِلِّیِّ فِی النِّھَایَۃِ وَالتَّھْذِیْبِ وَکَشْفِ الْحَقِّ یَدُلُّ عَلَی الْاِصْرَارِ فِی الْاِنْکَارِ یعنی کلام شیخ ابوالفتح کراجکی کا کہ کنز الفوائد میں ہے دلالت کرتا ہے اسپر کہ بدا پر امامیہ کا اجماع ہے اور یہ مسئلہ ان کے خاصہ سے ہے اور باقی سب فرقہ نے اس سے انکار کیا ہے اور کلام علامہ حلی کا کہ نہایہ اور تہذیب اور کشف الحق میں ہے دلالت کرتا ہے اس پر کہ اس انکار پر اصرار ہے اور شیخ شہید ثانی نے کہ اجلۂ علماء شیعہ سے ہے ایک مستقل فصل میں یہ مضمون لکھا ہے کہ ان لوگوں کے شیخ نے چند جگہ اجماع فرقہ کا دعوی کیا ہے حالانکہ خود اس نے دوسرے مقامات میں اس کے خلاف کہا ہے اس فصل کی کچھ عبارت یہاں لکھتا ہوں فَصْلٌ فِیْمَا اشْتَمَلَ عَلٰی مَسَائِلَ اِدَّعَی الشَّیْخُ فِیْھَا مَعَ اَنَّہٗ نَفْسَہٗ خَالَفَ فِیْ حُکْمِ مَا ادَّعَی الْاِجْمَاعَ فِیْہِ اَوْ رَدَّ نَاھَا لِتَلْبِیْہِ عَلٰی اَنْ لَا یَغْتَرَّ الْفَقِیْہُ بِدَعْوَی الْاِجْمَاعِ فَقَدْ وَقَعَ فِیْہِ الْخَطَاءُ وَالْمَجَازُ کَثِیْرًا مِنْ کُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْفُقَھَاءِ سِیَّمَا مِنَ الشَّیْخِ الْمُرْتَضٰی فِیْمَا ادَّعٰی فِیْہِ الْاِجْمَاعَ مِنْ کِتَابِ النِّکَاحِ دَعْوَاہُ فِیْ خِلَافِ الْاِجْمَاعِ عَلٰی اَنَّ الْکِتَابِیَّۃَ اِذَا اَسْلَمَتْ وَانْقَضَتْ عِدَّتُھَا قَبْلَ اَنْ یُّسْلِمَ الزَّوْجُ یَنْفَسِخُ النِّکَاحُ وَقَالَ فِی النِّھَایَۃِ وَفِیْ کِتَابِ الْاَخْبَارِ لَا یَنْفَسِخُ النِّکَاحُ بَیْنَھُمَا انتھی یعنی یہ فصل ہے اس میں مسائل ہیں ابو جعفر نے ان مسائل میں اتفاق کا دعوی کیا ہے باوجودیکہ اس نے بذات خود مخالفت کی ہے اس حکم میں کہ اس نے اسمیں اجماع کا دعوے کیا ہے۔

تو اگر اُس خبر کا ثبوت اور اُس خبر کی حجت ہونے کا ثبوت موقوف ہو اس قول کے ثبوت پر تو اسمیں صراحۃً دور لازم آتا ہے یعنی لازم آتا ہے کہ وہ قول ثابت ہووے اُس خبر سے اور وہ خبر ثابت ہووے اسی قول سے اور یہ صریحًا دور ہے اور یہ قباحت بھی ہے کہ خبر کا حجت ہونا اس سبب سے ہے کہ وہ معصوم کا قول ہے یا معصوم کا قول کسی دوسرے معصوم کے ذریعہ سے پہنچا ہے اور شخص معین کی عصمت ثابت نہیں ہو سکتی مگر خبر سے اسواسطے کہ کتاب ساکت ہے اور عقل عاجز ہے اور بالفرض اگر معجزہ کا صادر ہونا صحیح بھی ہو تو وہ بھی خبر پر موقوف ہے اسواسطے کہ معجزہ اور تحدی کے مشاہدہ کا اتفاق ہر شخص کو نہو اور اجماع بھی اس صورت میں حجت ہے کہ اس میں معصوم داخل ہو اور پھر غائبین کے اجماع کی نقل میں خبر درکار ہے اور شخص معین کی عصمت اسکے کسی ہم درجہ معصوم کی خبر سے ثابت کرنا دور صریح ہے اور خبر کا حجت ہونا یہ بھی موقوف ہے نبی کی نبوت اور امام کی امامت پر اور جب اصل ثابت نہوئی تو فرع کیونکر ثابت ہوگی حاصل کلام شیعہ کے نزدیک متواتر خبر کا اعتبار نہیں اسواسطے کہ امر واقعی کا چھپانا عدد متواتر سے ظہور میں آیا اور غیر واقع کا ظاہر کرنا دور کے حکم میں ہے اور اخبار آحاد خود بالاجماع ان مطالب میں معتبر نہیں تو خبر کے ذریعہ سے استدلال کرنا ممکن نہیں اور لیکن اجماع تو اسکا بطلان نہایت ظاہر ہے اسواسطے کہ اجماع بعد ثبوت نبوت اور شرع کے ہے تو جب نبوت اور شرع ثابت نہو سکی تو اجماع کیونکر ثابت ہو سکتا ہے اور اجماع کا حجت ہونا بھی شیعہ کے نزدیک بالاصالۃ نہیں بلکہ اس بنا پر اجماع حجت ہے کہ معصوم کا قول اُسکے ضمن میں ہوتا ہے اور ابھی تک معصوم کے ہونے میں اور اُسکی تعیین کہ کون ہے اور اسکے قول کی نقل میں بحث اور تفتیش چلی جاتی ہے اور یہ بھی انکا گمان ہے کہ صدر اول اور صدر ثانی کا اجماع یعنی قبل حدوث اختلاف وراثت کے خود قابل اعتبار نہیں اسواسطے کہ ان لوگوں نے اجماع کیا ابوبکرؓ اور عمرؓ کی خلافت پر اور حرمت متعہ پر اور تحریف کتاب اور منع میراث پیغمبر پر اور امام برحق کو اُس کے حق سے محروم رکھنے پر اور ملکیت خاندان رسولؐ کی غصب کرنے پر اور بعد حدوث اختلاف وراثت کے اور بعد اُسکے کہ وہ لوگ متفرق ہو کر چند فرقہ مختلفہ ہو گئے اجماع ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے خصوصًا مسائل خلافیہ میں کہ اسکا ثابت ہونا انھیں لوگوں پر منحصر ہے اور اس اجماع میں معصوم کا شریک ہونا اور اُس قول کا موافق ہونا باقی امت کے قول کیساتھ ثابت نہیں ہوتا مگر اخبار کے ذریعہ اور اخبار کا حال تعارض اور تساقط اور ضعف اور سقط

سب نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو جواب دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے ساتھ دشمنی اور عداوت اختیار کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کی تحریف کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطاب فرمایا تھا وہ بدل دیا مثلاً بجائے مِنَ الْمَرَافِقِ کے اِلَی الْمَرَافِقِ لکھدیا اور بجائے اَیِمَّۃٌ ھِیَ اَزْکٰی مِنْ اَیِمَّتِکُمْ کے اُمَّۃٌ ھِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّۃٍ لکھدیا اور ایسا ہی اکثر تحریف کی چنانچہ دعاء ضمنی قریش میں کہ اُسکو قنوت امیر المومنین کہتے ہیں اور اُسکو متواتر جانتے ہیں یہ مضمون مذکور ہے اور اُس دعا کی کچھ عبارت باب ثانی میں بیان کیگئی تو جیسا کہ توریت وانجیل قابل اعتبار نہیں اور جو عقیدہ اور عمل اس میں مذکور ہے وہ قابل یقین نہیں ایسا ہی یہ قرآن کہ موجود ہے قابل استدلال نہیں اور جیسا کہ توریت وانجیل کے احکام قرآن کے ذریعہ سے منسوخ ہوئے ہیں اسی طرح اس قرآن کے بھی بہت احکام منسوخ ہیں اور ناسخ کو ائمہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ شیعہ کا گمان ہے کہ نزول قرآن اور اُسکے اعجاز کا ثبوت بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بھی ثبوت موقوف ہے ناقلین کے صدق کے ثبوت پر اور جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت کے ناقلین وہ لوگ ہیں کہ اپنی غرض فاسد کے لئے ایسے نص کو چھپا رکھا کہ وہ نص ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمی کے سامنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے اور کسی نے بوقت ضرورت اُسکو ظاہر نہ کیا حتیٰ کہ نبوت کے خاندان کا حق تلف ہوگیا اور دین کا اصل اصول کہ نبوت کا ہم پہلو ہے یعنی امامت وہ اصل اصول درہم برہم ہوگیا تو ایسے لوگوں کی نقل کا کیا اعتبار ہونا چاہئے کسی غرض فاسد کے لئے یہ سب تمہید باندھی ہوگی کہ فلاں نبی تھا اس سے معجزہ ظاہر ہوا اور اسپر قرآن شریف نازل ہوا اور سب بلغاء اُسکے معارضہ سے عاجز رہے اور فی الواقع کچھ بھی نہو اور لیکن خبر تو اسکا حال اس باب میں مفصل گذرا اور جدید یہ ہے کہ خبر کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ناقل ہو تو خبر کے ناقل شیعہ ہیں اور غیر شیعہ کا تو کچھ اعتبار نہیں اسواسطے کہ انکے صدر اول کہ منتہی اسانید کے ہیں مرتدین اور منافقین اور محرفین کتاب اللہ اور معاندین خاندان رسول ہوئے ہیں اور شیعہ میں باہم اصل امامت اور تعین ائمہ اور اُنکی تعداد میں نہایت اختلاف ہے اور اثبات کسی ایک قول کا اُنکے اقوال سے نہیں ہوسکتا ہے مگر خبر سے اسواسطے کہ کتاب ان مذکورات سے ایسے طور پر کہ اُس سے مخالف کو الزام دینا ممکن ہوسکتا ہی

تتمۂ دلائل شیعہ وبیان حدیث ثقلین

منقول از تحفۂ اثنا عشریہ باب ہفتم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جاننا چاہیئے کہ شیعہ کے نزدیک دلیل کی چار قسمیں ہیں کتاب اور خبر اور اجماع اور عقل اور کتاب کہ قرآن مجید ہے شیعہ کے نزدیک قابل استدلال نہیں اس واسطے کہ اُنکا گمان ہے کہ اسپر اعتماد نہیں ہوسکتا کہ وہ فی واقع قرآن ہے مگر اسوقت کہ بواسطۂ امام معصوم کے پہونچا ہو اور قرآن کہ ائمہ سے ہو وہ اُنکے پاس موجود نہیں اور اُنکا گمان ہے کہ اس قرآن پر ائمہ نے اعتبار نہ کیا ہے اور نہ اُسکو قابل استدلال اور تمسک کے سمجھا ہے چنانچہ یہ مضمون کلینی وغیرہ سے جو اُنکے نزدیک کتب معتبرہ سے ہو نقل کیا جاویگا اور یہ مضمون چند وجہ سے ثابت ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ امامیہ کی جماعت کثیرہ نے اپنے ائمہ سے روایت کی ہے کہ جو قرآن شریف نازل ہوا تھا اسکے کلمات کے مقامات میں تحریف ہوئی ہے یعنی اُسکے کلمات اپنے مقام سے دوسرے مقام میں بدل دیے گئے ہیں اور اُسکی آیات بلکہ بعض سورتیں بھی ساقط کردی گئی ہیں اور ترتیب بھی متغیر ہوگئی ہے اور اب جو موجود ہے یہ حضرت عثمانؓ کا مصحف ہے کہ اُسکا سات نسخہ لکھکر اطراف و جوانب میں مشتہر کیا اور جو شخص اصلی قرآن پڑھتا تھا اسکو سزا دیتے تھے حتیٰ کہ طوعاً و کرہاً ملک میں اسی مصحف پر لوگوں نے اجماع کر لیا تو یہ مصحف تمسک اور استدلال کے قابل نہیں اور اس کی ترتیب اور اُسکے الفاظ اور عام اور خاص قابل اعتبار نہیں اسواسطے کہ ممکن ہے کہ اس قرآن میں جو احکام ہیں وہ سب منسوخ ہوں یا اُنمیں سے اکثر احکام منسوخ ہوں اُن آیات اور سورتوں کے ذریعہ سے کہ وہ ساقط کردیگئی ہیں یا اُس قرآن کے احکام مندرجہ سب یا اکثر مخصوص ہوں اُن آیات اور سورتوں کے ذریعہ سے کہ وہ ساقط کردی گئی ہیں۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شیعہ کا گمان ہے کہ اس قرآن کے ناقل بلاتشبیہ مانند ناقلان توریت وانجیل کے ہیں کہ بعضے اُن میں سے اہل نفاق تھے مثلاً صحابہ جلیل القدر اور بعضے اُن میں سے دین میں سست اور دنیادار اور دین فروش تھے مثلاً عوام صحابہ کہ مال ومنصب کے طمع سے اپنے رؤسا کی اتباع کی اور دین سے مرتد ہوئے سوا چار صحابہ یا چھ صحابہ کے اور باقی

جمع ہو جاتی ہے ایک بدبو کہ حقہ پینے والے کے منھ سے نکلتی ہے اور دوسری وجہ دوزخیوں کے ساتھ مشابہت ہونا ہے چنانچہ تہیگاہ پر ہاتھ رکھکر کھڑا ہونا منع ہے اور ایسا ہی لوہے کی انگوٹھی پہننا بھی منع ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس میں آگ کے ساتھ ملابست لازم آتی ہے اور یہ مکروہ ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ آگ کے ذریعہ سے عذاب کرے گا اور اسی وجہ سے بدن کو داغنا منع ہے اور اگرچہ منجملہ ان وجوہ کے ہر وجہ سے صرف کراہت تنزیہی ثابت ہوتی ہے لیکن یہ تینوں وجہ جمع ہو جانے سے کراہت تحریمی ثابت ہوتی اور بعضے اہل معقول نے کہا ہے کہ لفظ کُلُّ دخانٍ حَرَامٌ اگرچہ حدیث نہ ہو لیکن یہ کلام صحیح ہے اسواسطے کہ دخان اہل عقل کے نزدیک دو چیز سے مرکب ہے ارضیت اور ناریت اور یہ دونوں حرام ہے تو جو ان دونوں سے مرکب ہے وہ بھی حرام ہوا اور اس کا جواب یہ ہے کہ حرمت ارض و نار کی علت سمیت ہے اور جب علت باقی نہ رہی تو حلال ہو گیا جیسا پان میں چونا کھانا جائز ہے اور دواؤں میں گل ارمنی اور طین مختوم کھانا جائز ہے تو استعمال اس دخان کا اصلاح بدن کی غرض سے ہوتا ہے مثلاً تحلیل ریاح اور رفع قبض منظور ہوتا ہے تو اس میں حرمت کی علت نہیں اور بعضے کتب میں اسکی حرمت کو اس آیت سے ثابت کیا ہے یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ یَّغْشَی النَّاسَ ھٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ یعنی جس دن لے آوے گا آسمان ظاہر دھواں کہ چھپا وے گا لوگوں کو یہ دردناک عذاب ہے تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ دخان یعنی دھواں عذاب کا آلہ ہے اور عذاب کا آلہ استعمال کرنا درست نہیں اور اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں صحیح نہیں اس واسطے کہ دخان اگر عذاب کا آلہ ہے تو تنعم کا بھی آلہ ہے جیسا کہ عود کے استعمال کے بارہ میں وارد ہے کہ حدیث صحیح میں ہے مَجَامِرُکُمُ الْاَلُوَّۃُ یعنی عود رطب بہشتیوں کے لئے بہشت میں مجامر میں یعنی انگیٹھیوں میں لے آویں گے اور ہر آلہ عذاب کا استعمال کرنا منع نہیں اس واسطے کہ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم پر پانی کے طوفان کا عذاب ہوا تھا یعنی باوجود اسکے پانی کا استعمال کرنا منع نہیں۔

تمت

قول ہے کہ راگ ہر حال میں حرام ہے اور بعض علما کا قول ہے کہ اسمیں کچھ قباحت نہیں کہ شعر اس غرض سے پڑھا جاوے کہ قافیہ معلوم ہووے اور فصاحت حاصل ہووے اور بعض علما کا قول ہے کہ گانا دفع وحشت کے لئے تنہائی میں جائز ہے بشرطیکہ لہو ولعب کے طور پر نہ ہووے اور علامہ سرخسی نے مبسوط میں لکھا ہے کہ راگ سننا خوشی کی حالت میں اس غرض سے کہ سرور زیادہ ہووے مباح ہے اگر وہ خوشی مباح ہو مثلاً گانا جو ایام عید میں ہو اور ایسا ہی وہ گانا بھی جو شادی میں ہو اور اسوقت ہو جب غیر جگہ سے کوئی شخص آوے اور جو طعام ولیمہ کے وقت ہو اور جو گانا لڑکے کی پیدائش کے وقت اور ختنہ کے وقت ہو اور قرآن شریف حافظہ ہو جانے کے وقت ہو یعنی یہ سب جائز ہے۔

نویں سوال کا جواب خنثیٰ مشکل کی دونوں شہوت برابر نہیں ہوتی بلکہ کوئی ایک شہوت زیادہ ہوتی ہے اور دوسری شہوت کم ہوتی ہے تو اگر فرج کی شہوت زیادہ ہو تو چاہئے کہ وہ کسی مرد کے ساتھ نکاح کرے اور اگر ذکر کی شہوت زیادہ ہو تو چاہئے کہ وہ کسی عورت کیساتھ نکاح کرے اور ہر حال میں دوسری شہوت کے بارہ میں حکم ہے کہ اُس پر صبر لازم ہے۔

دسواں سوال کا جواب۔ کُلُّ دُخَانٍ حَرَامٌ حدیث نہیں اور حقہ کی حلت اور حرمت میں اختلاف ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے اس وجہ سے کہ حقہ پینے والے کے منھ سے بدبو آتی ہے جیسا کہ پیاز خام اور لہسن خام کے کھانے کے بارہ میں حکم ہے اور حقہ پینے میں دوزخیوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے اسواسطے کہ اُن کے شکم سے بھی دھواں نکلے گا اور مَنْ اَکَلَ الْبَصَلَ وَمَاتَ الخ کہیں کتب حدیث میں نہیں بلکہ ان دونوں کلام کے الفاظ رکیکہ سے بھی صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث نہیں۔ اور علاء الدین تبریزی کی تحریر قابل اعتبار نہیں اس واسطے کہ اس بارہ میں معتبر محدثین کے قول پر اعتبار کرنا چاہئے کہ وہ لوگ حدیث کی تحقیق بیان کرتے ہیں لیکن واعظین کی عادت ہے کہ غیر معتبر احادیث کو بھی ترغیب وترہیب کے لئے ذکر کرتے ہیں اور ان احادیث کے حال سے ناواقف رہتے ہیں اور حقہ کے مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ نفس تمباکو پینے میں حرمت کی کوئی وجہ متحقق نہیں اس واسطے کہ حرمت کی علت نباتات میں صرف دو چیز میں منحصر ہے سمیت اور سکریت اور تمباکو کی پتی ان دونوں چیز سے خالی ہے لیکن اُس کے استعمال کا جو طریقہ ہے کہ اُس کا دھواں پیتے ہیں تو اُس میں تین وجہ کراہت کی

برہم کرنا ہو یا کفر کو رواج دینا ہو اور یہ تلاش کرنا ہو کہ اسلام میں کون کون امر قابل طعن ہے تو ایسی نوکری نہایت کبیرہ گناہ ہے اور کفر کے قریب ہے۔

آٹھویں سوال کا جواب ۔غنا یعنی راگ سننا کہ بلا مزامیر و آلات لہو کے ہو اس بارہ میں مذہب حنفی میں روایات مختلفہ ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور دف بھی جائز ہے اور اکثر احادیث سے ان روایات کی تائید ہوتی ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن ہمام نے لکھا ہے قَيَّدَ حُرْمَةَ التَّغَنِّي بِمَا إِذَا كَانَ فِي اللَّفْظِ مَا لَا يَحِلُّ لِصِفَةِ الْمُذَكَّرِ وَالْمَرْأَةِ الْمُغَنِّيَةِ الْحَسِينَةِ وَوَصْفِ الْخَمْرِ الْمُهَيِّجِ إِلَيْهَا وَالْمُزَيِّنَاتِ وَالْخَانِثَاتِ وَهِجَاءِ مُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ إِلَّا إِذَا أَرَادَ إِنْشَاءَ الشِّعْرِ لِلِاسْتِشْهَادِ أَوْ لِيَعْلَمَ فَصَاحَتَهُ وَبَلَاغَتَهُ لَعَمْ إِذَا قِيلَ ذَلِكَ عَلَى الْمَلَاهِي مُنِعَ وَإِنْ كَانَ مَوَاعِيظَ وَحِكَمًا لِلَّذَّةِ نَفْسِهِ لَا لِذَلِكَ التَّغَنِّي وَقْتَ الْوَلِيمَةِ وَالْعَقِيقَةِ وَعِنْدَ الْوِلَادَةِ وَعِنْدَ مَجِيءِ الْغَائِبِ انتہے یعنے گانا سننا اسوقت حرام ہے جبکہ اس میں ناجائز لفظ ہو مثلاً ناجائز صفت مرد کی ہو یا صفت گانے والی حسینہ عورت کی ہو یا تعریف شراب کی ہو کہ اس سے اس عورت کی رغبت ہووے یا صفت زانیہ کی ہو یا صفت خائنہ کی ہو یا مسلمان یا کافر ذمی کی ہجو ہو مگر جب شعر پڑھنے سے کوئی مدعا ثابت کرنا منظور ہووے یا فصاحت اور بلاغت سیکھنے کی غرض ہو تو شعر پڑھنا منع نہیں البتہ جب اس سے لہو و لعب مقصود ہووے تو منع ہے اور اگر اس میں کوئی نصیحت ہو اور حکمت کی بات ہو اور صرف اس تاثیر ہونے کی غرض سے پڑھا جاوے تو منع نہیں اور یہی حکم اس گانے کے بارہ میں بھی ہے جو طعام ولیمہ کے وقت ہو یا عقیقہ کے وقت ہو یا لڑکے کے پیدائش کے وقت ہو یا دوسری جگہ سے کسی شخص کے آنے کے وقت ہو اور زیلعی میں لکھا ہے۔ اخْتَلَفُوا فِي التَّغَنِّي الْمُجَرَّدِ قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ حَرَامٌ مُطْلَقًا وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ لَا بَأْسَ بِالتَّغَنِّي لِيُفِيدَ لَهُمُ الْقَوَافِيَ وَالْفَصَاحَةَ وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ يَجُوزُ التَّغَنِّي لِدَفْعِ الْوَحْشَةِ إِذَا كَانَ وَحْدَهُ وَلَا يَكُونُ عَلَى سَبِيلِ اللَّهْوِ وَقَالَ السَّرَخْسِيُّ فِي الْمَبْدَإِ وَالسَّمَاعُ فِي أَوْقَاتِ السُّرُورِ نَاكِيدَ السُّرُورِ مُبَاحٌ إِنْ كَانَ ذَلِكَ السُّرُورُ مُبَاحًا كَالْغِنَاءِ فِي أَيَّامِ الْعِيدِ وَفِي الْعُرْسِ وَفِي وَقْتِ مَجِيءِ الْغَائِبِ وَوَقْتِ الْوَلِيمَةِ وَالْعَقِيقَةِ وَعِنْدَ الْوِلَادَةِ وَعِنْدَ الْخِتَانَةِ وَعِنْدَ حِفْظِ الْقُرْآنِ یعنی اختلاف ہے راگ کے بارہ میں کہ بلا مزامیر وغیرہ کسی امر ناجائز کے ہو تو بعض علماء کا

علم کلام کا جزء ہے واللہ اعلم بالصواب اور انگریزی پڑھنا یعنی انگریزی کا حرف پہچاننا اور لکھنا اور اس کی لغت اور اصطلاح جاننا اس میں کچھ قباحت نہیں بشرطیکہ صرف مباح ہونے کے خیال سے انگریزی حاصل کیجاوے اسواسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق زید بن ثابت نے یہود و نصاریٰ کے خط و کتابت کا طریقہ اور اُن کی زبان سیکھی تھی اس غرض سے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اُس زبان میں کوئی خط آوے تو اُسکا جواب لکھ سکیں اور اگر صرف اُنکی خوشامد کی غرض سے اور انکے ساتھ اختلاط رکھنے کے لئے یہ علم پڑھے اور اس ذریعہ سے چاہے کہ انکے یہاں تقرب حاصل ہووے تو البتہ اس میں حرمت اور کراہت ہے اور اوپر بھی بیان ہوا ہے کہ جو حکم ذمی آلہ کے بارہ میں ہوتا ہے وہی حکم آلہ کے بارہ میں بھی ہوتا ہے اور نصاریٰ کی نوکری بلکہ سب کفار کی نوکری کی چند قسم ہے بعضی مباح ہے اور بعضی مستحب ہے اور بعضی حرام ہے اور بعضی کبیرہ قریب کفر کے ہے اور اُسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر کافر کی نوکری میں یہ کام کرنا ہو کہ رسوم صالحہ کو مقرر کرنا ہو اور کوئی ایسا کام کرنا ہو کہ اسکا سرانجام بہتر ہو مثلاً چور اور ڈاکوؤں کو دفع کرنا ہو یا عدالت میں شرع کے مطابق فتوے دینا ہو یا لوگوں کے آرام کے لئے پل بنانا ہو یا ایسی عمارت بنانا ہو یا اُسکی مرمت کرنا ہو کہ اس سے لوگوں کو آرام ہووے مثلاً مسافر خانہ بنوانا ہو یا ایسا ہی اور کوئی کام عام لوگوں کے فائدے کے لئے بنانا ہو تو ایسی نوکری بلاشبہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے اور اسکا ثبوت اس طور پر ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بادشاہ مصر سے درخواست کی کہ مصر کے خزانہ کے داروغہ آپ مقرر کئے جاویں اور منظور یہ تھا کہ خزانہ لوگوں کے دینے میں انصاف ہووے حالانکہ اسوقت وہ بادشاہ مصر کافر تھا اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ نے فرعون کی نوکری کی تھی اس کام کے لئے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دودھ پلاویں اور اگر کوئی شخص کافر کی نوکری کسی دوسرے کام کے لئے کرے اور کفار کے ساتھ اختلاط لازم آوے اور اس نوکری میں رسوم اور امور خلاف شرع کے دیکھنے کا اتفاق ہوا کرے اور اعانت ظلم میں ہو مثلاً محرری اور خدمتگاری یا سپاہی کا کام ہے یا اس نوکری میں حد سے زیادہ انکی تعظیم کرنا پڑے یا انکے سامنے بیٹھنے اور کھڑے ہونے سے اپنے کو ذلیل کرنا پڑے تو ایسی نوکری حرام ہے اور اگر انکی نوکری میں یہ کام ہو کہ کسی مسلمان کو قتل کرنا ہو یا کسی ریاست کو درہم

علم مقصود بالذات نہیں بلکہ علوم آلیہ سے ہے جیسا صرف ونحو ہے اور آلہ کی حلت اور حرمت ذی آلہ کی حلت اور حرمت کے موافق ہوتی ہے مثلاً توپخانہ اور گھوڑا اور سلاح خانہ کہ آلہ جنگ ہے تو اگر وہ جنگ عبادت ہو مثلاً کفار کے ساتھ جہاد کرنا ہے اور چور اور ڈاکوؤں کو دفع کرنا ہے تو اس غرض سے آلات جنگ کا استعمال کرنا اور اسکا سامان مہیا کرنا بھی قبیل عبادات سے ہے اور اگر وہ جنگ حرام اور گناہ ہو مثلاً بغاوت کرنا ہے اور ڈاکہ مارنا ہے تو اس غرض سے آلات جنگ کا استعمال کرنا بھی حرام اور گناہ ہے اور ایسا ہی ہر حال میں جو حکم ذی آلہ کے بارہ میں ہوگا وہی آلہ کے بارہ میں بھی ہوگا غایت نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص منطق حاصل کرے اور اس ذریعہ سے مذاہب باطلہ کی تائید کرے اور صحیح عقائد میں شک ڈالے تو البتہ اس فعل کی وجہ سے وہ شخص گنہگار ہوگا اور صرف تحصیل علم کی وجہ سے وہ گنہگار نہیں اب یہ بیان کرتا ہوں کہ قدما کے کلام میں منطق کی ہجو اور اسکا پڑھنا منع ہونا جو اکثر مقام میں وارد ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قدما کے اس کلام میں دو احتمال ہے یا یہ احتمال ہے کہ قدما کی مراد یہ ہے کہ یہ امر منع ہے کہ کوئی شخص اس علم میں اس قدر مشغول ہو جاوے کہ اسی کو مقصود بالذات سمجھ لیوے اور تمام عمر اسی میں مصروف ومشغول رہے اور مسائل شرعیہ سے کہ مقصود بالذات ہیں بے بہرہ رہجاوے تو اس طور پر تو علوم آلیہ سے کوئی علم ہو اس میں مصروف رہجانا منع اور حرام ہے مثلاً صرف ونحو ومعانی وبیان بھی ایسا ہی ہے اور قدما کے کلام میں دوسرا یہ احتمال ہے کہ انکے زمانہ میں رواج ہوگیا تھا کہ اس علم سے زیادہ تر یہ غرض ہوتی تھی کہ مذہب معتزلہ وفلسفہ کی تائید اس علم کے ذریعہ سے کی جاتی تھی مثلاً امثلہ حدود ورسوم وقضایا قیاس واشکال کے مسائل قدم عالم واثبات ہیولیٰ وصورت وغیرہ میں استعمال کئے جاتے تھے اور اکثر ایسا ہوا کہ جو شخص اس علم میں مشغول ہوتا تھا اس کے عقائد میں ان امور باطلہ کی آمیزش ہوتی تھی اور رفتہ رفتہ اسکے مذہب میں رسوخ پیدا ہوتا تھا تو اسوجہ سے قدما کے نزدیک یہ علم پڑھنا حرام اور گناہ قرار پایا اب یہ امور منطق سے بالکل برطرف ہوئے اور اس علم کو اہل حق نے اجزاء علم کلام سے ایک جزو قرار دیا ہے تو اب اسکی حرمت اور معصیت ہونے کا حکم باقی نہ رہا اس واسطے کہ علت کے رفع ہونے سے حکم بھی مرتفع ہو جاتا ہے اور فتاویٰ سراج المبتدین میں مذکور ہے وَدَخَلَ فِی الْفَلْسَفَةِ الْمَنْطِقُ یعنی فلسفہ میں منطق داخل ہے تو اس سے مراد وہی منطق ہے کہ فلسفہ کا جزو ہو اور اسکی مثالیں فلسفہ میں مذکور ہوں اور یہ مراد نہیں کہ

حکم نازل نہ ہوا تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں قذف کرنا حرام ہے بخلاف اس وقت کے کہ اب یہ حکم صراحۃً قرآن شریف میں موجود ہے تو اب جو شخص حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں قذف کرے نعوذ باللہ من ذلک تو وہ شخص بلاشبہ کافر ہے اسواسطے کہ اس نے قرآن شریف سے انکار کیا ہے۔

چھٹے سوال کا جواب۔ اگر حنفی مذہب بعضے احکام میں مذہب شافعی پر عمل کرے تو یہ امر منجملہ تین وجہ کے کسی ایک وجہ کے پائے جانے پر جائز ہے ایک وجہ یہ ہے کہ باعتبار دلائل کتاب وسنت کے اس کی نظر میں اس مسئلہ میں مذہب شافعی کو ترجیح ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ کسی ضیق میں مبتلا ہو جاوے کہ بلا اسکے گذارہ نہو کہ مذہب شافعی پر عمل کرے مثلاً اس قبیل سے مفقود کے احکام ہیں اور ایسا ہی پانی کے متعلق جو احکام ہیں وہ بھی اس دیار میں اسی قبیل سے ہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص صاحب تقویٰ ہو اور اسکو منظور ہو کہ احتیاط کریں اور کسی عمل میں مذہب شافعی میں زیادہ احتیاط دیکھے مثلاً صدقہ دو سیر سے زیادہ دینا اور طاؤس کا گوشت نہ کھانا اور علی ہذا القیاس اور جو مسائل ہیں کہ اسمیں مذہب شافعی میں وہ شخص زیادہ احتیاط دیکھے اور صرف بنظر احتیاط ان مسائل میں مذہب شافعی پر عمل کرے لیکن ان تینوں صورتوں میں دوسری شرط بھی ہے کہ تلفیق واقع نہو وے اور تلفیق سے مراد یہ ہے کہ مثلاً دو مذہب پر عمل کرنے سے کوئی ایسی صورت متحقق ہو جاوے کہ کہ وہ دونوں مذہب میں سے کسی مذہب میں جائز نہو مثلاً کسی شخص کے نزدیک ثابت ہو کہ فصد ناقض وضو ہے اور وہ بعد وضو کے فصد کھلوائے اور پھر اسی وضو سے نماز امام کے پیچھے پڑھے اور سورہ فاتحہ نہ پڑھے کہ ایسی نماز کسی مذہب میں درست نہیں وضو مذہب حنفی کے موافق باطل ہو گیا اور اسوجہ سے وہ نماز بھی مذہب حنفی میں درست نہ ہوئی اور سورۂ فاتحہ نہ پڑھا اور اس وجہ سے وہ نماز مذہب شافعی میں بھی درست نہوئی اور جب یہ تین وجہ نہ پائے جاویں اور کوئی حنفی مذہب اس حال میں مذہب حنفی کو ترک کرے اور شافعی کی اقتدا کرے تو یہ قریب حرام کے ہے اور ایسا ہی اگر کوئی شافعی مذہب اس حال میں مذہب شافعی کو ترک کرے اور مذہب حنفی کی اقتدا کرے تو یہ بھی قریب حرام کے ہے اس واسطے کہ یہ دین میں کھیل کرنا ہے۔

ساتویں سوال کا جواب منطق پڑھنے میں کچھ قباحت نہیں اسواسطے کہ منطق کوئی

کے تفضیلیہ بلاشبہ بدعتی ہیں اور جو حکم بدعتی کی امامت کے بارہ میں ہے وہی حکم ان لوگوں کی امامت کے بارہ میں بھی ہے اور معتبر اہلسنت سے کوئی اس قسم کا تفضیلیہ نہیں ہوا ہے۔

پانچویں سوال کا جواب - اہلبیت کی محبت فرائض ایمان سے ہے نہ لوازم سنت اور محبت اہلبیت سے ہے کہ مروان علیہ اللعنۃ کو برا کہنا چاہئے اور اس سے دل سے بیزار رہنا چاہئے علی الخصوص اس نے نہایت بدسلوکی حضرت امام حسینؓ اور اہل بیت کے ساتھ کی اور کامل عداوت ان حضرات سے رکھتا تھا اس خیال سے اس شیطان سے نہایت ہی بیزار رہنا چاہئے اور لیکن حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ صحابی ہیں اور آنجناب کی شان میں بعضے احادیث بھی وارد ہیں اور آنجناب کے بارہ میں علماء اہلسنت میں اختلاف ہے علماء ماوراء النہر اور مفسرین اور فقہا کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کے حرکات جنگ و جدل جو حضرت مرتضیٰ علیؓ کے ساتھ ہوئی وہ صرف خطاء اجتہادی کی بنا پر تھی اور محققین اہلحدیث نے بعد تتبع روایات کے دریافت کیا ہے کہ یہ حرکات شائبہ نفسانی سے خالی نہ تھے اور اس تہمت سے خالی نہیں کہ جناب ذی النورین حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں جو تعصب امویہ و قریشیہ میں تھا اسی کی وجہ سے یہ حرکات حضرت معاویہؓ سے وقوع میں آئے تو اس کا غایت نتیجہ یہی ہے کہ وہ مرتکب کبیرہ کے اور باغی قرار دیے جاویں وَالْفَاسِقُ لَیْسَ بِاَھْلِ اللَّعْنِ یعنی فاسق قابل لعن نہیں تو اگر مراد برا کہنے سے اسی قدر ہے کہ انکے اس فعل کو برا کہنا چاہئے اور برا سمجھنا چاہئے تو بلاشبہ اس امر کا ثبوت محققین پر واضح ہے اور اگر برا کہنے سے مراد لعن و شتم ہے تو معاذ اللہ کہ اہلسنت سے کوئی شخص ایسے گمراہ جاوے اسواسطے کہ اہلسنت کے نزدیک یہ حکم ثابت ہے کہ فاسق اور مرتکب کبیرہ کے حق میں استغفار کرنا چاہیے تو لعن کرنا حرام ہوا علی الخصوص حضرت معاویہؓ کہ صحابی ہیں آپ کے حق میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی زیادہ امید ہے اور یہ بھی زیادہ متوقع ہے کہ کہ صاحب حق یعنی حضرت مرتضیٰ علیؓ اپنا حق معاف فرما دیونگے اور یقیناً معلوم ہے کہ بعضے صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے زمانہ میں کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں مثلاً ماعز اسلمی کہ زنا کیا تھا اور حسان بن ثابت کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قذف میں شریک ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے بارہ میں کفر کا حکم نہ فرمایا اور حسان بن ثابت جس وقت قذف میں شریک تھے اسوقت تک ابھی قرآن شریف میں

فتنہ و ترویج احکام شرعیہ و اشاعت اسلام ملکوں و اقامت حدود و تعزیرات تو ان امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند انجام دینے میں حضرات شیخینؓ کو حضرت علیؓ پر فضیلت ہے اور ایسا ہی مقاصد خلافت کبریٰ کے ہیں اور اسی وجہ سے اس امر پر صحابہ کا اجماع ہوا کہ خلافت کبریٰ کے مقاصد میں حضرات شیخین مقدم ہیں بلکہ صواعق محرقہ اور دیگر کتب حدیث معتبرہ میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا لَكَ اللّٰهَ اَنْ يُقَدِّمَكَ يَا عَلِيُّ وَيَابَى اللّٰهُ اِلَّا تَقْدِيْمَ اَبِيْ بَكْرٍ یعنی اے علی میں نے سوال کیا اللہ تعالیٰ سے کہ وہ تم کو مقدم کرے اور اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کے سوا کسی دوسرے کو مقدم کرنے سے انکار کیا۔

چوتھے سوال کا جواب تفضیلیہ کی دو قسم ہے ایک قسم کے وہ لوگ ہیں کہ حضرت مرتضیٰ علیؓ کو شیخین پر فضیلت دیتے ہیں مگر شیخین کی محبت اور تعظیم میں نہایت سرگرم ہیں اور ایسا ہی شیخین کے مناقب و مدائح بیان کرنے میں اور شیخینؓ کے طریقہ اور شیخینؓ کی روش کی اتباع کرنے میں اور شیخینؓ کے اقوال اور افعال پر عمل کرنے میں نہایت مستعد اور راسخ قدم ہیں جیسا کہ اہلسنت کہتے ہیں کہ حضرات شیخینؓ کو حضرت علیؓ پر ان امور میں کہ اوپر مذکور ہوئے ہیں فضیلت ہے مگر حضرت علیؓ کی محبت اور اتباع میں نہایت سرگرم ہیں اور آنجناب کے قول و فعل پر عمل کرنے میں نہایت مستعد ہیں اور تفضیلیہ کی یہ قسم اہل سنت میں داخل ہے البتہ ان لوگوں نے اس مسئلہ تفضیل میں خطا کی ہے اور اس مسئلہ میں ان لوگوں کا خلاف ایسا ہی سمجھنا چاہیے جیسا اشعریہ اور ماتریدیہ میں خلاف ہے اور اس قسم کے تفضیلیہ کی امامت جائز ہے اور اہلسنت کے بھی بعضے علما اور صوفیہ اس روش پر ہوئے ہیں مثلاً عبدالرزاق محدث اور سلمان فارسی اور حسان بن ثابت اور یہی بعضے دیگر صحابہ کا ایسا ہی خیال تھا اور تفضیلیہ کی دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے حضرت مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ اور آنجناب کی اولاد کی محبت کافی ہے اور ایسا ہی ان حضرات کے طریقہ و اقوال و افعال کی اتباع کافی ہے اور وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرات شیخینؓ اور دیگر صحابہؓ کو ہم لوگ برا نہیں کہتے لیکن ان حضرات سے ہمکو سروکار بھی نہیں نہ محبت نہ عداوت نہ اتباع نہ ترک اتباع نہ ان حضرات کے قول و فعل پر عمل کرنا نہ اس سے اعراض کرنا یعنی ان امور کی جانب کچھ لحاظ نہیں اور اس قسم

جو حکم کفار کی ملاقات کے بارہ میں ہے یعنی اُنکو پہلے سلام نہ کرنا چاہئے البتہ جب سلام نہ کرنے سے اُن سے ضرر عظیم پہونچنے کا خوف ہو تو اُس وقت اُنکو ابتداً سلام کرنے میں مضائقہ نہیں اور رد جواب میں بھی قدر ضرورت پر اقتصار کرنا چاہئے اور اگر سلام کے سوا کوئی دوسرا فعل تعظیم کا وہ خود کریں تو اس کی مکافات بقدر مشروع کرنا چاہئے اور ایسا ہی عیادت اور تعزیت اور تہنیت اور اجابت دعوت میں صرف مکافات کا لحاظ رکھنا چاہئے چنانچہ یہی حکم اور دوسرے کفار کے بارہ میں بھی ہے اور یہی حکم خوارج اور نواصب کے بارہ میں ہے۔

جواب دوسرے سوال کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قاذف بلاشبہ مرتد ہے اُس کو حاکم کے پاس لیجانا چاہئے اور جب گواہوں سے ثابت ہو جاوے کہ فی الواقع اُسنے قذف کیا ہے تو اس کو قتل کرنا چاہئے چنانچہ حدیث شریف میں ہے مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاقْتُلُوْہُ یعنی جو شخص اپنا دین تبدیل کرے تو اُسکو قتل کرو اور یہ حکم اسواسطے ہے کہ تا قاتل پر قصاص نہ عائد ہووے ورنہ جب کوئی شخص اپنے کان سے یہ کلام شنیع سُنے اور اُس کلام کے متکلم کو قتل کرے تو وہ عند اللہ ماخوذ نہیں البتہ اگر اُس کا معتبر گواہ نہ ہو تو وہ قاضی کے نزدیک مستوجب قصاص کا ہوگا اور اگر خوارج اور نواصب قذف و سب کریں تو اُنکے بارہ میں بھی یہی حکم ہے۔

تیسرے سوال کا جواب حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی تفضیل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ہر وجہ سے نہیں بلکہ علماء محققین نے لکھا ہے کہ حضرات شیخین میں بھی کسی سے ایک صاحب کی تفضیل دوسرے صاحب پر ہر وجہ سے ثابت ہونا محال ہے اس واسطے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاد سیفی و سنانی میں اور فن قضا و کثرت روایت حدیث میں اور ہاشمیت و حنفیت میں اور علی الخصوص اسوجہ سے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ زوجیت کی قرابت ہے افضل ہیں اور ان وجوہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر قطعی طور پر ثابت ہے اور ایسا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قطعی طور پر ان امور میں ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایمان لے آئے اور ایسا ہی پہلے نماز بھی پڑھی بلکہ مراد اس امر سے کہ حضرات شیخینؓ کو حضرت علیؓ پر فضیلت ہے یہ ہے کہ حضرات شیخینؓ کو حضرت علیؓ پر صرف ان امور میں فضیلت ہے اور سیاست امت و حفظ دین و سد باب

جوابات ذیل جو مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث و مفسر دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمائے

جواب پہلے سوال کا۔ بلاشبہ فرقہ امامیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت سے منکر ہے اور کتب فقہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے جس نے انکار کیا تو وہ اجماع قطعی کا منکر ہوا اور وہ کافر ہوگیا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے اَلرَّافِضِیُّ اِذَا کَانَ یَسُبُّ الشَّیْخَیْنِ وَیَلْعَنُھُمَا الْعِیَاذُ بِاللّٰہِ فَھُوَ کَافِرٌ وَاِنْ کَانَ یُفَضِّلُ عَلِیًّا کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَا یَکُوْنُ کَافِرًا لٰکِنَّہٗ مُبْتَدِعٌ وَلَوْ قَذَفَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا بِالزِّنَا فَقَدْ کَفَرَ یعنی رافضی جو برا کہتا ہو حضرات شیخین کو اور ان حضرات پر لعنت بھیجتا ہو نعوذ باللہ من ذالک تو وہ کافر ہے اور اگر برا نہ کہتا ہو مگر اس امر کا قائل ہو کہ حضرت ابوبکرؓ پر حضرت علیؓ کو فضیلت ہے تو وہ کافر نہیں البتہ بدعتی ہے اور اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں قذف کا مرتکب ہو تو وہ بھی کافر ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں یہ بھی لکھا ہے کہ مَنْ اَنْکَرَ اِمَامَۃَ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَھُوَ کَافِرٌ وَّعَلٰی قَوْلِ بَعْضِھِمْ ھُوَ مُبْتَدِعٌ وَلَیْسَ بِکَافِرٍ وَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ کَافِرٌ وَکَذٰلِکَ مَنْ اَنْکَرَ خِلَافَۃَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ اَصَحِّ الْاَقْوَالِ وَیَجِبُ اِنْکَارُ الرَّوَافِضِ فِیْ قَوْلِھِمْ بِرَجْعِ الْاَمْوَاتِ اِلَی الدُّنْیَا وَتَنَاسُخِ الْاَرْوَاحِ یعنی جس کو حضرت ابوبکر کے امام ہونے سے انکار ہو تو وہ کافر ہے اور بعض علما کے نزدیک وہ بدعتی ہے کافر نہیں اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور ایسا ہی جسکو حضرت عمرؓ کے امام ہونے سے انکار ہو تو زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور روافض کا جو قول ہے کہ اموات دنیا میں پھر واپس آتے ہیں اور تناسخ ارواح کا ثابت ہے تو روافض کے اس قول سے انکار رکھنا چاہئے یہ ترجمہ عالمگیری کی عبارت مذکورہ کا ہے اور عالمگیری میں اسی بیان میں یہ بھی ہے کہ وَھٰؤُلَآءِ الْقَوْمُ خَارِجُوْنَ عَنْ مِلَّۃِ الْاِسْلَامِ وَاَحْکَامُھُمْ اَحْکَامُ الْمُرْتَدِیْنَ یعنی یہ قوم یعنے روافض مذہب اسلام سے خارج ہیں اور ان لوگوں کے بارہ میں وہی احکام ہیں جو مرتد کے بارہ میں احکام ہیں یہ ترجمہ عالمگیری کی عبارت مذکورہ کا ہے اور جب روایات فقہ سے روافض کا کفر ثابت ہے تو انکی ملاقات کے بارہ میں وہی حکم ہے

ہے وہ عبارت یہ ہے تُعَلَّمُ الْعِلْمِ یَکُوْنُ فَرْضَ عَیْنٍ وَھُوَ قَدْرُ مَا یُحْتَاجُ اِلَیْہِ وَ فَرْضَ کِفَایَۃٍ وَھُوَ مَازَادَ عَلَیْہِ لِیَنْفَعَ غَیْرَہٗ وَمَنْدُوْبٌ وَھُوَ التَّبَحُّرُ فِی الْفِقْہِ وَحَرَامٌ وَھُوَ عِلْمُ الْفَلْسَفَۃِ وَالشَّعْبَذَۃِ وَالتَّنْجِیْمِ وَالرَّمْلِ وَعِلْمِ الْقَائِفِیْنَ وَالسِّحْرِ وَدَخَلَ فِی الْفَلْسَفَۃِ عِلْمُ الْمَنْطِقِ اِنْتَھٰی کَلَامُہٗ یعنی علم سیکھنا بقدر احتیاج کے فرض ہے اور اُس سے زیادہ غیر کی نفع رسانی کی غرض سے فرض کفایہ ہے اور فقہ میں تبحر حاصل کرنا مندوب ہے اور یہ علوم حرام ہیں یعنی علم فلسفہ اور شعبدہ اور نجوم اور رمل اور علم قیافہ اور سحر اور فلسفہ میں منطق بھی داخل ہے یہ فتاویٰ سراج المنیر کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ ہے اور ایسا ہی نصاریٰ کی نوکری کے بارہ میں کیا حکم ہے۔

آٹھواں سوال۔ غنا یعنی راگ سننے کے بارہ میں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک کیا حکم ہے اور اہلسنت سے کسی نے اُسکے جواز کا حکم دیا ہے یا نہیں۔

نواں سوال۔ خنثیٰ مشکل کے بارہ میں کیا حکم ہے اُسکا نکاح جائز ہے یا نہیں۔

دسواں سوال۔ بالفرض اگر ثابت ہے کُلُّ دُخَانٍ حَرَامٌ یعنی ہر طرح کا دھواں حرام ہے تو حقہ کے بارہ میں کیا حکم ہے حلال ہے یا حرام ہے اور یہ دونوں حدیث صحیح ہے یا نہیں ایک حدیث یہ ہے مَنْ اَکَلَ الْبَنْجَ لُقْمَۃً فَکَاَنَّمَا زَنٰی بِاُمِّہٖ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً وَمَنْ زَنٰی بِاُمِّہٖ مَرَّۃً فَکَاَنَّمَا ھَدَمَ الْکَعْبَۃَ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً یعنی جس نے بنج یعنی بنج اجوائن خراسانی ایک لقمہ بھی کھایا تو اُس نے گویا اپنی ماں کے ساتھ ستر مرتبہ زنا کیا اور جس نے اپنی ماں کے ساتھ ایک مرتبہ زنا کیا تو گویا اس نے ستر مرتبہ کعبہ کو منہدم کیا اور دوسری حدیث یہ ہے مَنْ اَکَلَ الْبَنْجَ وَمَاتَ عَلٰی ھٰذَا اَحْشَرَہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِی الْقِیَامَۃِ مَکْتُوْبًا بَیْنَ عَیْنَیْہِ ھٰذَا اٰیِسٌ مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ یعنی جس نے بنج یعنی اجوائن خراسانی کھایا اور اسی عمل پر وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسکو اس طرح اٹھاوے گا کہ اُسکی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا کہ یہ نا اُمید ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یعنی یہ دونوں حدیث صحیح ہے یا نہیں اور علاء الدین محمد ابراہیم تبریزی نے کہ امامیہ سے ہے تنبیہ الغافلین میں اُس کی تحقیق کی ہے اور کہا ہے کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔

لہ کتب لغت میں مذکور ہے کہ بنج کے معنے بھانگ نہیں بلکہ بنج درخت اجوائن خراسانی ہے اور ظاہر اسیاق کلام سے یہ معنی مراد نہیں مطابق ہوتا چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اس کے جواب میں آویگا کہ یہ دونوں معنے اس وجہ سے بھی بے اصل معلوم ہوتے ہیں کہ اس میں الفاظ رکیک ہیں واللہ اعلم ۱۲

سوالات عشرہ کہ شاہ بخارا نے عمدۃ المفسرین زبدۃ المحدثین صاحب الادب والتمیز مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کئے تھے اور جوابات کہ مولانا ممدوح نے حسب تفصیل ذیل فرمائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف ثابت ہے واسطے اللہ کے کہ وہ پالنے والا جہان کا ہے اور نہایت مہربان بخشش کرنیوالا ہے اور مالک روز جزا کا ہے اور رحمت کاملہ اور سلام نازل ہووے خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپکے سب آل اور اصحاب پر۔

پہلا سوال۔ فرقۂ امامیہ کہ فی زماننا انکا مذہب مروج ہے اُن کے ایمان واسلام کی بارہ میں کیا کہا جاوے اور بوقت ملاقات اُن کو سلام کرنا چاہیئے کہ نہیں۔

دوسرا سوال۔ اگر کوئی شخص قذف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا سب صحابۂ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مرتکب ہووے اور اُسکو کوئی شخص قتل کرے تو اُسکے قصاص کی بارہ میں کیا حکم ہے اور علی ہذا القیاس خوارج اور نواصب کے بارہ میں کیا حکم ہے۔

تیسرا سوال۔ اہلسنت کے نزدیک ثابت ہے کہ تفضیل شیخین پر اجماع ہے تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پر شیخین کی تفضیل ہر وجہ سے ثابت ہے یا نہیں۔

چوتھا سوال۔ تفضیلیہ کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں اور اگر اُس کے پیچھے اہلسنت نماز میں اقتدا کریں تو اس بارہ میں کیا حکم ہے۔

پانچواں سوال۔ حضرت معاویہؓ اور مروان کو برا کہنے کے بارہ میں اہل سنت کے نزدیک کیا ثابت ہے۔

چھٹا سوال۔ اگر حنفی مذہب کے بعض احکام میں شافعی کے مذہب پر عمل کرے مثلاً رفع یدین وغیرہ کرے تو اس بارہ میں کیا حکم ہے۔

ساتواں سوال منطق اور انگریزی پڑھنے کے بارہ میں کیا حکم ہے جائز ہے یا ناجائز ہے اور ایسا ہی علم فارسی کہ حدیث و قرآن کے سوا ہو اُسکے بارہ میں کیا حکم ہے اور فتاویٰ سراج المنیر کہ تصنیف تابع محمد مفتی کی ہے اُسکی کچھ عبارت خاکسار نے دیکھی ہے وہ گذارش

نشہ لے آتا ہے اور ایسی چیز کے حرام ہونے میں قلیل و کثیر برابر ہے یعنی ایسی چیز قلیل ہو تب بھی حرام ہے اور کثیر ہو تب بھی حرام ہے اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس کے حلال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حد خمر سے وہ نکل جاتا ہے اور فقہائے حنفیہ حقیقی خمر کے سوا اور دوسرے اشربہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اس قدر پینا حرام ہے کہ اس میں نشہ کا احتمال ہو تو یہ احادیث مشہورہ کے خلاف ہے کہ منجملہ ان احادیث کے بعض حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ یعنی جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ لے آتی ہو تو وہ چیز کم بھی حرام ہے اور بعض حدیث سے ثابت ہے کہ مَا اَسْکَرَ مِنْہُ الْجُرْعَۃُ فَجُرْعَۃٌ مِنْہُ حَرَامٌ یعنی جو چیز ایک گھڑا پینے سے نشہ لے آتی ہو تو وہ ایک گھونٹ بھی حرام ہے اور بعض حدیث میں ہے کہ مَا اَسْکَرَ مِنْہُ الْفَرَقُ فَمِلْءُ الْکَفِّ مِنْہُ حَرَامٌ یعنی جو چیز ایک فرق ہونے سے نشہ لے آتی ہو تو وہ بمقدار ہتھیلی میں آجانے کے بھی حرام ہے تو اس بارہ میں ان فقہا کو وقت ہے اور ان کو توجیہات ضعیفہ کی ضرورت ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ تحریم فی الواقع تحریم حقیقۃ نہیں بلکہ سدّ ذریعہ کے لئے ہے تا قلیل سے کثیر کی عادت نہ ہو جائے چنانچہ بوسہ لینا جوان روزہ دار کے حق میں منع ہے اور اجنبیہ عورت کے منہ کی طرف نظر کرنا منع ہے اس واسطے کہ اس میں فساد کا خوف ہے ورنہ فی الواقع حرمت کی علت اسکار ہے اور لیکن اس کی نجاست کے بارہ میں تو اس امر میں وہ قلیل ہو یا کثیر دونوں برابر ہے یعنی دونوں صورت میں وہ نجس ہے یہ بیان امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے مذہب کا ہے اور ہمارے نزدیک حق اس مسئلہ میں وہی ہے جو جمہور کے نزدیک ثابت ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمانوں کو مژدہ جانفزا!

دنیا میں کون دیندار مسلمان ہے جو قرآن مجید سے عشق نہیں رکھتا اور یہ نہیں چاہتا کہ قرآن حکیم کو پڑھنا ہزاروں برکتوں اور سعادتوں کا باعث ہے لیکن صرف قرآن حزائف کے پڑھنے سے اس کے مطالب و معارف سے واقفیت حاصل نہیں ہوتی اسلئے ضرورت ہے کہ اردو زبان مسلمان قرآن پاک کی تفسیر بھی پڑھیں تاکہ انکو معلوم ہو کہ ان قرآن حکیم کا مقصد کیا ہے اور اپنے رموز و حقائق سے کشف ہوں۔ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر مسلم مجیدی کانپور نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے نواسے حضرت مولانا شاہ اسحاق صاحب دہلوی کی "تفسیر موضح الفرقان" کو جو ایک بے مثال اور بے نظیر تفسیر ہے یہ تفسیر اردو میں آج مستند ہے کہ تمام عالموں نے اسے صحیح تسلیم کر لیا ہے اور سہل زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ ذالحقیقت حضرت شاہ صاحب نے اس تفسیر کو اپنے جد عالی اور بہت صاف ہے اسکو اردو پڑھے لکھے آدمی بھی بہت آسانی سے پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں۔ ضخامت ۶۰۰ صفحات سے زائد تقطیع کلاں۔ کتابت چھپائی عمدہ قیمت فی جلد سفید بدرہ روپیہ قیمت فی جلد سفید پندرہ روپیہ۔

آج ہی طلب فرمائیے! — پتا نوٹ کر لیں:- منیجر مطبع مجیدی کانپور

ایضاً از ارشادات مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ بجواب سوال سائل!

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک خمر کی تعریف یہ ہے هُوَ الَّذِیْ مِنْ مَّاءِ الْعِنَبِ اِذَا اشْتَدَّ وَغَلَا وَقَذَفَ بِالزَّبَدِ یعنی خمر وہ ہے کہ انگور کا پانی ہو اور وہ گاڑھا ہو جاوے اور جوش مارے اور اس میں کف آجاوے تو جب اُسکو خفیف جوش دیتے ہیں تو اُس کو عربی میں بازق اور فارسی میں بادہ کہتے ہیں اور وہ بھی بالاجماع حرام ہے اسواسطے کہ خفیف جوش دینے سے اُسکی حقیقت منقلب نہیں ہو جاتی اور خاصیت اسکار کی کہ بسبب رقت قوام اور سرعت نفوذ کے اُسمیں ہے وہ متغیر نہیں ہوتی اور جب اُس کو اسقدر جوش دیویں کہ اُس کا ایک ثلث کم ہو جاوے تو اُس کو مثلث کہتے ہیں اور وہ اصول حنفیہ کے موافق حلال ہے اس واسطے کہ اُس قوام متغیر ہو جاتا ہے پہلے پتلا قوام رہتا ہے اور اب اُسکا گاڑھا قوام ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے وہ خمر کی حد سے نکل جاتا ہے اور باقی اشربۂ مسکرہ کے مانند ہو جاتا ہے کہ وہ اُس قدر پینا حرام ہے کہ اس سے نشہ ہو جانے کا احتمال ہووے اور حد اسکار سے کم مباح ہے اور دیگر علماء اہل سنت کے نزدیک وہ بھی حرام ہے لِاَنَّ مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ یعنی جو چیز ایسی ہو کہ وہ زیادہ کھانے یا پینے سے نشہ لے آتی ہو تو وہ کم بھی کھانا یا پینا حرام ہے اور اگر اُس کو اس قدر پکاویں کہ وہ آدھا رہ جاوے تو اس کو منصف کہتے ہیں اور جمہوری بھی کہتے ہیں اس واسطے کہ اُس کو جمہور حلال جانتے ہیں اور اگر اُس کو اس قدر پکاویں کہ اس کا صرف ایک تہائی باقی رہ جاوے تو اُس کو طلا کہتے ہیں اور یہی طلا تھا کہ اس کو خلیفہ ثانی نے بمشورہ اور صحابہ کے اہل شام کے لئے تجویز فرمایا تھا کہ وہ لوگ شراب پینے کے خوگر تھے اور بعد اسلام کے اُسکو ترک کیا اور وہ لوگ مرض میں مبتلا ہوئے اور خلیفہ ثانی کے حضور میں اس امر کی شکایت کی تو خلیفہ ثانی نے بمشورہ اور صحابہؓ کے اُن کے لئے تجویز فرمایا اور جو تعریف طلا کی ہے وہی تعریف مثلث کی شرح وقایہ وغیرہ میں لکھی ہے اور اُس کو بھی مختلف فیہ لکھا ہے اور اُس سے مراد یہ ہے کہ پکانے سے جب اُسکا دو تہائی کم ہو جاوے اور صرف ایک تہائی باقی رہ جاوے تو اس میں پانی ملاویں اور اُس کو رکھ چھوڑیں تا اس میں اشتداد اور غلیان آجاوے اور جمہور کے نزدیک وہ حرام ہے اس وجہ سے کہ اُس میں اسکار ہوتا ہے یعنی وہ

تیری درگاہ میں اُن کی شرارتوں سے اور سورۂ تبت یدا اور سورۂ الم ترکیف کا پڑھنا بھی دفع اعدا کے لئے مجرب ہے۔

سوال۔ حسب ونسب وشرافت ونجابت کیا ہے

جواب۔ حقیقت حسب کی کسی شخص کے حق میں اُس کے خاندان کی بزرگی ہے بشرطیکہ وہ بزرگی آباء قریبہ میں سات پشت کے اندر ہو مثلاً کوئی شخص بادشاہوں کی اولاد یا امراء کبار کی اولاد سے ہو یا کسی بزرگ شیخ کی اولاد سے ہو یا کسی مشہور عالم کی اولاد سے ہو اور حقیقت شرافت نسب کی بزرگی خاندان کی ہے کہ آباء بعیدہ میں رہی ہو مثلاً حسینی ہونا اور ہاشمی ہونا اور علوی ہونا اور قریشی ہونا اور ابراہیمی ہونا اور علیٰ ہذا القیاس اور کوئی دوسری بزرگی ہو اور بعضے لوگ ہوتے ہیں کہ اُن کو دونوں امر میں فوقیت ہوتی ہے مثلاً اولاد حضرت غوث الاعظم علیہ رحمۃ کی کہ وہ لوگ سید بھی ہیں اور اُن میں خاص یہ بھی شرافت پائی جاتی ہے کہ وہ ایسے بزرگ عظیم الشان کی اولاد سے ہیں بعض لوگوں کے حق میں حسب ثابت ہوتا ہے اور اُن میں نسب کی شرافت نہیں ہوتی ہے مثلاً تیموریہ اور راجپوت اور بعض لوگوں میں نسب کی شرافت ہوتی ہے اور اُن کے حق میں حسب ثابت نہیں مثلاً قدوانیاں جاہل اور سادات بارہہ اور عوام کے عرف میں شرافت اور نجابت سے اکثر مراد نسب کی بزرگی ہوتی ہے۔

تمت

قارئین فتاویٰ عزیزی کی خدمت میں گذارش

مخدومنا! خدائے بزرگ وبرتر کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ عرصہ ۶۵ سال سے کتب خانہ ہذا ایمانداری اور خوش انتظامی کے ساتھ علوم دینی ودنیاوی اور قرآن پاک کی نشر واشاعت میں مصروف ہے۔ اور یہ حقیقت آپ حضرات پر بخوبی روشن ہے گذشتہ نصف صدی میں لاکھوں قرآن پاک اور علمی، مذہبی، تاریخی، اور ادبی کتابیں عربی، فارسی اور اُردو زبانوں میں ہمارے مطبع مجیدی کانپور نے ماہرین فن کی زیر نگرانی عمدہ اور صحیح شایع کرکے جو علمی خدمت انجام دی ہے اور اسوقت بھی بفضلہ تعالیٰ جس خدمت میں مصروف ہے ہم یقین کرسکتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے لیے باعث فخر ہے۔ آپ سے استدعا ہے کہ کتابی ضرورت پر ہمیشہ اپنا معزز آرڈر ارسال فرماکر کارکنان کتبخانہ کو خدمت اور شکر گذاری کا موقع دیں۔ قیمت میں ہر ممکن کفایت ورعایت برتی جاتی ہے، فرمائش کی تعمیل جلد خوش اسلوبی کیساتھ کیجاتی ہے۔ معاملہ کی صفائی کے لیے لاکھوں صاحبان معاملہ گواہ ہیں۔ فہرست کتب مفت ملتی ہے۔

المشتہر: منیجر کتبخانہ حاجی محمد سعید تاجر کتب نمبر ۵ ۸ خلاسی ٹولہ ویلسلی اسٹریٹ کلکتہ ۱۳

عاطفت میں اور اللہ تعالیٰ کی حمایت میں ایسا اللہ کہ وہ نہایت غالب اور نہایت بزرگ ہے اور نہایت قادر ہے اُس چیز سے بچانے پر کہ اُس سے ڈرتا ہوں اور پرہیز کرتا ہوں یہ ترجمہ دعاء مذکورہ کا ہے اور اس دعا کے بعد یہ کہے الٰہی بستم دست و پا و زبان و گوش و ہوش کسانیکہ مارا بد خواہند و بد ارادہ کنند از دزداں و رہزناں و عیاراں و ظالماں و اشرار خلق از درندگان و گزندگان و چرندگان و پرندگان بالف الف لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین یعنی اے پروردگار باندھا میں نے ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور کان اور ہوش اُن کا کہ وہ ہماری برائی چاہیں اور ہمارے حق میں بدنیتی کریں جو چور اور ڈاکو اور عیار اور ظالم لوگوں سے ہوں اور شریر خلق درندہ جانوروں سے ہوں اور جو کاٹنے والے جانوروں سے ہوں اور جو شریر خلق چرندوں اور پرندوں سے ہوں اور باندھا ہم نے اُن سبھوں کے ہاتھ وغیرہ کو ہزار ہزار لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم سے اور اور درود بھیجے اللہ تعالیٰ اپنے بہترین خلق حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب آل اور اصحاب پر اور یہ حصار پڑھنے کے بعد تین مرتبہ دستک مارے اور روانہ ہووے اور سواری پر پہلے اپنا داہنا ہاتھ رکھے اور خطرہ کی جو جگہ ہو وہاں یا حفیظ نوسو اٹھانوے مرتبہ پڑھے اور اپنی جان و مال اور ساتھیوں پر دم کرے اور سورۂ لایلاف اکثر پڑھا کرے اس کا لحاظ ضرور نہیں کہ باوضو ہووے اور یہ بھی ضرور نہیں کہ خاصکر کے بیٹھ کر اور قبلہ رو ہو کر پڑھے۔

سوال۔ دنیاوی دشمنوں کی شرارت دفع کرنے کے لئے جو ترکیب ارشاد ہووے خاکسار عمل میں لاوے۔

جواب۔ دنیاوی دشمنوں کی شرارت دفع کرنے کے لئے یہ دعا مجرب ہے اسکو گاہ گاہ پڑھا کرے اس میں قید طہارت اور عدد اور دیگر شرائط کی نہیں اور اسکی مداومت رہے وہ دعا یہ ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ یعنی اے پروردگار تحقیق کہ گردانتے ہیں ہم تجھکو اُن کے نحور میں یعنی اُن کی شرارت دفع ہونے کے لئے تجھ سے مدد چاہتے ہیں اور پناہ چاہتے ہیں

مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ یعنی اے پروردگار تیرا نام لے کر میں نے اپنا پہلو رکھا ہے اور تیرے حکم سے انشاء اللہ تعالیٰ اسکو اٹھاؤں گا بچا تو مجھکو اس ذریعہ سے کہ اس ذریعہ سے بچاتا ہے تو اپنے صالحین بندوں کو اور پناہ چاہتا ہوں تیری درگاہ میں شیاطین کے خطرات سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس آویں۔

سوال۔ سفر کرنے کی ترکیب جو ارشاد ہووے عمل میں حقیر لے آوے۔

جواب۔ جب سفر کا ارادہ ہووے اور روانگی کے لئے مستعد ہو جاوے تو دو رکعت نفل پڑھے اور یہ دعا پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَعَلٰى رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَخْرَجِ وَخَيْرَ الْمَوْلَجِ اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ هٰذَا وَاطْوِ لَنَا الْبُعْدَ وَكُنْ لَنَا صَاحِبًا فِي السَّفَرِ وَخَلِيْفَةً فِي الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ اَللّٰهُمَّ زَوِّدْنِيْ فِيْ سَفَرِيْ هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ وَتَرْضٰى یعنی اے پروردگار تیرا نام لے کر ہم نکلے اور تیرا نام لیکر ہم داخل ہوئے یعنی سفر میں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کیا اے پروردگار ہم سوال کرتے ہیں تجھ سے کہ اس سفر میں میری بھلائی ہووے اور یہ میرا سفر جانا بہتر ہووے اے پروردگار آسان فرما تو میرے حق میں یہ سفر اور میری راہ طے کرا دے اور تو میرا ساتھی یعنی مددگار سفر میں رہنا اور نگہبان میرے اہل و عیال کا تو رہنا اے پروردگار پناہ میں تو رکھ مجھکو سفر کی سختی سے اور ناکامیاب ہو کر پھر آنے سے اور واپس آنے پر اپنے مال اور اہل و عیال کی خراب حالت دیکھنے سے اے پروردگار توشہ دے تو مجھکو اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا اور اس عمل کی توفیق دے کہ اس سے تو راضی ہووے یہ ترجمہ دعاء مذکورہ کا ہے اور یہ دعا پڑھکر داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی اپنے سر کے گرد اگرد پھیرے اور اپنے مال و اسباب اور جانوروں و احباب کے گرد اگرد پھیرے اور کہے بِسْمِ اللّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَوْلَنَا حِصَارٌ وَّمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ قُفْلٌ وَّمِسْمَارٌ دَخَلْتُ فِيْ حِرْزِ اللّٰهِ وَفِيْ كَنَفِ اللّٰهِ وَفِيْ حِمَايَةِ اللّٰهِ الَّذِيْ هُوَ اَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَكْبَرُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ یعنی شروع کرتا ہوں میں نام سے اللہ کے نہیں ہے کوئی معبود قابل پرستش کے سوا اللہ کے اور یہ یعنی لا الہ الا اللہ گرداگرد ہمارے حصار ہے اور محمد رسول اللہ قفل اور میخ ہے میں داخل ہوا اللہ تعالیٰ کی پناہ میں اور اللہ تعالیٰ کے ظل

حزب البحر اس بارہ میں مجرب ہے۔

سوال۔ سب آفات سے محفوظ رہنے کے لیے جو تینتیس ۳۳ آیت پڑھنے کے واسطے ارشاد ہوا ہے وہ آیتیں کون کون آیت ہیں یا کسی مقام سے تینتیس آیت پڑھ لیوے اُس کی تفصیل ارشاد ہووے۔

جواب۔ وہ تینتیس ۳۳ آیت یہ ہے چار آیت شروع سورۂ بقر سے مفلحون تک اور تین آیت آیۃ الکرسی سے خالدون تک اور تین آیت آخر سورۂ بقر کی لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ سے آخر سورہ تک اور تین آیت سورۂ اعراف کی اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ سے اَلْمُحْسِنِیْنَ تک اور دو آیۃ آخر سورۂ بنی اسرائیل کی قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ سے آخر سورہ تک اور دس آیت شروع سورۂ والصافات سے لَازِبٍ تک اور تین آیت سورہ رحمٰن کی یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ سے فَلَا تَنْتَصِرَانِ تک اور تین آیۃ سورۂ حشر کی لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ سے آخر سورہ تک اور دو آیت شروع سورۂ جن کی قُلْ اُوْحِیَ سے شَطَطًا تک۔

سوال۔ تسخیر حکام کے لئے کون ترکیب ہے کہ ہمیشہ حکام زمانہ شفیق و مہربان رہیں اور کسی طرح کی اذیت نہ دیویں۔

جواب۔ جب اُنکے سامنے جاوے تو یَا رَحْمٰنُ کُلَّ شَیْءٍ وَّرَاحِمُہٗ یَا رَحْمٰنُ ستّرہ مرتبہ پڑھکر اپنے منہ پر دم کرے اور اپنے گھر میں حاکم کے گھر کی طرف متوجہ ہوکر یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ دو سو مرتبہ پڑھے اور دعا کرے کہ حق تعالیٰ اُس کا دل مسخر فرما دیوے اور یَا عَزِیْزُ کا عمل جو اوپر مذکور ہوا ہے وہ بھی اس بارہ میں مفید ہے۔

سوال۔ اکثر خواب میں عجیب و غریب حالات دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے کہ بیداری میں اُسکے دیکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ حالت وہم و خیال میں بھی نہیں گذری رہتی ہے اور وہ خواب باعث کدورت ہوا کرتا ہے تو اسبارہ میں کوئی ترکیب ارشاد ہووے۔

جواب۔ سونے کے وقت قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور آیۃ الکرسی ایک ایک مرتبہ پڑھنا چاہئے اور یہ سب پڑھکر اپنے سینہ اور منہ پر دم کرنا چاہئے اور اگر اس سے دفع نہووے تو یا شدید تین مرتبہ پڑھکر اوپر کے اپنے بدن پر دم کرنا چاہیے اور سونے کے وقت یہ دعا پڑھنا چاہیے بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُہٗ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِحْفَظْنِیْ مِنْ تَرْمِیْ جَنْبِیْ بِمَا تَحْفَظُ بِہٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ وَاَعُوْذُبِکَ

سوال۔ فراغت رزق کے لئے کوئی ترکیب ارشاد ہووے۔

جواب۔ بوقت چاشت چار رکعت نماز پڑھیں اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کریں اور سجدہ میں ایک سو چار مرتبہ یا وہّابُ پڑھیں اور اگر فرصت نہو تو صرف پچاس مرتبہ پڑھیں اور یہ بھی مجرب ہے کہ کسی رات میں سورہ واقعہ دو مرتبہ پڑھیں ایک مرتبہ مغرب کے بعد پڑھیں اور ایک مرتبہ عشا کے بعد پڑھیں اور نماز صبح کے بعد سو مرتبہ یا مُغنی پڑھیں اور اگر فرصت ہووے تو ایک ہزار ایک سو مرتبہ پڑھیں اور سورۂ مزمل نماز عشا کے بعد اکیس مرتبہ پڑھیں اور اگر زیادہ فرصت نہووے تو سات مرتبہ پڑھیں اور اگر اسقدر بھی فرصت نہو تو ایک مرتبہ پڑھے لیکن جب اس آیت پر پہونچے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا تو حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پچیس مرتبہ پڑھیں پھر اس کے بعد سورہ کو تمام کریں۔

سوال۔ ادائے قرض کے لئے ترکیب ارشاد ہووے۔

جواب۔ ادائے قرض کے لئے جو دعا مشہور ہے اس کو نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھنا مجرب ہے اور وہ دعا یہ ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ یعنی اے پروردگار پناہ مانگتا ہوں تیری درگاہ میں رنج اور غم سے اور پناہ مانگتا ہوں تیری درگاہ میں ناتوانی اور سستی سے اور پناہ چاہتا ہوں تیری درگاہ میں بزدلی اور بخل سے اور پناہ چاہتا ہوں تیری درگاہ میں غلبہ سے دین کے اور لوگوں کے قہر سے اے پروردگار تو بے نیاز فرماوے مجکو اپنے حلال کے ذریعہ سے اپنے حرام سے اور بے نیاز فرماوے تو مجھکو اپنے فضل کے ذریعہ سے غیروں سے۔

سوال۔ سب آفات اور بلیات اور مکروہات دنیاوی سے محفوظ رہنے کے لئے ترکیب ارشاد ہووے۔

جواب۔ تینتیس[۳۳] آیت شام کے بعد پڑھنا چاہیے اور اگر فرصت نہ ہو تو صرف آیۃ الکرسی دس مرتبہ صبح کو پڑھنا چاہئے اور یا حفیظ دو ہزار مرتبہ پڑھنا چاہیے اور

---

[۳۳] تینتیس آیت کا بیان اس کے بعد کے دوسرے جواب میں ہے ۱۲

سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً لِّيْ مِنْ حَوَآئِجِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

یعنی نہیں ہے کوئی معبود قابل پوجنے کے سوا اللہ کے کہ وہ دانا اور کریم ہے اور پاک ہے اللہ کہ وہ مالک عرش عظیم کا ہے اور پاک ہے اللہ کہ وہ مالک سات آسمان کا ہے اور مالک عرش عظیم کا ہے اے پروردگا سوال کرتا ہوں تجھسے ان امور کے لئے جو تیری رحمت کے واسطے وسیلہ ہوویں اور سوال کرتا ہوں تجھسے کہ تو میرے گناہ معاف فرماوے اور سوال کرتا ہوں تجھسے ہر طرح کی نیکی کے لئے اور اس لئے کہ ہر گناہ سے مجھکو تو بچانا اور میرے سب گناہ تو بخشدے اور میرا سب رنج دفع فرماوے اور دین اور دنیا کی میری سب حاجتیں تو پوری کردے یا ارحم الراحمین یہ ترجمہ دعاء مذکورہ کا ہے اور اعمال مشائخ میں ختم خواجگان بھی مجرب ہے اور اسکی ترکیب مشہور و معروف ہے اور یہ ختم بھی مفید ہے کہ یا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ ایک ہزار دوسو مرتبہ پڑھے اور اول آخر درود شریف دوسو مرتبہ پڑھے خواہ تنہا پڑھے یا وہ اور دوسرے لوگ شریک ہو کر سب لوگ مل کر یہ ختم پڑھیں۔

سوال۔ آبرو و حرمت محفوظ رہنے کیلئے ترکیب ارشاد ہووے۔

جواب۔ یا عزیز اکتالیس مرتبہ بوقت صبح پڑھے اور اپنے منہ پر دم کرے اور جب دربار میں صاحبان حکومت کے سامنے جانا منظور ہو تو اس وقت بھی یہ ترکیب مفید ہوتی ہے اور یہ مجرب ہے اور یہ ترکیب بھی مجرب ہے کہ چاندی کی انگوٹھی ہو اور اسکا نگینہ بھی چاندی کا ہو اور اس نگینہ پر یہ اسم یعنی عزیز بوقت شرف قمر کندہ کراوے اور شرف قمر کا وقت ہر مہینہ میں ہوتا ہے اور اہل نجوم سے اس کی تحقیق ہو سکتی ہے اور اس انگوٹھی میں عطر لگا کر احتیاط سے رکھدیوے اور جب دربار میں حکام کے سامنے جانا منظور ہووے تو داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنکر جاوے اور ایسا ہی جب عدالت اور کچہری میں جانا ہووے تو اسوقت کیلئے بھی مفید ہے اور مجرب ہے اور شکل مربع یہ ہے یعنی اس انگوٹھی کے نگینہ پر بھی نقش کندہ کرانا چاہیئے۔

ع	ز	ی	ز
ز	ی	ز	ع
ی	ز	ع	ز
ز	ع	ز	ی

لہ اپنے منہ پر دم کرنا اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ ملا کر منہ کے برابر نزدیک کرے اور دونوں ہاتھ پر دم کرے۔

ہوا ہے تو اُن بزرگوں سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ اس بزرگ کی قبر کے سرہانے کی جانب قبر پر انگلی رکھے اور شروع سورۂ بقرہ مفلحون تک پڑھے پھر قبر کے پائنتانہ کی طرف جاوے اور اٰمَنَ الرَّسُوْلُ آخر سورۂ تک پڑھے اور زبان سے کہے کہ اے میرے حضرت فلاں کام کیلئے درگاہ الٰہی میں دعا اور التجا کرتا ہوں آپ بھی دعا کریں اور سفارش کے ذریعہ سے میری مدد کریں پھر قبلہ کی طرف منہ کرے اور اپنی حاجت کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا اور التجا کرے اور وہ صاحبان قبر کہ اُنکا کمال معلوم نہیں اور اُنکا کمال مشہور نہوا اور متواتر طور پر معلوم نہوا تو اُنکا کمال معلوم کرنے کیلئے طریقہ یہ ہے کہ اوپر ترکیب زیارت قبور کے بیان میں جو اولیا اور صالحین کی قبر کی زیارت کا طریقہ لکھا ہے وہی عمل میں لے آوے اور بعد فاتحہ اور درود اور ذکر سبوح کے جب اپنا دل صاحب قبر کے سینہ کے سامنے کرے تو اگر اپنے دل میں راحت اور تسکین اور نور معلوم ہووے تو جاننا چاہئے کہ یہ قبر کسی بزرگ صاحب کمال کی ہے لیکن استمداد اولیا مشہورین سے کرنا چاہیے۔

سوال۔ حالات آئندہ دریافت کرنیکے لئے استخارہ وغیرہ کی ترکیب ارشاد ہووے۔

جواب۔ استخارہ کی ترکیب مشہور ہے اور قول جمیل میں مذکور ہے اور آسان طریقہ یہ ہے کہ شب چہارشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ میں برابر استخارہ اس ترکیب سے کرے کہ جب دنیاوی امور اور عشا کی نماز سے فارغ ہو جاوے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تین سو مرتبہ پڑھے پھر الم نشرح بسم اللہ کے ساتھ سترہ مرتبہ پڑھے اور اپنے سینہ اور منہ پر دم کرے اور درگاہ الٰہی میں دعا کرے کہ اے عالم الغیب فلاں امر میں جو کچھ ہونیوالا ہے وہ خواب میں یا بیداری میں ہاتف کے ذریعہ سے مجھکو تو معلوم کرا دے اور اس کے بعد سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اور اگر چاہے تو دعائے استخارہ کہ حدیث میں آئی ہے مع استخارہ اپنے مطلب کے تین مرتبہ پڑھے اور اپنے دل کی حالت پر لحاظ کرے تو اگر مصمم عزم اُس کام کا ہو جاوے تو وہ کام شروع کرے اور اگر عزم میں فتور ہووے تو موقوف رکھے اور استخارہ کی دعا مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے۔

سوال۔ دنیا کی مشکلات اور سختی دفع ہونیکے لئے ترکیب ارشاد ہو۔

جواب۔ دعاء الکرب باطہارت اور باوضو اور بلا قید عدد کے پڑھنا اس بارہ میں مجرب ہے اور وہ دعا یہ ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

جاوے تو سجدہ کرے اور اپنی حاجت کے لئے دعا کرے۔

سوال۔ اس زمانہ میں حلال روزی کس طرح میسر ہو سکتی ہے۔

جواب۔ سابق زمانہ میں چار صورت سے حلال روزی حاصل ہوتی تھی اور اس زمانہ میں بھی انھیں چار صورتوں سے حلال روزی حاصل ہو سکتی ہے اور وہ چار صورت یہ ہے ایک صورت نوکری ہے بشرطیکہ کفر اور ظلم میں اعانت کرنا اس میں نہو اور کوئی دوسرا کام بھی خلاف شرع اس میں نہو اور دوسری صورت زراعت ہے بشرطیکہ مزدور وغیرہ کے حقوق شرعی طور پر ادا کئے جاویں اور تیسری صورت تجارت ہے کہ وہ تجارت امور مباح کی ہو بشرطیکہ اس کے متعلق جو حقوق ہیں وہ ادا کئے جاویں اور ناپ اور وزن میں کم نہ دیا جاوے اور فریب وغیرہ امر ناجائز نہ کیا جاوے اور چوتھی صورت صناعت اور حرفت ہے جب اس میں بھی شرط مذکورہ کی رعایت کی جاوے۔

سوال۔ زیارت قبور کی ترکیب ارشاد ہووے۔

جواب۔ جب عوام مومنین کی قبر کی زیارت کیلئے جاوے تو پہلے قبلہ کی طرف پشت کر کے اور میت کے سینہ کے سامنے منھ کر کے اور سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورۂ قل ہو اللہ احد تین مرتبہ پڑھے اور جب مقبرہ میں جاوے تو یہ کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ وَاِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ یعنی سلام ہے تمام لوگوں پر اے اہل دیار مومنین اور مسلمین بخشش فرماوے اللہ تعالےٰ ہمارے حق میں اور تمھارے حق میں اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ ملنے والے ہیں اور اگر منجملہ اولیاء اور صلحا کے کسی بزرگ کی قبر کی زیارت کیلئے جاوے تو چاہئے کہ اس بزرگ کے سینہ کی طرف منھ کر کے بیٹھے اور اکیس مرتبہ چار ضرب سے یہ پڑھے سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ اور سورۂ انا انزلناہ تین مرتبہ پڑھے اور دل سے خطرات کو دور کرے اور دل کو اس بزرگ کے سینہ کے سامنے رکھے تو اس بزرگ کے روح کی برکات زیارت کرنے والے کے دل میں پہونچیں گے۔

سوال۔ یہ دریافت کرنے کی ترکیب ارشاد ہووے کہ صاحب قبر کامل ہے یا نہیں اور جب صاحب قبر کامل ہو تو اس سے استمداد کس طرح کرنا چاہئے۔

جواب۔ اہل قبور سے بعضے بزرگ کمال میں مشہور ہیں اور انکا کمال متواتر طور پر ثابت

سوال۔ نماز استسقا اور نماز کسوف اور نماز خسوف اور نماز عاشورہ کی ترکیب عنایت ہووے۔

جواب۔ چاہیے کہ نماز استسقا کے واسطے جماعت مسلمین کے ساتھ رئیس عیدگاہ میں برابر تین دن باہر نکلے اور پیدل جانا بہتر ہے اور پرانا اور مستعمل کپڑا پہنکر نکلنا چاہئے اور عید کی طرح زینت اور آراستگی نہ کرے اور خشوع اور خضوع اور شرمندگی کے ساتھ عیدگاہ میں جاوے اور دو رکعت نفل نماز پڑھے اور قرأت بلند آواز سے پڑھے اسکے بعد خطبہ پڑھے اور دعا کرے اور گناہوں سے بہت توبہ و استغفار کرے اور چاہیئے کہ امام اپنی چادر کا کنارہ اوپر کرے اور اوپر کا کنارہ نیچے کرے اور داہنے طرف کا کنارہ بائیں طرف کرے اور بائیں طرف کا کنارہ داہنے طرف کرے اور نہایت تضرع اور زاری کے ساتھ دعا کرے اور حدیث میں جو دعا آئی ہے وہ پڑھے اور وہ دعا یہ ہے اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئًا مُرِیْعًا نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ اَللّٰھُمَّ اسْقِ عِبَادَکَ وَبَھَائِمَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَاَحْیِ بَلَدَکَ الْمَیِّتَ یعنی اے پروردگار برسا تو ہمارے لئے بارش مفید خوشگوار تازگی کرنے والی نافع ہو مضر نہ ہو اور جلد مرحمت فرما دیر نہ فرمائے پروردگار سیراب کر تو اپنے بندوں کو اور اپنے چارپایوں کو اور شایع کر تو اپنی رحمت اور آباد کر تو اپنا ملک جو غیر آباد ہو رہا ہے اور نماز کسوف کی ترکیب یہ ہے کہ جمعہ کا امام لوگوں کے ساتھ دو رکعت نفل نماز پڑھے جسطرح اور دوسری نفل پڑھی جاتی ہے اسی ترکیب سے پڑھے اور قرأت اپنی مشہور بمعنی آہستہ پڑھے اور جتنی زیادہ قرأت ہو جاوے بہتر ہے اور اس کے بعد دعا اور استغفار میں مشغول رہے اسوقت تک کہ آفتاب روشن ہو جاوے اور نماز خسوف میں جماعت نہیں ہر شخص دو رکعت نفل نماز تنہا پڑھے اور اسکے بعد دعا اور استغفار میں مشغول رہے اسوقت تک کہ ماہتاب روشن ہو جاوے اور نماز عاشورہ کی ترکیب کتب مشائخ میں اس طرح پائی گئی ہے کہ عاشورا کے دن جب آفتاب بلند ہووے تو دو رکعت نفل نماز پڑھے پہلی رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی ایک مرتبہ پڑھے اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ حشر کا آخر پڑھے اور سلام کے بعد جسقدر چاہے درود شریف پڑھے اور مشائخ کی بعضی روایات میں یہ ترکیب ہے کہ چھ رکعت پڑھے اور پہلی رکعت میں سورۂ والشمس اور دوسری رکعت میں انا انزلنا اور تیسری رکعت میں اذا زلزلت الارض اور چوتھی رکعت میں قل ھو اللہ احد اور پانچویں رکعت میں قل اعوذ برب الفلق اور چھٹی رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھے اور جب نماز سے فارغ ہو

سوال۔ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہونیکے لئے اور آنجناب سے مرادیں استمداد کرنیکے لئے کوئی ترکیب ارشاد ہووے کہ حیز عمل میں لے آوے۔

جواب۔ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کی ترکیب بروقت موجود نہیں انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ نکال کر لکھی جاوے گی۔

سوال۔ جب کسی شخص کو مرض الموت میں گمان ہو جاوے کہ اب زندگی کی امید نہیں دو ایک روز میں یا اس سے کچھ زیادہ دن میں فوت ہو جاویگا تو اُس وقت موت کے قبل جب تک مریض کا ہوش و حواس باقی رہے اُس کو کیا کرنا چاہیئے یا ورثہ مریض کو اُس کی رفاہیت اور نجات کیلئے کیا کرنا چاہیئے۔

جواب۔ جب مریض زندگی سے مایوس ہو جاوے اور یہ معلوم ہو جاوے کہ اب جلد موت ہو جاویگی تو اُسکے وارثوں کو چاہیئے کہ پہلے غسل یا وضو یا تیمم کے ذریعہ سے بخوبی پاک کریں اور اُسکو چارپائی پر قبلہ رو لٹا دیویں اور اُسکے نزدیک شست و شو وغیرہ کر کے پاک صاف کر دیویں اور اُسکے نزدیک گلاب چھڑکیں اور وہاں عطر و خوشبو سے معطر کریں اور دنیا اور باقی ماندہ لوگوں کا ذکر و فکر اُسکے سامنے موقوف کریں گریہ وزاری ہرگز نہ کریں اور زن و فرزند وغیرہ اُسکے متعلقین کو اُسکے روبرو نہ کریں اگر وہ خود یاد کرے تو دو ایک مرتبہ اُن لوگوں کو اُسکے سامنے لے آویں اور اُسکے سامنے ہمیشہ کلمہ اور استغفار بلند آواز سے پڑھتے رہیں تا خود اُسکو یاد آجاوے اور وہ بھی پڑھے اور اسکو تاکید نکریں کہ کلمہ اور استغفار پڑھو بلکہ خود وقتاً فوقتاً کلمہ اور استغفار بلند آواز سے پڑھا کریں تا اُسکو یاد آجاوے اور قبر کی سختی اور حساب کا خوف اور آخرت کی شدت اُسکے سامنے ذکر نہ کریں بلکہ اللہ تعالےٰ کی وسعت رحمت کا ذکر کریں اور گناہوں کی بخشش کا تذکرہ کریں اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی عام شفاعت کا ذکر کریں اور ارواح صالحین خصوصاً مشائخ اور پیران طریقت کا تذکرہ اُسکے روبرو کریں اور وہ امور ذکر کریں کہ اس سے گنہگاروں کے گناہ زائل ہوتے ہیں اور یہ ذکر کریں کہ قلیل اعمال بھی قبول ہو جاتا ہے تا خوف پر اُسکی امید غالب ہووے اور جو کچھ اُسوقت وصیت کرے وہ خوشدلی سے قبول کریں اور ضامن ہو جاویں کہ یہ وصیت ضرور ضرور بجالاوینگے تا اُسکا دل متردد نہ ہووے اور اُسکے روبرو سورۂ یٰسین اور سورۂ الحمد اور سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھیں اور گاہ گاہ سورتیں اور آیات قرآنی پڑھا کریں۔

کے نظم میں لکھا جاوے تو نہایت حسب دلخواہ ہوگا۔

جواب۔ ضعف بصارت کیوجہ سے فقیر لکھ نہیں سکتا اور شجرۂ قادریہ فارسی زبان میں اور ہندی زبان میں بھی مع مناجات منظوم ہے جو پسند ہو اُس کی نقل لے لیویں۔

سوال۔ شجرہ قبر میں رکھا جاوے گا یا نہیں اور اگر رکھا جاوے گا تو کس ترکیب سے رکھا جاوے گا ارشاد ہووے۔

جواب۔ شجرہ قبر میں رکھنا بزرگوں کا معمول ہے اور اُسکا دو طریقہ ہے اوّل یہ کہ مردہ کے سینہ پر کفن کے اندر یا کفن کے اوپر رکھیں اور اس طریقہ کو فقہا منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مردہ کے بدن سے خون اور ریم بہتا ہے اور اس سے بزرگوں کے نام کے بارہ میں بے ادبی ہوتی ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مردہ کے سرہانے قبر میں چھوٹا طاق بنادیں اور اُس میں شجرہ کا کاغذ رکھ دیویں۔

سوال۔ جناب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی رویت کے وقت جو کچھ طریقہ آنجناب کو مرحمت ہوا تحریر فرما کر مرحمت ہووے یا اُسکا خلاصہ لکھوا کر عنایت ہووے۔

جواب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی رویت سے میں مشرف ہوا اور حضرت ممدوح کی بیعت سے سرفراز ہوا کچھ تذکرہ کے بعد فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں یعنی صحابہ کرام کے وقت میں اللہ کی طرف پہونچنے کے تین طریقہ جاری تھے اُس سے دو طریقہ موقوف ہوگئے یعنی نماز اور تلاوت قرآن شریف کی اور تیسرا طریقہ کہ ذکر ہے وہ باقی ہے مگر اُسمیں بھی بہت فرق ہوگیا ہے پھر نماز اور تلاوت قرآن کا طریقہ ارشاد فرمایا نماز کا طریقہ کہ بطور شغل کے ادا کیا جاتا ہے اُسمیں بہت طول اور تفصیل ہے اور اسوقت اپنی اور لڑکی کی بیماری سے تشویش ہے لکھنا دشوار ہے اور تلاوت قرآن کا طریقہ مبتدی کے لئے یہ ہے کہ خیال کرے کہ میں پڑھتا ہوں اور خدائے تعالیٰ سُنتا ہے اور خیال کرے کہ رب العالمین کے حضور میں قرآن شریف پڑھتا ہوں "یا شاگرد استاد کے سامنے پڑھتا ہے اور منتہی کیلئے طریقہ یہ ہے کہ خیال کرے کہ حق تعالیٰ پڑھتا ہے اور میں سنتا ہوں اور یہ سمجھے کہ میری زبان سے ادا ہوتا ہے مگر اُسکی عظمت اس طرح کرنا چاہیئے کہ گویا حق تعالیٰ فرماتا ہے اور میرا کان سنتا ہے اور یقین ہے کہ جب اِسطرح خیال کیا جاوے گا تو محبت کا غلبہ ہوگا جیسا عاشق صادق کو ولولہ ہوتا ہے جب بالمشافہ اپنے محبوب کا کلام سنتا ہے اور مدعا حاصل ہوگا۔ وَاللّٰہُ الْمُغْنِیْ

پڑھنے کے بارہ میں بھی روایت ہے۔

سوال۔ قبر میں جو سوال وجواب ہوتا ہی وہ حضرت پیر و مرشد کی دستخط و مہر ہو کر عنایت ہووے

جواب۔ قبر میں مومن کامل جو جواب دیتا ہے وہ موافق احادیث کے لکھا جاتا ہے مہر کی ضرورت نہیں اور یہ جواب ورد زبان کرنا چاہیے اور پارچہ پاک پر خوشبو سے لکھوا کر اپنے پاس رکھنا چاہیے وہ جواب یہ ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا وَّرَسُوْلًا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَّبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً وَّبِالْمُؤْمِنِيْنَ اِخْوَانًا وَّبِالصِّدِّيْقِ وَبِالْفَارُوْقِ وَبِذِى النُّوْرَيْنِ وَبِالْمُرْتَضٰى اَئِمَّةً رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ مَرْحَبًا بِالْمَلَكَيْنِ الشَّاهِدَيْنِ الْحَاضِرَيْنِ وَاَشْهَدُ بِاَنَّا نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰى هٰذِهِ الشَّهَادَةِ نَحْيٰى وَعَلَيْهَا نَمُوْتُ وَعَلَيْهَا نُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

یعنی گواہی دیتا ہوں یہ کہ نہیں کوئی معبود قابل بندگی کے سوا اللہ کے اور گواہی دیتا ہوں یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بندہ اللہ کے ہیں اور پیغمبر اللہ کے ہیں راضی ہوا میں اللہ سے ازروئے رب ہونے کے اور اسلام سے ازروئے دین ہونے کے اور راضی ہوا میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ازروئے نبی ہونے کے اور ازروئے رسول ہونیکے اور راضی ہوا میں قرآن سے ازروئے مقتدا ہونے کے اور کعبہ سے ازروئے قبلہ ہونے کے اور راضی ہوا میں مسلمانوں سے ازروئے بھائی ہونیکے اور راضی ہوا میں حضرت صدیق اور حضرت فاروق اور حضرت ذی النورین عثمان اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے ازروئے امام ہونیکے ان حضرات کی شان میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی رہی اور خوشی ہے دو فرشتوں کے آنے سے کہ گواہ ہیں اور موجود ہیں اور اے تم دونوں فرشتو گواہ رہو اسپر کہ ہم گواہی دیتے ہیں یہ کہ نہیں ہے کوئی معبود قابل پرستش کے سوا اللہ کے اور یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اسی شہادت پر ہم زندہ رہے اور اسی پر ہم مرگئے اور اسی پر قیامت میں اٹھائے جاویں گے اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے۔

سوال۔ ایک کپڑا مستعمل کفن کے لئے عنایت ہو۔

جواب۔ انشاء اللہ تعالیٰ دیا جاویگا۔

سوال۔ اگر شجرہ پیر و مرشد کے دست مبارک سے عربی یا فارسی عبارت میں بطور مناجات

سید الاستغفار ہے سونے کے وقت معنی کا لحاظ کر کے پڑھنا چاہئے اور سید الاستغفار کتاب سبیل الرشاد میں مذکور ہے اور اُس کتاب میں جو کچھ ہے وہ سب نفیس جواہر ہیں یعنی نہایت مفید ہے نقل کر لینا چاہیئے اور اُسکے موافق نماز اور وظیفہ پڑھنا چاہئے اور وہ کتاب گویا خلاصہ ہمارے خاندان کے طریقہ سلوک کا ہے خصوصًا فوائد سلوکیہ کہ حضرت والد ماجد سے طالبوں اور مریدوں کو حاصل ہوا اُس مجموعہ میں مندرج ہے اور حضرت شاہ محمد عاشق صاحب قدس سرہٗ نے اسکو تالیف فرمایا ہے بقدر چھ جزو کے ہوگی اور حضرت شاہ محمد عاشق صاحب قدس سرہٗ حضرت والد ماجد کے اجل خلفاء سے تھے۔

سوال۔ آداب تلاوت قرآن شریف کیا ہے۔

جواب۔ آداب تلاوت قرآن شریف یہ ہیں باتہذیب قبلہ رو بیٹھنا اور حروف بخوبی ادا کرنا اور مدّ و شد کا لحاظ رکھنا کہ وہ نہ چھوٹے اور وقف کرنا یہ سب آداب ظاہری ہیں اور آداب باطنی وہ ہیں کہ مبتدی کو چاہیئے کہ وہ تصور کرے کہ گویا رب العزت کے حضور میں تلاوت کرتا ہوں اور اللہ جل شانہٗ گویا اُستاد کی جگہ میں بیٹھکر سنتا ہے اور منتہی کو چاہیئے کہ تصور کرے کہ یہ کلام بلاواسطہ خاص رب العزت سے سنتا ہوں اور فرق دونوں صورت میں یہ ہے کہ پہلی صورت میں اپنی زبان سے پڑھنا ہوتا ہے اور اللہ جل شانہٗ کا سننا ہوتا ہے اور دوسری صورت میں حضرت رب العزت سے ارشاد ہوتا ہے اور اپنے کان سے سننا ہوتا ہے اور یہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے چنانچہ شیخ الشیوخ نے عوارف میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اِنِّیْ لَاَقْرَءُ الْاٰیَۃَ حَتّٰی لَاَسْمَعَھَا مِنْ قَائِلِھَا یعنی آیۃ پڑھتا ہوں اور بار بار اُسکا تکرار کیا کرتا ہوں اسوقت تک کہ وہ آیت اُسکے قائل سے یعنی اللہ تعالےٰ سے سُن لیتا ہوں اور شیخ الشیوخ نے عوارف میں یہ کلام نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ اُسوقت بمنزلہ درخت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہوتے تھے اور اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کہتے تھے۔

سوال۔ عذاب موت دفع ہونیکے لئے جو کچھ ارشاد ہووے عمل میں حقیر کے آوے۔

جواب۔ روایت سے ثابت ہے کہ سکرات موت آسان ہونے کیلئے ہمیشہ آیۃ الکرسی اور سورۂ اخلاص پڑھنا چاہیئے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ عذاب قبر دفع ہونے کے لئے ہمیشہ سورۂ تبارک الذی نماز عشا کے بعد سونے کے قبل پڑھنا چاہیئے اور ایسا ہی سورۂ دخان

البتہ فقیر کے والد ماجد نے دعا مسمّٰی بہ اعتصام عربی زبان میں تصنیف فرمائی ہے وہ نقل کرا کے لے لینا چاہیے اور رات دن میں ایک مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔

سوال۔ عفو گناہ اور خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے کیا پڑھنا چاہیئے۔

جواب۔ عفو گناہ کے لئے استغفار نہایت مناسب ہے اور خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے کلمۂ طیبہ کا زیادہ ذکر کرنا اور آیۃ الکرسی نماز کے بعد پڑھنا نہایت مفید ہے۔

سوال۔ عذاب قبر سے بچنے کے لئے کیا پڑھنا چاہیئے۔

جواب۔ ہمیشہ سورۂ تبارک الذی نماز عشا کے بعد سونے کے قبل پڑھنا چاہیئے اور سورۂ حٰمٓ السجدہ بھی نماز عشا کے بعد سونے کے قبل پڑھی جاوے۔

سوال۔ نفس امّارہ اور ابلیس لعین کے فریب سے بچنے کے لئے کیا پڑھنا چاہیئے۔

جواب۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ زیادہ پڑھنا چاہیئے اور ہمیشہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس نماز صبح اور نماز مغرب کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔

سوال۔ رمضان کے سوا اور کس مہینہ میں روزہ رکھنا چاہیئے

جواب۔ رمضان شریف کے سوا یہ روز بہتر ہے نویں ذی الحجہ کے روز کا نہایت ثواب ہے اور اس سے دو برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دسویں محرم کہ روز عاشورا ہے اُس دن کے روزہ کا بھی نہایت ثواب ہے اور وہ روزہ مسنون ہے اور اُس سے ایک برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اُسکے سوا یہ بھی مسنون ہے کہ ہر مہینہ میں تین روزہ رکھا جاوے اور بہتر ہے کہ تیرھویں اور چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو یہ روزہ رکھا جاوے اور اس طرح بھی سنت ادا ہو جاتی ہے کہ اول عشرہ میں ایک روزہ رکھا جاوے اور دوسرے عشرہ میں ایک روزہ رکھا جاوے اور تیسرے عشرہ میں ایک روزہ رکھا جاوے اور دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ مستحب ہے اور صبح شب برات کے دن کا روزہ اور شش عید کا روزہ بھی مستحب ہے اور عشرۂ ذی الحجہ کا روزہ بھی مستحب ہے مگر بقر عید کے دن روزہ رکھنا نہ چاہیے اور جسقدر ہو سکے رجب میں روزہ رکھنا مستحب ہے اور اسمیں بہت ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

سوال۔ کوئی درود شریف اور استغفار ہمیشہ وظیفہ کرنیکے لئے ارشاد ہو۔

جواب۔ اگر ہو سکے تو ہر شب ورنہ شب جمعہ میں ہمیشہ سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھنا چاہیئے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اور بہترین استغفار

میں کون کون نماز کس کس وقت پڑھنا ضروری ہے ارشاد ہو۔

جواب فرض اور سنت مؤکدہ اسیقدر ہے اور اگر ہو سکے تو چار رکعت نماز ایک سلام سے زوال آفتاب کے بعد اور نماز ظہر کے قبل ادا کرنا چاہیئے یہ مسنون ہے اور چار رکعت نماز فرض عصر کے قبل مستحب ہے اور نماز مغرب اور عشا کے درمیان صلوٰۃ الاوابین ہے اور یہ بھی مستحب ہے اور یہ نماز چھ رکعت بھی ثابت ہے اور بیس رکعت بھی ثابت ہے جسقدر ہو سکے ادا کرنا چاہیئے اور نماز اشراق کا وقت طلوع آفتاب کے بعد سے ایک پہر دن آنے تک رہتا ہے اور چاشت کی نماز کا وقت ایک پہر دن گذرنے کے بعد سے قریب زوال تک رہتا ہے اور تہجد کی نماز آدھی رات کے بعد سے صبح صادق تک ادا کرنا چاہیئے اور اشراق کی نماز دو رکعت ہے اور چار رکعت بھی ثابت ہے اور چاشت کی نماز چار رکعت اور تہجد کی نماز دو رکعت سے بارہ رکعت تک ہے یہ نماز بطور تراویح کے پڑھنا چاہیئے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرنا چاہیئے اور چار رکعت کے بعد تسبیح و تہلیل پڑھنا چاہیئے اور پھر دوسرا ترویحہ شروع کرنا چاہیئے۔

سوال پنجوقتی نماز کے بعد تسبیح اور مناجات پڑھنے کے بارہ میں کیا ارشاد ہوتا ہے۔

جواب۔ نماز صبح کے بعد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ سو مرتبہ پڑھنا چاہیئے اور نماز ظہر کے بعد اگر فرصت ہو تو حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ پانچ سو مرتبہ پڑھنا چاہیئے اور اگر فرصت نہو تو پچیس مرتبہ پڑھنا چاہیئے اور نماز عصر کے بعد تسبیح فاطمہ کہ جو مشہور ہی پڑھنا چاہیئے اور نماز مغرب کے بعد کلمہ تمجید سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ پانچ سو مرتبہ پڑھنا چاہیئے اور نماز عشا کے بعد درود شریف جاہے کوئی درود شریف ہووے سو مرتبہ مدینہ منورہ کی طرف رخ کرکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک کو حاضر و ناظر خیال کرکے پڑھنا چاہیئے۔

سوال۔ مناجات مندرجہ کلام اللہ و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہووے اور مناجات جو جناب عالی کے تصنیفات سے ہے فارسی زبان میں ہو یا عربی زبان میں ہو اُس سے بھی ارشاد ہووے۔

جواب۔ مناجات کہ کلام اللہ میں ہے اُسکو بعضے بزرگان نے جمع کیا ہے اُن سب مناجات کے شروع میں رَبَّنَا کا لفظ ہے اور مناجات کہ احادیث میں ہے وہ کتاب حصن حصین میں بقید اوقات و حالات مرقوم ہے اور فقیر نے کوئی مناجات نہیں تصنیف کی ہے

مجموعۂ رسائل خمسہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی

رسالۂ فیض عام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد رب العالمین ونعت سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وآلہ الطیبین واصحابہ التابعین کے واضح ہو کہ عاصی گنہگار نالائق ساکن موضع بردوان پرگنہ حویلی ڈھاکہ جلالپور ۱۲۲۹ھ ایک ہزار دوسو انتیس ہجری میں مرزا پور علاقہ بنارس سے دار الخلافت شاہجہان آباد میں گیا اور جناب ہدایت وارشاد مآب قبلۂ قبلہ پرستان وکعبۂ کعبہ شناسان محقق حق ویقین مدقق مسائل دین متین امام العابدین رئیس العارفین پیشوائے سالکین رہنمائے طالبین سرخیل محدثین سردفتر مفسرین افضل فضلاء زماں افصح فصحاء دوران محی مراسم دین محمدی مبطل مذاہب گمراہان ابدی وسیلۂ نجات عرصہ رستخیز مولانا مرشدنا شاہ عبدالعزیز محدث دام فیوضانہ وبرکاتہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت حاصل کی اور چند سوالات دینی ودنیوی کہ سالہا سال سے دلمیں تھے جناب ممدوح کے حضور میں عرض کئے اور جناب ممدوح نے ہر ایک کا جواب فرمایا کہ ہر جواب ہادی راہ ہدایت وتعلیم ومرشد طریق مستقیم ہے خداوند تعالیٰ توفیق مرحمت فرماوے کہ ان جوابات پر عمل ہو تا آخرت میں نجات ملے بمنہ وکرمہ۔

سوال۔ کس چیز کی برکت سے گناہوں سے نفرت ہوتی ہے اور اطاعت کی رغبت ہوتی ہے۔

جواب۔ اس مقصد کیلئے یہ مفید ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بہت پڑھنا اور نفی اور اثبات کلمۂ توحید کی اور اسکا ضرب شد ومد کے ساتھ قلب پر لگانا اور قل آعوذ برب الفلق اور قل آعوذ برب الناس صبح وشام پڑھنا یعنی ان امور سے گناہ سے نفرت ہوتی ہے اور طاعت کی رغبت ہوتی ہے۔

سوال۔ بوقت فجر دو رکعت سنت ہے اور دو رکعت فرض ہے اور بوقت ظہر چار رکعت سنت ہے اور چار رکعت فرض ہے اور دو رکعت سنت ہے اور بوقت عصر چار رکعت فرض ہے اور بوقت مغرب تین رکعت فرض ہے اور دو رکعت سنت ہے اور بوقت عشا چار رکعت فرض ہے اور دو رکعت سنت ہے اور تین رکعت وتر ہے یہ سب میں پڑھتا ہوں اسکے سوا پانچ وقت

ابراہیم نے فرمایا کہ کون بدعت دور کی ہے تو خواجہ سرا نے کہا کہ مسجد و شہر بیت المقدس سے ذکر جہری میں نے موقوف کرا دیا تو شیخ ابراہیم کروی نے یہ آیت پڑھی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا یعنی اور کون شخص زیادہ ظالم ہے اُس سے کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں منع کر دیا کہ وہاں اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جاوے اور اُن مسجدوں کی خرابی میں کوشش کی اور شیخ ابراہیمؒ نے چند روایات کہ فتاوی سے نقل کیا تھا پیش کیا اور فرمایا کہ اگر تقلید سے کام ہے تو آپ دوسرے کے مقلد ہیں اور میں دوسرے کا مقلد ہوں اور آپکی روایت مجھ پر حجت نہیں اور اگر تحقیق مقصود ہے تو گیند اور میدان موجود ہے اُس کے بعد شیخ ابراہیم کروی نے اثبات جہر میں چند رسالہ لکھے اُن میں سے بعضے رسالہ فقیر کے پاس بھی موجود ہیں حاصل کلام اتباع میں حق زیادہ احق ہے۔ والسلام

نور القلوب قرآن شریف مترجم بہ دو ترجمہ مع حواشی بے نظیر!!

دوسری جنگ عظیم کے بعد سے ہندوستان میں جو نیا یہ پہلا جواب بیشمار خوبیوں کا حامل مترجم بہ دو ترجمہ قرآن شریف ہے جو سالہا سال کی کوشش اور زر کثیر کے صرف سے نہایت اہتمام و اعتماء کیساتھ مطبع مجیدی کانپور میں چھپا ہے۔ اس قرآن حکیم کو بلاخوف تردید بیحد گرانی کا بہترین نمونہ کہا جا سکتا ہے کتابت ہندوستان کے نامور خطاط و نساخ مولوی عشتیاق احمد صاحب دیوبندی کی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی ماہر فن استاد نے نگینے تراش کر جڑ دیے ہوں۔ اس لحاظ سے اس قرآن پاک کو فن خطاطی کا ایک شاہکار کہیے، صحت میں انسانی کوششیں صرف کی گئی ہیں، کاغذ عکس سفید اعلیٰ درجہ کا لگایا گیا ہے، اور سطر اصل کو ہر بے بہا کو بہتر سے بہتر صورت میں پیش کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے اس بیان کی تصدیق ناظرین اسوقت کریں گے جب اسے ملاحظہ فرمائیں گے۔

زیر متن پہلا اردو ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ مولانا رفیع الدین صاحب محدث دہلوی کا ہے۔ جو ہند و پاکستان کے جملہ عقائد کے مسلمانوں میں بلا اختلاف مقبول ہے۔ اس ترجمہ کی خاص خوبی یہ ہے کہ یہ ایک ایک لفظ کے معنی بتاتا ہے۔ دوسرا اردو ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی کا ہے جو بامحاورہ سلیس اور عام فہم ہے۔ ہر دو ترجمے نہ حد اور خلل لفظی سے پاک ہیں۔

حاشیہ پر مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی نے بکمال عرق ریزی و تحقیق و تدقیق معتبر کتب و مستند تفاسیر سے نہایت مفید مضامین جمع کیے ہیں، اسلوب بیان نہایت سلیس و سادہ ہے مطالب آیات بوضاحت لکھے گئے ہیں، شان نزول جہاں تک مل سکی درج ہے۔ ربط آیات بھی تحریر کیا گیا ہے۔ نکات کی دلنشین وضاحت ہے۔ بعض بعض جگہ فقہ حنفی کی تشریح بھی ہے۔ قابل حل لغات کی تحقیقی وضاحت ہے۔ یہ عمل مناسب و صحیح روایات کا ذکر ہے اعمال و خواص آیات بتلائے گئے ہیں سورتوں اور بعض آیات کے فضائل کا بیان ہے۔ تاریخی واقعات بھی لکھے گئے ہیں اور یہ سب مضامین ان کتب سے لیے گئے ہیں۔ روح المعانی۔ تفسیر کبیر۔ درمنثور۔ مدارک۔ معالم۔ صاوی۔ تفسیر خازن۔ ابن کثیر۔ تفسیر احمدی۔ اتقان۔ بیضاوی۔ کشاف۔ لباب۔ سراج منیر۔ ہدایہ۔ درمختار۔ شمس بازغہ۔ مجربات دیر بی۔ اعمال قرآنی وغیرہا۔ شروع میں مقدمہ ہے جس میں قرآن شریف کے فضائل۔ آداب تلاوت۔ انبیاء علیہم السلام کے حالات۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ۔ ولادت۔ رضاعت۔ شق صدر۔ آپکی معیشت۔ ابتداء وحی۔ تبلیغ۔ معراج۔ ہجرت۔ آپکے اخلاق و شمائل وغیرہ کا بیان ہے۔ نیز حق کفار۔ جن نماز کی مقامات اور جن فرشتوں و ستاروں کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے انکی تشریح کی گئی ہے۔ رسم الخط بعض قواعد تجوید۔ موزانہ قاف وغیرہ کا بیان ہے۔ اور پورے قرآن شریف نیز ہر ہر سورۃ کا نقشہ بھی تحریر کیا گیا ہے۔

کاغذ عکس سفید گیزہ ۲۸ پونڈ وزنی ہے۔ جملہ صفحات ۸۸۰ ہیں۔ ہر صفحہ میں ۱۵ سطریں ہیں۔ تقطیع سوزوں ۲۲ × ۲۵ صفحہ کا طول ۱۱ انچ عرض ۷½ انچ ضخامت ۱½ انچ

بلا جلد بارہ روپیہ (۱۲/-) پارچہ سوا تیرہ روپیہ (۱۳/-) مجلد چرمی سولہ روپیہ (۱۶/-)

نوٹ:- تلاوت کے لیے نور القلوب قرآن شریف مترجم بہ دو ترجمہ کا انتخاب یقیناً آپکی توجہ کا مرکز بنے گا اور بہترین پسند کی دلیل ہوگا۔ نیز روپیہ کا صحیح مصرف

ملنے کا پتہ:- حاجی محمد سعید تاجر کتب نمبر ۵۸ خاصی اوڑہ کلکتہ ۱۳

کے بارہ میں آیا ہے اَفْضَلُ الْحَجِّ الْعَجُّ وَالثَّجُّ یعنی بہترین حج وہ ہے کہ اُس میں لبیک کہنے میں آواز بلند کی جاوے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں زیادہ جانور ذبح کیا جاوے اور قرآن کی فضیلت مشہور ہے اور روایت ہے کہ کُنَّا نَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالذِّکْرِ یعنی صحابہ کہتے تھے کہ ہم لوگ ذکر کی آواز سُنکر معلوم کرتے تھے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم نے نماز تمام فرمائی اور یہ بھی ثابت ہے کہ فَضْلُ الذِّکْرِ الَّذِیْ یَسْمَعُہُ الْحَفَظَۃُ عَلَی الَّذِیْ لَا یَسْمَعُہُ الْحَفَظَۃُ بِسَبْعِیْنَ ضِعْفًا یعنی وہ ذکر کہ اُس کو حفظہ یعنی فرشتگان نگہبان و نویسندگان اعمال سُنتے ہیں اُس ذکر کی فضیلت ستر درجہ زیادہ ہے بہ نسبت اُس ذکر کے کہ اُسکو فرشتگان نگہبان و نویسندگان اعمال نہیں سنتے اور طریقہ چشتیہ اور اویسیہ اور قادریہ کا کہ یہ سب حضرات ہمارے پیر ہیں ان سب طریقہ کی بنا ذکر جہری پر ہے اور یہ کہنا باطل ہے کہ یہ حرام ہے اور فعل حرام سے قرب الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ ذکر جہری سے جمعیت خاطر حاصل ہوتی ہے کہ اُس سے بڑھکر کوئی دوسری جمعیت نہیں اور جب حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ حج کے لئے گئے اور آپ کے جانے کے بعد خواجہ علاء الدین غجدوانی نے ذکر جہری کرنا شروع کیا اور جب حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ حج سے واپس تشریف لائے تو خواجہ علاء الدین غجدوانی نے عذر کیا کہ قوت باطن کی وجہ سے آپ کو ذکر جہری کی ضرورت نہیں لیکن ہم کو تو اس سے بڑا فائدہ ہوا تو حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ نے اس بارہ میں انکار نہ فرمایا اور حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ نے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی سے ذکر خفی کا طریق حاصل کیا تھا اور حضرت خواجہ نقشبندؒ کا عمل عزیمت پر تھا اسواسطے حضرت خواجہ نقشبندؒ خود ذکر جہری نہ کرتے تھے اور آپ کے ایسے لوگ کہ مسائل فقہیہ میں حدیث کو اجتہاد پر مقدم جانتے ہیں اگرچہ وہ اجتہاد مذہب حنفی میں ہو اگر اس امر میں شبہ کریں تو محض بیجا ہے اور حضرت خواجہ علاء الدین کا واقعہ مذکورہ مشہور ہے لیکن فقیر کو یاد نہیں کہ کس کتاب میں لکھا ہے اُس کی تلاش کی ضرورت نہیں ایک مرتبہ خواجہ سراعالم فقیہات بادشاہ روم کی طرف سے حج کے لئے مامور ہو کر مدینہ منورہ میں آئے اور شیخ ابراہیم کردی سے ملاقات کی اور کہا کہ اس سفر میں میں نے ایک بدعت عظیم دور کی ہے تو شیخ

ہے تو وہ یہ شغل اختیار کرتا ہے ورنہ ہرگز اس شغل کا خیال نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ اُسکا یہی خیال رہتا ہے کہ یہ خیال واقعی نہیں تو اُسکے لئے یہ شغل ہرگز مفید نہیں اور بلاشبہ ظہور اس معنی کا خود بخود تصفیہ قلب سے بخوبی ہوجاتا ہے اور تصنع اور تکلف کو اس میں دخل نہیں اور خواجہ خرد علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جب تک کوئی شخص توحید وجودی کا معتقد نہووے ممکن نہیں کہ اُس کو فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل ہووے منکر توحید وجود کے حق میں سب فنا پردۂ نورانیت میں ہے کہ غیر حق ہے اور تجلیات اُس کی سب انوار لطائف وغیرہ ہے نہ ظہور ذات حق تعالیٰ کا ہے اور تحقیق توحید وجودی کے لئے کلام طویل کی ضرورت ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ آیات کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ معیت اور قرب ذاتی ثابت ہے اور یہ جواب نہیں ہوسکتا ہے کہ اُن آیات اور احادیث کا ظاہر معنی مراد نہیں تاوقتیکہ ثابت نہووے کہ معیت اور قرب ذاتی ناممکن ہے اور یہ سب ہم لوگوں کے عقل کے خلاف ہے کتاب اور سنت کے خلاف نہیں اور یہ کیا انصاف ہے کہ مصنوعات شرعی کو غیر شرعی خیال کریں اور اپنی ناقص عقل کے خیالات کو امر شرعی قرار دیویں اور حدیث شریف میں ہے کہ لَوْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَى الْاَرْضِ السَّابِعَةِ السُّفْلٰى لَهَبَطَ عَلَى اللّٰهِ یعنی اگر تم رسی لٹکاؤ ساتویں زمین تک تو وہاں بھی وہ رسی اللہ کے پاس پہونچے گی اور حدیث شریف میں ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ الصَّدَقَةَ مِنَ الطَّيِّبِ یعنی تحقیق کہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے صدقہ جو مال طیب سے دیا جاوے یہ دونوں حدیث جامع ترمذی میں ہیں اور اسکے بیان میں لکھا ہے کہ سلف کا مذہب یہ ہے کہ ان حدیثوں کا ظاہر معنے بلاکیف مراد ہے حاصل کلام غیریت محضہ کی نفی اور اتحاد وحدت فی الجملہ نص سے ثابت ہے اور اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰهُ کی آواز آگ سے نکلنا اور کُنْتُ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ اس مدعی کے لئے واضح دلیل ہے اور انصاف سے دیکھا جاوے تو حضرت مجدد کے کلام سے وحدت وجود کی نفی ہرگز ثابت نہیں ہوتی بلکہ صرف اُسکے بعض اقسام کی نفی ثابت ہوتی ہے لیکن جو کچھ ذہن میں قرار پاجاتا ہے اُسکا جلد دفع ہونا دشوار ہے اور ہمیشہ اُسمیں بحث کرنا طرفین کی طاقت سے باہر ہے اور تیسرا مطلب حقیقت ذکر جہری کی ہے اور اصل یہ ہے کہ اُسکا انکار سراسر نادانی ہے اور قرآن شریف سے جہر صراحۃً ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ کَاَذَنَ اللّٰهُ لِشَیْءٍ مَّا اَذِنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے تغنی بالقرآن بطریق جہر کے لئے اجازت فرمائی ہے اور تلبیہ حج

محبوبیت کے اور مراد آثار محبوبیت سے سبقت کرنا مجاہدہ کا ہی مشاہدہ پر اور تیسرا معنی خرق حجب وجود کا ہی فنا اور بقا میں اور آراستہ کرنا باطن کا ہی ساتھ اخلاق صالحہ اور اقوال صالحہ فاضلہ کے اور چوتھا معنی وقوع سلوک کا ہے ساتھ طریق مصالحہ معاش کے ایسے طور پر کہ یہ مصالحہ فوت نہووے تو یہ مراتب سمجھکر اُسکی تلقین ہوسکتی ہے اُس شخص سے کہ وہ باطن کی قوت رکھتا ہو اور اُس نے فنا اور بقا کے مراتب کو طے کیا ہو واللہ اعلم واحکم۔

جواب تین مطالب کا

رقیمہ کریمہ پہنچا اُس میں تین مطلب تھا اوّل طریقہ سہروردیہ حضرت مجدد شیخ احمدؒ سرہندی کا اور یہ طریقہ اس ترتیب سے پہنچا کہ شیخ احمدؒ سرہندی کو اپنے والد شیخ عبد الاحدؒ سے پہونچا اور شیخ عبدؒ الاحد کو شیخ رکن الدین گنگوہی سے اور شیخ رکنؒ الدین گنگوہی کو اپنے والد شیخ عبدؒ القدوس سے اور شیخ عبدؒ القدوس گنگوہی کو اپنے شیخ شیخ قاسمؒ درویش اودھی سے اور شیخ قاسمؒ درویش اودھی کو اپنے شیخ سیدؒ بدھن بہرائچی سے اور شیخ سیدؒ بدھن بہرائچی کو اپنے شیخ سیدؒ اجمل سے اور شیخ سید اجملؒ کو اپنے شیخ سید جلالؒ عرف مخدوم جہانیاں سے اور مخدوم جہانیاںؒ کو دو سند سے یہ طریقہ پہنچا ایک سند یہ ہے کہ مخدومؒ جہانیاں کو اپنے والد سیدؒ احمد کبیر سے اور سید احمدؒ کبیر کو اپنے والد سیدؒ جلال بخاری سے اور سید جلالؒ بخاری کو شیخ بہاؤ الدینؒ زکریا سے اور دوسری سند مخدومؒ جہانیاں کی یہ ہے کہ مخدومؒ جہانیاں کو شیخ رکن الدینؒ ابو الفتح سے اور شیخ رکن الدین ابو الفتح کو اپنے والد شیخ بہاؤ الدین زکریا سے اور شیخ بہاؤ الدین زکریا کو صاحب طریقہ ہذا شیخ شہاب الدینؒ سہروردی سے یہ طریقہ پہنچا اور شیخ رفیع الدین امام اجداد سے حضرت مجددؒ کے ہیں اور امام شیخ بہاؤ الدین زکریا کے قبل ہوئے ہیں اور شیخ بہاؤ الدین زکریا خلیفہ شیخ رفیع الدین امام کے تھے تو یہ احتمال ہے کہ حضرت مجددؒ کو اپنے اجداد سے اس طریقہ کی اجازت پہونچی ہو بلکہ احتمال ہے کہ حضرت مجددؒ کے خاندان کا موروثی یہی طریقہ ہو اور طریقہ چشتیہ اور قادریہ اور نقشبندیہ حضرت مجدد اور حضرت مجدد کے والد کے اکتساب سے ہو اور دوسرا مطلب شغل ہمہ اوست کا ہی اور تحقیق اس کی یہ ہے کہ مراد اُس سے ایسی حالت حاصل کرنا ہے کہ اُس سے اضطرار قلب لازم آوے اور اُس کا دفع کرنا اختیار میں نہ رہے اگر کسی کا اعتقاد ہے کہ وحدت وجود ثابت

اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ یعنی پس اگر منازعت کرو تم لوگ کسی چیز میں تو چاہیئے کہ رجوع کرو اُس میں طرف اللہ اور رسول کے یہ ترجمہ آیۃ مذکورہ کا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ یعنی ہرگز نہ پڑھے کوئی تم لوگوں سے عصر مگر بنی قریظہ میں اور لفظ حین کے بارہ میں فتاوی خلفاء اربعہ میں جو اختلاف ہوا اُس کے سوا اور بھی بعض مسائل ہیں انمیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ مجتہدین کی رائے کو فروع میں صحیح فرمایا کرتے تھے اگرچہ ایک کی رائے بہ نسبت کسی دوسرے کے زیادہ صحیح ہوتی تھی اور ایسا ہی اُس شخص کا بھی قول ہے جو مجتہدین کے مذاہب کو حق کہتا ہے یہ حکم بالاتفاق چاروں مذہب میں ہے چنانچہ یہی صورت ہے کہ چاروں اہل مذاہب اقرار کرتے ہیں کہ اصل حق دائر ہے اور بعضے مسائل زیادہ صحیح ہیں بہ نسبت دوسرے مسائل کے اور رجحان کسی ایک مذہب کا دلیل ہونے سے گمان ہو سکتا ہے کہ شاید اس حدیث کا معارض کوئی دوسری حدیث ہووے یا اُس حدیث میں کوئی تاویل ہو سکتی ہو اور جو فقیر نے لکھا ہے وہ اولاً باعتبار افضلیت اور اولویت کے ہے اور اسیوجہ سے ترک رفع یدین کرتا ہوں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عدم وجوب کی بنا پر ہے تا موجب اتہام رفض نہو اور غیبت کا دروازہ نہ کھلے اسواسطے کہ عوام کو رفع اور اہل حق اور اہل باطل کی کیفیت معلوم نہیں خصوصاً افاغنہ اور تورانی کہ سابق میں غالب تھے اور زیادہ تھے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں صحابہ کا بھی اختلاف ہے تو اسوجہ سے بھی کسی ایک جانب کی تعیین مناسب نہیں۔

سوال حضرت سلامت بعد تسلیمات کے عرض ہے کہ سیر قدمی کے بارہ میں کیا ارشاد ہے اور سیری نظری کیا ہے اور یہ دونوں لفظ حضرت مجدد کے کلام میں واقع ہیں اور یہ بیان فرماویں کہ طریقہ جذب کا طریق تلقین کیا ہے اور طریقہ سلوک کا طریق تلقین کیا ہے۔

جواب۔ سیر نظری مراد مشاہدہ مقامی ہے بدون پانے اُسکے انوار اور آثار کے اپنے میں اور سیر قدمی سے مراد دخول ہے اُس مقام میں اور پانا اُسکے انوار اور آثار کو اپنے میں اور لفظ جذب اور سلوک کا چار معنی ہے پہلا معنے ٹوٹنا رشتۂ عقل کا ہے صدمہ وارد سے اور نہ ٹوٹنا اُسکا اور دوسرا معنی ظہور آثار مطلوبیت و محبوبیت کا ہے طالب میں اور ظہور آثار محبت و وجود طلب کا ہے مطلوب میں اور یہ معنی بھی بمضمون یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ کے نہیں ہوتا مگر ساتھ

وہی ہے اور ایسا کیوں نہو اسواسطے کہ اگر اُسکے خلاف وہم کیا جاوے تو سلب ایمان کی نسبت اکابر کیجانب لازم آویگی اور گویا رسالت کا دعویٰ اپنے مقتدا کے حق میں ہوگا اور دیدہ و دانستہ مقتدا کو مجوز خلاف امر رسول گمان کرنا لازم آویگا نعوذ باللہ من ذٰلک اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی مذہب کے گنہگار اس مذہب کے مجتہد کے حکم کے خلاف عمل کرتے ہیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنیسے اپنے مذہب سے کیوں خارج ہوجاوینگے اور سوال میں جو آیات مذکور ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرنیکے بارہ میں ہیں تو وہ آیات اسی معنی پر محمول ہیں اور اس امر میں کسی کو کچھ عذر نہیں اور فی الواقع اگر مقلدین مذہب کی تحقیق کریں تو معلوم ہوجاوے کہ تقلید کیوجہ سے یہ لوگ اس حد تک پہونچے کہ فقہا کا قول حدیث کے مقابلہ میں لے آتے ہیں اور فقہا کے قول کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ اس قبیل سے ہے کہ علما کو پیغمبری تک پہنچا دیا جاوے بلکہ ایسا ہی کہ انکو خدا کے درجہ تک اپنے گمان میں پہنچا دیا جاوے اسواسطے کہ ترمذی کی حدیث صحیح میں آیا ہے کہ عدی ابن حاتم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیہ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی تفسیر کے بارہ میں عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا یہ لوگ ان لوگوں کو یعنی اپنے علما اور زہاد کو خدا کی پرستش کے طور پر پوجتے تھے اور اُن لوگوں کو خدا جانتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن لوگوں کے قول کے موافق حلال و حرام جانتے تھے تو عدی ابن حاتم نے عرض کیا کہ ہاں یعنی فی الواقع یہ امر ثابت ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی مطلب رب بنا لینے کا ہے اور ظاہر ہے کہ منصب تکلیف شرعی مقرر کرنے کا اور منصب شریعت قائم کرنیکا خاص خدا کیلئے ہے اور بلا اُسکے حکم صریح کے کسی دوسرے کیلئے گمان کرنا کہ یہ منصب اُسکو حاصل ہے شرک محض ہے نعوذ باللہ من ذلک اور نص قاطع یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم صریح یقینی مثلاً اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ اور قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہیں کسی دوسرے کی شان میں نہیں اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم خاص مباحات میں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ

۱؎ ترجمہ تابعداری کرو اللہ کی اور تابعداری کرو رسول کی ۱۲ ۲؎ ترجمہ اور جو تابعداری کرے رسول کی تو اُس نے تابعداری کی اللہ کی ۱۲ ۳؎ کہدیجئے اے محمد صلعم کہ اگر دوست رکھتے ہو اللہ کو تو تابعداری کرو ہماری دوست رکھے گا تم لوگوں کو اللہ ۱۲

نماز اور روزہ اور زکوٰۃ ہے اور جیسا کہ نکاح اور بیع ہے تو اس صورت میں اختیار ہے کہ بعضے مسائل میں کسی مجتہد کے مذہب کے موافق عمل کرے اور بعضے مسائل میں کسی دوسرے مجتہد کے مذہب کے موافق عمل کرے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ جس مذہب میں جو مسئلہ اپنی خواہش نفسانی کے موافق ہو اُسکے موافق عمل کرے اور یہ درست نہیں ہے اسواسطے کہ یہ خواہش نفسانی کی اتباع ہے حکم خدا کی اتباع نہیں چنانچہ لکھا ہے کہ وہ شخص اشقیا سے ہے جو معاملۂ سود اور مشروبات میں حنفی کے موافق عمل کرے اور کھانے کی چیزوں میں مالکی کے موافق عمل کرے اور طہارت منی میں شافعی کے موافق عمل کرے اور ایسا ہی یہ جو مسئلہ ہے کہ جس عورت کے ساتھ نکاح کیا جاوے اور بعد نکاح کے اُسکے ساتھ جماع کیا جاوے تو اُس عورت کی لڑکی حرام ہو جاتی ہے اور ایسا ہی جس عورت کے ساتھ زنا کیا جاوے تو اُس کی لڑکی بھی حنفی کے مذہب کے موافق حرام ہو جاتی ہے اور شافعی کے مذہب میں زنا کی صورت میں اصلی لڑکی حرام نہیں ہو جاتی ہے تو اس مسئلہ میں وہ شخص اپنی خواہش نفسانی کی اتباع سے شافعیہ کے موافق عمل کرے تو وہ شخص اشقیا سے شمار کیا جاویگا اور پانچویں صورت یہ ہے کہ دوسرا جو مذہب اختیار کرے تو اُس مذہب کی روایت مرجوحہ کو اختیار کرے کہ اُس مذہب کے اکثر علما نے اُس روایت کو ترک کر دیا ہو تو یہ بھی درست نہیں اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو علوم عربیہ میں مزاولت حاصل ہو اور کتاب و سنت کو بلا تامل سمجھ لیتا ہو اور وہ شخص کوئی حدیث پاوے کہ محققین فن حدیث نے اس حدیث کو صحیح کہا ہو اور فقہائے اہلسنت کی جماعت کثیر نے اُسکے موافق حکم دیا ہو اور اجماع کے خلاف نہو اور معتبر اسنادوں سے اس حدیث کو دریافت کیا ہو اور شروح اور حواشی سے اُسکی تحقیق کی ہے کہ وہ حدیث منسوخ نہیں ہے تو اُس شخص کو چاہیئے کہ وہ حدیث چاہے کسی مذہب کی ہو اُسکے موافق عمل کرے اور جس مسئلہ میں ایسی حدیث نہ پائی جاوے تو چاہیے کہ جس مجتہد کے ساتھ اُسکا حسن ظن ہو اُس مسئلہ میں اُسکی تقلید کرے اور اس صورت میں شارع کے قول واضح کو صرف اس گمان سے ترک نہ کرے کہ صاحب مذہب نے اُسکے ترک کرنے کی دلیل بیان کی ہے اور ایسا ہرگز نہیں کہ صرف اسقدر مخالفت سے وہ اُس مذہب سے خارج ہو جاوے چنانچہ ائمہ اربعہ سے صراحتہً اور تاکیداً ثابت ہے کہ جو شخص ہمارے قول کیخلاف حدیث صحیح پاوے تو چاہیئے کہ وہ حدیث پر عمل کرے کہ فی الحقیقت ہمارا مذہب

تقلید کا پابند نہ رہیگا لیکن سب کو اپنا مذہب اختیار کر لینے کیلئے نہ کہے گا اسواسطے کہ اس میں فتنہ کا خوف ہے اس لئے وہ ایسا نہ کہیگا اور حاصل کلام یہ ہے کہ اگر اسوقت کوئی شخص اجتہاد کرنا چاہئے تو چاہئے کہ پہلے چند امور کو اپنے لئے لازم پکڑ لیوے تا رب العالمین مالک یوم الدین کے روبرو شرمندہ نہووے اوّل استنباط میں جودت فہم اور بلکہ تدقیق حاصل کرے اور کتب عربیت و قواعد منطق میں کمال حاصل کرے اور ضوابط فہم و تکمیل تحصیل ان کتابوں میں حاصل کرے اور دوسرے یہ کہ کتاب و سنت میں بطریق عبور و تدقیق کے مزاولت حاصل کرے اور تیسرے یہ کہ اپنا نفس خواہش نفسانی اور تعصب سے خالی کرے اور چوتھے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتصال روحانی حاصل کرے اور پانچواں امر تصفیہ نفس کا ہے تا ہیئات ظلمانیہ اور عمل نورانی میں جو فرق ہے اُسکو امتیاز کرے چنانچہ یہ وارد ہے اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَلَوْ اَفْتَاكَ الْمُفْتُوْنَ یعنی اپنے قلب سے فتویٰ طلب کر اگرچہ تجکو مفتیوں نے فتویٰ دیا ہو اور چھٹا امر یہ ہے کہ مذاہب فقہا سے اُسکو خبر ہو تا نقض اجماع لازم نہ آوے اور مذہب رکیک کیطرف میلان نہ کرے تو اگر یہ سب شرطیں میسر ہوویں تو اجتہاد اُسکے لئے زیبا ہے لیکن جو اس درجہ تک نہ پہونچا ہو وہ اگر چاہے کہ تقلید سے باہر نکلے اور بعضے مسائل میں دوسرے کے مذہب پر عمل کرے تو اُسکے لئے چند چیزیں لازم ہیں اور اس جمع مذاہب کو تلفیق کہتے ہیں اور اُسکی چند صورت ہے اوّل یہ کہ از روے دلیل کے بعضے ائمہ کا قول اُس نے قابل ترجیح پایا ہو اور اُسکے مخالف کے ادلہ پر بھی اُسکو عبور ہو تو ایسی صورت میں کوئی قید نہیں اُس مسئلہ میں حدیث صحیح غیر منسوخ ظاہر الدلالۃ کے موافق عمل کرے اگرچہ دوسرے مسائل میں وہ کسی دوسرے مجتہد کا مقلد ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی عمل ہو مثلاً وضو یا نماز یا روزہ یا کوئی معاملہ ہو اور اُسمیں کسی ایک مجتہد کے مذہب کے موافق عمل کرے اور باقی مسائل میں دوسرے مجتہد کے مذہب کے موافق عمل کرے تو اس صورت میں اگر بعض عمل شرط ہے کسی دوسرے بعض عمل کیلئے جیسا کہ مسائل حیض اور نواقض وضو کے کہ یہ شرط ہے نماز کیواسطے تو اس صورت میں احتیاط کرنا چاہئے کہ ایسا نہووے کہ عمل کسی مذہب کے موافق درست نہووے اور اگر وہ عمل سب مذہب کے موافق درست ہووے تو اُسکو اخذ بالاحتیاط کہتے ہیں اور اگر کسی ایک مذہب کے موافق وہ عمل درست ہووے تو اُسکو اخذ بالقول کہتے ہیں تیسری صورت یہ ہے کہ ایک عمل کو دوسرے عمل سے کچھ علاقہ نہو جیسا کہ

حاصل کرے اور ہر شخص کیا ناقص اور کیا متوسط اپنی استعداد کے موافق اجتہاد میں قدم رکھے تو اسقدر اختلاف واقع ہوگا کہ شریعت میں عبادات اور معاملات میں اتحاد درہم برہم ہوجاویگا اور امر معروف اور نہی منکر کا دروازہ مسدود ہوجاویگا چنانچہ جب تک لوگوں نے چار مذہب کو مستحکم نہ پکڑا تھا اور چار ائمہ کی تقلید اختیار نہ کی تھی تو اسلام میں کچھ زیادہ ستر فرقہ سے ہوگئے اور اُنکے بعد ہر فرقہ کے تابعین باقی رہ گئے اور پھر کوئی دوسرا مذہب اختراع نہیں کیا گیا اور متاخرین مجتہدین نے جو غور کیا تو جو فہم و کثرت عبور و صلاح قلب و نور باطن و بی طمعی و خلوص خواہش نفسانی سے اور زیادتی تقویٰ یہ امور جسقدر سابقین مجتہدین میں تھے وہ اپنے میں نہ پائے تو اور کچھ چارہ نہ دیکھا سوا اسکے کہ صرف سابق مجتہدین کے اقوال میں جرح و تعدیل کریں اور عربی کی لغت قدیم کی واقفیت میں بھی اپنے کو قاصر پایا اور اُن قرائن سے بھی اپنے کو محروم پایا کہ اُسکے ذریعہ سے استنباط ہوسکے اسوجہ سے اُن لوگوں نے اجتہاد کی راہ مسدود کردی تو اُن لوگوں کا یہی عذر رب العزت کے حضور میں ہے کہ خداوندا اپنی جدید رائے اختراع کرنے میں طرح طرح کا فساد دیکھا اور اتباع سلف میں دین کا استحکام زیادہ پایا اور اسی میں طاعات کے قبول ہونیکے زیادہ آثار دیکھے اسوجہ سے ناسخ و منسوخ و ظاہر و ماؤل و مطلق و مقید کی معرفت سلف کے ذمہ چھوڑا اسواسطے کہ اُنکے مانند ہماری قوت ان امور میں نہ تھی اور یہی مصلحتیں اب بھی موجود ہیں لیکن باوجود اسکے یہ ثابت نہیں کہ کسی مذہب کے اجتہاد کو حرام کہنا چاہیئے مگر ہر فرقہ کے متعصبین نے لَنْ نَّتْرُكَ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا کو اپنا ورد زبان کرلیا ہے اور دوسرے لوگوں سے چنانچہ اکثر فقہائے شافعیہ نے دوسرے کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے لیکن حنفیہ اور حنابلہ میں بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ تعصب ہے چنانچہ صاحب اشباہ والنظائر نے کہا ہے کہ اگر ہم سے لوگ پوچھیں کہ تمھارا مذہب کیسا ہے اور تمھارے مخالف کا مذہب کیسا ہے اور اصول سے ثابت ہے کہ مجتہد سے کبھی خطا بھی ہوجاتی ہے اور کبھی اُسکی رائے صائب بھی ہوتی ہے تو ہم کہیں گے کہ ہمارا مذہب حق ہے اسمیں احتمال خطا کا ہے اور ہمارے مخالف کا مذہب خطا ہے اسمیں احتمال ہے کہ حق ہو اور اگر تحقیق کیلئے اجتہاد کا دروازہ کھولا جائے تو پھر وہی خوف موجود ہے کہ لوگ ہماری تحریر کو قابل حجت نہ جانیں گے اور مذاہب سے کیلئے اختراع کرینگے اور حلال کو حرام کہیں گے اور حرام کو حلال کہیں گے اور شریعت میں خلل انداز ہونگے اور حق تعالیٰ اگر کسی کو واقعی اجتہاد کی قوت دیوے تو ظاہر ہے کہ وہ

مقلد اُن احکام میں اپنے مجتہد کی تقلید کرے تو اُسپر الزام آتا ہی کہ اُسکے لئے جس کی اطاعت کا حکم نہ تھا اُسکی اطاعت کی اور نص صریح اور حدیث صحیح کو چھوڑ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کے بارہ میں جو آیتیں ہیں اُنکو فراموش کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ یعنی تمسوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو تاراہ راست پاؤ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاتَّبِعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ یعنی تابعداری کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاتم پر رحمت ہووے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تم لوگوں کو حکم فرمایا ہے اُسپر عمل کرو اور جس چیز سے منع فرمایا ہی اُس سے باز رہو تو بموجب حکم اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمایا ہی فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اگر تم نہ جانتے ہو تو اہل ذکر سے دریافت کرو یعنی بموجب اس آیت کے اسبارہ میں سوال کرتا ہوں اور امیدوار جواب شافی کا ہوں۔

جواب۔ متاخرین مجتہدین سے چندطرح کے گذرے ہیں انمیں سے ایک جماعت ایسی ہوئی ہے کہ اُن لوگوں کو کچھ اجتہاد اور ترجیح کا درجہ حاصل تھا اور ایک جماعت ایسی ہوئی ہی کہ اُن لوگوں کو دوسرے علوم میں کمال حاصل تھا لیکن علوم شرعیہ میں یعنی تفسیر حدیث وفقہ میں ان لوگوں کو کم مزاولت حاصل تھی وہ لوگ خود اجتہاد نہیں کرسکتے تھے اور مجتہدین کی پہلی جماعت جن کا ذکر اوپر ہوا ہے اُنمیں سے بعضے مجتہدین فقہ میں زیادہ مزاولت رکھتے تھے اور اُن لوگوں کو قرآن وحدیث میں کم مزاولت تھی اور اُن لوگون کو بھی اجتہاد کا درجہ حاصل نہ تھا اور پہلی جماعت میں سے اکثر مجتہدین کو قرآن وحدیث سے استنباط کرنیکا ملکہ حاصل نہ تھا البتہ اُن لوگوں نے فوائد قیود اور رفع اختلافات کتب میں ملکہ حاصل کیا تھا اور بعض مجتہدین کو استنباط کا ملکہ حاصل تھا اور کتاب وسنت پر عبور تھا اور اختلافات فقہا سے اُن لوگوں کو زیادہ معرفت حاصل تھی مگر مصلحۃً اُن لوگوں نے اجتہاد کی راہ میں قدم نہ رکھا اور وہ مصلحت یہ ہی کہ آدمی کے مقتضائے طبیعت سے ہی کہ ہر شخص اپنے فہم پر ناز کرتا ہی اور اگرچہ دوسرے کے کمال کا بھی اجمالاً اعتقاد کرتا ہی لیکن جب کسی امر میں اُسکی اپنی کوئی خاص رائے قرار پاجاتی ہے تو اگر اُس کے خلاف دوسرے کسی ایسے شخص کی بھی رائے ہو جو اُسکے گمان میں افضل ہو تب بھی اُسکی رائے قبول نہیں کرتا تو جب اُسکے کسی ہم درجہ کی رائے اُسکے رائے کیخلاف ہووے تو اُس ہم درجہ کی رائے پر اُسکو کیا لحاظ ہوگا تو اگر کوئی شخص کسی وقت میں شروط اجتہاد کو

اس سے تعارض کرنے کی ہمکو ضرورت نہیں ہم نے صرف اُن امور کو بیان کیا ہی جو اس سے خلاف ہیں تو اس امر کو بغور و فکر سمجھ لینا چاہیئے اور یہ امر کہ اللہ تعالیٰ کا نام رمضان بھی ہے تو مجاہد کے قول سے یہ ثابت ہی اور غالباً مجاہد نے کسی ثقہ سے سُنا ہوگا اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفیہ شرع میں وارد ہونے پر موقوف ہیں عقل کو اُسمیں مستقل طور پر دخل نہیں اور ممکن ہے کہ سبب تسمیہ یہ ہو کہ لفظ رمضان سے حرارت اور سوزش مفہوم ہوتی ہی اور یہ اثر اللہ تعالیٰ کی صفات جلالیہ میں ہے چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہی کہ حِجَابُہُ النُّوْرُ لَوْ کَشَفَ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْہِہٖ مَا انْتَھٰی اِلَیْہِ بَصَرُہٗ مِنْ خَلْقِہٖ یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے حجاب نور کا ہی اگر وہ پردہ اٹھا دیوے تو اُسکی شعاع وہانتک جلا دیگی جس مقام تک اُسکی توجہ ظاہر ہوگی یہ مضمون حدیث مذکور کا ہے اور یہ امر اس سے بھی ثابت ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَۃً لَاحْتَرَقْتُ یعنی اگر اپنے مقام سے اوپر اپنی انگلی کا سر بھی بڑھاؤں تو وہ انگلی جلجاوے گی اور یہ بھی روایت سے ثابت ہی کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی سے کوہ طور جل گیا تو ہوسکتا ہے کہ اسیوجہ سے اللہ تعالیٰ کا نام رمضان بھی ہو اور مشہور صرف یہ ہو کہ یہ ایک مہینہ کا نام ہے اور یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اختلاف فصول اور اختلاف ایام اور اختلاف ظلال شمس کی بنا پر خلق کی پیدائش کا انتظام کر رکھا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ حج اور روزہ اور عیدین شرع میں چاند کے اعتبار سے ہیں اور سر اس میں دو امر ہیں ظاہر اور باطن اور ظاہر اسر یہ ہے کہ شہور قمریہ کا اختلاف اس اعتبار سے ہی کہ جس میں شہور قمریہ میں ظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے اور شہور خمسہ جو باطن انسان میں ہی وہ ظلمت سے خالی نہیں کسی قدر اُسمیں انوار ضعیفہ ہے تا ظلمت طبعیہ دفع ہووے اور ضوابط شرع محفوظ ہووین اور شمس حقیقی ظلمت ظاہری کو دور کرتا ہی تو اس وجہ سے مناسب ہوا کہ شرع کا انتظام اُسپر رکھا جاوے اور تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ اور یہود کی عبادت اور عید کی نا بھی شہور قمریہ پر ہی البتہ موسم کا اعتبار اُس کی بنا پر نہیں واللہ اعلم۔

سوال۔ کوئی مقلد کہ کسی ایک مجتہد کے ساتھ اُسکا حُسن ظن ہے اور اُسکی اقتدا کرتا ہے اور بعضے شرعی احکام ہیں کہ اُنمیں اُس مجتہد کا قول کتاب اور سنت کیخلاف ہی اور اکثر علماء دین کا بھی قول اُن احکام میں اُس مجتہد کے قول کیخلاف ہی تو اس مقلد کو کیا کرنا چاہیئے کہ قیامت میں مواخذہ سے بری ہووے اسواسطے کہ ظاہر معلوم ہوتا ہی کہ ایسی صورت میں اگر وہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتا ہی اسکو زیادہ برکت ہوتی ہے اور ظاہر ہی کہ برکت عامہ آلہیہ کے بعد درجہ باعتبار فضیلت کے برکت عامہ نبویہ کا ہی اور جبکہ برکت خاصۃً للہ ہی اور برکت شعبان کی برکت خاصہ نبویہ ہی کہ خاص ان لوگوں کیلئے یہ برکت ہی کہ وہ لوگ عبادت میں زیادہ محنت کریں اور نوافل میں زیادہ مشغول رہیں اسواسطے کہ اس مہینہ کی نسبت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور بعد برکت عامہ کے فضیلت برکت خاصہ کی ہے اور ذی الحجہ کی برکت خاصۃً للہ ہی اور ایک خاص مقام میں ہی یعنی مکہ معظمہ میں کہ وہاں اس مہینہ میں حج ہوتا ہی لیکن اس سے مستفید ہر جگہ کے لوگ ہوتے ہیں اور ایسا ہی شوال اور ذیقعدہ کی برکت خاصۃً للہ ہی اسواسطے کہ ان مہینوں میں بعض افعال حج کے ادا کئے جاتے ہیں اور شوال میں رمضان شریف کی برکت بھی باقی رہتی ہے اور یہ امر ذیقعدہ میں نہیں اور اسی وجہ سے ذیقعدہ پر فضیلت میں شوال مقدم ہی اور محرم کی برکت زیادہ تر امم سابقہ میں تھی البتہ اس مہینہ میں اگر ظاہر اسید الشہداء یعنی حضرت امام حسینؓ کو تکلیف ہوئی لیکن اسکے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے درجہ شہادت کا عطا فرمایا اور اسیوجہ سے یہ مہینہ باعتبار فضیلت کے اور بزرگ مہینوں سے مؤخر ہی اور باقی مہینوں میں کسی مہینہ کو کچھ خصوصیت نہیں اور شعبان کی برکت شب برات کیوجہ سے ہی اور اس سبب سے بھی ہی کہ ایک سال آئندہ کیلئے خلق کے حق میں رزق وغیرہ امکے حوائج کے بارہ میں اندازہ کردیا جاتا ہی اور ذی الحجہ کی فضیلت اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مَا مِنْ اَیَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْھَا اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّۃِ یَعْدِلُ فِیْھَا صِیَامُ کُلِّ یَوْمٍ مِّنْھَا بِصِیَامِ سَنَۃٍ وَقِیَامُ کُلِّ لَیْلَۃٍ بِقِیَامِ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عمل صالح کی جسقدر زیادہ فضیلت عشرہ ذی الحجہ میں ہی اسقدر زیادہ فضیلت کسی دوسرے دن میں نہیں عشرہ ذی الحجہ کے ایک روزہ کا ثواب ایک برس کے روزہ کے ثواب کے برابر ہے اور عشرہ ذی الحجہ کے ہر رات کی یہ فضیلت ہی کہ اسمیں نماز پڑھنے کا اسقدر ثواب ہی کہ جسقدر ثواب شب قدر میں نماز پڑھنے کا ہی یہ ترجمہ حدیث مذکورہ کا ہی اور روز عرفہ کی برکت یہ ہے کہ اس دن روزہ رکھنے سے دو برس گذشتہ اور دو برس آئندہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور محرم کی فضیلت یہ ہی کہ اُس سے سال شروع ہوتا ہے تو شیخ محی الدین ابن عربی نے ادھر توجہ نہ کی اور باوجود اسکے اصل یہ ہی کہ شیخ نے جو ترتیب بیان کی ہے وہ بداتہ ہے

رَمَضَانُ ثُمَّ شَهْرُ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَجَبُ ثُمَّ شَعْبَانُ ثُمَّ ذُوالْحِجَّۃِ ثُمَّ شَوَّالُ ثُمَّ ذُوالْقَعْدَۃِ ثُمَّ الْمُحَرَّمُ یعنی سب مہینوں میں افضل ہم لوگوں کے نزدیک رمضان ہی پھر ربیع الاول ہے پھر رجب ہے پھر افضل شعبان ہے پھر ذی الحجہ ہی پھر شوال ہے پھر ذیقعدہ ہے پھر محرم ہے۔ اور محی الدین ابن عربی نے اسکی بہت وجہیں بیان کی ہیں اور پھر کہا ہے کہ شہور قمریہ کے بارہ میں یہی میرے نزدیک ثابت ہوا ہے اور باقی مہینہ یعنی صفر اور ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ اور جمادی الثانی یہ سب مہینہ باہم فضیلت میں برابر ہیں اور یہی میرا گمان غالب ہی اسواسطے کہ میرے نزدیک ثابت نہوا کہ ان چار مہینوں میں سے کسی مہینہ کی فضیلت دوسرے کسی مہینہ کی فضیلت سے زیادہ ہے اور یہ مناسب نہیں کہ وہ بات کہوں جو میرے نزدیک ثابت نہیں اور محی الدین ابن عربی نے دوسرے مقام میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب مہینوں میں رمضان شریف کو زیادہ فضیلت دی ہی اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے یہ مہینہ مسمّٰی ہے اسواسطے کہ ثابت ہی کہ رمضان شریف اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہی اسوجہ سے اسکی زیادہ فضیلت باعتبار اور سب مہینوں کے ہوئی اور احکام شرعیہ شہور قمریہ کی اعتبار سے ہیں شہور شمسیہ کے اعتبار سے نہیں تو اب سوال چند امور کے بارہ میں ہی کہ کیا مہینوں کے فضائل مذکورہ صحیح ہیں اور کیا رمضان اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہی تو رمضان کا معنی کیا ہی اور اسکی وجہ کیا ہی کہ شرعی احکام شہور قمریہ کے اعتبار سے ہوئے اور شہور شمسیہ کے اعتبار سے نہ ہوئے۔

جواب۔ ظاہر ہے کہ کسی چیز کی فضیلت دوسری چیز پر باعتبار اختلاف مقاصد کے مختلف ہوتی ہی مثلاً امر کے نزدیک بہ نسبت گھوڑے کے ہاتھی زیادہ بہتر ہے اور مجاہدین کے نزدیک بہ نسبت ہاتھی کے گھوڑا زیادہ بہتر ہے اور کھیتی کرنیوالوں کے نزدیک عرب میں بہ نسبت ہاتھی اور گھوڑے کے اونٹ زیادہ بہتر ہے اب اس تمہید کے بعد کہتا ہوں کہ رمضان شریف کی برکت تو عام طور پر ہی اسواسطے کہ اسمیں قرآن شریف نازل ہوا اور اسمیں روزہ فرض ہی اور اسمیں شب قدر ہی اور شب قدر کے فضائل مشہور ہیں اور ربیع الاول کو فضیلت اسوجہ سے ہی کہ اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور اسوجہ سے اس امت کیلئے یہ مہینہ باعث برکت ہوا کہ اس مہینہ میں جسقدر درود کا ورد کیا جاتا ہی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہوتا ہی اور جسقدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب رسانی کیجاتی اسیقدر زیادہ برکت اُسکے حق میں ہوتی ہی جو زیادہ آنحضرت صلعم پر درود بھیجتا ہی اور زیادہ ثواب رسانی آنحضرت

ہے اور اس اسناد میں علاقہ ظرفیت زمانی کا ہے۔

سوال۔ ترکوں نے کہ بارہ سال کو جانوروں کے نام سے قرار دیا ہے اسکی کیا وجہ ہے اور عوام کہ اُس کو سواری نوروز کا کہتے ہیں اس کا کیا معنی ہے۔

جواب۔ ترکوں نے مناسبات خفیہ میں غور و فکر کر کے یہ سب نام مقرر کئے ہیں مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ صرف اصطلاح ہے یا استقراء ناقص سے یہ سب نام رکھے گئے ہیں مثلاً ان حیوانات کی پیدائش ان برسوں میں زیادہ ہوئی یا لوگوں کا میلان اُن حیوانات کی صفات مالوفہ کی طرف زیادہ ہوا ہو اور لوگ جو اُس کو سواری نوروز کہتے ہیں تو یہ محض واہی توہم ہے۔

سوال۔ بارہ برج کی تقسیم اجزاء سطح فلک میں ہوئی ہے اور اُن برجوں کا جو نام ہے وہ باعتبار اجزاء سطح فلک کے ہے یا یہ تقسیم اور تسمیہ باعتبار اُن کواکب کے ہے کہ اُن کی ہیئت اجتماعیہ سے وہ صورت معلوم ہوتی ہے جو اُن اسماء کے مسمّیات کی صورت ہے۔

جواب اہل یونان کے نزدیک بروج کے جو نام ہیں وہ فی الواقع اجزاء فلک کے نام رکھے ہیں کہ منطقۃ البروج کا ہر ربع کہ مابین اعتدال اور انقلاب کے ہے اُسکا تین تین حصہ کیا ہے اور ہر حصہ کو ایک برج قرار دیا ہے اور اسکا کوئی خاص نام رکھا ہے اور ان برجوں کے نزدیک جو ستارہ ہیں انکی ہیئت اجتماعیہ سے جس چیز کی صورت ظاہر ہوتی ہے مثلاً بعض برج کی صورت شیر کے مانند ہے کہ اسکو برج اسد کہتے ہیں اور بعض برج کی صورت بچھو کے مانند ہے اُسکو عقرب کہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس ہر برج کی کوئی خاص صورت معلوم ہوتی ہے تو انھیں کواکب کو اعتبار سے منجمین سعادت اور نحوست قرار دیتے ہیں اور سابق منجمین نے یہ سب نام اس خیال سے رکھے کہ یہ صورت متغیر نہ ہوگی اور متاخرین نے متقدمین کی متابعت کی اور اہل ہند برج کو راس کہتے ہیں اور دو طرح سے اعتبار کرتے ہیں ایک ضبط ایام و فصول و سایہ میں باعتبار نقاط کے اور دوسرا ضبط خطوط و احکام سعادت و نحوست میں باعتبار صورتوں کے اور اول کو حساب سائن کہتے ہیں اور دوسرے کو حساب بریں کہتے ہیں اور یہ تفریق حساب فلک الافلاک و اختلاف فلک ثامن کے زیادہ مناسب ہے اگرچہ اہل ہند موافق اہل فرنگ کے وجود فلک کا اعتقاد نہیں رکھتے بلکہ خلاگمان کرتے ہیں تو اُن لوگوں کے نزدیک بسیط اور بادی ہونے کا کیا ذکر ہے واللہ اعلم۔

سوال۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے فضائل شہور میں کہا ہے اِنَّ اَفْضَلَ الشُّهُوْرِ عِنْدَنَا

قرآن شریف ہے یہ ترجمہ انوار کی عبارت مذکورہ کا ہی بخلاف صندوق کے کہ اُس میں صرف قرآن شریف رکھا ہوا ہو یعنی شافعیہ کے نزدیک وہ صندوق اٹھانا محدث وغیر اشخاص مذکورین کیلئے حرام ہے اور ان دونوں صورتوں میں جو فرق ہی اُسکا منشا یہ ہے کہ کسی شئے کا ظرف اُس ظرف کو کہتے ہیں کہ وہ ظرف خاص اس شئے کیلئے ہو بخلاف اُس ظرف کے کہ اُس شئے کیلئے بھی ہو اور کسی دوسرے شئے کیلئے بھی ہو اور بخاری کا مذہب چونکہ نہایت متروک العمل ہے اسواسطے اُسکی توجیہ کیضرورت نہیں اور بخاری کی کتاب سے کوئی امر منقح نہیں معلوم ہوتا بخاری کا استدلال صرف اسپر ہے کہ قیصر کے پاس جو خط بھیجا گیا تھا اسمیں قرآن شریف کی دو آیت لکھی تھی تو صرف اس بنا پر یہ قول صحیح نہیں ہو سکتا کہ جنب اور محدث کیلئے مس مصحف جائز ہے اسواسطے کہ کسی خط میں یا کسی کتاب میں دو ایک آیت لکھنا قرآنیت کی بنا پر نہیں ہوتا ورنہ چاہیئے کہ محدث اور جنب کیلئے کتاب گلستان بھی چھونا حرام ہو جاوے اس واسطے کہ اس میں قرآن شریف کی آیتیں ہیں مثلاً یہ آیت ہے اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ اور اسکے سوا اور بھی آیتیں اسمیں ہیں اور ایسا ہی چاہیئے کہ ان خطوط کو بھی چھونا حرام ہو جاوے جسمیں مقام تعزیت میں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ لکھا ہو اور مقام شکر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لکھا ہو حالانکہ ایسی کتاب اور ایسے خطوط چھونا حرام نہیں چنانچہ کتب تفاسیر کہ اسمیں بہ نسبت عبارت تفسیر کے قرآن شریف زیادہ ہو تو اُسکو چھونا جائز رکھا گیا ہی یہ توجیہ اس مسئلہ میں مذاہب مختلفہ کی ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

سوال۔ رنگ نوروز کا کیا معنی ہے۔

جواب۔ ہر سال آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوتی ہی اُسکو نوروز کہتے ہیں منجموں نے تشخیص کیا ہے کہ ہر چیز میں کوئی خاص رنگ ہی اور پھر اُسکی تعیین کی ہی کہ کس چیز میں کون رنگ ہی چنانچہ آدمی اور نباتات اور حیوانات اور انواع طعام اور ایام اور ساعات ان میں سے ہر ایک میں کوئی خاص رنگ تشخیص کیا ہے اور منجمین کہتے ہیں کہ اس کی تصدیق اس طور پر ہوتی ہے کہ جب کسی جنس کا رنگ اس قاعدہ سے ہم استخراج کرتے ہیں تو مطابق ہوتا ہے تو اسی طرح رنگ نوروز بھی مقرر کرتے ہیں اور فی نفسہ اُس میں وہ رنگ نہیں اور پھر رنگ نوروز کو صاحب ساعت اور صاحب طالع کے ساتھ ترتیب دیکر بیان کرتے ہیں اور یہ سب رنگ اُن کو اکثر میں فی الواقع حقیقی نہیں بلکہ نوروز کے ساتھ نسبت کرنا اسناد مجازی

حکم مظروف کا ہی چنانچہ جس ظرف میں کوئی چیز جسکی عظمت کیجاتی ہے رکھی ہو تو عرف
میں اسکو چھونا جائز نہیں جانتے اور مقام ادب کو اس سے بھی زیادہ قابل لحاظ سمجھتے ہیں
اور اب قیاس مساوات کو ہم درست کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی شئے کا ظرف ہو یا کسی شئے
کے ظرف کا ظرف ہو اسکے لئے وہی حکم ہے جو اس شئے کیلئے حکم ہے جو اس ظرف میں ہو قیاس
مساوات اسجگہ صحیح ہے اسواسطے کہ مقدمہ بعینہ صادق ہے کیونکہ ظرف کا ظرف بھی ظرف ہوتا
ہے لیکن اس مقام میں ممکن ہو کہ شافعیہ کو مغالطہ دیا جائے اسطور پر کہ اس سے لازم آتا ہو
کہ جس گھر میں قرآن شریف کا صندوق رکھا ہو اس گھر کی دیوار کو بھی چھونا محدث کیلئے جائز
نہووے تو اسکا جواب شافعیہ کیطرف سے یہ ہوسکتا ہو کہ ظرف شئے کی دو قسم ہے ایک یہ کہ
جب کہا جاوے کہ وہ شئے دوسری جگہ منتقل کیگئی تو اس سے عرف میں سمجھا جاوے کہ وہ ظرف
بھی اس شئے کے ساتھ منتقل ہوا ہوگا تو اس صورت میں وہ ظرف مقصود ہوتا ہو جو خاص اس
شئے کیلئے ہوتا ہے اور دوسری قسم ظرف شئے کی وہ ظرف ہے کہ اس شئے کے منتقل ہونے سے یہ
نہ سمجھا جاوے کہ وہ ظرف بھی منتقل ہوا ہوگا جیسا کہ مثلاً گھر ہوتا ہو اسواسطے کہ کہا جاتا ہے کہ
موتی ڈبہ میں ہے اور ڈبہ گھر میں ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موتی گھر میں ہے لیکن موتی
کے منتقل ہونے سے گھر نہیں منتقل ہوتا بخلاف ڈبہ کے کہ موتی کے منتقل ہونیسے ڈبہ بھی منتقل
ہوتا ہے تو اس قسم کا ظرف خاص اس شئے کیلئے نہیں ہوتا اور اضافت واسطے اختصاص کے
ہے تو اس قسم کے ظرف کا چھونا حرام نہوا اسواسطے کہ حرام اس ظرف کو چھونا ہے جو خاص قرآن
شریف کیلئے ہو اور اسمیں قرآن شریف موجود ہو اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ بالاجماع ثابت ہو کہ
جسمیں قرآن شریف کے الفاظ مکتوب ہوں بوجہ قرآنیت حتی کہ اسکو مصحف یا بعض مصحف
کہہ سکیں تو اسکو چھونا حرام ہے چنانچہ کاغذ کا ایک پرچہ کہ اس پر قرآن شریف کی ایک آیت
لکھی ہو یا تعویذ اسمیں قرآن شریف کی آیت لکھی ہو یا روپیہ کہ اس پر آیت قرآنی منقوش
ہو تو حنفیہ کے نزدیک ان چیزوں کو چھونا حرام ہے اور ایسا ہی شافعیہ کے نزدیک بھی
حرام ہے اسواسطے کہ انوار میں مرقوم ہے وَلَا يَحْرُمُ مَسُّهُ فِي الْأَمْتِعَةِ وَالْعَدْلِ إِذَا لَمْ
يَكُنْ مَقْصُودًا بِالْحَمْلِ وَإِنْ حُمِلَ یعنی اور حرام نہیں اٹھانا اس اسباب کو جسکے اندر
قرآن شریف ہو اور ایسا ہی نہیں اٹھانا اس بارشتر کو کہ اسکے اندر قرآن شریف ہو جبکہ
خاص قرآن شریف کو اٹھانا مقصود نہو اگرچہ معلوم ہو کہ اس اسباب اور اس بارشتر میں

قرآن شریف کو چھونے سے حروف مکتوبہ کا چھونا ہی اور اس عبارت سے مراد توجیہ ہی اور کسی کا مذہب بیان کرنا مقصود نہیں اب یہ بیان کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں حنفی اور شافعی میں اختلاف کس طرح ہوا تو خلاصہ یہ ہی کہ اس مقام میں بالاجماع قرآن شریف سے مراد مصحف ہے اور نص سے ثابت ہی کہ محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کیلئے مصحف کا چھونا حرام ہے تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ مصحف کس چیز کو کہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ مصحف سے بلکہ ہر کتاب کے نام سے عرف میں صرف اسی قدر مراد نہیں جسقدر جگہ میں حروف لکھا رہتا ہے بلکہ حواشی اس مصحف اور کتاب کے اور ما بین السطور اور جلد کہ کتاب کے ساتھ متصل ہو اور غلاف کہ جلد کے ساتھ متصل ہو ان سب کو مصحف اور کتاب کہتے ہیں تو محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کیلئے مصحف کی ان سب چیزوں کا چھونا حرام ہی اور جو حکم مکتوب کا ہے وہی حکم ان چیزوں کے بارہ میں بھی دیا گیا ہی اس بنا پر کہ متصل اور منفصل دونوں کے حکم میں فرق ہے چنانچہ ثابت ہے کہ زمین کی بیع میں وہ چیز بھی بیع میں داخل ہوتی ہے جو زمین کے ساتھ متصل ہو اگرچہ اس چیز کا ذکر نہ ہوا ہو اور جو چیز اس زمین سے منفصل ہو وہ بیع میں داخل نہیں ہوتی مثلاً قفل اور برتن اور جانور جو اس زمین میں ہو بیع میں داخل نہو گا بخلاف درخت اور عمارت کے کہ یہ چیزیں بلا خلاف بیع میں داخل ہو جاتی ہیں تو حنفیہ کا مذہب صحیح ہوا مثلاً قرآن شریف جزدان میں ہو اور جزدان جلد کے ساتھ چسپاں نہیں رہتا تو محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کیلئے جزدان کے اوپر سے چھونا جائز ہے خواہ لٹکانے کیلئے فیتہ لگایا ہو اور اس فیتہ وغیرہ کو پکڑ کے اٹھاوے یا فیتہ وغیرہ نہو خاص جزدان کو چھووے اور ایسا ہی چمڑے کے ظرف میں قرآن ہو مثلاً چمڑے کا غلاف ہو اور قرآن شریف کے ساتھ ملا ہوا نہو بلکہ اسکے اندر قرآن شریف ہو تو اس غلاف کے اوپر سے چھونا جائز ہی یا مثلاً بیگ کے اندر قرآن شریف ہو تو وہ بیگ بھی چھونا جائز ہی اسواسطے کہ ان چیزوں کو اگر کوئی شخص چھووے تو نہ عرفاً اور نہ حقیقۃً یہ سمجھا جاویگا کہ اس شخص نے قرآن شریف کو چھوا اور شافعیہ کہتے ہیں کہ جب عرف میں غور کیا جاوے اور باریکی کیجانب نظر کیجاوے اور احتیاط منظور ہو تو یہی کہا جاویگا کہ کسی شئے کا ظرف ہے اگرچہ اس شئے سے منفصل ہو مگر وہ ظرف حکم میں اسی شئے کے ہو گا تو جس ظرف میں قرآن شریف ہو اس ظرف کو اٹھانا محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کیلئے حرام ہے اسواسطے کہ اٹھانے میں اسظرف کو چھونا ضرور ہو گا اور جو حکم ظرف کا ہے وہی

نے اپنی کتاب میں اسکی تصریح نہیں کی ہے البتہ حضرت ابن عباسؓ کے مذہب کا ذکر کیا ہے کہ انھوں نے جنب کیلئے جائز رکھا ہے کہ قرآن شریف پڑھے تو اس سے استنباط ہو سکتا ہی کہ اُنکے نزدیک جنب کیلئے مس مصحف بھی جائز ہو تو اب چاہئے کہ سمجھ لیا جاوے کہ ان سب مذہب کا اصل کیا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ مطالب حل ہو جاوینگے اور سب شبہ دفع ہو جاویگا اصل حقیقت یہ ہی کہ احادیث صحیحہ میں یہی وارد ہے لَا یَمَسُّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاھِرٌ یعنی نہ چھوے قرآن شریف کو کوئی سوا اس شخص کے کہ وہ پاک ہو قرآن شریف کے چھونے کے مسئلہ میں یہ حدیث اصل ہی اور قرآن شریف پڑھنے کے بارہ میں یہ حدیث اصل ہی کہ لَا اُحِلُّ الْقُرْاٰنَ لِحَائِضٍ وَّلَا لِجُنُبٍ یعنی میں حلال نہیں کرتا قرآن شریف کو حایض اور جنب کیلئے اور جس صندوق میں قرآن شریف رکھا ہو اُسکو اٹھانے کے بارہ میں کہ حایض اور جنب اور محدث اور نفاس والی عورت کیلئے کیا حکم ہی اسمیں کوئی حدیث وارد نہیں اور ایسا ہی یہ مسئلہ کہ اُن لوگوں کے حق میں قرآن شریف لکھنے کے بارہ میں کیا حکم ہے تو اسمیں بھی کوئی حدیث وارد نہیں البتہ ظاہر ہے کہ لکھنے کی حالت میں ضرور ہو گا کہ لکھنے والا جس ورق پر قرآن شریف لکھے گا اُسکو وہ چھوویگا اور محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کیلئے قرآن شریف کا چھونا حرام ہے تو لکھنا بھی حرام ہوا بخلاف قرآن شریف کے دیکھنے کے کہ قرآن شریف کو دیکھنے میں یہ لازم نہیں آتا کہ اُسکو چھونا بھی ضرور پڑے اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ جو حدیث ہی کہ لَا یَمَسُّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاھِرٌ یعنی قرآن شریف کو کوئی نہ چھووے سوا اُسکے کہ وہ پاک ہو تو اس حدیث میں قرآن سے حقیقت قرآن کی مراد نہیں اسواسطے کہ حقیقت قرآن کی کلام نفسی ہی اور کلام نفسی صفات باریتعالیٰ سے ہے اور اُسکو چھونا ممکن نہیں اور ایسا ہی اس کلام نفسی پر جو دال ہی کہ وہ کلام لفظی ہے وہ بھی مراد نہیں اسواسطے کہ کلام لفظی کیفیت ہے کہ ہوا کے ساتھ قایم ہے اور اسکو بھی چھونا ممکن نہیں اور جسکو چھونا ممکن ہی نہیں تو اُس کے بارہ میں کیوں حکم ہو سکتا ہے کہ پاک شخص کے سوا دوسرا کوئی یعنے ناپاک شخص نہ چھووے تو معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف میں نہ کلام نفسی مراد ہے اور نہ کلام لفظی مراد ہے بلکہ نقوش مراد ہیں کہ اُس سے کلام لفظی معلوم ہوتا ہے یعنی مکتوب مراد ہی اور مفسرین کے کلام میں مثلاً کشاف اور مدارک وغیرہ میں اسی معنی کیطرف اشارہ معلوم ہوتا ہی کہ مفسرین نے لکھا ہے اَلْمُرَادُ مِنَ الْمَسِّ مَسُّ الْمَکْتُوْبِ یعنی مراد

تنبیہ اور تعذیب ہوجاتی تو ہملوگ اسیوقت متنبہ ہوجاتے اور جن اور شیاطین کی پیروی سے دست بردار ہوجاتے اور توبہ کرتے اور ہملوگوں کو ندامت ہوتی تو حق تعالیٰ فرماوتیگا اَلنَّارُ مَثْوٰکُمْ خَالِدِیْنَ فِیْهَا یعنی جب تم لوگوں نے دنیا میں اپنی عمر شیاطین کے وسوسہ اور جن کی پیروی میں گذرانی تو آخرت میں بھی آگ تمھارے رہنے کی جگہ ہے کہ جن اور شیاطین کا اصل مادہ بھی آگ ہے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ مگر جو اللہ چاہے یعنے بعض اوقات میں تملوگ دنیا میں بھی جن اور شیاطین کی پیروی سے خالی رہتے تھے تو یہاں بھی بعضے اوقات میں تملوگ آگ کے عذاب سے رہا کیے جاوگے اور طبقہ زمہریریہ کے عذاب میں مبتلا کیے جاوگے کہ وہاں سردی کا عذاب ہوگا اور جبکہ عمل کے نہایت موافق جزا دی گئی تو ثابت ہوا کہ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ یعنی تحقیق کہ پروردگار تیرا حکیم دانا ہے اور یہ امر فرقہ جن وانس کے بارہ میں خاص نہیں بلکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کَذٰلِکَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًا یعنی اور ایسا ہی مسلط کرتے ہیں اور والی بناتے ہیں بعضے ظالمین کو بعضے پر اگرچہ ایک ہی جنس سے ہوں مثلاً آدمی جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں وہ بھی اسیطرح جزا پاوینگے اور اُنکے ذریعہ سے جو لوگ گمراہ ہوتے ہیں وہ ان لوگوں سے بیزار ہونگے اور ایسا ہی بعض جن بعض جن سے بیزار ہونگے بلکہ بعض عرب بھی بعض عرب سے بیزار ہونگے اور بعض ہنود بعض ہنود سے بیزار ہوں گے۔

جواب مسئلہ مسّ مصحف

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ محدث اور جنب اور حائض اور نفساء کیلئے قرآن شریف چھونے کے بارہ میں کیا حکم ہے اور آپنے مذاہب مختلفہ حنفیہ وشافعیہ وبخاری کا لکھا ہے اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں لیکن آپنے جو لکھا ہے کہ جس اونٹ پر قرآن شریف محمول ہو تو جائز نہیں کہ اسکی مہار جنب اور محدث اور حائض اور نفساء پکڑیں اور آپنے لکھا ہے کہ یہ حکم شافعیہ کے نزدیک ہے تو کتب شافعیہ میں یہ موجود نہیں اور ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے یہ بطریق مبالغہ کے کہا ہوگا البتہ شافعیہ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ جس صندوق میں قرآن شریف رکھا ہوا ہو وہ صندوق محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کو اٹھانا نہ چاہیے اور ایسا ہی اگر چمڑے کے ظرف میں یعنی مثلاً بیگ میں قرآن شریف رکھا ہو تو محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لئے جائز نہیں کہ اس کو اٹھاویں اور یہ حکم بھی شافعیہ کے نزدیک ہے اور بخاری کا مذہب جو آپنے لکھا ہے تو بخاری نے

سورۃ انعام

کہ لے آؤ اپنے گواہوں کو جو گواہی دیویں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حرام کیا ہے تو یہ کلام پاک یہودیوں کے جواب میں ہے اور یہ متعلق اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک کے ہے ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ یعنی یہ انکو ہمنے جزا دی بسبب انکی سرکشی کے اور اللہ تعالیٰ کا جو یہ کلام پاک ہے کہ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ یعنی اور جسدن جمع کریگا اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو تو کہیگا کہ اے گروہ جن کے تحقیق کہ تم لوگوں نے بہت آدمی کو اپنے مکر میں پھنسایا تو اس کلام پاک کا بیان سابق میں مذکور ہوا ہے کہ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ یعنی اور ایسا ہی کیا ہم نے ہر بستی کے سردار گنہگار ہوئے تا مکر کریں اس بستی میں اور نہیں مکر کرتے وہ لوگ مگر اپنی جان کے ساتھ اور نہیں سمجھتے اسکے بعد ان لوگوں کا کچھ مکر ذکر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے وَاِذَا جَآءَتْهُمْ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ الخ یعنی اور جب آتی ہے انکے پاس نشانی تو وہ کہتے ہیں کہ ہملوگ ہرگز ایمان نہ لے آوینگے تو مکر کرنیوالوں کے بارہ میں وعید واقع ہوئی کہ دنیا میں انکو ذلت اور رسوائی ہوگی اور قتل کئے جاوینگے اور قید کئے جاوینگے پھر یہ ارشاد ہوا کہ قیامت میں سب مکر کرنیوالے جمع کئے جاوینگے اور قوم جن کی گروہ کہ مکر کرنے میں اصل الاصول ہے اسکو خطاب کیا جاویگا قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ یعنی بہت آدمیوں کو تم لوگوں نے اپنے مکر سے اپنا تابع بنا لیا تھا کہ وہ لوگ خواہشوں میں غرق رہے اور خدا کیطرف کچھ بھی توجہ نہیں کی اور آخرت کی فکر انکے دل میں نہ گذری تو جب آدمی اس خطاب میں عتاب کی بو پاوینگے تو عذر کرینگے کہ ہملوگ جن کے تابع تھے اور انکے عذر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرینگے کہ ہملوگ اسوجہ سے جن اور شیاطین کے مکر میں مبتلا ہوئے کہ شرک و معاصی پر فوراً ہماری تنبیہ تو نے نہ فرمائی بلکہ تو نے بہت مہلت دی اور انکی اتباع سے ہملوگوں کو ظاہر افائدہ ہوتا رہا جن اور شیاطین کی نذر ہملوگ مانتے تھے اور انکے نام پر جانور ذبح کیا کرتے تھے اور ہمارے اکثر مطالب حاصل ہوا کرتے تھے مثلاً لڑکا پیدا ہونا اور مال ملنا اور دور کی چیز پہنچ جانا اور غیب کا حال معلوم ہونا اور دشمن کو دفع کرنا اور بلانے پر جن اور شیاطین کا حاضر ہونا تو یہ سب فائدہ ہملوگوں کو جن اور شیاطین سے ہوتا رہا اور اسوجہ سے ہملوگ انکی اتباع کرتے رہے اور فوراً ہملوگوں سے مواخذہ نہ ہوا حتیٰ کہ اسیطرح کے افعال میں ہملوگوں نے اپنی تمام عمر بسر کی اور اسی حال میں مر گئے اور اگر فوراً ہر شرک اور ہر گناہ پر ہم لوگوں کی

کہ وہ ترتیب مناظرہ کے موافق ہے اوّل نقض اور دوسرا حل اور تیسرا قول بالموجب اور نقض یہ ہے کہ اہل اسلام اور کفار کے نزدیک بالاتفاق ثابت ہے کہ بعضے امم سابقہ نے شرک اور تحریم حلال کیا ہے اور اسوجہ سے اللہ تعالےٰ نے اُن لوگونپر عذاب فرمایا ہی تو اگر یہ عذر صحیح ہوتا تو ان لوگونپر کیوں عذاب کیا جاتا مثلاً عاد اور ثمود اور قوم مدین اور فرعون اور ہامان کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کفار نے اُن لوگوں کا حال متواتر طور پر سُنا تھا بلکہ عذاب کا آثار بھی دیکھا تھا اور اس شبہ کا جواب بطور حل کے یہ ہی کہ مشیت کیوجہ سے عذاب دفع نہیں ہوتا اکثر چیزیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے صادر ہوتی ہیں مثلاً زنا اور سرقہ اور لواطت اور قتل اور ظلم کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت سے صادر ہوتا ہے اور اُسپر عذاب بھی ہوتا ہے اسواسطے کہ اُن اُمور میں بندونکی مشیت کے تابع اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی ہی بندہ جیسا ارادہ کرتا ہے اُسکے موافق اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی ہوتی ہے البتہ اللہ تعالیٰ کی مشیت قاہرہ کہ بندہ کی مشیت اور ارادہ کیخلاف ہو اُسکی وجہ سے عذاب دفع ہو جاتا ہی اسواسطے کہ بندہ اس ارادہ میں جماد لایعقل کے مانند ہو جاتا ہے اور دونوں صورتوں میں فرق ظاہر ہے مثلاً خود کوئی شخص اپنے کو چھت سے گرادیوے یا کنوئیں میں خود گر پڑے اور مثلاً کسی شخص کا پاؤں بے اختیار پھسل جاوے اور چھت سے گر جاوے یا کنوئیں میں گر جاوے تو ظاہر ہے کہ ان دونوں صورتوں میں فرق ہی اور چنانچہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا الخ کہ کیا تمھارے پاس علم ہے تو نکالو اُسکو ہمارے لئے الخ اور اس شبہ کا جواب بطور قول بالموجب کے یہ ہے کہ ہم نے تسلیم کیا کہ کفار اور انکے آبا اور اجداد کا کفر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوا تو اُنکی تعذیب بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے تو جسطرح کفر و شرک کفار سے دفع نہو سکا اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہو گئی تھی اسیطرح اُنکا عذاب بھی دفع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ اُنپر عذاب کرنیکے لئے اللہ تعالیٰ کی مشیت ہو گئی ہے تو خود انکے قول سے انکو الزام دیا گیا اور یہی معنی قول بالموجب کا مناظرہ کی اصطلاح میں ہے کہ خصم کا دعوی تسلیم کریں اور اسی کے قول سے اُسکو الزام دیویں اور یہی مراد اللہ تعالےٰ کے اُس قول سے ہی قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ الخ یعنی کہہ دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی دلیل غالب ہی الخ اور اللہ تعالیٰ کا جو کلام پاک ہی کہ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا یعنی کہہ دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سورۃ الانعام

سورۃ الانعام

سکتا ہے اور تیسرے قسم کے خواب میں بھی کبھی شیطان ایسا کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اور بات کے مشابہ شیطان بات کرتا ہے اور وسوسہ میں ڈالتا ہے چنانچہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ نجم پڑھتے تھے اور بعض آیت کے بعد جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا تو شیطان نے کچھ عبارت خود بنا کر پڑھ دی کہ اُس سے بعض سامعین مشرکین کا شبہ قوی ہو گیا اور یہ روایت اوپر ایک مقام میں مفصل مذکور ہوئی ہے تو جب آنحضرت صلعم کے زمانہ حیات میں شیطان نے ایسا کیا تو خواب میں ایسا کیوں نہیں ہو سکتا اور اسیلوجہ سے شریعت میں اُن احکام کا اعتبار نہیں جو خواب میں معلوم ہوویں اور خواب کی بات حدیث نہیں شمار کی جاتی تو اگر کاش کوئی بدعتی کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں حکم فرمایا ہے کہ وہ حکم خلاف شرع ہو تو اُس بدعتی کے قول پر اعتبار نہ کیا جاوے گا واللہ اعلم ہمیشہ خطوط سے مسرور کرتے رہیں والسلام۔

جواب شبہات مشرکین در باب مشیت الٰہی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا یعنی قریب ہے کہ مشرکین کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم لوگ شرک نہ کرتے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ یعنی اور نہیں رد کیا جاتا عذاب اللہ تعالیٰ کا قوم مجرمین سے تو اس مقام میں مشرکین کو شبہ ہے اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ قوم مجرمین جو عذاب کے مستحق ہیں اُنسے عذاب رد ہو سکتا ہے اور اس امر کا بیان یہ ہے کہ اہل اسلام کہتے ہیں کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتی ہے تو شرک کہ اعلیٰ اقسام کفر میں ہے اور حلال کو حرام جاننا کہ ادنیٰ اقسام کفر میں ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے اسواسطے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت اُسکے خلاف ہوتی تو جو اُسکی مشیت ہوتی وہی وقوع میں آیا ہوتا تو ہملوگ اور ہملوگوں کے آباؤ اجداد کیونکر شرک کر سکتے اور حلال کو حرام کس طرح کہہ سکتے ورنہ ہملوگوں کی مشیت خدا کی مشیت پر غالب ہو جاتی اور جب معلوم ہوا کہ شرک اور تحریم حلال اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوا تو ہملوگوں پر عذاب کیونکر ہوگا اسواسطے کہ خلائق کی طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کیخلاف کر سکے تو حق تعالیٰ نے اس شبہ کا جواب تین طور پر فرمایا

میں افراط کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور خطرات شیطانی کو اس مقام میں دخل نہیں تو ایسے خواب کے بارہ میں کیا خیال کرنا چاہیئے۔

جواب۔ یہ جو حدیث شریف ہے کہ مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھکو خواب میں دیکھا تو اُس نے فی الواقع مجھکو دیکھا تو اکثر علما نے کہا ہے کہ یہ حدیث خاص اس شخص کے بارہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت مبارک میں دیکھے جو بوقت وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک تھی اور بعض علما نے کہا ہے کہ یہ حدیث عام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی وقت کی صورت میں دیکھے تو وہ خواب صحیح ہوگا یعنی ابتدائے نبوت سے تا وقت وفات جوانی اور کلاں سالی اور سفر اور حضر اور صحت اور مرض میں جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صورت مبارک تھی اُن صورتوں میں سے جس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے تو وہ خواب صحیح ہوگا یعنی فی الواقع اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہوگا اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں سنی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اسیطرح شیعہ نے کبھی نہ دیکھا ہے اور فرضیات کا اعتبار نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا چار قسموں پر ہے ایک قسم رویائے الٰہی ہے کہ اتصال تعین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور دوسری قسم ملکی ہے اور وہ متعلقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ہے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آنحضرت صلعم کے ورثہ اور آنحضرت صلعم کا نسب مطہر اور آنحضرت صلعم کی اطاعت اور محبت میں سالک کا درجہ اور اُسکے مانند اور جو اُمور ہیں تو اُن اُمور کو آنحضرت صلعم کی صورت مقدس میں دیکھنا پردہ مناسبات میں ہووے جو فن تعبیر میں معتبر ہے اور تیسری قسم رویائے نفسانی ہے کہ اپنے خیال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صورت ہے اس صورت میں دیکھنا اور یہ تینوں قسم آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھنے کے بارہ میں صحیح ہیں اور چوتھی قسم شیطانی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مقدس میں شیطان اپنے کو خواب میں دکھلاوے اور یہ صحیح نہیں ہوسکتا یعنی ممکن نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مقدس کے مطابق شیطان اپنی صورت خبیث بنا سکے اور خواب میں دکھلاوے البتہ مغالطہ دے

سورۂ آل عمران

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ یعنی اور یاد کیجئے اسوقت کو کہ جب عہد لیا اللہ نے پیغمبروں سے البتہ جو کچھ دوں میں تمکو کتاب اور حکمت سے پھر آوے تم لوگوں کے پاس پیغمبر تصدیق کرنیوالا اس چیز کی جو تمھارے پاس ہے تو تم لوگ اُسپر ایمان لے آنا اور اُسکی مدد کرنا اور ایک مقام میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ یعنی اور یاد کیجئے اسوقت کو جب عہد لیا اللہ نے اہل کتاب سے یہ کہ ضرور بیان کرنا تملوگ دوسرے لوگوں سے جو کچھ اس کتاب میں ہی جو تم لوگوں کو دیگئی ہے اور تم لوگ وہ نہ چھپانا اور ایک دوسرے مقام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى یعنی اور یاد کیجئے اسوقت کو کہ جب نکالا اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشت سے اُنکی ذریات کو اور اُن لوگوں کو گواہ کیا خاص ان لوگوں کے حق میں اسطرح کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ کیا میں تم لوگوں کا پروردگار نہیں تو اُن لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں یعنی تو ہم لوگوں کا پروردگار ہے واللہ اعلم۔

گیارھواں سوال۔ برہنہ ہونے کیحالت میں کلام حرام ہے اور جب عورت اور شوہر باہم جمع ہوویں تو اسوقت اللہ کا ذکر ضرور ہے اور ان دونوں امر میں منافات ہی۔

جواب۔ برہنہ ہونیکی حالت میں کلام حرام نہیں البتہ مکروہ ہے اور یہ کراہت بھی اسوقت ہے جب برہنہ ہوکر لوگ آپس میں بات کرین اور محض کوئی لفظ زبان سے نکالنا مکروہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مقام نجاست میں اور جہاں بدبو ہو منع ہے اور قبل جماع کے منع نہیں اور علماء نے لکھا ہے کہ بیت الخلا میں جانے کیوقت اُسکے اندر جانے کے قبل ذکر مسنون ہے اور ایسا ہی بوقت جماع ستر کھولنے کے قبل ذکر مسنون ہے تو ان دونوں امر میں منافات نہیں واللہ اعلم۔

بارھواں سوال۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں اہلسنت اور شیعہ دونوں فرقہ کو میسّر ہوتی ہے اور ہر فرقہ کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف وکرم اپنے حال پر ہونا بیان کرتے ہیں اور اپنے موافق احکام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا بیان کرتے ہیں غالباً دونوں فرقہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

کی یہ آواز ہے اور نفس الامر میں کوئی فرشتہ مظاہر قہر کلام الٰہی کو ادا کرتا تھا کہ ابلیس اُسکو نہ دیکھتا تھا اور نہ پہچانتا تھا لیکن جاننا چاہیئے کہ اس ملعون کا کفر جہالت اور احتجاب سے نہیں بلکہ جحود اور عناد سے ہے اور لعنت کے قبل ابلیس نے قوت ملکیہ حاصل کی تھی اور اسکے ذریعہ سے غیب سے تلقی کرتا تھا اور وہ قوت اس سے زائل کی گئی تا الم قبض و فرط تعطش سے بیقرار ہو کر توبہ کی راہ میں قدم نہ رکھے بلکہ غضب اور عتاب کی راہ میں رہے اور جامۂ ذلت اُس سے جدا نہ ہووے اور اُسکی روح کے جوہر میں تاریکی کا مادہ ڈالا ہے کہ کبھی وہ اپنے کو مستحق جنس کا اور کبھی لباس مایوسی میں گمان کرتا ہے اور سابق کی اپنی طاعات اور اسماء ملکتیہ کی قوت سے شیاطین اور آدمی میں تصرف کرتا ہے اور تاریکی کا مادہ جو اُسکی روح میں ڈالا گیا ہے اُس مادہ پر اُن طاعات اور اسماء کا ملمع کرتا ہے اور اس سے خلق کو گمراہی اور جہالت اور سختی دل اور زیادتی آرزوہائے باطلہ سے رنگین بناتا ہے واللہ اعلم۔

دسواں سوال مشہور ہے کہ ارواح نے سجدہ کیا تھا اور قرآن شریف سے ایسا مفہوم ہوتا ہے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى اور یہ نہیں معلوم کہ یہ امر کس طور پر ہوا اور کس نے ایک سجدہ کیا اور کس نے دو سجدے کئے اور کس نے سجدہ نہ کیا۔

جواب۔ اس مقام میں سجدہ کرنے کے بارہ میں کوئی روایت نہیں اور مومنین کہ اُنکا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے اُن لوگوں نے بلا توقف جواب دیا اور کافروں نے توقف کر کے جواب دیا البتہ بعض فقہا کہتے ہیں کہ انبیا نے دو سجدے کئے اور عوام مومنین نے ایک سجدہ کیا اور کفار نے سجدہ نہ کیا مگر اسکی سند معلوم نہیں البتہ احادیث اور آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ چار میثاق لیا گیا اوّل پانچ انبیاء اولوالعزم سے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اوّل میثاق لیا گیا اور دوسرا میثاق اور باقی انبیا علیہم السلام سے لیا گیا اور تیسرا میثاق علماء سے لیا گیا اور چوتھا میثاق عوام سے لیا گیا چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا یعنی اور یاد کیجئے وہ وقت کہ جب لیا ہم نے میثاق یعنی عہد پیغمبروں سے اور آپ سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریمؑ سے اور لیا ہم نے اُن لوگوں سے مستحکم عہد اور دوسرے مقام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

سورۃ الاعراف

سورۃ آل عمران

سے جو کچھ ثابت ہوا ہے وہی شریعت ہی اور لفظ شریعت کے دوسرے معنی سے یعنی شریعت خاص سے مراد وہ احکام ہیں کہ عمل جوارح کے متعلق ہوں اور وہ یہ ہے عبادت مالی و بدنی و معاملات مالی و بدنی اور ان امور کا بیان کتب فقہ میں ہوتا ہے اور اسکو مقابل طریقت اور اُس کے ہم جنسوں کا کہتے ہیں اور جن امور کو تعلق اخلاق اور نیت اور آداب عبادت سے بطریق عزیمت کے ہو وہ طریقت ہے اور جن امور کو تعلق اخلاق اور عین الیقین اور تحصیل مشاہدہ اور استغراق سے ہو وہ حقیقت ہے اور جن امور کو تعلق مکاشفہ اسرار اعتقادات سے ہو یعنی کیفیت توحید و معیت و قرب و اسرار محبت و ولا و مراتب ولایت و مراتب اولیا اور مانند اسکے اور جو امور ہیں اُنسے جن امور کو تعلق ہو اسکو معرفت کہتے ہیں اور یہ سب شریعت کے معنی اول میں داخل ہیں البتہ ہر فن کے کاملین نے اس فن کے مسائل غیر منصوص کا استنباط کیا ہی اور اُسکو مسائل منصوص کیساتھ جمع کیا ہی اور شرح و بسط کیساتھ اُسکو مدوّن کیا ہی اور اُسکو علم جداگانہ قرار دیا ہی اور اس علم کا یہ نام یعنے طریقت وغیرہ رکھا ہے۔

آٹھواں سوال۔ ہر چیز کے کمال کی معرفت کس طرح ہوتی ہے اس واسطے کہ دیکھنے اور سننے اور کھانے سے کامل معرفت حاصل نہیں ہوتی۔

جواب حقایق اشیاء ظلال صفات الٰہی ہیں اور اُنکا ظہور خارج میں علل اربعہ سے ہوتا ہے فاعلی و غائی و مادی و صوری اور ظہور کمال ان حقایق کا اُنکے آثار کی ترتیب سے ہی اور اُنکے فوائد خاصہ کے حصول کے اعتبار سے ہی تو ہر چیز کے کمال کی معرفت تجلی ذات حق سے ہے اور یہ تجلی سالک پر اُس شے کے بارہ میں ہوتی ہے اور یہ تجلی اسطرح ہوتی ہے کہ مقام سیر باللہ فی الاشیاء میں مشاہدۂ کثرت سے وحدت میں تجاوز ہو جاوے اور قوانین حکمیہ سے اشیاء کے مبادی اور خواص پر بالتفصیل احاطہ ہو جاوے اور قوانین کشفیہ سے مبدء تعین اور مراتب تنزل کی تشخیص حاصل ہو جاوے اور اگر اشیاء محسوسات سے ہو تو حواس کا ادراک بھی معرفت حقیقت کے تتمہ میں داخل ہے واللہ اعلم۔

نواں سوال ابلیس کا قصہ کہ کلام اللہ میں وارد ہے معلوم نہیں کہ اُسوقت سوال و جواب کس طرح ہوا بطور الہام کے یا کسی دوسرے طور پر سوال و جواب ہوا۔

جواب۔ علوم منقول میں اس بارہ میں کچھ وارد نہیں البتہ وجدان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتف کے ذریعہ سے سوال و جواب ہوا تھا یعنی ابلیس آواز سنتا تھا اور جانتا تھا کہ حق تعالیٰ

میں تصرف جائز ہوتا ہے جو شرع کے موافق ہونگے اور یہ جائز نہیں ہوتا کہ اہل اسلام کا مال غصب کریں واللہ اعلم بالصواب۔

چھٹا سوال صلوٰۃ الوسطی کون نماز ہے اور اگر بالفرض کوئی ایک ہی نماز صلوٰۃ الوسطی ہے اور چار نماز باقی رہ جاتی ہیں تو انکے بارہ میں کامل تصدیق باقی نہ رہی۔

جواب صلوٰۃ الوسطی کے بارہ میں سات قول ہیں پانچ قول یہ ہیں کہ نماز پنجگانہ سے ہر ایک نماز صلوٰۃ الوسطی ہے اور تعیین میں اختلاف ہے کسی نے کسی ایک نماز کو صلوٰۃ الوسطی کہا ہے اور کسی نے کسی دوسری نماز کو صلوٰۃ الوسطی کہا ہے اور چھٹا قول یہ ہے کہ مجموعہ پنج وقتی نماز صلوٰۃ الوسطی ہے اور ساتوان قول یہ ہے کہ جس طرح ساعت جمعہ مبہم ہے کہ اسمیں ضرور دعا قبول ہوتی ہے اور علیٰ ہذا القیاس شب قدر اور اسم اعظم مبہم ہے اسی طرح صلوٰۃ الوسطی بھی مبہم ہے اور اصح اور ارجح یہ قول ہے کہ صلوٰۃ الوسطی عصر کی نماز ہے لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ باقی چار نماز کیلئے تاکید کم ہے اسواسطے کہ صلوٰۃ الوسطی کی زیادہ تاکید بہ نفس اسکے نہیں بلکہ زیادہ تاکید محافظت آداب وقاعدہ میں ہے مثلاً وقت مستحب و جماعت و مسجد و اسباغ وضو و مسواک و اذان و اقامت و مزید اطمینان و کثرت اذکار یعنی صلوٰۃ الوسطیٰ میں ان امور میں زیادہ لحاظ ہونا چاہیئے صلوٰۃ الوسطی کی زیادہ تاکید اس قبیل سے ہے کہ جس طرح افضل میں زیادہ فضیلت ہوتی ہے بہ نسبت فاضل کے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فاضل میں فضیلت نہو بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ فاضل میں بھی فضیلت ہے لیکن افضل میں زیادہ فضیلت ہے اور صلوٰۃ الوسطیٰ کی زیادہ تاکید اس قبیل سے نہیں کہ جیسے زیادہ فضیلت فاضل میں ہوتی ہے باعتبار ناقص کے اور اسمیں شک نہیں کہ اس قدر تفاوت جو افضل اور فاضل میں ہوتا ہے وہ یہاں ثابت ہے واللہ اعلم۔

ساتواں سوال۔ یہ معلوم ہے کہ شریعت احکام ظاہری کو کہتے ہیں اور شارع کی جانب سے اسی کے بارہ میں حکم ہے تو طریقت اور حقیقت اور معرفت کا ذکر جو کتابوں میں ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا چیز ہے۔

جواب لفظ شریعت کے دو معنی ہیں عام اور خاص اور معنی اول سے مراد یہ ہے کہ شریعت وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امور دین میں ثابت ہوا ہے یعنی اعتقاد و عمل و خلق و حال و نیت و رخصت و عزیمت و امر و نہی ان امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

تو وہ لینا جائز ہوگا یا نہیں

پانچواں سوال۔ اگر کفار اشیاء منقولہ پر قابض اور متصرف ہو جاویں اور کسی کو دیویں تو وہ لینا جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ اگر کفار اشیاء منقولہ پر قابض اور متصرف ہو جاویں تو جب اپنے ملک میں لیجاویں تو وہ مالک ہو جاتے ہیں لیکن جب کفار کسی ملک پر قابض اور متصرف ہو جاویں تو اس بارہ میں کہ وہ ملک کب دار الحرب ہو جاتا ہے علماء میں اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ دار الاسلام کبھی دار الحرب نہیں ہو سکتا البتہ اگر دار الحرب کے ساتھ ملجاوے تو اس صورت میں دار الحرب ہو جاتا ہے اور بعضے علماء کہتے ہیں کہ جبتک دار الاسلام میں ایک شعار بھی شعائر اسلام سے علانیہ طور پر ظاہر ہے وہ دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا البتہ جب سب شعائر اسلام موقوف ہو جاویں تو وہ دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہے اور بعضے علماء کہتے ہیں کہ اگر شعائر اسلام سے ایک شعار کو بھی کفار موقوف کر دیویں تو وہ دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہے اور اصح اور ارجح یہ قول ہے کہ جب تک اہل اسلام اور کفار سے لڑائی قائم رہے اور اہل اسلام اپنے ملک پر قبضہ و تصرف کر لینے سے عاجز ہو کر فرمانبردار نہو جاویں اور کفار کا اسقدر غلبہ نہو جاوے کہ شعائر اسلام سے جو چاہیں موقوف کر دیویں اور مسلمان بلا انکی پناہ کے خود اپنے طور پر مقیم رہیں اور اہل اسلام اپنی ملکیت پر بطور خود متصرف رہیں کفار کی اجازت کی ضرورت نہووے اُسوقت وہ ملک دار الاسلام رہتا ہے اور دار الحرب نہیں ہو جاتا اور کفار کے تصرفات عارضی قابل لحاظ نہیں اسلام کا تسلط ہو جانیکے بعد اُن تصرفات کا اعتبار نہیں اور جب اہل اسلام کی شکست ہو جاوے اور فرمانبردار ہو جاویں اگرچہ اس فکر میں ہوں کہ سامان جنگ مہیا کریں لیکن مقابلہ سے عاجز ہو گئے ہوں اور کفار کی اجازت سے وہاں سکونت پذیر ہوں اور کفار کی اجازت سے اپنی ملکیت میں تصرف کرتے ہوں اور شعائر اسلام صرف اسوجہ سے جاری ہوں کہ کفار کو تعصب نہو اور اسوجہ سے وہ منع نہ کرتے ہوں اہل اسلام کی قوت سے شعائر اسلام جاری نہوں تو وہ ملک دار الحرب ہو جاتا ہے اور وہاں کفار کا تصرف جائز ہو جاتا ہے اور اُن کا ہبہ کرنا صحیح ہوتا ہے اور جب اہل اسلام کا غلبہ اور تسلط کفار کے ملک پر ہو جاوے تو وہاں اہل اسلام کا تصرف جائز ہو جاتا ہے مگر صرف اُن اُمور

نور سے اور ملائکہ کی صورت اور جنت اور دوزخ کا احوال معائنہ کرتا ہے تو ضرور ہے کہ تجلیات الٰہی باعتبار مراتب اتصال نفس کے ظاہر ہو جاوے اور اُسکا پرتو اُس شخص پر پڑے اور کارخانہ تدبیر اور فیضان قضاو قدر اور انبیا علیہم السلام پر احکام شرعیہ کا نازل ہونا اور ملائکہ کے حق میں امر و نہی صادر ہونا یہ سب اسی تجلیات الٰہی سے ہوتا ہے اور جوارح اس تبعیت سے قوای روح مطلقہ اس واردات کے ہوتے ہیں یقین ہے کہ حالت معائنہ بصری کی حاصل ہوگی واللہ اعلم بالصواب۔

تیسرا سوال یہ جو لکھا ہے کہ ذات حق ہمیشہ سے ایک ہی حالت پر ہے اور اکثر دعاؤں میں ہے کہ پاک ہے وہ ذات کہ نہ اسکی ذات میں تغیر ہوتا ہے اور نہ اُسکی صفات متغیر ہوتی ہیں مخلوقات کے پیدا ہونے سے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ باوجود اسقدر مخلوقات کی پیدائش کے حق تعالیٰ کی ذات اور صفات میں تغیر نہیں ہوتا ہے۔

جواب حق تعالیٰ سے ظہور کائنات کی مثال یہ ہے کہ جس طرح صورتیں آئینہ میں ظاہر ہوتی ہیں بلا تشبیہ بطور مثال کے سمجھنا چاہیئے اسیطرح کائنات کا ظہور حق تعالیٰ سے ہوتا ہے اور آئینہ کی ایک ذات ہے کہ جرم معین ہے اور آئینہ کی صفات بھی ہے منجملہ ان صفات کے بعضے صفات خارجیہ لازمہ نہیں مثلاً اسکی مقدار اور شکل اور رنگ اور شفاف ہونا اور اُسکی سطح میں نشیب و فراز اور اُسکے مانند اور بھی صفات ہیں اور منجملہ صفات آئینہ کے بعضے صفات خارجیہ عارضیہ ہیں مثلاً اُسکا منہ پچھم سے پورب پھرنا اور زمین کیطرف سے آسمان کیطرف ہو جانا تو ان دونوں قسم کے صفات میں باعتبار نفس جوہر آئینہ کے تغیر ہو سکتا ہے لیکن بسبب ظہور اور خفا اُن صورتوں کے کچھ تغیر نہیں ہوتا نہ ذات آئینہ میں کچھ تغیر ہوتا ہے اور نہ صفات آئینہ میں کچھ تغیر ہوتا ہے اگرچہ لاکھوں صورت نیک و بد اور پاک و ناپاک کی اُس میں نمودار ہوں واللہ اعلم۔

چوتھا سوال کفار نے زبردستی سے کسی ملک کو اپنے قبضہ و تصرف میں کر لیا اور مدت مدید تک وہ ملک انکے تصرف میں رہا تو ایسی صورت میں کس قدر زمانہ گذرنے کے بعد وہ کفار اُس ملک کے مالک ہو جاتے ہیں اور اُسکے لئے کیا شرائط ہیں کہ اگر وہ کفار اس ملک میں سے کچھ کسی شخص کو دیدیں یا ہبہ کر دیویں تو اس شخص کے حق میں حلال ہو جاوے اور اگر اسی صورت سے اہل اسلام متصرف و قابض ہو جاویں اور وہ کسی دوسرے کو دیویں

معلومہ کی صورتوں سے کسی صورت میں ایسے طور پہ ہوگا کہ اُسمیں اسقدر عظمت اور کبریائی اور نور اور جمال اور صفات کمالات ذاتی و آسمانی کا ایسا شمول ہوگا کہ جس شخص کا حوصلہ اعلیٰ درجہ کا ہو اُسکے وہم و عقل میں بھی اُسکی گنجائش نہیں ہوسکتی اور وہ شخص اس سے زیادہ تصور نہیں کرسکتا اور اہلسنت نے جو لکھا ہے کہ اُس جہان کی رویت بلا کیف ہے تا لوازم جسمیت کا ثبوت نہووے اور لوازم جسمیت کے ثبوت کی بنا پر معتزلہ کے جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں وہ وارد نہ ہوویں تو جب تجلّی کی حقیقت معلوم ہوئی تو اب سب اشکالات دفع ہوجاتے ہیں بہر حال بعضے اکابر فرماتے ہیں کہ نفس کو شہود حق میں ایسا استغراق قوی ہوگا کہ اس کے سبب سے کوئی غیر چیز محسوس نہوگی یعنی زمان و مکان و جہت اور غیر کا وجود نفس کو محسوس نہوگا حتیٰ کہ اپنا وجود بھی اُسوقت نہوگا اور اسی کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ معائنہ بلا جہت و شکل اور بلا لوازم جسمیت کے ہوگا۔ حاصل کلام جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ہمنے زید اور عمر کو صریحًا دیکھا ہے اور حالانکہ اُسکے صرف بعضے اعراض کے سوا اور کچھ نہ دیکھا ہے تو مشاہدہ کہ رویت کا موضوع لہ لغوی ہی جب اُسکی تعبیر میں یہ مسامحہ جاری ہوتا ہے تو غائب کے بارہ میں کیوں کوشش کیجاوے کہ اُسمیں مسامحہ واقع نہووے اور کیوں اس امر کا التزام نہ لیا جاوے اس واسطے کہ کنہ ذات صرف تعلق فہم و ادراک سے فیدا حساس و ابصار میں معرا ہے اور قادر ہونا اس رویت پر خواص اور عوام کے حق میں تین وجہ سے مختلف ہوتا ہے ایک باعتبار قرب و بعد کے اور دوسرے باعتبار قلت و کثرت حجاب کے اور تیسرے بسبب زیادتی معرفت صفات اور کمی معرفت صفات کے جو دنیا میں حاصل ہوئی اور اسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ذات مقدس کو معلوم کرنیکے بارہ میں بدن ارضی کیلئے بہت زیادہ حجاب ہے بہ نسبت روح حیوانی کے اور ایسا ہی روح حیوانی کیلئے بہت زیادہ حجاب ہے بہ نسبت عالم مثال سفلی کے کہ مقام جن اور شیاطین کا ہے اور عالم مثال سفلی کیلئے بہت زیادہ حجاب ہے بہ نسبت عالم مثال علوی کے کہ مقام ملائکہ مقربین کا ہے اور جب انسان عالم مثال میں ترقی کرتا ہے تو اُس عالم کی صورت حاصل کرتا ہے اور اسکو ارواح علویہ کا درجہ حاصل ہوتا ہے تو جو کچھ یہاں غائب ہے وہاں حاضر معلوم ہوتا ہے اور اُسکا مصداق ہوتا ہے وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا یعنی اور روشن ہووے زمین اپنے پروردگار کے

ابصار و رویت کے زیادہ کامل انکشاف مفہوم ہوتا ہو کہ اس لفظ سے انکشاف کے
اس اول درجہ کی تعبیر کیجاوے اور حکیم ابو نصر فارابی کے اس کلام کی کچھ اصلاح کیگئی
اسواسطے کہ اس کلام سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ اسطور پر ادراک ہوگا کہ باصرہ کا جرم ہوگا
اور اُسکو سرور حاصل ہوگا اور علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ وہی ادراک مراد ہے کہ
حاسہ کے ذریعہ سے ہو صرف ادراک قلبی مراد نہیں ورنہ یہ قول معتزلہ کی تاویل باطل کے
موافق ہو جاتا ہی اسواسطے فارابی کے کلام میں دو چار حرف زیادہ کیا گیا اور بعضے دوسرے
محققین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مشاہدہ میں رویت اسطرح متحقق ہوتی ہے کہ مرئی
کا ظل جلیدیہ میں پڑتا ہے اور جلیدیہ سے مجمع النور میں جاتا ہی اور وہاں جس مشترک میں پہنچتا
ہے اور جس مشترک سے نفس ناطقہ صورت خیالیہ و وہمیہ و عقلیہ کو علیحدہ کر لیتی ہی اور اسی طریق
سے نزول بھی ہوتا ہی کہ علم عقلی بذریعہ وہم و خیال کے حس مشترک میں پہنچتا ہے اور
حالت ابصار کا شبیہ حاصل ہوتا ہی لیکن چونکہ وہ شبیہ جلیدیہ تک نہیں پہنچتا اسواسطے
اُسکو حقیقی ابصار نہیں کہہ سکتے اور نفس کہ اس جہان میں مقدس اور مطمئن ہو جاتا ہے
اُسکو جناب مبدء کے ساتھ کمال اتصال حاصل ہو جاتا ہے اور اس مقدس ذات کی
نورانی شعاع اپنا پرتو قوت عقلیہ و وہمیہ پر ڈالتی ہے اور وہاں سے خیال اور حس
مشترک پر وہ پرتو پڑتا ہے اور اُس پرتو کا ایسا اثر قوت مدرکہ انسانیہ پر پڑتا ہے
کہ مجمع النور اور جلیدیہ سے نیند اور تعطل حواس کا مادہ زائل ہو جاتا ہے اور جیسا کہ خیالات
کے لئے اس جہان میں جہت اور مکان نہیں اسی طرح وہ معائنہ حقیقت بھی جہت
اور مکان میں نہو گا اور بعض دوسرے لوگوں کا کلام یہ ہے کہ حدیث شریف میں جو کچھ
دربارہ رویت کے وارد ہے اس سے نفی جہت اور سلب لوازم جسمیت مفہوم نہیں ہوتا
البتہ اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ تجلی باقی مظاہر سے دو وجہ سے ممتاز ہے یعنی وہ تجلی سب
مخلوقات سے کہ وہ بھی اس جناب کی صفات کا مظاہر ہے اسوجہ سے ممتاز ہے کہ ظہور
ذات اُس مقام میں بعنوان الوہیت ہے اور باقی مظاہر میں بعنوان خالقیت ہی چنانچہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگ سے ندا آئی اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا یعنی تحقیق کہ میں
خدا ہوں کوئی معبود میرے سوا نہیں اور وہ تجلی اس جہان کی تجلیات صوری و خیالی
حسی سے اسوجہ سے ممتاز ہے کہ اُس ذات مقدس کا ظہور اس مقام میں کائنات

تو اگر چوتھائی داڑھی کا مسح کرنا فرض ہے تو ٹھڈی کے نیچے تر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔
جواب چوتھائی داڑھی کا مسح کرنا فرض ہے اور ٹھڈی کے نیچے تر کرنا سنت ہے اور بہتر ہے کہ فرض پر اکتفا نہ کیا جاوے بلکہ سنت کے موافق عمل کیا جاوے یعنی ٹھڈی کے نیچے تر کیا جاوے ٹھڈی کے نیچے منہ کی حد میں داخل نہیں اسواسطے اُسکا دھونا فرض نہیں اور ایسا ہی جسکی داڑھی گھنی ہو تو اُسکے لئے سنت ہے کہ داڑھی کے بال سے جسقدر منہ چھپا ہو وہ بھی دھووے تو ان دونوں امر میں کچھ تعارض نہیں کہ چوتھائی داڑھی کا مسح کرنا فرض ہے اور ٹھڈی کے نیچے دھونا سنت ہے یعنے اگر چوتھائی داڑھی کا مسح کر لیوے تو فرض ادا ہو جاوے گا اور وضو درست ہو جاوے گا مگر سنت ادا نہو گی تو چاہئے صرف مسح پر اکتفا نہ کیا جاوے بلکہ ٹھڈی کے نیچے دھویا جاوے۔

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کس طور پر نصیب ہو گا تجلی ذات کے ذریعہ سے دیدار ہو گا یا تجلی صفات کے ذریعہ سے دیدار نصیب ہو گا
جواب۔ اس بارہ میں خاص ایک رسالہ ہے اُسمیں یہ بیان مفصل مذکور ہے وہ سب یہاں لکھنے میں بہت طول ہو گا مختصر کلام یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کا اسپر اتفاق ہے کہ دیدار الٰہی جنت میں بے کیف ہو گا یعنی بلا لون وشکل و بعد جہت کے دیدار ہو گا اس مسئلہ کی صورت محققین اہل عقل وکشف نے چند طور پر لکھی ہے حکیم ابونصر فارابی نے اپنی کتاب فصوص میں لکھا ہے کہ کسی شے کا انکشاف بوجہ جزئی شخصے کے ہوتا ہے اور کبھی بوجوہ کلیہ ہوتا ہے کہ عنوان ایک شخص ہوتا ہے یا اشخاص کثیرہ ہوتے ہیں اور انکشاف کو پہلی صورت میں رویت کہتے ہیں اور دوسری صورت میں معرفت کہتے ہیں اور تیسری صورت میں علم کہتے ہیں تو جبتک بدن کا ظاہر التعلق باقی رہتا ہے اُسوقت جو واقفیت اللہ تعالےٰ سے ہوتی ہے وہ انکشاف کی قسم ثانی ہوتی ہے یعنی بعضے لوگوں کو اللہ تعالےٰ کا صرف علم ہوتا ہے اور بعضے لوگ اس درجہ سے ترقی کرتے ہیں اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور جب بدن کا ظاہر التعلق باقی نہیں رہتا تو اس معرفت میں ترقی ہوتی ہے اور انکشاف کا اوّل درجہ حاصل ہوتا ہے اور اسی کو رویت کہتے ہیں تو اللہ جل شانہ کی قدرت سے اُسکی ذات مقدس سے مبصر اور بصر کو سرور حاصل ہو گا اور ابصار اور رویت کے سوا کوئی دوسرا ایسا لفظ نہیں کہ اس سے بہ نسبت لفظ

میں ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا یعنی اور قرآن شریف کو خوب واضح پڑھا کرو۔ ترتیل کا معنی لغت میں واضح پڑھنا ہے اور قرآن شریف پڑھنے میں چند امور پر لحاظ رکھنا واجب ہے تا قرآن شریف کے حروف وغیرہ بخوبی ادا ہوں اوّل تصحیح حرف ہے کہ ضاد کی جگہ ظا نہ نکلے اور طا کی جگہ تا نہ نکلے دوسرا امر تحسین وقوف ہے کہ وصل اور وقف بے محل نہووے اور کلام میں تبدیل لازم نہ آوے تیسرا امر اشباع حرکات ہے یعنی ضمہ اور فتحہ اور کسرہ کو اسطرح ادا کرنا کہ ہر ایک میں فرق معلوم ہو اور ایک دوسرے کے ساتھ مشتبہ نہ معلوم ہو اور چوتھا امر یہ ہے کہ آواز کو کچھ بلند کرنا چاہیئے تا کہ قرآن شریف کے الفاظ بخوبی معلوم ہووویں اور اُن الفاظ کا اثر دل پر ہووے اور کیفیات مطلوبہ دل میں ظاہر ہووویں مثلاً شوق وذوق وخوف وبیم اور پانچویں امر تحسین صوت ہے اور چھٹا امر یہ ہے کہ شد و مد کا لحاظ ہونا چاہیئے اسواسطے کہ شد و مد کی رعایت سے کلام کی عظمت معلوم ہوتی ہے اور اُسکی تاثیر زیادہ ہوتی ہے اور جب وعید کی آیت پڑھے تو چاہیئے کہ توقف کرے اور دعا کرے کہ اس وعید سے پناہ ملے اور جب ثواب کی آیت پڑھے تو وہاں بھی توقف کرے اور خدا سے وہ مطلب اپنے لئے چاہے اور جس مقام میں حکم ہو کہ دعا کرنا چاہیئے تو بھی چاہیئے کہ توقف کرے اور وہ دعا کرے اور جس مقام میں حکم ہو کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیئے تو وہاں بھی توقف کرے اور وہ ذکر کرے اور ان امور سے مقصود یہ ہے کہ قرآن شریف میں فکر وخوض کرنا چاہیئے اور بخوبی سمجھ کر پڑھنا چاہیئے ورنہ اگر ان امور کی رعایت نہ کیجاوے تو وہ تلاوت شعر خوانی کے مانند ہو جاتی ہے ہمیشہ یہی خیال رہتا ہے کہ کب سورہ ختم ہوگی کہ اس سے فراغت ہو جاوے۔

خط بنام امام شاہ خانصاحب

گرامی منش امام شاہ حیوسلمہٗ اللہ تعالیٰ فقیر عبدالعزیز اور فقیر رفیع الدین کیطرف سے بعد سلام مسنون الاسلام کے واضح ہو کہ رقیمہ کریمہ پہنچا اسمیں چند مطالب مرقوم ہیں انکا جواب لکھا جاتا ہے

ایک سوال یہ ہے کہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک چوتھائی داڑھی کا مسح کرنا فرض ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھڈی کے نیچے بھی تر فرمایا

اب ایسی حرکت ناگہانی بدون اختیار کی کہ اوپر مذکور ہوئی اس سے وقوع میں آئی اسکا گھر برباد ہوتا ہی جواب۔ مذہب حنفی میں اس واقعہ کا کوئی علاج ممکن نہیں اس شخص نے اپنی عورت کی ماں کو شہوت کیحالت میں چھو دیا ہے اسواسطے اسکی عورت اُسپر ہمیشہ کیلئے حرام ہوگئی ایسا ہی کتب فقہ میں لکھا ہے اور مذہب شافعی کے موافق عورت حرام نہوئی اسواسطے کہ اس شخص نے اپنی عورت کے گمان سے اسکی ماں کو چھو دیا ہے البتہ اگر وہ شخص اپنی عورت کی ماں کیساتھ جماع کرتا تو اُسکی عورت حرام ہو جاتی ایسا ہی کتب فقہ میں لکھا ہی واللہ اعلم

فائدہ بیان میں مخارج حروف اور ضروریات قرأت کے

ابتداء اسلام میں معمول تھا کہ رکوع اور سجدہ میں کہتے تھے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ ذُو الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ تو پھر سورۂ واقعہ میں نازل ہوا فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ یعنی پس تسبیح کیجئے اپنے پروردگار کی بزرگ نام کے ساتھ تو حکم ہوا کہ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہا کریں پھر سورۂ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى نازل ہوئی تو حکم ہوا کہ سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہا کریں اور اگر کوئی شخص قصد اور کوشش کرے اور باوجود اسکے حرف ظا اُس سے ادا نہ ہوسکے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ صحیح بخاری اور مسلم کی حدیث میں وارد ہے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص قرآن شریف میں ماہر ہو یعنی قرآن شریف کے الفاظ اُسکی زبان سے آسانی سے نکلیں تو اُسکا ثواب نیک بزرگ فرشتوں کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور باوجود کوشش کے اُسکی زبان پڑھنے میں لغزش کرتی ہے اور اس سے حروف مشکل سے نکلتے ہیں تو اُس کو دوچند ثواب ہوتا ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ اَجْرَانِ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص قرآن شریف میں ماہر ہوتا ہے تو اُسکا یہ درجہ ہے کہ گویا وہ اُن نیک بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہے جو اعمال کے لکھنے والے ہیں اور جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور پڑھنے میں تتلاتا ہے اور مشکل سے اس سے حرف ادا ہوتے ہیں تو اُسکو دوچند ثواب ہوتا ہے یہ حدیث مشکوٰۃ شریف

فوجداری کا فیصلہ کرنا ہے یا وہ شخص مدعو بادشاہ یا کسی اور حاکم کا ملازم ہے اس کام کے لئے کہ وہ لوگوں کی عرضی پڑھے یا شقہ اور پروانہ لکھے تو ان صورتوں میں یہی چاہیئے کہ وہ دعوت قبول نہ کرے اسواسطے کہ یہ صرف ظاہراً دعوت ہے اور فی الواقع رشوت حرام ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَدَایَا الْعُمَّالِ غُلُوْلٌ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عمال کو ہدیہ لینا ایسا ہے کہ خیانت کرنا ہے اور وہ کام خواہ دنیاوی ہو یا دینی ہو۔ اس شخص مدعو پر واجب ہو یعنی نہ ایسا ہو کہ خدا کے واجب کرنیسے واجب ہوا ہو اور نہ ایسا ہو کہ بندہ کے واجب کرنیسے واجب ہوا ہو تو اس صورت میں دعوت قبول کرنے میں مضائقہ نہیں مثلاً مدعو سے ان کاموں سے کوئی کام کرانا منظور ہو یعنی مرید کرنا اور اشغال و اذکار کی تلقین کرنا اور مریض کو دم کرنا اور تعویذ لکھنا اور اس امیر کے دربار میں نوکر رکھوانا کہ اس امیر سے اور اس مدعو سے دوستی ہو اور اس کام پر یہ مدعو اس امیر کیطرف سے مقرر ہو جیساکہ بخشی اور جمعدار اور رسالہ دار ہوتے ہیں بلکہ صرف دوستی اور محبت ہو اور حاجتمندوں کی حاجت پہنچانا اور صدقہ اور خیرات دلوانا اور ایسا جو سب کام ہے تو ایسی صورتوں میں دعوت قبول کرنے میں کوئی قباحت نہیں ایسی دعوت کھانا جائز ہے چنانچہ سورۂ فاتحہ پڑھکر دم کرکے اسکے عوض میں کچھ لینے کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا کِتَابُ اللّٰہِ یعنی جن چیزوں پر تم اجر لیتے ہو ان میں سب سے بہتر اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے یہ حکم شرعی مطابق اصول فقہ کے ہے واللہ اعلم۔

سوال۔ ایک شخص نیند کی حالت میں بیخبر بوقت شب اپنے بستر پر سویا تھا اور اسی جگہ اسکی عورت بھی دوسرے بستر پر علیحدہ سوئی تھی اتفاقاً اس عورت کی ماں بھی اسی جگہ آکر اپنی لڑکی کے ساتھ سو رہی اور مرد کو اس حالت سے مطلقاً خبر نہ تھی مردمستی اور شہوت کیحالت میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنی عورت کے بستر پر ہاتھ لے گیا اور دونوں پاؤں پکڑے وہ پاؤں اسکی خوشدامن کے تھے کہ وہ اپنی لڑکی کے ساتھ سوئی تھی اور وہ شخص ناواقفیت سے اپنی عورت سمجھا تھا لیکن بمجرد چھونے پاؤں کے اور اسکی آواز سنکر فوراً پہچان گیا کہ یہ پاؤں اسکی خوشدامن کا ہے تو ہاتھ اٹھالیا اور اسکا پاؤں چھوڑ دیا اور پھر اپنے بستر پر چلا گیا اب عوام کہتے ہیں کہ اسکی عورت اسپر حرام ہوگئی اور وہ ایک مفلس شخص ہے محتاج اور محض بیقدور نہایت وقت سے ایک عورت اسکو ملی اسکے ساتھ نکاح کیا اور اپنا گھر آباد کیا تھا

خلاف ہے تو اس شخص کو گمراہ جاننا چاہیئے کافر نہ سمجھنا چاہیئے اور اگر اُسکی توجیہات غلط نہوں اور صور تہلئے مذکور میں داخل نہوں تو اسکو اس قبیل سے جاننا چاہیئے جو حدیث میں ہے کہ اختلاف اُمتی رحمۃ اور چونکہ ان مراتب کی تمیز کیلئے علم وافر کی ضرورت ہے تو ظاہر ہے کہ جو شخص ایسی توجیہات رکیکہ اختراع کرتا ہے وہ جہال کے زمرہ سے ہے اسکو وعید جہنم اور زجر و توبیخ کے ذریعہ سے اس امر قبیح سے باز رکھنا چاہیئے اور عوام الناس کو تاکید کرنا چاہیئے کہ اُسکی صحبت میں نہ رہیں اور اُسکی بات نہ سُنیں اور اگر اس شخص کا کوئی مذہب باطل ہے کہ وہ مذہب معلوم ہے مثلاً رافضی یا خوارج یا معتزلہ یا مجسمہ سے ہو تو اسکے مذہب کا قبح لوگوں پر ظاہر کر دینا چاہیئے اور اگر وہ شخص اپنے کو اہل حق سے ظاہر کرتا ہے اور اس پردہ میں لوگوں کو گمراہ کرتا ہے تو اُسکی توجیہات لکھکر یہاں بھیجدینا چاہیئے تا اسکا حکم لکھا جاوے والسلام۔

سوال۔ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی دعوت کرتا ہے اور دعوت کنندہ کا کوئی دوسرا دنیاوی کام بھی درپیش ہے اور اُسکی غرض اس دعوت سے یہی ہے کہ اسی حیلہ سے مدعو کو اپنے گھر بلاوے اور اُسکو کھانا کھلاوے اور تملق اور چاپلوسی کیساتھ پیش آوے اور اسی سے سفارش کرائے تا اُسکا کام جو درپیش ہے اسکے حسب خواہ انجام ہو جاوے اور مدعو کو معلوم ہوا ہے کہ اسی غرض مذکور سے دعوت کرتا ہے تو اب وہ مدعو دعوت قبول نہیں کرتا تو دعوت کنندہ اس سے کہتا ہے کہ کس کتاب میں اور کس مذہب میں جائز ہے کہ سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمان رد کرے اور اس سنت کی پیروی نہ کرے لہٰذا عرض پرداز ہوں کہ ایسے شخص کی دعوت قبول کرنے کے بارہ میں شرعاً کیا حکم ہے اور ایسا ہی جب کوئی شخص بطور حیلہ سازی کے دعوت کرے اور اس حیلہ سازی سے اُسکا قصد مرید ہونیکا ہو یا تعویذ اور عملیات سیکھنے کا اسکا ارادہ ہو تو ایسے شخص کی دعوت قبول کرنیکے بارہ میں شرعاً کیا حکم ہے

جواب اگر وہ دنیاوی کام شخص مدعو پر واجب ہو خواہ خداوند تعالےٰ کے واجب کرنے سے واجب ہوا ہو مثلاً مسائل فقہ کی تحقیق ہے اور ظالم کے ہاتھ سے مظلوم کو رہا کرنا ہے بشرطیکہ رہا کرنا اپنے اختیار میں ہووے اور اُسکے مانند اور جو دوسرے افعال ہیں یعنی ایسے کاموں میں سے کوئی کام شخص مدعو پر واجب ہو تو چاہیئے کہ وہ دعوت قبول نہ کرے اور ایسا ہی اگر کوئی دنیاوی کام شخص مدعو پر کسی بندہ کے واجب کرنے سے واجب ہوا ہو مثلاً وہ شخص مدعو بادشاہ کیطرف سے قاضی یا اور کوئی حاکم مقرر ہے کہ اُسکے متعلق معاملات دیوانی یا معاملات

حدیث و آثار و تواریخ میں کامل واقفیت حاصل کرے اور اگر ان علوم میں کامل واقفیت حاصل نہو تو قرآن شریف اور حدیث کے معنے بیان کرنا ہرگز جائز نہیں اور یہ علوم معلوم ہو جانے کے بعد تو ہر صاحب مذہب قرآن شریف اور حدیث شریف سے حکم شرعی ثابت کرتا ہے اور اس غرض سے کہ وہ مخالفین کا شبہ دفع کرے اسکو تاویل کیضرورت ہوتی ہے اور قرآن شریف اور حدیث شریف کی تاویل جو اسکے مذہب کے موافق ہوتی ہے اسکو وہ حق جانتا ہے اور جو تاویل اسکے مذہب کیخلاف ہوتی ہے اسکو باطل سمجھتا ہے اور ایسی صورت میں حق اور باطل کی تمیز اس طور پر ہوتی ہے کہ صحابہ اور تابعین نے کسی حدیث کا جو معنے سمجھا ہے اس معنے کے موافق جو تاویل اس حدیث کی ہوگی وہ صحیح ہوگی اور جو تاویل اس معنے کیخلاف ہوگی وہ باطل ہوگی اسواسطے کہ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے اور تابعین نے صحابہ کی تعلیم سے اور قرائن حالی و مقالی سے حدیث کا جو معنے سمجھا ہے اسکے موافق اس حدیث کی تاویل کوئی صاحب مذہب کرے وہ واجب التسلیم ہے تو جو شخص توجیہات رکیکہ کرتا ہے اگر اسکو علوم مذکور میں کامل واقفیت نہیں تو اسکے حق میں نہایت تہدید اور وعید وارد ہے چنانچہ یہ وعید اسکے بارہ میں ہے مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَاْیِہٖ فَقَدْ کَفَرَ جو شخص اپنی رائے سے قرآن شریف کی تفسیر بیان کرے تو وہ کافر ہو جاویگا اور یہ وعید بھی وارد ہے کہ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَاْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ یعنی جو شخص اپنی رائے سے قرآن شریف کی تفسیر بیان کرے تو چاہیے کہ اپنے رہنے کی جگہ دوزخ میں تلاش کرے اور قرآن شریف اور حدیث شریف دونوں کی تاویل کرنیکے بارہ میں ایک ہی حکم ہے اسواسطے کہ دونوں پر دین کی بنا ہے اور عرب کی زبان میں حقیقت اور مجاز اور ظاہر اور مأول ناسخ اور منسوخ ہے یہ سب جاننا ضرور ہے اور جو شخص توجیہات رکیکہ کرتا ہے اگر اسکو علوم مذکورہ میں واقفیت کامل حاصل ہو اور باوجود اسکے وہ غلط توجیہات رکیکہ کرتا ہے تو وہ بدعتی ہے اور اگر وہ شخص قرن اول کیخلاف توجیہات رکیکہ کرتا ہو تو اسکی بدعت پر لحاظ کرنا چاہیے اگر خلاف ادلہ قطعیہ کے ہے یعنی وہ بدعت نصوص متواترہ اور اجماع قطعی کیخلاف ہو تو اسکو کافر سمجھنا چاہیے اور اگر وہ بدعت خلاف ادلہ ظنیہ کے ہے کہ وہ ادلہ ظنیہ قریب یقین کے ہے مثلاً وہ بدعت اخبار مشہورہ اور اجماع عرفی کے

کرنا بلاشک افضل ہے کھانا دینے اور کپڑا دینے سے اور کپڑا دینا افضل ہے کھانا دینے سے تو ایسا ہی یہ مسئلہ مذکورہ خلافت کا ہے واللہ اعلم بالصواب

سوالات منشی نجم الحق صاحب

حنفی مذہب کیلئے جائز ہے یا نہیں کہ نماز میں شافعی اور مالکی اور حنبلی کے پیچھے اقتدا کرے

جواب حنفی مذہب کی نماز شافعی اور مالکی اور حنبلی سب کے پیچھے جائز ہے اسواسطے کہ اصول میں ان چاروں مذہب میں کوئی اختلاف نہیں اور یہ حکم احادیث و فقہ کی کتب معتبرہ سے ثابت ہے لیکن فی زماننا بعض علماء ماوراء النہر اپنی کم فہمی کے سبب سے تعصب رکھتے ہیں اور اسبارہ میں گفتگو کرتے ہیں اُنکا قول قابل رد ہے اور فقہ و حدیث کیخلاف ہے صرف اُنکا مسئلہ اجتہادیہ ہی ہرگز قابل سماعت اور لائق اعتبار نہیں اور مکہ معظمہ میں ابتک یہی طریقہ جاری ہے کہ ان چار مذہب سے ہر مذہب کے لوگ دوسرے مذہب والے کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور اگر ایسا حکم نہووے تو پھر مذہب اہلسنت اور فرقہ خلافیہ میں کیا فرق رہیگا اہل سُنن اور سب فقہا کے محققین کے نزدیک چاروں مذہب میں حق دائر ہے اور یہ مسئلہ اصول کے کتب معتبرہ میں دیکھنا چاہیئے تا اطمینان کلی حاصل ہو جاوے۔ کتبہ فقیر عبد العزیز عفا عنہ وکفر عنہ سئیاتہ۔

سوال دیگر غنی کیلئے نان وقف کھانے کے بارہ میں کیا حکم ہے **جواب** جائز ہے۔

سوال۔ جو شخص حلال کو حرام جانے اور حرام کو حلال جانے اُسکے بارہ میں کیا حکم ہے۔

جواب۔ جو شخص جانتا ہو کہ فلاں چیز شرع میں حرام ہے اور صرف اتباع نفس سے کہے کہ وہ چیز حلال ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور اگر نہ جانتا ہو تو کافر نہیں ہوتا اور یہی حکم اس شخص کے بارہ میں بھی ہے جو حلال کو حرام کہے۔

سوال۔ زید حدیث شریف کے معنی میں توجیہات واہیہ وریکیکہ کرتا ہے اور اُن توجیہات سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع زید کو اس حدیث سے انکار ہے تو کیا شرعاً اُس پر گناہ لازم آتا ہے۔ بیان فرماویں۔

جواب۔ قرآن شریف کی تفسیر اور حدیث کے معنے بیان کرنیکے لئے ضرور ہے کہ پہلے علم صرف ونحو واشتقاق ولغت ومعانی وبیان وعلم فقہ واصول فقہ وعقائد یعنے علم کلام وعلم

نماز میں قیام اور قعود ہے کہ دونوں حق ہیں اور ایسا ہی منفرد کیلئے جہر یہ نماز میں جہر اور اخفا ہے اور علی ہذا القیاس اور بھی ایسے مسائل ہیں اور حق متعین وہ ہے کہ اُسکا غیر حق نہیں مثلاً اصل نماز فرض کہ اُسکا فرض ہونا حق ہے اور مثلاً اُسکا نفل ہونا حق نہیں اور جب یہ مقدمہ معلوم ہوا تو اب جاننا چاہیئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوال میں مقصود حق متعین تھا حق دائر نہ تھا اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سوال کے جواب میں قرآن اور اسلام کو ذکر فرمایا کہ یہ دونوں حق متعین ہیں اور باقی دوسری کتابیں اور دوسرے سب دین منسوخ شدہ ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا ذکر فرمایا اور آپکی خلافت حق ہونے کو مقید فرمایا اپنے اس قول کے ساتھ اِذَا اَنْتَهَتْ اِلَيْكَ یعنی جب آپکو خلافت ملے گی تو اسوقت میں وہ خلافت آپکے حق میں حق متعین ہوجاوے گی اور ایسا ہی ہوا اسواسطے کہ اُسوقت جب آپکو خلافت ملی تو خلفاء راشدین میں سے آپکے سوا کوئی دوسرے خلیفہ موجود نہ تھے بخلاف خلفاء ثلثہ کی خلافت کے اسواسطے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت کا وقت آیا تو اُسوقت خلافت چار صاحبوں کے درمیان دائر تھی اسواسطے کہ مفضول کی امامت فاضل کے ہوتے ہوئے جائز ہے تو اگر اُسوقت میں لوگ حضرت علیؓ یا حضرت عثمانؓ کی بیعت قبول کرلیتے تو بیعت جائز ہوجاتی ایسا ہی جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا وقت پہنچا تو اسوقت خلافت تین صاحبوں میں یعنی حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان دائر تھی اور جب حضرت علیؓ کی خلافت کا وقت پہونچا تو اُسوقت کسی دوسرے کی خلافت کا احتمال نہ تھا اور اسی واسطے آپکو خاتم الخلفا کہتے ہیں اور یہی معنی اِذَا اَنْتَهَتْ اِلَيْكَ سے مفہوم ہوتا ہے اسواسطے کہ وَلَا يَتَكَ نہ فرمایا ورنہ مفہوم ہوتا کہ آپکے سوا دوسرے کو ولایت کا حق نہیں اور جو لفظ موجود ہے اُس سے مفہوم ہوتا ہے کہ مطلق کہ مطلق ولایت جب آپکو پہنچ جاوے گی تو اسوقت اسکی انتہا ہوجاویگی اور تمام ہوجاویگی اور اس لفظ میں خوب غور کرنا چاہیئے اور اب دوسرا مقدمہ بھی جاننا چاہیئے کہ یہ ضرور نہیں کہ حق دائر کے سب شقوق برابر ہوں بلکہ جائز ہے کہ اُسکی کوئی ایک شق دوسری شق سے افضل ہو اور اصل حقیقت میں اُسکی سب شق مشترک ہو جیسا کہ یمین کے کفارہ میں ہے کہ حق دائر ہے تین چیزیں یعنی آزاد کرنا اور کھانا دینا اور کپڑا دس مسکین کو تو یمین کا کفارہ ان تین چیزوں میں حق دائر ہے حالانکہ آزاد

کعبہ بنا کر حج ادا کر لیویں حالانکہ یہ سب فضول ہے جائز نہیں فقط

سوال۔ تابوت تعزیہ کی زیارت کرنا اور اُس پر فاتحہ پڑھنا اور مرثیہ پڑھنا اور بنانا اور مرثیہ سننا اور فریاد و نوحہ کرنا اور چھاتی پیٹنا اور گلا لوچنا حضرت امام حسینؓ کے ماتم میں شرعاً ان امور کے بارہ میں کیا حکم ہے۔

جواب۔ یہ سب ناجائز ہے چنانچہ کتاب السراج میں خطیب کی روایت سے مذکور ہے لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ زَارَ بِلَا مَزَارٍ وَلَعَنَ اللّٰہُ مَنْ زَارَ شَیْخًا بِلَا رُوْحٍ یعنے لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اُسپر جس نے زیارت کی بلا مزار کے اور لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اُسپر جس نے زیارت کی کسی جسم بیجان کی اور مرثیہ بنانا اور اپنے گھر میں پڑھنا اور سُننا اُسمیں قباحت نہیں بشرطیکہ اُسکے مضمون سے اہلبیت کی اہانت اور تحقیر نہوتی ہو اور اُسمیں ظلم و ستم کی نسبت اللہ تعالیٰ کیجانب نہو اور فاتحہ اور درود اور صدقات بھی اپنے گھر کرنا مستحسن ہے اور فریاد اور نوحہ کرنا اور چھاتی پیٹنا اور گلا لوچنا یہ سب حرام ہے اور حدیث شریف میں یہ ہے کہ لَیْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ وَسَلَقَ وَخَرَقَ یعنی نہیں ہے ہم سے وہ شخص جسنے اپنا گلا لوچا اور نوحہ کے طور پر رویا اور گریبان چاک کیا اور حدیث شریف میں ہے لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعٰی بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ یعنی نہیں ہے ہم سے وہ شخص جس نے اپنا منہ پیٹا اور گریباں چاک کیا اور شور مچایا مانند شور مچانے وقت جاہلیت کے یہ دونوں حدیث مشکوٰۃ المصابیح میں ہیں۔

جواب سوال۔ مولوی محمد زاہد خان شاہجہانپوری نے جو حدیث لکھی تھی ملاحظہ میں آئی حدیث کی کتب صحیحہ میں موجود نہیں البتہ ابن جریر و ابن مردویہ ایسے محدثین کی تفاسیر میں موجود ہے لیکن اسمیں بھی بروایت ضعیف ہے اور حدیث کا معنی اہل سنت کے مذہب کے موافق کم لوگوں کو معلوم ہے آپکے ارشاد کے بموجب لکھا جاتا ہے پہلے ایک مقدمہ ہے وہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے پھر حدیث کا معنے خود بخود سمجھ میں آجاویگا اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ حق کی دو قسمیں ہیں حق دائر و حق متعین مثلاً دین و اسلام حق متعین ہے اور مثلاً مذہب حنفی اور مذہب شافعی حق دائر ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ حق دائر وہ ہے کہ وہ بھی حق اور اسکا غیر بھی حق ہو مثلاً روزہ اور افطار مسافر کے حق میں دونوں حق ہے یعنی مسافر کے نے فرض روزہ رکھنا بھی جائز ہے اور فرض روزہ نہ رکھنا بھی جائز ہے اور ایسا ہی نفل

اور سجدہ تلاوت کے لئے تیمم کیا تو بلا خلاف علماء کے نزدیک جائز ہے کہ اُس تیمم سے فرض نماز پڑھے ایسا ہی محیط میں ہے فقط

سوال کیل اور نمدہ پر نماز پڑھنا اور سجدہ تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ جائز ہے بشرطیکہ پیشانی اُس پر قرار پا جاوے یعنی سجدہ کرنے میں بمقام سجدہ سختی معلوم ہووے اور پیشانی بخوبی قرار پا جاوے۔

سوال۔ زید ریاح کے مرض میں ایسا گرفتار ہے کہ ایک رکعت تک بھی ریح ضبط نہیں کر سکتا ہے تو وہ ہر نماز کیلئے تازہ وضو کرے اور بعد ادائے نماز کے جو کچھ اُسکا معمول دربارہ وظیفہ کے ہووے مثلاً منزل کلام اللہ کی پڑھتا ہو اور حدیث شریف پڑھتا ہو اور درود شریف پڑھتا ہو تو اُسی وضو سے یہ سب بھی پڑھے گا یا ان سب وظیفوں کیلئے تازہ وضو کرنا ہوگا اور بعد نوافل کے مثلاً تہجد اشراق و چاشت کے بعد جو کچھ ورد اور وظیفہ اُسکا معمول ہے اسی سابق وضو سے ادا کریگا جو نوافل کیلئے وضو کیا تھا یا تازہ وضو کرنا ہوگا۔

جواب۔ پھر تازہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں اگر کوئی دوسرا ناقض وضو صادر نہ ہوا ہو تو وہی سابق وضو کافی ہوگا۔

سوال۔ فوائد محیط میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کیا کہ زید سفر میں ہے اور اُسکے ماں باپ کی قبر وطن میں بہت دور ہے یا قبر کی جگہ معلوم نہیں اور وہ زیارت کا مشتاق ہو تو کیا کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک خط کھینچے اور ماں باپ کا خیال کرکے اُس خط کی زیارت کرے تو اس روایت کے بنا پر غالباً تعزیہ بنانا جائز ہوگا

جواب۔ یہ روایت کفایہ شعبی میں ہے چنداں معتبر نہیں ہر حال اُس روایت میں سفر اور بُعد مسافت کا ذکر نہیں صرف یہ مذکور ہے کہ ماں باپ کی قبر کی جگہ معلوم نہ ہو تو معلوم کا قیاس مجہول پر نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ اگر قبلہ مجہول ہو یعنے معلوم نہ ہو تو تحری جائز ہے اور حضرت امامین علیہما السلام کی قبر معلوم ہے تو تابوت مصنوعی کی زیارت جائز نہیں ورنہ اگر ایسا ہی ہے تو یہ بھی جائز ہو جاویگا کہ اسی طرح سے کوئی نشان بنا دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال کرکے اُس نشان کی زیارت کریں اور یہ سمجھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت حاصل ہوگئی یا کوئی مصنوعی عرفات اور مصنوعی

طریق سے روزہ افطار کا حکم بھی انکے حق میں نہایت آسان ہوگا اور اصول فقہ کیموافق ہوگا کہ عند الضرورت شرع میں بعض احکام کے بارہ میں عرف و عادات کا اعتبار کیا گیا ہے اور قرآن میں بھی اشارہ اس مطلب کی اصلیت کیطرف موجود ہے چنانچہ ساتویں پارہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا یعنی اللہ تعالیٰ ظاہر کرنیوالا ہے دن کی روشنی کا اور اس حق تعالیٰ نے رات کو سکون اور استراحت کا وقت بنایا ہے اور آفتاب اور ماہتاب کو برس اور مہینہ کی یاد داشت کے لئے بنایا اور آٹھویں پارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تمھارے واسطے رات دن بنایا ہے تا تمکو سکون اور استراحت اسمیں ہووے اور طلب معاش کرو اور اس کلام پاک میں لف و نشر ہے یعنی رات کو سکون و استراحت کیواسطے بنایا ہے اور دن کو طلب معاش کیواسطے بنایا ہے تو اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رات کا وقت فی الواقع استراحت کیلئے ہے جو رات ہو اور دن کا وقت طلب معاش کیلئے ہے اور چلنے پھرنے کیواسطے ہے جو دن ہو اور یہ سب امر آفتاب اور ماہتاب کے طلوع اور غروب پر موقوف نہیں فقط۔

سوالات مولوی جمیل علی

سوال۔ جس مچھلی کو کافر نے پکڑا ہو اس کے کھانے کے بارہ میں کیا حکم ہے

جواب۔ حلال ہے چنانچہ کتب فقہ میں مذکور ہے لَا بَاْسَ بِاَكْلِ السَّمَكِ الَّذِيْ يَصِيْدُهُ الْمَجُوْسِيُّ یعنی وہ مچھلی کھانے میں مضائقہ نہیں جسکو مجوسی نے شکار کیا ہے اور حاصل یہ ہے کہ مچھلی کے پکڑنے کے بارہ میں وہ سب حکم نہیں جو ذبح کے بارہ میں ہے تا اس مچھلی کے بارہ میں گمان کیا جاوے کہ وہ کافر کا ذبیحہ ہے۔

سوال نماز جنازہ کے لئے جو وضو کیا گیا ہو تو اس وضو سے پنجگانہ نماز میں سے کوئی نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ **جواب** جائز ہے اسواسطے کہ وضو میں نیت شرط نہیں چاہے جس نیت سے وضو کرے اس وضو سے نماز ادا کرنا جائز ہے اور تیمم میں کہ نیت شرط ہے اسمیں بھی جائز ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے لَوْ تَيَمَّمَ لِصَلٰوةِ الْجَنَازَةِ وَسَجْدَةِ التِّلَاوَةِ اَجْزَاَهُ اِنْ صَلّٰى بِهٖ مَكْتُوْبَةً بِلَا خِلَافٍ كَذَا فِي الْمُحِيْطِ یعنی اگر نماز جنازہ

دن ہوا اور جب ایک مہینہ سے زیادہ روزہ رکھتے ہیں تو پھر مہینہ کا شمار رکھتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ ایک مہینہ ہوا دو مہینہ ہوا اور اڑھائی مہینہ ہوا اور تین مہینہ ہوا تو معلوم ہوا کہ روزہ ایک مہینہ سے زیادہ فرض نہیں تو یہ کیونکر گمان کیا جاوے کہ وہاں یعنی عرض تسعین میں چھ مہینہ سال میں روزہ فرض ہے اور بعضے صاحبان جنکو فقہ سے زیادہ مناسبت ہے انکو ایک دوسرا شبہ ہوتا ہے کہ کتب اصول میں لکھا ہے کہ وجوب کا سبب نماز روزہ میں وقت ہی تو عرض تسعین میں جس وقت نماز کا وقت نہیں ہوتا اسوقت وہاں نماز کیوں واجب ہوگی یعنی طلوع فجر اور زوال آفتاب اور غروب آفتاب وہاں ہر روز نہیں ہوتا تو وجوب کسطرح ثابت ہوگا اسواسطے کہ سبب بدون سبب کے متحقق نہیں ہوتا اور وقت کو کہ وجوب کا سبب کہتے ہیں تو اس سے مراد علامت ہے اور اصلی سبب وجوب کا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے لئے بھی سبب ہوتا ہے اسکے سب احکام میں حکمت ہے تو نماز کے وجوب کا سبب فی الواقع یہی ہے کہ خالق کا ذکر و فکر رہے اور خالق سے غفلت نہووے اور روزہ کی فرضیت کا فی الواقع سبب یہ ہے کہ ایک مدت دراز تک ترک مالوفات کیا جاوے کہ کسر نفس ہو اور یہ سب سبب انسان کیلئے جس جگہ ہووے لازم ہے تو موافق اصول آسمانی شرع کے وہاں یعنی عرض تسعین میں یہ حکم ہو سکتا ہے کہ نماز و روزہ دوسرے طور پر ادا کریں اور وہ طور یہ ہے کہ وہاں چھ مہینہ کا دن ہوتا ہے اور چھ مہینہ کی رات ہوتی ہے اور عادۃً محال ہے کہ چھ مہینہ بیدار رہے اور کاروبار میں مشغول رہے اور ایسا ہی یہ بھی محال ہے کہ چھ مہینہ برابر سویا رہے اور بیحس و حرکت رہے تو ضرور ہے کہ وہاں کے لوگ چھ مہینہ کی مدت میں خواہ وہاں وہ چھ مہینہ دن ہووے یا رات ہووے یہ مقرر کرلیں گے کہ کسوقت آرام کریں اور سوویں اور کسوقت کسب اور طلب معاش کریں تو بعض اوقات کو اس کام کے لئے اور بعض اوقات کو اس کام کیلئے مقرر کرینگے تو جس وقت کو وہ لوگ کسب اور طلب معاش کیلئے مقرر کریں اسوقت کو انکے حق میں دن قرار دینا چاہیئے اور یہ حکم دینا چاہیئے کہ اسوقت میں وہ لوگ دن کی نماز ادا کریں اور جس وقت کو وہ لوگ استراحت اور خواب کیواسطے مقرر کریں وہ وقت انکے حق میں رات قرار دینا چاہیئے اور ان لوگوں کو حکم دینا چاہیئے کہ وہ لوگ اسوقت میں رات کی نماز ادا کریں اور یہ کہ ایک نماز دوسری نماز کے کس قدر دیر کے بعد ادا کیجاوے تو اسکا اندازہ نماز کے معمولی اوقات کے موافق کرلیویں اور اسی

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّکَّرَ اَوْ اَرَادَ شُکُوْرًا یعنی حق تعالیٰ وہ پاک ذات ہے کہ اُسنے بنایا ہی رات اور دن کہ انمیں سے ایک آتا ہے اور دوسرا جاتا ہے یہ اُس کے لئے ہے جو خدا کی یاد کا ارادہ رکھے یعنی زبان یا دل سے یاد کرے یا ارادہ شکر کا رکھے یعنی بدن اور جوارح سے تو معلوم ہوا کہ ذکر خدا اور شکر خدا کے لئے اسی رات دن کا اعتبار ہے جو آفتاب کی روزانہ گردش سے ہوتا ہے اور روزہ بھی شکر میں داخل ہے اسواسطے کہ روزہ دار اپنا بدن خدا کی راہ میں ترک غذا سے گھٹاتا ہے اور خدا کی راہ میں صرف کرتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض وہاں چھ مہینے میں صرف تین نماز فرض ہو اور اُسکے بعد پھر چھ مہینے میں صرف دو نماز فرض ہو تو فرضیت نماز کا فائدہ حاصل نہ ہوگا اسواسطے کہ نماز اس لئے فرض ہوئی ہے کہ بندہ جلد جلد تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اپنے خالق کیطرف متوجہ ہوا کرے اور عبادت کرتا رہے تا توجہ اور عبادت کا رنگ اُسکی روح اور نفس پر غالب ہووے اور غفلت کا رنگ اُسکے دل سے دور ہووے اور ایک برس کے زمانہ میں صرف پانچ نماز پڑھنے کا اتفاق ہو تو نفس اور روح پر ہرگز کچھ اثر نہ پہونچے گا بلکہ ایک نماز دوسری نماز تک بھی یاد نہ رہے گی اور اگر وہاں حکم ہو کہ چھ مہینہ برابر روزہ رکھیں یعنی اس چھ مہینے میں کہ وہاں برابر دن رہتا ہے وہ لوگ مطلقاً کھانا پینا ترک کردیں تو وہاں کے لوگوں کے حق میں لازم آویگا کہ اُن لوگوں کو شرعاً تکلیف مالایطاق دیگئی اسواسطے کہ بمقتضائے عادت اسقدر زیادہ مدت یعنی چھ مہینہ کھانا پینا ترک کردینے سے ہلاکت لازم آویگی اور قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ایسی تکلیف مالایطاق شرعاً نہیں دیگئی ہے چنانچہ قرآن شریف میں تیسرے پارہ میں اور دوسرے مقامات میں بھی واضح ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا یعنی نہیں تکلیف دیتا ہے اللہ کسی نفس کو مگر اُسکی طاقت کے موافق اور یہ بھی قرآن شریف میں دوسرے پارہ میں اُس مقام میں واقع ہے جہاں روزے کی فرضیت کا بیان ہے کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ یعنی تم لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا جیسا اگلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تا تم کو پرہیزگاری کی عادت ہو اور یہ چند دن گنے ہوئے ہیں اور ظاہر ہے کہ روزہ کے شمار میں ایک مہینہ تک باعتبار عرف کے دن شمار کرتے ہیں مثلاً یہ کہتے ہیں کہ دو دن ہوا اور تین دن ہوا اور چار

سے تشکلات قمریہ شروع ماہ سے آخر ماہ تک دریافت ہو جاتی ہیں تو اس آلہ سے رمضان اور دن رات اعتبار کر کے روزہ رکھیں اور افطار کریں اور اگر چاہیں تو منازل قمر کو ابتداء ماہ سے دریافت کریں اور ہر منزل کا دو حصہ کریں ایک حصہ کو دن دوسرے حصہ کو رات اعتبار کریں اور یہ بھی آسان طریقہ ہے کہ منطقہ مائل قمر کا میلان پانچ درجہ منطقۃ البروج سے ہے تو ماہتاب جبتک منازل شمالیہ میں رہیگا تو وہاں کی مدار وہاں کے لوگوں پر ظاہر رہیں گی ہر مدار کا دو حصہ کر کے روزہ رکھیں اور افطار کریں اور جب ماہتاب منازل جنوبیہ میں جاوے تو منازل شمالیہ کے اسی حساب کے مطابق منازل جنوبیہ میں بھی عمل میں لے آویں اور اس مسئلہ کا حکم قرآن شریف کی اس آیت سے نکلتا ہے جو پندرھویں پارہ میں ہے وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ یعنی حق تعالیٰ وہ پاک ذات ہے کہ بنایا اس نے آفتاب کو چمکنے والا اور بنایا ماہتاب کو روشن اور ماہتاب کیلئے منازل بنائے یعنے اٹھائیس منازل تاتم لوگ معلوم کرو شمار برس کا اور حساب مہینہ کا اور جن امور کی بنا برس اور مہینہ پر ہے مثلاً روزہ اور نماز اور وصول دیون اور وجوب ماہانہ وغیرہ اور ستائیسویں پارہ میں سورۂ رحمان میں ہے اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ یعنی آفتاب اور ماہتاب بحساب مقرر بروج اور منازل قطع کرتے ہیں تو اگر کسی کے دلمیں شبہ گذرے کہ نماز پنجگانہ کا وقت دن اور رات کی ساعات پر مقرر ہی خواہ رات اور دن بڑا ہو یا چھوٹا ہو تو وہاں چھ مہینہ کا ایک دن ہوتا تو چاہیئے کہ اسمیں صرف تین نماز ادا کریں اور چھ مہینہ کی رات ہوتی ہے تو چاہیئے کہ اسمیں صرف دو نماز ادا کریں اور ایسا ہی شرع سے ثابت ہے کہ رمضان المبارک کے شروع مہینہ میں سے روزہ رکھتے ہیں تو وہاں چاہیے کہ جب چاند اپنی حرکت خاصہ سے طلوع کرے تو روزہ رکھنا شروع کریں اور جب ماہتاب جنوب کی جانب آوے تو افطار کریں تو میں کہتا ہوں کہ یہ طریقہ چند وجہ سے خلاف مقصود ہے اور خلاف آیات کلام اللہ کے ہے ایک وجہ یہ ہی کہ نماز پنجگانہ کا وقت رات دن کے ساعات پر آفتاب کی گردش روزانہ کے موافق ہے جو حرکت فلک الافلاک کی ہی اور آفتاب کی حرکت خاصہ کے اعتبار سے نماز کا وقت شرعاً مقرر نہیں ہوا ہے چنانچہ قرآن شریف کے انیسویں پارہ میں واقع ہے وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً

میں آفتاب جبتک رہتا ہو تو اُس جگہ سے یعنی عرض تسعین سے رات اور دن جسقدر وقت میں پورا ہوتا ہے یعنی چوبیس گھنٹہ میں آفتاب غروب نہیں ہوتا اور فلک الافلاک کی حرکت سے ہر روز یعنی چوبیس گھنٹہ میں ایک مدار کو قطع کرتا ہے تو بالفرض اگر وہاں لوگ ہوں تو اُن لوگوں کو چاہیئے کہ ہر دن کے مدار کا دو حصہ کریں ۱ ایک حصہ کو روز اعتبار کریں اور اُسمیں تین نمازیں ادا کریں یعنی فجر اور ظہر اور عصر کی نماز پڑھیں اور مطابق وقت ہر نماز کے اُس نصف مدار کو تقسیم کریں اور ہر نماز اُسکے وقت میں ادا کریں اور مدار کے دوسرے نصف کو رات اعتبار کریں اور اُسمیں پہلے مغرب ادا کریں اور اُس نصف مدار کے ایک ربع کے بعد جب آفتاب جاوے تو اُسکے بعد عشا اور وتر کی نماز ادا کریں جبتک آفتاب مدارات شمالیہ میں رہے اور اُسجگہ سے نظر سے غائب نہو ۱ اسی طرح برابر نماز ادا کرتے رہیں اور جب آفتاب برج جنوبیہ میں داخل ہووے یعنی میزان سے آخر حوت تک کی برج میں آفتاب رہے تو مدارات شمالیہ کے مانند مدارات جنوبیہ کو بھی دو حصہ کریں ایک نصف کو دن اعتبار کریں اور اوپر کے طریقہ مذکورہ کے موافق اندازہ کرکے اُس میں فجر اور ظہر اور عصر کی نماز ادا کریں اور دوسرے نصف کو رات اعتبار کریں اور اوپر کے طریقہ مذکورہ کے موافق اندازہ کرکے اس میں مغرب اور عشا و ظہر کی نماز ادا کریں اسواسطے کہ مدارات جنوبیہ اور مدارات شمالیہ متساوی ہیں اُنمیں تفاوت نہیں اگرچہ دیکھنے میں بسبب اختلاف اوج و حضیض کے کچھ کم تفاوت معلوم ہوتا ہے اور وہاں کے لئے روزہ کے بارہ میں یہ حکم ہے کہ جو لوگ زمین معمورہ سے جہاز پر وہاں آمد و رفت رکھتے ہوں اُن سے تحقیق کریں کہ شہور قمریہ سے یہ کون مہینہ ہے اور اُس مہینہ کو یاد رکھیں اور حساب سے جب وہ مہینہ باندازہ تیس دن کے گذر جاوے تو اُس مہینہ کے بعد کا دوسرا مہینہ اعتبار کریں اور علی ہذا القیاس شمار کرتے رہیں تو جب اس حساب سے رمضان شریف کا مہینہ آوے تو ہر مدار کی ایک نصف کو دن اعتبار کریں اور اس میں روزہ رکھیں اور اس مدار کے دوسرے نصف کو رات اعتبار کریں اور اُسمیں افطار کریں اور آسان طریقہ یہ ہے کہ اگر آلات نجوم اور تقویم شناسی کے وہاں موجود ہوں تو اُس سے رمضان شریف کا مہینہ اور دن رات دریافت کریں اور دن میں روزہ رکھیں اور رات میں افطار کریں اور یہ سننے میں آیا ہے کہ بلاد روم میں مہینہ دریافت کرنے کیلئے گھڑیاں بناتے ہیں کہ اُس

یا مُوَالِکُمْ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ یعنی حلال کی گئیں تم لوگوں کے واسطے وہ عورتیں جو سوا ان محرمات کے ہیں یہ کہ انکے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش کرو اپنا مال خرچ کرنے کے ذریعہ سے یعنی مہر اور نان نفقہ میں اُس حال میں کہ انکو پابند اپنے گھر میں رکھو اور محض شہوت رانی کا قصد نہ کرو کہ خفیہ ہوتا ہے بلکہ بالاعلان اور گواہوں کے سامنے نکاح کرو تو معلوم ہوا کہ دار و مدار نکاح کا انھیں چیزوں پر ہے دوسری شرطیں معتبر نہیں کہ فلاں گھر میں رہنا ہوگا یا دوسرا نکاح نہ کیا جاویگا البتہ اگر شوہر نے عورت کے باپ ماں کے ساتھ اپنی خوشی سے شرط کی ہے کہ میں تمھاری لڑکی تمھارے گھر سے باہر نہ لیجاؤنگا اور میں بھی تمھارے ہی گھر رہونگا تو یہ عہد ہوا اور لازم ہے کہ تا امکان عہد ضرور پورا کیا جاوے تو اگر شوہر بلا عذر عہد شکنی کرے تو عند اللہ گنہگار ہوگا لیکن نکاح میں کچھ خلل نہوگا اور جو لوگ عہد کو پورا کرتے ہیں انکی فضیلت قرآن شریف کے دوسرے پارہ میں مذکور ہے وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا یعنی بعضے لوگ ایسے ہیں کہ جب عہد کرتے ہیں تو اُسکو پورا کرتے ہیں قرآن شریف میں دوسرے بھی اکثر مقامات میں وفاء عہد کی تاکید آئی ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا یعنی عہد کو پورا کرو تحقیق کہ عہد کے بارہ میں سوال کیا جاویگا تو اس آیت سے صراحۃً وفاء عہد کی تاکید ثابت ہوتی ہے۔

چوتھا سوال جس جگہ قطب سر پہ ہو اور آسمان کی گردش رحوی ہو اور رات دن سے ہر ایک چھ مہینے یا کچھ کم اُس سے ہو تو اسجگہ کیلئے روزہ اور نماز کے بارہ میں کیا حکم ہے۔

جواب یہ مسئلہ بالتخصیص منجملہ کتب فقہ کے کسی کتاب میں مذکور نہیں ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علماء سابقین نے عبث جانا کہ اس مسئلہ میں بحث کیجاوے اسواسطے کہ یہ جگہ یعنی عرض تسعین ایسی جگہ ہے کہ وہاں جانور نہیں رہ سکتے انسان کا کیا ذکر ہے اسواسطے کہ وہاں سے آفتاب کا بعد نہایت درجہ کا ہے اسواسطے کہ وہاں اسقدر برودت رہتی ہے کہ وہاں کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا اسواسطے کہ جاندار کے زندہ رہنے کے لئے ضرور ہے کہ اُسکی حرارت غریزیہ باقی رہے اور وہاں غلبہ برودت سے حرارت غریزیہ باقی نہیں رہ سکتی تو علماء سابقین نے جانا کہ وہاں کے بارہ میں نماز روزہ کے حکم میں بحث کرنا عبث ہے لیکن کلام اللہ سے اُسجگہ کے بارہ میں حکم ثابت ہوتا ہے اور اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ آفتاب جب اپنی حرکت خاصہ سے بروج شمالیہ میں آتا ہے یعنی برج حمل سے آخر سنبلہ تک جس قدر بروج ہیں اُس

حق ثابت ہے یا نہیں کہ اُسکو منع کریں جواب یہ مسئلہ بھی کلام اللہ کی چند آیات سے مستنبط ہوتا ہی اوّل یہ کہ قرآن شریف میں اکثر جگہ واقع ہے وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا یعنی اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور عقل سے یہ ثابت ہی کہ کسی امر کے کرنے کا حکم کرنا ایسا ہے کہ اُس امر کے خلاف کرنے سے منع کرنا ہے یعنی جب حاکم حکم دیتا ہے کہ فلاں کام کیا جاوے تو اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کام کے خلاف کرنا نہ چاہیئے اسواسطے کہ اجتماع ضدین محال ہے تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ والدین کو ایذا نہ دینا چاہیئے اسواسطے کہ ایذا رسانی احسان کا ضد ہے تو جب لڑکی غیر کفو کے ساتھ اپنا نکاح کریگی تو اُس کے والدین کو نہایت اذیت ہوگی اور عار ہوگا تو یہ حرام ہوا اور دوسری آیت یہ ہے کہ پندرھویں پارہ میں واقع ہے وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا یعنی تمھارے پروردگار نے حکم کیا ہے کہ عبادت نکرو مگر اسی پروردگار کی اور باپ مان کے ساتھ نیکی کرو اگر حد پیری کو کوئی انمیں سے یا دونوں پہنچیں تو تنگدل ہو کر ان کو کلمہ اُف کا نہ کہو اور اُنکو نہ جھڑکی دو اُن سے ایسی بات کہو کہ اس سے اُنکی تعظیم معلوم ہووے تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ والدین کی اہانت کرنا اور کوئی ایسا امر کرنا جو انکے عار کا باعث ہووے اور انکو ذلیل کرنا حرام ہے اور جب لڑکی غیر کفو کے ساتھ نکاح کریگی تو اُس کے والدین کو اس امر سے رنج ہوگا اور اُن کی ذلت ہوگی تو لڑکی کو ایسا نہ کرنا چاہیئے اور والدین کے لئے جائز ہے کہ لڑکی کو اس فعل سے منع کریں فقط

تیسرا سوال۔ اگر کسی شخص نے نکاح کے قبل عورت کے باپ ماں سے شرط کی کہ میں تمھارے گھر رہونگا اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کردو پھر اسکے بعد وہ شخص اپنی عورت کے باپ ماں کے گھر نہیں رہتا تو نکاح باطل ہوگیا یا نہیں **جواب** نکاح باطل نہوا اسواسطے کہ نکاح کا دارومدار دو شخص پر ہے عورت اور شوہر کہ یہ دونوں آپس میں زن وشوہری کا تعلق حاصل کریں تو صرف یہ ضرور ہے کہ عورت شوہر کے ساتھ رہے اور شوہر عورت کے ساتھ رہے اور باپ ماں اپنی لڑکی کا نکاح کردینے کے بعد نکاح سے بے تعلق ہو جاتے ہیں اُنکے گھر رہنا شوہر کا کیا ضرور ہے چنانچہ قرآن شریف میں پانچویں پارہ کے شروع میں محرمات کے بیان کے بعد ہے اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا

سوالات مسٹر فریجہ

کہ چار سوال جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے حضور میں بھیجا تھا اور خط میں لکھا تھا کہ اِن سوالات کا جواب قرآن شریف کے موافق تحریر فرماویں **سوال اوّل** دختر صغیرہ کا نکاح کرکے اُسکے شوہر کو دینا باپ ماں کے لئے جائز ہے یا نہیں۔

جواب یہ مسئلہ کلام اللہ کی چند آیات سے ثابت ہوتا ہے اُنمیں سے ایک آیہ یہ ہے وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ یعنی اور نکاح کردو بیوہ کا تم لوگوں میں ہو اور نکاح کردو اپنے نیک غلام اور لونڈیوں کا اور یہ مسئلہ اس آیت سے اسطرح نکلتا ہے کہ لفظ ایامیٰ جمع ہے لفظ ایم کی اور ایم لغت میں عام طور پر صغیر اور کبیر اور مرد اور عورت کو کہتے ہیں کہ اگر وہ مرد ہے تو اسکی زوجہ ہو اور اگر وہ عورت ہے تو اُسکا شوہر ہو تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمھارے زمرہ میں جو مرد ایسا ہو کہ اُسکی عورت نہ ہو اور جو عورت بلا شوہر کے ہو اُسکا نکاح کردو اور دختر صغیرہ نابالغہ بھی اسمیں داخل ہے اور اس طریقہ کو اصطلاح میں اصول کے درج فی العموم کہتے ہیں اور منجملہ اُن آیتوں کے دوسری آیت یہ ہے وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ یعنی لوگ آپ سے یتیموں کا حال پوچھتے ہیں تو آپ کہدیجئے اُنکے حق میں بھلائی کرنا بہتر ہے اور آدمیوں میں یتیم اُس کو کہتے ہیں جو صغیر السن ہو اور اُسکا باپ مرگیا ہو جیسا کہ جانوروں میں یتیم اس جانور کو کہتے ہیں جسکی ماں مرگئی ہو تو اللہ تعالےٰ نے یتیم کے حق میں فرمایا کہ انکے حق میں بھلائی کرنا بہتر ہے تو معلوم ہوا کہ یتیم کے حق میں جو مصلحت ہو وہ کرنا چاہئے اور اکثر اوقات اس میں مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ یتیم کا نکاح کرکے وہ دیدیا جائے علی الخصوص جب لڑکی یتیمہ ہو کہ نکاح کے بعد اسکا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے اور اُسکا مہر مقرر ہو جاتا ہے تو اسمیں سراسر منفعت ہے تو جو لڑکی یتیمہ کہ اپنے زمرہ میں ہو تو اگرچہ اُس سے قرابت قریبہ نہو لیکن نکاح کرکے اُس کو دیدینا جائز ثابت ہوا تو اپنی لڑکی کہ اُس سے نہایت قرابت قریبہ ہے اگر اُسکے حق میں یہ امر مصلحت معلوم ہووے تو ایسا کرنا زیادہ مناسب ہوگا تو یہ ثابت ہوا کہ دختر صغیرہ کا نکاح کرکے دیدینا جائز ہے اور اُس طریق اثبات کو اصول میں بالاولیٰ اور دلالۃ النص کہتے ہیں۔

دوسرا سوال۔ اگر لڑکی چاہے کہ غیر کفو سے نکاح کرے تو اُسکے ماں باپ کے لئے یہ

خاتمہ جو مقدر میں ہوتا ہے وہ اسیوقت لکھدیا جاتا ہے جب انسان اپنی مانکے شکم میں رہتا ہے تو اس فریق نے تقدیر کا لحاظ کیا اور یہ کہا کہ فی الواقع سعید اور شقی ہونا تقدیر کی بنا ہے کہ مقدر میں جو ہوتا ہے وہ جب انسان اپنی مان کے شکم میں رہتا ہے اسی وقت لکھدیا جاتا ہے اور دوسرے فریق نے اس امر پر لحاظ کیا کہ انسان کی حالت تبدیل ہوا کرتی ہے کبھی گناہ کرتا ہے کبھی نیکی کرنے میں مصروف ہوتا ہے تو اس اعتبار سے یہ دوسرا فریق تبدیل شقاوت وسعادت کا قائل ہوا اور ایسا ہی اختلاف ایمان کے بارہ میں بھی واقع ہوا تو شافعیہ اور مالکیہ اور حنابلہ کے جمہور محدثین کی رائے یہ ہے کہ ایمان تصدیق واقرار وعمل ہے بایں معنی کہ عمل سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے اور اسیوجہ سے یہ لوگ یقینی طور پر اپنے کو مومن نہیں کہتے اسواسطے کہ عمل کا حال معلوم نہیں کہ قابل قبول ہوتا ہے یا نہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْشَاءَ اللّٰہ یعنی اگر خدا کو منظور ہے تو میں مومن ہوں اور حنفیہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق ہے اور اقرار سے تصدیق کا حال معلوم ہوتا ہے تو اسواسطے حنفیہ کہتے ہیں کہ اَنَا مُؤْمِنٌ حَقًّا یعنی میں یقیناً مومن ہوں اسواسطے کہ اگرچہ کمال ایمان میں شبہہ ہے کیونکہ کمال ایمان بسبب عمل کے ہوتا ہے اور عمل میں شبہہ ہے کہ قابل قبول ہے یا نہیں اور نفس ایمان تصدیق ہے کچھ شبہ نہیں اور ایسا ہی اختلاف اہل سنت کے سب فرقہ میں ہے کہ صرف مسائل فرعیہ میں اختلاف ہے اور فیمابین اثنا عشریہ کے بعض اصول دین میں بھی اختلاف ہے چنانچہ بعض اثنا عشریہ بدا اور مراجعت کے قائل ہیں اور بعضی کو اس سے انکار ہے اور ایسا ہی جمہور اثنا عشریہ کا قول ہے کلام اللہ کا زیادہ حصہ مخالفین اثنا عشریہ نے کم کردیا ہے اور کتاب اعتقادات میں صدوق ابن بابویہ کو اس قول سے نہایت انکار ہے اور نہایت سختی سے اس قول کی نفی کی ہے اور ہبتہ اللہ اثنا عشری اس امر کا قائل ہے کہ قیاس حجت ہے اور اثنا عشریہ کے اور لوگوں کو اس قول سے انکار ہے اور اسی وجہ سے یہ لوگ ابن بابویہ کو ثلث عشریہ کہتے ہیں تاہم اس بارہ میں ایک دوسرے کی تضلیل وتکفیر نہیں کرتے اسواسطے کہ ابن بابویہ کی نہایت تعظیم کرتے ہیں اور صدوق اسکا لقب لکھا ہے تو اثنا عشریہ کا جو طعن ہملوگوں پر ہے کہ یہ لوگ باوجود اختلاف باہمی کے ایک دوسرے کی تضلیل نہیں کرتے تو یہ ثابت کیا گیا کہ اثنا عشریہ بھی باوجود اختلاف باہمی کے ایک دوسرے کی تضلیل نہیں کرتے تو اس امر کا جو جواب اثنا عشریہ دینگے وہی جواب ہمارا بھی ہے فقط

مثلاً زنا کہ موجب اختلاط انساب کا ہے اور چونکہ شارع حکیم مطلق ہے اسواسطے اس کا حکم محض اندازی نہیں بلکہ جو فعل قابل وجوب کے ہی اسکو واجب کیا اور جو فعل قابل حرمت کے ہی اُسکو حرام کیا ہی البتہ بعضے افعال کا حسن و قبح ہماری ناقص عقل سے معلوم نہیں ہوتا اسواسطے اشعریہ نے کہا ہے کہ حسن و قبح افعال کا ذاتی نہیں تا عوام اپنی ناقص عقل میدان پر خطر میں جولان نہ کریں اور جادۂ ایمان سے باہر نہ جاویں اور اسی مضمون کیطرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اشارہ فرمایا ہی لَوْ کَانَ الدِّیْنُ بِالرَّاْیِ لَکَانَ بَاطِنُ الْخُفِّ اَوْلٰی بِالْمَسْحِ مِنْ ظَاهِرِهٖ یعنی اگر دین رائے پر موقوف ہوتا تو موزہ پر قدم کے اوپر مسح کرنے سے بہتر یہ ہوتا کہ قدم کے نیچے موزہ پر مسح کریں یعنی اسواسطے کہ قدم کے نیچے نجاست کا زیادہ گمان ہے تو وہاں مسح کرنا بہتر ہوتا تو اشعریہ تضلیل و تکفیر کے قائل نہیں اور ایسا ہی جمہور متکلمین کا یہ خیال ہے کہ حق تعالیٰ کی صفات کو سمجھتے ہیں کہ اُسکی ذات کے سوا ہے یعنی زاید ہے اور کہتے ہیں کہ اثبات قدماء یعنی ذوات متعددہ کا کفر ہے اور یہ ثابت کرنا ہرگز کفر نہیں کہ ایک ذات قدیم ہے اور بہ تبعیت اُس ذات کے قدیم ہونا صفات کا ہے اور علماء ماوراء النہر نے اثبات قدماء متعددہ و توصیفات متعددہ سے احتراز کیا ہے اور انکا کلام یہ ہے کہ صفات نہ عین ذات ہے نہ غیر ذات ہے اسواسطے کہ اگر عین ذات کہیں تو نفی صفات کی لازم آتی ہے اور یہ معتزلہ اور فلاسفہ کا مذہب ہی کہ صفات عین ذات ہی اور اگر یہ کہیں کہ صفات غیر ذات ہی تو مخالفین کا طعن و تشنیع ہم لوگوں پر ہوگا کہ یہ لوگ قدماء متعددہ کے قائل ہیں تو اسواسطے علماء ماوراء النہر عینیت اور غیریت دونوں کی نفی کے قائل ہیں اور جمہور متکلمین نے سمجھا کہ نفی غیریت سے غیریت مستقلہ کی نفی مراد ہے اور ہمارا قول بھی یہی ہے اور صفات سے انکار مقصود نہیں اور اسی وجہ سے علماء ماوراء النہر نے عینیت کی بھی نفی کی ہے حالانکہ عینیت کی نفی حقیقت کی نفی ہے اور کسی چیز کی حقیقت اُس چیز سے نفی کرنا صریحاً باطل ہے اور ایسا ہی علماء ماتریدیہ کہتے ہیں کہ سعید کبھی شقی ہو جاتا ہے اور شقی کبھی سعید ہو جاتا ہی اور اشعریہ کہتے ہیں کہ سعید وہ ہے جو اپنی ماں کے شکم میں سعید ہوا اور شقی وہ ہے جو اپنی ماں کے شکم میں شقی ہوا اور ان دونوں فریق سے ہر فریق نے دوسرے فریق کی غرض سمجھ کر تکفیر و تضلیل سے زبان بند کی ہے اسواسطے کہ ایک فریق نے انجام پر نظر کی تو اُسنے کہا کہ فی الواقع سعید وہی ہے جسکا انجام یعنے خاتمہ بہتر ہووے اور فی الواقع شقی وہ ہے کہ جس کا انجام یعنے خاتمہ برا ہووے اور انجام یعنی

ہے کہ اسی کی وجہ سے ہر قائل کے کلام کی بہتر توجیہ کرتے ہیں تا امکان تضلیل اور تکفیر نہیں کرتے مثلاً ماتریدیہ قائل ہیں صفت نامیہ کے کہ اسکو تکوین کہتے ہیں اور اس صفت کو قدیم جانتے ہیں اور اشعریہ صفت تکوین کو اعتباری جانتے اور سمجھتے ہیں کہ قدرت اور ارادہ کے تعلقات سے یہ صفت حادث ہوتی ہے تو جیسا کہ سب صفات کے تعلقات حادث ہیں اسی طرح یہ صفت بھی حادث ہے اور ماتریدیہ اس امر کے قائل ہیں کہ یہ صفت قدیم ہے تو ماتریدیہ کے اس کلام کو اشعریہ اسپر حمل کرتے ہیں کہ ماتریدیہ کا مطلب یہ ہے کہ اس صفت کا مبدء قدیم ہے کہ وہ مبدء قدرت اور ارادہ ہے اور اشعریہ تضلیل اور تکفیر ماتریدیہ کی نہیں کرتے اور یہی حال دوسرے مسائل کا بھی ہے جس میں ان تین فرقہ میں باہم اختلاف ہے مثلاً اشاعرہ اور ماتریدیہ کہتے ہیں کہ کلام اللہ غیر مخلوق ہے اور اس سے مراد کلام نفسی ہے الفاظ مراد نہیں اسواسطے کہ حدوث الفاظ کا کیفیات اصوات غیر قارہ میں بدیہی ہے اور بدیہی کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور حنابلہ کہتے ہیں کہ الفاظ اگرچہ کیفیات اصوات غیر قارہ ہیں لیکن عدیم القرار ہونا الفاظ کا وجود تلفظی میں ہے اور اسجگہ یعنے الفاظ میں ایک دوسرا وجود ہے کہ وہ وجود سامعین کی قوت متخیلہ میں ہے اور وہ وجود بطریق تجدد امثال کے عرصہ دراز تک قرار پذیر رہتا ہے مثلاً شیخ سعدی کی گلستاں کو اسی وجود کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ چھ سو تیس برس سے موجود ہے یعنی یہی الفاظ منت مرخدائی را آخر تک پہلے قوت متخیلہ میں شیخ سعدی کے وجود پذیر ہوا پھر سامعین کے متخیلہ میں آیا اور اسی طرح ایک شخص سے دوسرے کے متخیلہ میں یکے بعد دیگرے آجتک موجود ہے تو کلام لفظی الٰہی علم الٰہی میں کلام نفسی قدیم کہتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ کسی طرح بدیہی کا انکار لازم نہیں آتا بلکہ فہم سے بعید ہے کہ نص کلام اللہ غیر مخلوق کو ظاہر سے صرف کرکے کلام نفسی پر محمول کریں تو اشعریہ اور ماتریدیہ نے جانا کہ حنابلہ کا کلام باعتبار بدیہی کے ہے انکی تضلیل اور تکفیر نکرنا چاہیئے اور اشعریہ کہتے ہیں کہ حسن وقبح افعال میں بمعنی ایجاب ثواب وعقاب ذاتی افعال کے نہیں ورنہ شرع میں نسخ جائز نہوتا اسواسطے کہ ذاتیات نہ مختلف ہوتی ہے اور نہ اسمیں تخلف ہوتا ہے اور ماتریدیہ کہتے ہیں کہ افعال کے بارہ میں شرع وارد ہونے کے قبل کوئی حکم نہ وجوب کا نہ حرمت کا اور ایسا ہی معتزلہ بھی کہتے ہیں لیکن نفس فعل میں کوئی چیز ہے کہ وہ مثلاً مقتضی وجوب کا ہے مثلاً نماز کہ اسمیں معبود کے حضور میں مناجات کرنا ہے اور بعض فعل میں کوئی ایسی چیز ہے کہ وہ مقتضی حرمت کی ہے

کچھ بچتا تو وہ حق دیگر فقرا اور مساکین کا تھا چنانچہ ہر وقف میں یہی حکم ہے اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقف خاص حضرت خاتون کے لئے اور آپکی ذریات کے لئے تھا بہر حال جب ثابت ہوا کہ وہ ترکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اسکے متولی حضرت ابوبکرؓ تھے اسواسطے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ولی تھے چنانچہ یہی مضمون خود حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اَنَا وَلِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَوَلِیُّ اَبِیْ بَکْرٍ یعنی میں ولی ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ولی ہوں حضرت ابوبکرؓ کا اور اہل بیت نبوی علیہم السلام اس وقف کے مصارف متولی نہ تھے۔

سوال منشی عاشق ملازم حکیم مہدی علی لکھنوی کہ فی الحال بسبب عتاب وہانکے حاکم کے فرخ آباد میں زیر سایہ حمایت صاحبان عالیشان سکونت پذیر ہیں۔ اختلاف مسائل اصول دین میں درمیان مجتہدین اربعہ مذہب اہلسنت وجماعت کے کس کس مسئلہ میں ہے ہر مسئلہ مع اسکی توجیہ کے ارشاد فرماویں اور جب اصول دین میں اختلاف درمیان مجتہدین اربعہ کے باوجود رہا ہے تو ایک دوسرے کو اپنے سے بیگانہ کیوں نہیں جانتے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ چاروں مذہب میں حق دائر ہے اور جبکہ مجتہدین اہل سنت وجماعت کا باہمی اختلاف جائز ہے اگرچہ اختلاف کم مسائل میں ہو لیکن اختلاف کا وجود ضرور ثابت ہے تو مذہب امامیہ پر جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ مذہب امامیہ میں اصول دین میں اختلاف ہے تو اب یہ اعتراض دفع ہو گیا اگرچہ اس مذہب میں زیادہ اختلاف واقع ہوا اور ہمارے زمانہ کے شیعہ اثنا عشریہ کو تو اس اختلاف سے بالکل انکار ہے اور وہ کہتے ہیں کہ فیما بین مجتہدین اثنا عشریہ کے اصول دین میں کچھ بھی اختلاف نہوا اور یہی امر یعنی اصول دین میں اختلاف نہونا وہ اپنے مذہب کے حق ہونے پر دلیل لے آتے ہیں اور دوسرے مذہب کو اپنے مذہب سے علیحدہ جانتے ہیں اور اپنے مذہب میں شامل نہیں کرتے۔ **جواب** کہ اسی مجلس میں لکھا گیا اور جواب دیکھکر سائل متحیر ہوا اور اس امر کا مقر ہوا کہ مولانا صاحب کے مانند کوئی دوسرا عالم اس زمانہ میں نہیں وہ جواب یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کے علماء کا اختلاف دین کے اصول ثلثہ میں نہیں مگر صرف بعضے مسائل فرعیہ میں اختلاف لفظی فیما بین علما کے واقع ہوا اور اس اختلاف کیوجہ سے علما کے تین فرقہ ہوئے اشعریہ اور ماتریدیہ اور حنابلہ اور اصل یہ ہے کہ علماء اہل سنت کو حق تعالےٰ نے دو چیز مرحمت فرمائی ہے ایک ذہن رسا کہ اسکی وجہ سے اصل مطلب تک پہونچتے ہیں اور الفاظ کے پابند نہیں ہو جاتے اور دوسرے انصاف اور قلت حسد علما میں

کے محاورہ میں ایسا اکثر ہوتا ہے کہ وہ آدمی کو کسی کلام میں شریک کرتے ہیں مگر فی الواقع منظور انمیں سے کوئی ایک ہی آدمی رہتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں وارد ہے یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یعنی اے گروہ جن اور آدمی کے کیا نہ آیا تم لوگوں کیاس پیغمبر تم لوگوں میں سے تو یہ خطاب جن اور انس دونوں کو ہوا حالانکہ قوم جن سے کوئی رسول نہوا بلکہ رسول صرف آدمیوں میں سے ہوئے اور یہ بھی قرآن شریف میں ہی یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ یعنی نکلتا ہے اُن دونوں طرح کے دریا سے موتی اور مونگا اور حالانکہ موتی اور مونگا صرف دریائے شور سے نکلتا ہے اور دریائے شیریں سے نہیں نکلتا اور تیسری روایت کہ معارج النبوۃ میں ہے تو اسکے بارہ میں کسی معتبر کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہے اور اسکے الفاظ بھی قدیم لغت کیخلاف ہیں اور اگر وہ روایت صحیح بھی فرض کیجاوے تو وہ مذہب امامیہ کے خلاف ہے اسواسطے کہ اس روایت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ وہ قریہ نہ میراث تھا اور نہ بطور ہبہ کے تھا بلکہ وہ قریہ بطور وقف کے تھا اور اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب ترکہ وقف تھا اور جب وقف کنندہ کی وفات ہوجاوے اور وقف کنندہ نے اپنی طرف سے اپنی اولاد یا عصبات سے کسی کو متولی وقف کا مقرر نہ کیا ہو تو اُس وقف کی تولیت والیٔ آفاق یعنے والی ملک کے متعلق ہوتی ہے اور اُسکے متعلق نہیں ہوتی جسکے لئے وقف کیا جاوے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے وَاِنْ کَانَ الْوَاقِفُ مَیِّتًا فَوَصِیُّهٗ اَوْلٰی مِنَ الْقَاضِیْ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ اَوْصٰی لِاَحَدٍ فَالرَّاْیُ فِیْ ذٰلِكَ اِلَی الْقَاضِیْ یعنی اگر وقف کنندہ فوت ہوگیا ہو تو متولی ہونیکے لئے جس شخص کے بارہ میں اُس نے وصیت کی ہو وہ بہتر ہے قاضی سے یعنی وہی شخص متولی ہوگا اور قاضی کو اسکے بارہ میں دست اندازی کا اختیار نہوگا تو اگر وقف کنندہ نے کسی شخص کیلئے وصیت نہ کی ہو تو اس وقف کی تولیت قاضی کی رائے پر موقوف رہیگی یہ ترجمہ عالمگیری کی عبارت مذکورہ کا ہے تو یہ روایت کہ معارج میں ہے اس سے اہلسنت کے مذہب کی تائید ہوتی ہے اور یہ روایت مذہب امامیہ کیخلاف ہے صرف فرق اسقدر ہے کہ اہلسنت کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ سب اہلبیت کیلئے وقف تھا حضرت خاتونؓ اور ازواج مطہرات اور بنی ہاشم سے جو لوگ صاحب احتیاج تھے یہ سب حضرات اس وقف سے مستفید ہونیکے مستحق تھے اور اگر اُن حضرات سے

سورۂ انعام
سورۂ رحمان

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ ہمارے حوالہ کر دیجئے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اسکے بارہ میں عمل کرتے رہے اور آپ جسطرح عمل کرتے ہیں اُسکے موافق ہم لوگ اس ترکہ کے بارے میں عمل کریں تو اسی شرط پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں صاحبوں کو وہ ترکہ حوالہ کیا اور کہا کہ اسکو آپ لوگ باہم تقسیم نہ کریں اور وراثت اسمیں جاری نہ کریں پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت عباسؓ کو منظور ہوا کہ یہ ترکہ تقسیم کرا لینا چاہیئے تو حضرت علیؓ نے اس امر سے انکار فرمایا اور باہم بہت منازعت ہوئی حتیٰ کہ حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کو بیدخل کر دیا تو حضرت علیؓ کو حضرت عباسؓ رضی اللہ عنہ بغرض فیصلہ ہونے اس معاملہ کے حضرت عمرؓ کے پاس لے آئے اور نالش کی اور کہا کہ اُرْحِنِیْ مِنْ هٰذَا الْاٰثِمِ الْكَاذِبِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ یعنی رہا فرمایئے مجھکو ہاتھ سے ان آثم کاذب بیوفا خائن کے اور یہی لفظ اس روایت کے شروع میں صحیح مسلم میں موجود ہیں تو حضرت عمرؓ نے یہ معاملہ دیکھا تو حضرت علیؓ کی حمایت کی غرض سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا اگرچہ خطاب دونوں صاحبوں کے ساتھ تھا مگر منظور صرف حضرت عباسؓ کو سنانا تھا کہ اگر حضرت علیؓ اسوجہ سے ظالم اور خائن اور غادر اور دروغگو قرار پائے کہ اس معاملہ میں تقسیم سے منع کرتے ہیں کہ اس تقسیم سے اجراء وراثت کا گمان ہوتا ہے تو آپکے اعتقاد میں حضرت ابوبکرؓ بھی دروغگو اور ظالم اور خائن اور غدار قرار پاوینگے اور خدا جانتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ صادق اور محسن اور راہ راست پر اور حق کے پیرو تھے اور ایسا ہی میں بھی آپکے نزدیک ظالم اور غدار اور خائن اور دروغگو ہونگا اسواسطے کہ ہم سب لوگ یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ اور ہم اس امر میں شریک ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ تقسیم نہ کیا جاوے اور اسمیں وراثت کا حکم جاری نہ کیا جاوے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق اسمیں حضرت ابوبکرؓ کا عمل رہا اور ہماری اور حضرت علیؓ کی بھی وہی رائے ہے اور جو حدیث اس بارہ میں ہے کہ اُسکو آپ سب صاحب جانتے ہیں اور وہی حدیث آپ صاحبوں کی دلیل ہے تو وہ حدیث قابل تاویل و تحریف نہیں ورنہ حضرت خاتونؓ کیوں تاویل نہ فرماتیں تو معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کا مقصود اس کلام سے صرف سُنانا حضرت عباسؓ کو تھا تا حضرت علیؓ کے حق میں نالش نہ کریں اور منازعت نہ کریں چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا کہ کل ترکہ حضرت علیؓ کے پاس رہا اور حضرت عباسؓ کا دخل اسمیں نہوا پھر کچھ دنوں کے بعد مروان نے اپنے لئے وہ ترکہ لے لیا اور عرب

لے آنا ترک فرمایا اور پھر فدک کے معاملہ میں آپنے کچھ کلام نہ فرمایا تو یہ امر حضرت ابوبکرؓ کو نہایت سخت معلوم ہوا تو آپنے چاہا کہ حضرت فاطمہؓ کو خوش اور راضی کریں تو آپکے یہاں تشریف لائے اور آپسے کہا کہ اے صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپنے سچا دعویٰ کیا لیکن میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی آمدنی کے چند حصے فرماتے تھے اور اسمیں سے آپ لوگوں کو خرچ دیتے تھے اور کام کرنیوالوں کو دیتے تھے اور اسکے بعد فقراء اور مساکین اور مسافرین کو مرحمت فرماتے تھے تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ جیسا میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اسی پر آپ بھی عمل کیجئے تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم ہے کہ ہمنے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ جیسا اس معاملہ میں آپکے والد ماجد کرتے تھے اسی پر ہم بھی عمل کرینگے تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی میں بھی خوش اور راضی رہونگی تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اے پروردگار تو اس امر پر گواہ رہنا تو حضرت فاطمہؓ اسپر خوش اور راضی ہوئیں اور اس امر کا اقرار لے لیا اور حضرت ابوبکرؓ فدک کی آمدنی سے اُن لوگوں کو خرچ دیا کرتے تھے اور باقی فقراء اور مساکین اور مسافرین کو دیتے تھے یہ ترجمہ روایت مذکورہ کا ہے تو یہ روایت جو منہاج السالکین اور دیگر کتب معتبرہ امامیہ میں ہے صحیح ہے اور حدیث مَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِیْ بھی صحیح ہے لیکن جسکو لغت عرب سے کچھ واقفیت ہے وہ جانتا ہے کہ باعتبار لغت عرب کے اغضاب کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص چاہے کہ اپنے قول یا فعل سے کسی دوسرے کو غصہ دلا دے اور ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہرگز یہ قصد نہ تھا کہ حضرت فاطمہؓ کو ملال ہووے بلکہ حضرت ابوبکرؓ نے صرف حدیث روایت کی کہ وہ حدیث تمام عشرہ مبشرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اور صرف وہ مسئلہ شرعی بیان کیا جو اُس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے مَنْ اَغْضَبَهَا کے مصداق آپ نہوئے تو فَقَدْ اَغْضَبَنِیْ کی وعید بھی آپکے حق میں متحقق نہوئی اس واسطے کہ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ یعنی جب شرط نہیں پائی جاتی تو مشروط بھی نہیں پایا جاتا اور دوسری روایت بھی صحیح مسلم میں ہے لیکن صحیح مسلم و دیگر کتب صحیحہ میں یہ قصہ اس طور پر مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس تھا اور اُس سے حضرت خاتون اور ازواج مطہرات کو خوراک اور پوشاک اور حوائج ضروریہ کا خرچ دیا کرتے تھے اُن کے بعد بنی ہاشم میں جو صاحب احتیاج تھے اُن کو دیتے تھے اور جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ آپ کے یہاں آئے اور ان دونوں صاحبوں نے درخواست کی

حضرت ہارون علیہ السلام پر نہایت غصہ آگیا اور یہ مضمون قرآن شریف کے نص سے ثابت ہے تو حضرت خاتونؓ کو جو حضرت ابوبکرؓ پر غصہ آگیا تھا وہ بھی ایسا ہی تھا علاوہ اسکے اگرچہ بعض روایت میں ہے کہ لَمْ تَتَکَلَّمْ حَتّٰی تُوُفِّیَتْ یعنی حضرت فاطمہؓ نے اپنی وفات تک کلام نہ کیا لیکن حضرت صدیقؓ سے حضرت خاتون کا خوش ہونا اہلسنت اور امامیہ کی دوسری روایات سے ثابت ہے اور اصول کا قاعدہ ہے اَلْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَی النَّافِی یعنی بحالت اختلاف روایات مثبت نافی پر مقدم کیا جاتا ہے تو اہلسنت کی روایات تو مدارج النبوۃ اور کتاب لوفا اور بیہقی اور شروح مشکوٰۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لیگئے اور دھوپ میں دروازہ پر کھڑے ہوئے اور عذرخواہی کی اور حضرت فاطمہ زہراؓ حضرت ابوبکرؓ سے خوش ہوگئیں اور ریاض النضرہ میں بھی یہ قصہ مفصل مروی ہے اور فصل الخطاب میں بھی یہ قصہ بروایت بیہقی مروی ہے کہ بیہقی نے یہ قصہ شعبی سے روایت کیا کہ ابن السماک نے کتاب الموافقہ میں اوزاعی سے روایت کی اوزاعی نے کہا کہ حضرت ابوبکر گرمی کے دن میں حضرت فاطمہؓ کے دروازہ پر تشریف لیگئے اور کہا کہ میں اسجگہ سے واپس نہ جاؤنگا تاوقتیکہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی مجھ سے راضی اور خوش نہو جاویں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہاں تشریف لائے اور حضرت فاطمہ کو قسم دی کہ تم خوش اور راضی ہو جاؤ چنانچہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خوش اور راضی ہوگئیں اور امامیہ کی روایت یہ ہے کہ صاحب منہاج السالکین وغیرہ علماء امامیہ نے روایت کی ہے کہ اَنَّ اَبَابَکْرٍ لَمَّا رَاٰی فَاطِمَۃَ انْقَضَبَتْ وَھَجَرَتْہُ وَلَمْ تَتَکَلَّمْ بَعْدَ ذٰلِکَ اِلٰی اٰخِرِ فِذْلِکَ کَبُرَ ذٰلِکَ عِنْدَہٗ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَرْضِیَھَا فَاَتَاھَا فَقَالَ لَھَا صَدَقَتْ یَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِیْمَا ادَّعَیْتِ وَلٰکِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْسِمُھَا فَیُعْطِی الْفُقَرَآءَ وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ بَعْدَ اَنْ یُّؤْتِیَ نِسَآءَکُمْ وَالصَّانِعِیْنَ فَقَالَتِ افْعَلْ فِیْھَا کَمَا کَانَ اَبُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُ فِیْھَا فَقَالَ ذٰلِکَ وَاللّٰہِ عَلَیَّ اَنْ اَفْعَلَ فِیْھَا مَا کَانَ یَفْعَلُ اَبُوْکِ فَقَالَتْ وَاللّٰہِ لَتَفْعَلَنَّ ذٰلِکَ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ فَرَضِیَتْ بِذٰلِکَ وَاَخَذَتِ الْعَھْدَ عَلَیْہِ وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ یُعْطِیْھِمْ مِنْھَا قُوْتَھُمْ وَیَقْسِمُ الْبَاقِیَ فَیُعْطِی الْفُقَرَآءَ وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ یعنی جب حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ آپ سے ناراض ہوئیں اور آپکے یہاں تشریف

عمرؓ سے اور یہ حدیث طویل ہے اور اسی حدیث میں ہے کہ کہا حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباس سے کہ کیا پس جانتے ہیں آپ دونوں صاحب کہ وہ یعنی حضرت ابوبکرؓ دروغ گو اور گناہگار ہیں اور بیوفا اور خائن ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ سچے ہیں اور نیک ہیں اور راہ راست پر ہیں پھر وفات ہوئی حضرت ابوبکر کی اور میں ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوں اور ولی ابوبکر کا ہوں پس کیا جانتے ہیں آپ دونوں صاحب مجھکو دروغ گو اور گنہگار اور بیوفا اور خائن حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں اور نیک ہوں اور راہ راست پر ہوں اور حق کی پیروی کرنیوالا ہوں اور معارج النبوۃ میں روایت ہے وَقَفَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ابْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ هٰذِهِ الْقَرْيَةَ الْمَعْلُوْمَةَ بِحُدُوْدِهَا عَلٰى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَقْفًا مُحَرَّمًا عَلٰى غَيْرِهَا مُؤَبَّدًا عَلَيْهَا وَمِنْ بَعْدِهَا عَلٰى ذُرِّيَّتِهَا فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَمَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ یعنی وقف کیا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف نے اس موضع کو جس کی حد معلوم ہے حضرت فاطمہ علیہا السلام کیلئے اور ایسا وقف کیا کہ حضرت فاطمہ کے سوا دوسرے کیلئے وہ موضع حرام کر دیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کیلئے یہ وقف ہمیشہ کے لئے کر دیا اور یہ شرط فرما دی کہ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد یہ موضع انکی ذریات کیلئے وقف رہیگا تو جو شخص یہ سنکر وقف کو تبدیل کر دے تو اسکا گناہ تبدیل کرنیوالوں پر ہے تحقیق کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے **جواب** پہلی روایت صحیح مسلم میں ہے اور اس روایت سے کچھ بھی تقصیر حضرت ابوبکرؓ کی ثابت نہیں ہوتی اسواسطے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صرف حدیث روایت کی کہ وہ حدیث خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اور وہ حدیث حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور دیگر عشرہ مبشرہ نے بھی سنی تھی چنانچہ روایت آئندہ سے صراحۃً یہ امر معلوم ہوتا ہے اور روایت حدیث کے سوا اور کوئی دوسرا فعل حضرت ابوبکرؓ سے صادر نہ ہوا کہ باعث طعن ہو اور مسئلہ شرعی بیان کرنے میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی اور اس روایت سے ثابت نہیں کہ کوئی لفظ خشونت یا خصومت یا بے ادبی کا حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اور حضرت خاتون رضی اللہ عنہا کو جو غصہ آگیا اور چند روز تک ملاقات اور کلام ترک فرمایا تو اس بارہ میں بھی حضرت ابوبکرؓ کی کوئی تقصیر معلوم نہیں ہوتی اسواسطے حضرت معصومین کو بعضے اوقات میں بلا تقصیر بھی غصہ آجاتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گوسالہ پرستوں کے معاملہ میں

بھی تفسیر فتح العزیز میں یہ مسئلہ مذکور ہے اسکو دیکھنا چاہیئے تا اسرار عجیبہ ظاہر ہوں اور اس قدر خیال کرنا یہ اشکال دفع کرنیکے لیے کافی وشافی ہے کہ انبیا علیہم السلام نے کعبہ شریف کی طرف منھ کرکے نماز پڑھی ہے اور حجر اسود کو بوسہ دیا ہو تو انکے نزدیک ان دونوں چیزوں کی عظمت کس وجہ سے ثابت تھی اگر یہ وجہ تھی کہ ہر نبی کو یہ خیال ہوا کہ ہمارے سابق نبی نے کعبہ شریف کیطرف منھ کرکے نماز پڑھی اور حجر اسود کو بوسہ دیا تو یہ لازم آویگا کہ انبیا میں تسلسل ہو اور کعبہ شریف قدیم ہو حادث نہو اور انبیا کو صرف یہ خیال ہوا کہ کعبہ شریف اور حجر اسود کی نسبت خدا کے ساتھ ہے اسوجہ سے کعبہ شریف کیطرف منھ کرکے نماز پڑھنے کا حکم ہے اور حجر اسود کو چومنے کا حکم ہے تو اب بھی وہی علت موجود ہے خلاصہ یہ کہ کعبہ شریف اور حجر اسود کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اسواسطے کعبہ شریف کیطرف نماز پڑھنے کا حکم ہے اور حجر اسود کو بوسہ دینے کا حکم ہے اور کوئی دوسری وجہ نہیں اور قبور انبیا علیہم السلام اور قبور تصاویر اولیائے کرام کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہیں اسواسطے ان چیزوں کیطرف منھ کرکے نماز پڑھنا نہ چاہیئے والسلام والاکرام

سوال باغ فدک کے واقعہ میں رَوٰی مُسْلِمٌ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ تَسْاَلُ مِيْرَاثَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ یعنی روایت کی مسلم نے حضرت عائشہؓ سے کہ تحقیق حضرت فاطمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیجا اس غرض سے کہ وہ اپنی وراثت کا حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال متروکہ سے چاہتی تھیں اور بخاری میں ہے فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ وَهَجَرَتْ عَنْهُ وَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰى مَاتَتْ یعنی پس غصہ ہوئیں حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے یہاں سے چلی آئیں اور اپنی وفات تک حضرت ابوبکرؓ سے کلام نہ کیا اور یہ بھی بخاری میں ہے مَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِىْ یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے خشمناک کیا حضرت فاطمہ کو تو اس نے خشمناک کیا مجکو یعنی جس نے انکو رنجیدہ کیا تو گویا اس نے مجھکو رنجیدہ کیا۔ وَرَوٰى مُسْلِمٌ عَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ لِعَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فِىْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فَرَاَيْتُمَاهُ يَعْنِىْ اَبَا بَكْرٍ كَاذِبًا وَّاٰثِمًا وَّغَادِرًا وَّخَائِنًا وَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهٗ لَصَادِقٌ وَّبَارٌّ وَّرَاشِدٌ وَّتَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اَبُوْ بَكْرٍ وَّاَنَا وَلِىُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلِىُّ اَبِىْ بَكْرٍ فَرَاَيْتُمَانِىْ كَاذِبًا وَّاٰثِمًا وَّغَادِرًا وَّخَائِنًا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنِّىْ لَصَادِقٌ وَّبَارٌّ وَّرَاشِدٌ وَّتَابِعٌ لِّلْحَقِّ یعنی روایت کی مسلم نے حضرت

جو لوگ ان چیزوں کی طرف منھ کرکے نماز پڑھنا بہتر جانتے ہیں انکا خیال یہی ہوتا ہے کہ ان چیزوں کی نسبت بزرگوں کے ساتھ ہے اسواسطے یہ چیزیں متبرک ہیں اور انکے سامنے منھ کرکے نماز پڑھنا بہتر ہے تو کعبہ شریف اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کیطرف منھ کرکے جو نماز پڑھی جاتی ہے اور قبور انبیاء اولیاء یا بزرگوں کی تصویروں کیطرف جو بعض لوگ منھ کرکے نماز پڑھتے ہیں ان دونوں صورتوں میں جو فرق ہے وہ اب ظاہر ہوا اور مقام ابراہیم کیطرف منھ کرکے نماز پڑھنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت کے سوا اور کسی دوسرے امر کا لحاظ نہیں اور کسی کو امام بنانا دوسری چیز ہے اور کسی کو سجدہ کرنا دوسری چیز ہے اور یہ بھی صرف مستحب ہے کہ مقام ابراہیم کیطرف منھ کرکے نماز پڑھی جائے واجب نہیں حتی کہ مسجد حرام میں کعبہ شریف کیطرف منھ کرکے جس جگہ چاہے نماز پڑھ لیوے نماز درست ہو جاویگی اور جیسا کہ کعبہ شریف کے حق میں ثابت ہے کہ بیت اللہ ہے اسیطرح حجر اسود کے حق میں بھی وارد ہے اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ یَمِیْنُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ یعنے حجر اسود گویا اللہ تعالی کا ہاتھ ہے زمین میں تو حجر اسود کو چومنا گویا بمنزلہ دست بوسی خدا کے ہے اور اسکی عظمت بھی اسیوجہ سے ہے کہ اسکی نسبت خدا کے ساتھ ہے تو کعبہ شریف کیطرف منھ کرکے نماز پڑھنے کیوجہ معلوم ہوئی البتہ اس نسبت کے ثبوت کیلئے نص صریح متواتر چاہئے اور کعبہ شریف اور بیت المقدس کے بارہ میں اس نسبت کے ثبوت کے لئے نص صریح متواتر ہے لیکن کعبہ شریف اور بیت المقدس کے سوا اور کسی دوسری چیز کے بارہ میں کوئی نص صریح متواتر نہیں جس سے یہ نسبت ثابت ہووے اور اسی خیال سے بنی اسرائیل نے کہا اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ یعنی اے موسیٰ بنادیجئے ہمارے لئے معبود جیسا اُن کافروں کیلئے معبودین ہیں اور اب کوئی ایسی چیز جہان میں نہیں جسکی نسبت بلاواسطہ حضرت حق کے ساتھ ہو سوا فضائے حجر معلق کے اور یہ منسوخ ہے اور سوا فضائے کعبہ شریف کے کہ یہ برقرار ہے اور باقی جن چیزوں کیطرف سجدہ کرنا بعض اشخاص بہتر جانتے ہیں اور وہ چیزیں تصاویر اور معابد اسلاف کے قبیل سے ہیں تو اُن چیزوں کی نسبت اللہ تعالے کے سوا دوسرے کیطرف ہے بہرکیف دونوں صورتوں میں بہت فرق ہے ذرا غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے اور تفسیر فتح العزیز میں پارہ الم کے آخر میں یہ جو آیت ہے وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ اس آیت کی تفسیر میں یہ مسئلہ مذکور ہے اور شروع پارہ سیقول میں جو آیت ہے قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اس آیت کی تفسیر میں

یہی حال اہل اسلام کے بھی بہت فرقہ کا ہوا مثلاً تعزیہ داران اور مجاوران قبور اور جلالیان اور مداریان یہ سب فرقہ بھی کج فہمی سے گمراہ ہوئے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

سوال از غلام علی شاہ صاحب۔ حضرت سلامت السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ قبر اور تصویر کیطرف منہ کرکے نماز پڑھنا حرام ہے تو شرع میں یہ حکم کس واسطے ہوا کہ کعبہ شریف کی دیوار کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا چاہئے اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کیطرف منہ کرکے نماز پڑھنا چاہئے اس واسطے کہ اس طور سے نماز پڑھنے میں بھی قبر کیطرف نماز پڑھنے کی مشابہت پائی جاتی ہے اور یہ مسلم ہے کہ حجر اسود کو انبیا علیہم السلام نے بوسہ دیا تو حجر اسود کی نسبت انبیا علیہم السلام کے ساتھ ہے اور مقام ابراہیم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نسبت ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے انوار خلت کا اثر مقام ابراہیم میں ہو اور کعبہ شریف کی دیوار کی طرف انبیا اور ملائکہ علیہم السلام نے طواف کیا ہے اسوجہ سے وہ محل ورود برکات ہے تو اسواسطے نماز میں اسکی طرف منہ کرنے کا حکم صادر ہوا لیکن ہمارا خدشہ باقی ہے کہ اللہ تعالےٰ کسوا دوسرے کے سامنے سجدہ کرنا کس واسطے جائز ہوا بینوا توجروا۔

جواب۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ کعبہ شریف قبلہ ہے اسواسطے کہ بیت اللہ ہے اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ منسوب ہے اس امر کا لحاظ نہیں کہ کس نے بنایا اور یہ بھی لحاظ نہیں کہ انبیاء سابقین علیہم السلام نے اسکا طواف کیا۔ اور اسی وجہ سے شرعاً یہ حکم ہے کہ اگر کعبہ شریف کی دیوار منہدم ہوجاوے نعوذ باللہ من ذلک جیسا کہ حجاج کے وقت میں وقوع میں آیا یا حجر اسود وہاں سے دور کردیا جاوے جیسا کہ قرامطہ کے وقت میں وقوع میں آیا یا مقام ابراہیم دور کردیا جاوے تو کعبہ کی فضا کے بارہ میں قبلہ کا حکم برقرار رہیگا کعبہ شریف کا قبلہ ہونا اسکی اینٹ اور لکڑی اور پتھر پر موقوف نہیں تو معلوم ہوا کہ کعبہ شریف کی دیوار کیطرف اور مقام ابراہیم اور حجر اسود کیطرف جو نماز پڑھنے کا حکم ہے تو اسمیں کچھ یہ لحاظ نہیں کہ کسی نبی کا وہاں قدم پڑا اور انبیا اور ملائکہ علیہم السلام اور اولیاء کرام نے اسکا طواف کیا اور انبیا علیہم السلام نے حجر اسود کو بوسہ دیا بلکہ صرف یہی لحاظ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کعبہ شریف کی نسبت ہے تو اسواسطے کعبہ شریف اور مقام ابراہیم اور حجر اسود کیطرف منہ کرکے نماز پڑھنے میں شرک کا گمان نہیں ہوسکتا بخلاف قبور انبیا علیہم السلام اور قبور اولیاء کرام کے اور بخلاف بزرگوں کی تصویروں کے کہ صاف ظاہر ہے کہ ان چیزوں کی نسبت ان بزرگوں کے ساتھ ہے جن کی وہ قبر یا تصویر ہے اور اسمیں بھی شبہ نہیں کہ

قاصد کہتا ہے آیا فی الواقع اُسکا قاصد وہ ہے یا نہیں چنانچہ امرا اور ملوک اور سلاطین میں اب بھی یہی مروج ہے کہ کوئی فرمان یا کوئی خط اپنے ملازمین میں سے کسی معتبر ملازم کے ہاتھ بھیجتے ہیں اور اس قاصد کی تصدیق کیلئے اپنی بعض خاص چیز مثلاً پالکی اور ہاتھی اور فوج اس کے ساتھ کر دیتے ہیں تو یا رعرب کیلئے ہدایت کا طریق بھی یہی قرار پایا اور ہنود کے یہاں چونکہ یہ طریق خبر بھیجنے کا معمول نہ تھا لہذا انکے لئے ہدایت کا طریقہ بھی دوسرا قرار پایا یعنے اُنکا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت حق کا ظہور بعض چیزوں میں ہوتا ہے اور حق کی زبان سے وہ چیزیں کلام کرتی ہیں اور اُنسے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو مرتبۂ الوہیت کے ساتھ خاص ہیں اور وہ افعال بطریق خرق عادت کے ہوتے ہیں اور بطور حکمرانی کے وہ افعال صادر ہوتے ہیں اور اُن چیزوں کو حق کا نائب جانتے تھے اس واسطے انکے یہاں ہدایت میں بھی یہی معاملہ معلوم ہوا اور وہ لوگ جس کو اپنا پیشوا جانتے تھے اُنسے نصیحتیں لکھوا کر اپنے پاس رکھا کرتے تھے اور مدت دراز تک اُنکے یہاں ہدایت کا یہی طریقہ مروج رہا چنانچہ کتاب جوگ باسنت اور رامائن اور بھاگوت سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے پھر کچھ دنوں کے بعد بیاس نامی ایک شخص پیدا ہوا اور شیطان کے بہکانے سے اُنکا تمام مذہب برباد کر دیا اور شرک اور بت پرستی کو رواج دیا پھر تو سب ہنود مشرک ہو گئے اور بت پرستی اختیار کی البتہ قدیم سے انکے یہاں یہ طریقہ جاری رہا کہ جس طرح قومیں مختلف تھیں مثلاً کایستھ اور کھتری اور مہاجن وغیرہ مختلف قومیں تھیں اسکے اعتبار سے اُنکا مذہب بھی مختلف تھا یعنی ہر قوم کا مذہب جداگانہ تھا اور ہم لوگوں کی بھی قدیم شریعتوں میں اسکی اصل ہے چنانچہ اسباط بنی اسرائیل سے ہر سبط کیلئے خاص خاص احکام جداگانہ تھے بلکہ ہماری شریعت میں بھی ایسا ہے کہ بعض احکام خاص بعض قوم کے لئے ہیں چنانچہ خمس غنیمت کا مصرف بنی ہاشم ہیں اور مال غنیمت میں سے جو بعض اشخاص کو کسی خاص وجہ سے معمولی حصہ سے کچھ زیادہ دیا جاتا ہے وہ بنی ہاشم کے لئے حرام ہے اور زکوٰۃ بھی انکے لئے حرام ہے تو یہ احکام خاص بنی ہاشم کیلئے ہیں اور خلافت کا استحقاق خاص قریش کے لئے ہے اور مشرکین عرب سے جزیہ لینے کا حکم نہیں اُنسے صرف اسلام قبول کیا جاوے یعنے انکے بارہ میں یہی حکم ہے کہ وہ اسلام لے آویں ورنہ انکے ساتھ جہاد کیا جاوے ہنود کے یہاں انکے اوتار مظاہر حق کے گذرے ہیں خواہ افراد بشر سے ہوں خواہ شیر و ماہی سے ہوں جیسا کہ ہم لوگوں کی قدیم شریعت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا تھا اور حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ تھی۔ لیکن عوام ہنود نے بے فہمی سے ظاہر اور مظہر میں تفرقہ نہ کیا اور سب کو معبود بنا دیا اور گمراہ ہو گئے اور

طریق سے ساکنان جزائر وجبال وپیگو وساکنان نیپال وغیرہ کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہے اور اگر بالفرض منجملہ ان لوگوں کے بعض لوگوں کے نزدیک ان دو طریقوں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت نہوئی ہو تو انکے بارہ میں بھی وہی حکم ہوگا جو حکم ان لوگوں کے بارہ میں ہے جو زمانہ فترت میں ہوئے تو علما کا اختلاف جیسا ان لوگوں کے بارہ میں ہے جو زمانہ فترت میں تھے وہی اختلاف ان لوگوں کے بارہ میں بھی ثابت ہوگا جنکو مطلقاً اسلام کی خبر نہوئی ہو چنانچہ کتب اصول میں مثلاً مسلم اور عضدی میں یہ مسئلہ نہایت شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہے۔

سوال۔ خبر متواتر اور آثار سے بخوبی ثابت ہے کہ ہند میں اوتار ہائے کثیر گذرے کہ قوم ہنود کے لوگ انکو خالق کہتے ہیں اور بعضے کو اپنا مقتدا جانتے ہیں اور اکثر راجہ باشان وشوکت وقوت اور اکثر لوگ ہوئے ہیں تو ان لوگوں کے شروع آفرینش سے کون پیغمبر اس قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا ہے اور کون کتاب ان لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی ہے اور وہ کتاب ہندی زبان میں ہے یا دوسری زبان میں ہے یا اس قوم کی ہدایت کے لئے کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوا اور اگر ان لوگوں کی ہدایت کے لئے کوئی پیغمبر مبعوث نہوا تو اس کی وجہ کیا ہے۔

جواب قرآن شریف میں ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ یعنی کوئی ایسی امت نہوئی کہ اسمیں ڈرانیوالا نہوا ہو تو اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ ہر اُمت میں ڈرانیوالا گذرا ہے کہ بُرے کاموں کے کرنے سے اور کسی کی حق تلفی کرنے سے لوگوں کو ڈراوے اور وہ ڈرانیوالا خواہ منجملہ انبیا کے ہو یا منجملہ علما کے ہو یا واعظوں میں سے یا اولیا اور عرفا سے ہو اور اگر روم اور حبش اور ترکستان اور خطا اور ختن کے لوگوں سے دریافت کیا جاوے تو وہ لوگ ہرگز کسی پیغمبر کا نشان نہ دینگے کہ وہ پیغمبر اُن لوگوں میں گذرا ہو بلکہ ایسے بھی اکثر لوگ ہونگے کہ وہ نبی کے مفہوم سے بھی آگاہ نہیں البتہ عباد اور زہاد اور تارکان دنیا اور خلوت نشینوں کی عظمت اور بزرگی کا اعتقاد اُن لوگوں کے دل میں نہایت مستحکم ہے اور حق تعالیٰ کا فعل ہر فرقہ کے بارہ میں جداگانہ ہے یعنی باعتبار اختلاف استعداد اور باعتبار اختلاف علوم مخزونہ ہر فرقہ کے اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہر فرقہ کے ساتھ جداگانہ ہے دیار عرب میں یمن سے شام ومصر تک اللہ تعالیٰ کی ہدایت ایک طور پر ظہور میں آئی .... انبیا اور رسولوں کو مبعوث فرمایا اور انکو معجزات عطا فرمائے اور کتابیں نازل فرمائیں۔ اس واسطے کہ اس بلاد کے لوگ نئی خبر آنیکے لئے یہی طریق جانتے تھے کہ کوئی قاصد آوے اور زبانی پیغام لے آوے یا اپنے ساتھ کوئی خط لے آوے البتہ یہ تحقیق کرتے تھے کہ قاصد نے کو جس شخص کا

سورہ فاطر

سے ثابت ہوئی تو اسکا جواب یہ ہے کہ امام رازی و دیگر علمائے کلام نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد اثبات نبوت کا طریقہ یہ نہیں کہ قرآن شریف کا معجز ہونا اب ثابت کیا جاوے بلکہ اثبات نبوت کیلئے اب دوسرے دو طریق ہیں اول طریق اثبات نبوت کا یہ ہے کہ کہا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات کا صادر ہونا متواتر طور پر ثابت ہے چنانچہ ہر زمانہ میں کرورہا آدمی نقل کرتے چلے آئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات صادر ہوئے چنانچہ یہ معجزات ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوی فرمایا کہ قرآن شریف معجز ہے اور اسکا اعجاز ثابت بھی ہوا اور معجزہ شق القمر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر کا سلام کرنا اور پتھر اور درختوں کی فرمانبرداری اور زبانی کھانے اور پانی میں اور ہرن اور اونٹ اور بھیڑیا اور سوسمار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنا اور علی ہذا القیاس سوائے اعجاز قرآن کے تین ہزار معجزات کتب احادیث سے ثابت ہیں تو اب چاہیئے کہ ان معجزات کا ہونا ہر قوم کے نزدیک ثابت کیا جاوے کہ یہ معجزات متواتر خبر سے ثابت ہوتے ہیں اور اس امر پر سب لوگوں کا اتفاق ہے کہ خبر متواتر سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے تو لوگوں کے نزدیک اس ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا بلکہ جملہ احکام شرعیہ ثابت ہو جاوینگے اور امور گذشتہ کے بارہ میں بالاتفاق سب کے نزدیک ثبوت علم کا یہ طریق مسلم ہے چنانچہ مثلاً نوشیرواں کا کسی زمانہ میں ہونا اور حاتم طائی اور سکندر اور خلافت بنی عباس کی اور ہندوستان میں سلطان محمود غزنوی کا آنا یہ سب امور اہل ہند کے نزدیک کس طریق سے ثابت ہوئے اس طریق کے سوا کوئی دوسرا طریق نہیں اور دوسرا طریق اثبات نبوت کا یہ ہے کہ کہا جاوے کہ اب اثبات نبوت کی ضرورت باقی نہ رہی اسواسطے کہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور لاکھوں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کیطرف متوجہ ہوئے اور عبادت میں مشغول ہوئے اور اطاعت الٰہی میں مصروف ہوئے اور گناہوں سے پرہیز کیا اور تقویٰ اور طہارت اور عمدہ اخلاق اور بہتر آداب اور ادا حقوق اختیار کئے اور یہ امور ہر قوم کے نزدیک بہتر اور پسندیدہ ہیں اور ہر قوم کے لوگ اسکو ہدایت جانتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خلق اللہ کی ہدایت کا دعوی کیا تو وہ ہدایت ظہور میں آئی تو اب اثبات نبوت کی ضرورت باقی نہ رہی اسواسطے کہ نبوت کے معنی یہی ہیں جو اب عام طور پر سب کے نزدیک ظاہر ہیں اور جب کوئی چیز ظاہر ہو جاوے تو اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور ان دونوں

دوسرے مقامات کے لوگونکو بھی اسلام کی دعوت پہونچی یعنی فارس اور روم کے لوگوں کو بواسطہ اہل عرب کے اسلام کی دعوت پہونچی اور بواسطہ اہل فارس و اہل روم کے سند و ہند و جزائر و جبال وغیرہ تمام مقامات کے لوگونکو اسلام کی دعوت پہونچی تو اسوجہ سے قرآن شریف عربی زبان میں نازل ہوا کہ اسکے اعجاز کیوجہ اہل عرب سے معارضہ کیا گیا اور یہ ضرور ہوا کہ اہل عرب قرآن شریف کے دقائق کو دریافت کرکے معلوم کریں کہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عرب کے بعض لوگ اسلام سے مشرف ہوئے پھر اہل عرب کے ذریعہ سے عراق و خراسان و دیگر ممالک عجم میں اسلام شائع ہوا اور ان ملکوں کے لوگوں نے سندھ اور ہند اور ترکستان میں اسلام پہونچایا۔ اسی طور پر ایک ملک سے دوسرے ملک میں اسلام پہونچا حتیٰ کہ تمام ملک میں اسلام شائع ہوا اور اگر ہر قوم کی رعایت سے قرآن شریف ہر قوم کی زبان میں نازل ہوتا تو دین میں نہایت اختلاف واقع ہوتا اور تحریف و زیادت و نقصان کا دروازہ خوب کھولا جاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی تھی تو اگر قرآن شریف دوسری زبانمیں نازل ہوتا تو تبلیغ احکام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دقت ہوتی مثلاً اگر کوئی شخص جسکی پیدائش عرب میں ہوئی ہو اس کو کتاب پدماوت کی تعلیم کیجاوے اور اس سے کہا جاوے کہ اس کا مضمون فلاں شخص سے کہدو تو اس بارہ میں اسکو ضرور دقت ہوگی اور اگر کوئی کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے اور بطور خرق عادت کے علوم میں کامل و ماہر ہوئے تو ایسا ہی ہر لغت کے الفاظ اور اسکے لہجہ اور معانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وقفیت ہوجاتی تو اسکا جواب یہ ہے کہ بعض قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرف ملاقات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عمر میں کبھی مشرف نہوئی اور یہ علم اللہ تعالیٰ کو تھا تو اگر ان قوموں کی لغت کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطریق خرق عادت کے ہوئی ہوتی تو وہ تعلیم بے فائدہ ہوتی حاصل کلام حکمت الٰہی کا مقتضا وہی ہوا جو وقوع میں آیا اب یہ امر بیان کرتا ہوں کہ بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دوسری جگہوں میں تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے اور بعض لوگ بعد زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے اور یہ سب لوگ یعنی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے مگر زیارت سے مشرف نہوئے اور جو لوگ بعد میں ہوئے ایسے اشخاص ہوئے کہ احکام شرعیہ سے محض ناواقف رہے حتیٰ کہ ان لوگوں نے یہ بھی نہ جانا کہ قرآن شریف معجز ہے تو انکے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کس طور

البتہ بعض اہلسنت کہ انکی حسد کی رگ جوش میں آئی ہے اسوجہ سے کہ اس کتاب نے شہرت پائی ہے اور اس فقیر کیطرف انکی نسبت ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اس فقیر کیطرف اس کتاب کی تصنیف کی نسبت مشہور نہووے تو انکا جواب اوپر بیان کیا گیا کہ فقیر اس کتاب کی تصنیف کا نہ دعوی کرتا ہے اور نہ اپنا فخر چاہتا ہے فقیر کو منظور یہی تھا کہ اس طریق جدید یعنے مذہب شیعہ کا بطلان اولوالالباب اور طالبان راہ صواب پر ظاہر ہو جاوے الحمدللہ کہ فقیر کا مطلب حاصل ہوا۔

سوال از منشی ذوالفقار علیخاں مبعوث ہونا رسول الثقلین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس واسطے ہوا کہ جہان کی ہدایت ہووے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت پہونچے اور قرآن شریف عربی زبان میں اسواسطے نازل ہوا تا اسکے سمجھنے میں اہل عرب کو آسانی ہووے اور اس قرآن شریف میں یہ رعایت نہیں کہ اسکے سمجھنے میں اہل عجم کو آسانی ہووے مثلاً فرنگ و ہند و سند و بنگالہ وغیرہ اقالیم و جزائر و بندرگاہ کی زبانیں متاغائر ہیں اور انکے لغات مختلف ہیں ان مقامات کے لوگوں کے سمجھنے کیلئے قرآن شریف کافی نہیں بلکہ ان مقامات کے لوگ قرآن شریف کی عبارت بخوبی پڑھنے سے قاصر ہیں اور اسکا معنی مطلقاً نہیں سمجھتے اور اکثر قوم ہے جو بہاڑ وغیرہ بعض مقامات میں ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ لوگ بہت سعی اور کوشش کرتے ہیں مگر کلام اللہ کا تلفظ بخوبی صحت کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے اور اسلام کی دعوت بھی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کے وقت میں اکثر ملکوں کے لوگوں کو نہ پہونچی مثلاً پیگو اور نیپال وغیرہ میں دعوت اسلام کی نہ پہونچی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کے زمانہ کے بعد بھی بعض مقامات کے لوگوں کو اسلام کی دعوت نہ پہونچی تو اتمام حجت جیسا کہ اہل عرب کے حق میں ثابت ہے ان دوسرے اقوام کے حق میں ثابت نہیں اور خداوند تعالی منصف ہے اور اپنے تمام بندوں پر رحیم ہے اور کسی شخص کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور ان مقامات کے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء برحق کیطرف سے اسلام کی دعوت نہ پہنچی اور نہ احکام کی کوئی ایسی کتاب نازل ہوئی کہ اسکے سمجھنے میں ان مقامات کے لوگوں کو آسانی ہووے تو ان مقامات کے لوگوں کے حق میں شرعی مواخذہ ثابت ہے یا نہیں اور اگر ثابت ہے تو جو شبہات اس بارہ میں لازم آتے ہیں وہ مخفی نہیں۔

جواب۔ اسمیں شبہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسواسطے مبعوث ہوئے کہ جمیع اطراف و بلدان و جزائر و جبال وغیرہ تمام مقامات کے لوگوں کی ہدایت ہووے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں مبعوث ہوئے اور وہاں کے جن اور انس کو اسلام کی دعوت دیگئی اور بواسطہ عرب کے

پسند خاطر ہوئی اور اسی کی ترتیب کے موافق اس کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کو مرتب کیا اور احقاق الحق کی بھی یہی ترتیب ہے اور ابطال الباطل کی بھی یہی ترتیب لیکن صواعق بہت مختصر اور نہایت خوشنما معلوم ہوئی اور اسی کی ترتیب اختیار کی گئی۔ مگر تولا اور تبرا کی بحث اس میں نہ تھی اور حدیث الثقلین کی شرح بھی اس میں نہ تھی اور مسئلہ انکار نبوت اور اتحاد کا بھی جو لوازم مذہب شیعہ سے ہے شرح و بسط کے ساتھ اس کتاب میں نہ تھا تو یہ ابواب اس کتاب تحفۂ اثنا عشریہ میں زیادہ کیے گئے اور نیز باب مطاعن اور جواب اسکا اس کتاب میں مطلقاً مذکور نہیں اور یہ بھی ہے کہ صواعق میں صرف دلائل کلامیہ پر اکتفا کیا ہے اور کتب امامیہ کی روایات اس میں بہت کم ہیں اسوجہ سے تحفۂ اثنا عشریہ میں ان دلائل کو ذکر نہ کیا بلکہ یہ کوشش کیگئی کہ کتب امامیہ کی زیادہ روایات لکھی جاویں تو صرف اسوجہ سے کہ تحفۂ اثنا عشریہ کی ترتیب موافق ترتیب صواعق کے ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تحفۂ اثنا عشریہ ترجمہ صواعق کا ہے چنانچہ مواقف کو طوالع سے اخذ کیا ہے اور مسلم کو منتہی الاصول ابن حاجب سے اخذ کیا ہے تو اب ظاہر ہوا کہ صواعق اور تحفۂ اثنا عشریہ میں کیا فرق ہے اور دونوں کتابوں کو بغور تامل دیکھنا چاہیئے تا یہ خیال بالکلیہ زائل ہو جاوے اور بہر حال معاندین اور حاسدین کا طعن فقیر پر اسوقت ہو سکتا تھا کہ یہ فقیر اپنی تقریر یا تحریر سے اس کتاب کی تصنیف کے ذریعہ سے اپنا فخر ظاہر کرتا اور یہ معلوم ہے کہ میں نے یہ لکھا ہے کہ یہ کتاب تصنیف حافظ غلام علیم ابن شیخ قطب الدین احمد ابن شیخ ابو الفضل کی ہے اگر مجکو منظور ہوتا کہ دعوی کروں کہ یہ کتاب میری تصنیف ہے تو میں اسقدر اخفا کیوں کرتا کہ نام مہانے غیر معروف کو بیان مصنف میں ذکر کرتا بلکہ اب بھی مجکو اس سے خوشی نہیں کہ اس کتاب کی نسبت میری طرف کیجاوے البتہ تفسیر فتح العزیز اور اسکے مانند اور جو میری تصانیف سے ہے اسکی نسبت جو میری طرف کیجاتی ہے تو یہ میری خوشی کا باعث ہوتا ہے غرض کہ مجکو اس کتاب کی تالیف سے صرف یہ منظور تھا کہ مذہب شیعہ کا رد کیا جاوے تا کہ لوگ یہ کتاب دیکھنے سے اس اعتقاد میں سست ہو جاویں یا اس مذہب کو چھوڑ دیں الحمد للہ کہ یہ مطلب حاصل ہوا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر روافض غور کریں تو انکے لئے طعن کی جگہ ہرگز نہیں اسواسطے یہ کتاب تحفۂ اثنا عشریہ اگر بالفرض صواعق کا ترجمہ بھی ہو تو صواعق میں بھی آخر یہی مضمون ہے کہ اسمیں اہل سنت کا مذہب ثابت کیا گیا ہے اور روافض کا مذہب رد کیا گیا ہے تو روافض کو اس سے کیا حاصل ہوگا کہ وہ کہیں کہ یہ کتاب کس کی ہے بلکہ روافض کو چاہیئے کہ اس کتاب کا جواب لکھیں اور صرف یہ طعن کرنا جواب نہیں ہو سکتا

بالتوفیق لا بالفضائل یعنی زیادتی فضیلت ہمارے نزدیک توفیق اعمال کی بنا پر ہے نہ باعتبار فضائل کے فقط **سوال** از مرزا حسن علی صاحب کتاب صواعق مولقہ جو رد میں مذہب رافض خذلہم اللہ تعالیٰ کے ہے اور وہ تالیف نصر اللہ کابلی کی ہے ملاحظہ شریف سے گذری یا نہیں اگر ملاحظہ شریف سے گذری ہے تو اسمیں اور جناب عالی کی تصنیف تحفہ اثنا عشریہ میں کیا فرق ہے اور اس دیار کے معاندین خصوصاً رافض خذلہم اللہ بطریق بیہودہ گوئی کے نہایت شور و تعجب کر رہے ہیں کہ کتاب مستطاب تحفہ اثنا عشریہ ترجمہ صواعق مولقہ کا ہے اگرچہ ایسا سوال ہم مخلصان و فدویان کے جانب سے لاطائل اور بیہودہ ہے اور انکا یہ کلام بدیہی البطلان ہے اور جس کو علم میں کچھ آگاہی حاصل ہوگی وہ ضرور اس کلام کو خلاف جانے گا لیکن بعضے اشخاص نے اس نالائق کو نہایت تنگ کیا ہے لہذا اس امر نا پسندیدہ سے جناب عالی کی سمع خراشی کیجاتی ہے **جواب** از مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ۔ بوقت تصنیف تحفۂ اثنا عشریہ کے منجملہ کتب اہل سنت کے جو رد مذہب شیعہ میں ہے اور منجملہ کتب شیعہ کے جو رد مذہب اہل سنت میں تالیف ہوئی ہے تین طرح کی کتاب ہم پہونچی ایک طرح کی وہ کتابیں مہیا ہوئیں جو مجادلہ میں اس مسئلہ خاص یعنی اثبات خلافت خلفاء ثلثہ اور اسکی رد میں ہے منجملہ کتب اہل سنت کے جو اسبارہ میں ہیں نواقض الرافض اور مرافض الروافض اور صواعق محرقہ اور شرح تجرید بہم پہونچی اور منجملہ کتب شیعہ کے جو اس بارہ میں ہے مصائب النواصب اور دشبہات الاعور اور اظہار الحق اور سفینۃ النجاۃ مہیا ہوئی اور دوسرے طرح کی وہ کتابیں مہیا ہوئیں جن میں مسئلہ امامت و شروط امامت و موانع امامت مفصل طور پر مذکور ہے مثلاً منجملہ کتب اہل سنت کے جو اسبارہ میں ہے شرح مقاصد کی بحث امامت اور شرح مواقف اور طوالع الانوار اور اربعین مہیا ہوئی اور منجملہ کتب شیعہ کے تصانیف علامہ حلی اور حدائق مولقہ جو رد میں صواعق محرقہ کے ہے اور مقداد بہم پہونچی اور تیسرے طرح کی وہ کتابیں مہیا ہوئیں جن میں مذہب شیعہ کے تمام مسائل کو رد کیا ہے یعنی مذہب شیعہ کی الٰہیات اور معاد اور امامت اور روایت احادیث اور اصول کو کامل طور پر باطل کیا ہے مثلاً منجملہ کتب اہلسنت کے ابطال الباطل اور صواعق مولقہ تالیف نصر اللہ کابلی کی مہیا ہوئی اور منجملہ کتب شیعہ کے جو ان مسائل کے بارہ میں ہے منہج الحق علامہ حلی کی اور احقاق الحق قاضی نور اللہ شوستری بہم پہونچی تینوں طرح کی یہ کتابیں بوقت تالیف تحفۂ اثنا عشریہ کے موجود تھیں اور مستحضر تھیں اور اسوقت صواعق مولقہ کی ترتیب نہایت

مذکورہ کا ہے اور یہ معنی وجاہت کا اکثر اولیا کے حق میں بھی ثابت ہے منجملہ ان اولیاء کرام کے ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کہ انکے حق میں وارد ہے اِنَّ اللّٰہَ یَکْرَہُ فَوْقَ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ اَنْ یَّخْطَأَ اَبُوْبَکْرٍ فِی الْاَرْضِ یعنی اللہ تعالیٰ ناپسند جانتا ہے سات آسمان کے اوپر یہ کہ زمین پر حضرت ابوبکر کی شان میں خطا کی نسبت کیجاوے اور منجملہ ان اولیاء کے دوسرے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں کہ انکے حق میں بھی وجاہت ثابت ہے کہ دعا کیا اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ حَیْثُ دَارَ یعنی اے پروردگار پہونچا تو حق کو جہاں وہ جاوے اور یہ نہ کہا کہ اَدِرْہُ حَیْثُ دَارَ الْحَقُّ یعنی پہونچا تو انکو جہاں حق ہو اور قطبیت باطنہ کا معنے یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بعضے بندوں کو خاص کر لیوے اسواسطے کہ مقام نزول فیض الٰہی کے اولاً بالذات وہ بندۂ خاص ہوویں اور پھر ان خاص بندوں سے وہ فیض الٰہی دوسرے بندوں تک پہونچا ہو اگرچہ ظاہر ہو کہ ان خاص بندوں سے کسی دوسرے تلامذہ اور اتباع کے ذریعہ سے وہ فیض الٰہی حاصل کیا ہو جیسا کہ آفتاب کی شعاع روزن خانہ سے گھر کے اندر پڑتی ہے تو پہلے وہ روزن روشن ہوتا ہے یعنی روشندان وغیرہ جو گھر کے اندر آفتاب کی روشنی آنے کیلئے بنایا جاتا ہے تو جب آفتاب اُس کے مقابل آتا ہے تو پہلے اُس روشندان وغیرہ میں روشنی ہوتی ہے پھر اُسکے ذریعہ سے اُسکے سامنے آفتاب کی شعاع کبھی گھر کے اندر بھی جاتی ہے اور اگر وہ شعاع گھر کے اندر تک بھی پہونچے تو صرف اُس روشندان کی روشنی سے گھر کے اندر کی تمام چیزیں روشن یعنی ظاہر ہو جاتی ہیں اور اسکو قطب رشاد بھی کہتے ہیں اور یہ قطب مدار کے سوا ہے حاصل کلام تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفات اربعہ ثابت کرنا اہل سنت کے مذہب کیخلاف نہیں اگرچہ وہ لوگ جن کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے ان الفاظ کے اطلاق سے پرہیز کرتے ہیں اور یہ خلاف تفضیل شیخین کے بھی نہیں کہ اُسپر اہل حق کا اجماع ہے اسواسطے کہ دار مدار اس تفضیل کا متکلمین کے نزدیک زیادتی ثواب پر ہے اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعضے بندوں کو باعتبار زیادتی ثواب کے خاص فرما دیوے اگرچہ دوسری فضیلتیں اور صفات کمال اُن خاص بندوں کے سوا دوسرے بعضے بندوں میں زیادہ ہوا ور مصنف کتاب بمعات قدس سرہٗ نے تفضیل شیخین کا دار و مدار تشبہ انبیا پر رکھا ہے کہ یہ تشبہ سیاست امت و رفع شبہات و ترویج دین میں ہے اور یہ تشبہ بچانے میں لوگوں کو بدعت سے اور جہاد قائم کرنے میں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ہے اور ظاہر ہے کہ فضیلت شیخین کی دوسرے لوگوں پر ان امور میں اظہر من الشمس وابین من الامس ہے چنانچہ اکثر متکلمین کا قول ہے اَلتَّفْضِیْلُ عِنْدَنَا

ہے حضرت لقمانؑ نے اپنے لڑکے کو اُس حکمت کی تعلیم کی البتہ اس طرح کا علم جو وحی کے ذریعہ سے انبیاؑ کو حاصل ہے وہ علم انبیاؑ کے ساتھ مخصوص ہے اور علم وہبی عام ہے یہ علم نبی کو بھی ہوتا ہے اور نبی کے سوا دوسرے کو بھی ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حکمت کا گویا مکان ہوں اور علی اس مکان کے دروازہ ہیں اور یہ بھی روایت مشہور میں وارد ہے کہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں گویا علم کا شہر ہوں اور علی اُس شہر کے دروازہ ہیں تو اس علم سے مراد یہی علم وہبی ہے اور وجاہت کا معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بعضے بندوں کے حق میں کوئی ایسا امر کرے کہ اُس امر سے معاندین کا طعن جو اُس بندہ کے حق میں ہو دفع ہو جاوے اور معاندین نے اس بندہ کے حق میں عیوب کی جو تہمت لگائی ہو وہ زائل ہو جاوے اور بادشاہوں کی ایذا رسانی سے وہ بندہ محفوظ رہے یا اسی غرض سے اُمرا اپنے متوسلین مقربین درگاہ کے بارہ میں کوئی امر کریں اور وجاہت باعتبار اس معنے کے منجملہ انبیاء اولوالعزم کے دو نبی کے حق میں نص قرآنی میں وارد ہے منجملہ ان دو نبی کے ایک حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں کہ جب انکے حق میں بنی اسرائیل نے تہمت لگائی کہ انکو مرض ادرہ اور برص کا ہے تو یہ تہمت دفع ہونیکے لیے حق تعالیٰ نے فرمایا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا وَکَانَ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْھًا یعنی اے ایمان والو چاہیے کہ نہ ہو تم مانند اُن لوگوں کے کہ اذیت دی اُن لوگوں نے موسیٰ کو پس پاک کیا اللہ نے موسیٰ کو اس تہمت سے جو اُن لوگوں نے تہمت لگائی تھی اور ہیں موسیٰ اللہ کے نزدیک وجیہ یعنی صاحب وجاہت یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہے تو اگرچہ اس تہمت سے کوئی شرعی قباحت لازم نہ آتی تھی لیکن حق تعالیٰ کو منظور رہا کہ ایسی تہمت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں لگائی جاوے اسواسطے حق تعالےٰ نے اس تہمت کو دفع فرمایا اور منجملہ اُن دو نبی کے دوسرے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کہ یہودیوں نے انکے حق میں زنا زادگی کی تہمت لگائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انکی عین طفولیت کے وقت میں انکی زبان سے امر حق کہلا کر یہ تہمت دفع کردی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے آل عمران میں فرمایا ہے وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ الخ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام وجیہ یعنی صاحب وجاہت ہیں دنیا اور آخرت میں اور مقربین سے ہیں اور کلام کیا لوگوں سے گہوارہ میں یعنی وقت طفولیت میں یہ ترجمہ آیت

بھی جواب کافی وشافی معلوم ہو جاویگا فی الحال موافق علماء ظاہر کے کچھ جواب لکھا جاتا ہے
عصمت کے دو معنی ہیں ایک معنے عصمت کے یہ ہیں کہ منع ہونا صدور گناہ کا ہے باوجود
قدرت ہونیکے اس گناہ پر اور اہلسنت کا اس امر پر اجماع ہے کہ یہ معنے انبیا اور ملائکہ کے سوا اور
کسی دوسرے میں نہیں ہو سکتے۔ اور دوسرے معنے عصمت کے یہ ہیں کہ نہ صادر ہونا گناہ کا کسی
شخص سے باوجود اسکے کہ جائز ہو کہ اس شخص سے گناہ صادر ہو جاوے اور اس شخص سے گناہ
صادر ہونے سے شرع کے کسی اصول میں کچھ نقصان لازم نہ آوے اور صوفیہ اس معنی میں محفوظیت
کہتے ہیں اور بعض دعا میں جو اپنے لئے عصمت کا سوال ہے تو اس عصمت سے مراد صوفیہ کے نزدیک
یہی معنے ہیں چنانچہ شروع دعائے حزب البحر میں واقع ہے نَسْأَلُكَ الْعِصْمَةَ فِي الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ
وَالْإِرَادَاتِ وَالْخَطَرَاتِ الخ یعنی سوال کرتے ہیں ہم اے پروردگار تجھ سے یہ کہ عصمت مرحمت
فرما تو ہم کو حرکات اور سکنات اور ارادہ اور خطرہ میں جو دل میں گذرتا ہے اور عصمت کا دوسرا معنی
مخصوص انبیا کے ساتھ نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کیلئے دعا کی ہے اَللّٰهُمَّ
اَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا یعنی اے پروردگار دور کر انسے یعنی اہل بیت سے پلیدی
کو اور پاک کر انکو بخوبی پاک کرنیکے طور پر تو اس دعا میں بھی عصمت کا دوسرا معنے مذکور مراد ہے
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد ہے اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَفِرُّ مِنْ عُمَرَ یعنی شیطان
بھاگتا ہے حضرت عمرؓ سے اور یہ بھی وارد ہے اِنَّ الْحَقَّ يَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ یعنی حق جاری
ہوتا ہے حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر اور صہیب رومی کی شان میں وارد ہے نِعْمَ الْعَبْدُ
صُهَيْبٌ لَوْ لَمْ يَخَفِ اللّٰهَ لَمْ يَعْصِهِ ثواب اشکال باقی نہ رہا اور حکمت بمعنی علم نافع کے ہے تو اگر
وہ علم کسبی ہو تو صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو حکمت نہیں کہتے بلکہ علم و فضیلت کہتے ہیں اور اگر
وہ علم وہبی ہو تو اسکو حکمت کہتے ہیں چنانچہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَاٰتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ
الْخِطَابِ یعنی اور دیا میں نے داؤد کو حکمت اور خطاب فاصل درمیان حق اور باطل کے اور
فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا یعنی اور ہر ایک کو دیا میں نے حکم اور علم خواہ وہ
علم متعلق ہو ساتھ عقائد کے یا ساتھ اعمال کے یا ساتھ اخلاق کے علم باعتبار اس معنی کے بھی انبیا
کے ساتھ مخصوص نہیں چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ
یعنی اور دیا میں نے لقمان کو حکمت اور کہا کہ تم شکر کرو اللہ کا اور اس آیت کے بعد پھر یہ آیت
ہے وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ آخر رکوع تک تو اس آیۃ میں حضرت لقمانؑ کی بعض حکمت کا بیان

سورہ ص
سورہ انبیا
سورہ لقمان

ءثابت ہے کہ سوا انبیا اور سب رسول اور ملائکہ علیہم السلام کے کسی دوسرے کا معصوم ہونا ثابت نہیں حتی کہ اگر انبیا اور رسول اور ملائکہ کے سوا کسی دوسرے کو معصوم کہیں تو درست نہیں اور اسی وجہ سے متکلمین اور فقہا کے نزدیک جائز نہیں کہ انبیا اور رسول اور ملائکہ کے سوا اور کسی دوسرے کے حق میں عصمت کا اطلاق کریں اور جناب فخر المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے تفہیمات الٰہیہ وغیرہ میں ثابت کیا ہے کہ صفات اربعہ کہ عصمت و حکمت و وجاہت و قطبیت باطنہ ہے حضرت ائمہ اثنا عشرہ علیہم السلام میں ثابت ہیں اور جناب موصوف نے جو رسالہ ان حضرات کے ساتھ اعتقاد رکھنے کے بارہ میں لکھا ہے اُس رسالہ میں بھی ثابت کیا ہے کہ یہ چار مراتب مذکورہ ان حضرات میں ثابت ہیں تو جناب موصوف کے اس قول کو کس محل پر حمل کرنا چاہیے اور کتاب و سنت و اجماع امت سے کون دلیل اس قول کے ثبوت پر ہے اور ظاہر ہے کہ اہل سنت کے قول مذکور اور جناب موصوف کے اس قول میں تخالف ہے تو اس تخالف کا جواب کیا ہے اور باوجود اسکے یہ قول منافی اس قول کے ہے کہ جو خلفائے ثلثہ کی تفضیل کے بارہ میں ہے کہ خلفائے ثلثہؓ اور علی الخصوص حضرات شیخین کو اس اُمت کے باقی اور سب لوگوں پر فضیلت ہے حالانکہ محققین کے نزدیک ثابت ہے کہ اس مسئلہ تفضیل پر اہلسنت کا اجماع ہے اور علاوہ اسکے خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے نہایت ضبط اور ربط کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اس مسئلہ تفضیل کو دلائل نقلیہ و عقلیہ و کشفیہ و وجدانیہ سے ثابت کیا ہے اور بتقریر دانی و مثال شافی و ترتیب کافی اس مسئلہ کی توضیح فرمائی ہے کہ حضرات خلفائے ثلثہ کو اور خصوصاً حضرات شیخین کو اس امت میں باقی اور سب لوگوں پر فضیلت ہے اور اس مسئلہ پر علما کا اتفاق ہے اور جو مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ عصمت وغیرہ چار مراتب آئمہ اثنا عشرہ میں ثابت ہے وہ مسئلہ غریبہ ہے اہلسنت و جماعت کے نزدیک ثابت نہیں کہ سوا انبیا اور ملائکہ کے اور کسی دوسرے کے لئے بھی عصمت ثابت ہو تو ان دونوں مسئلہ میں تخالف و تعارض ہے تو اس تخالف و تعارض کا جواب کیا ہے بینوا توجروا۔ **جواب** از مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ قدس سرہ العزیز۔ صوفیہ کے نزدیک عصمت و حکمت و وجاہت کا کچھ معانی اصطلاحی ہے وہ حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہٗ کی تصانیف میں مفصل مذکور ہے اسوقت بسبب شدت بیماری کے طاقت نہیں کہ وہ معانی مفصل لکھے جاویں اگر جناب موصوف کی تصانیف موجود ہو تو دیکھنا چاہیے یہ امر واضح ہو جاویگا اور شرع اعتصام جو تصانیف سے شاہ محمد عاشق پھلتی قدس اللہ سرہ کی ہے اگر وہ مل جاوے تو اس سے

میں اعمیٰ واقرع وابرص کے ہے کہ بدا اللہ عزوجل ان یبتلیھم یعنی ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ کہ اُن لوگوں کی آزمائش کرے تو اس حدیث سے بھی یہی معنی مراد ہیں اور بدا بمعنی تجدد ارادہ خلاف مذہب حق کے نہیں اسواسطے کہ اہل سنت یقیناً جانتے ہیں کہ ارادہ اللہ تعالےٰ کا اُس باری تعالیٰ کی صفات قدیمہ ازلیہ سے ہے اور جانتے ہیں کہ اس ارادہ کے تعلقات حادث ہیں اور کتاب ہمعات اور دیگر کتب سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ارادہ مرتبہ ذات میں صفت قدیمہ ازلیہ ہے اور مرتبہ تجلی اعظم میں ارادہ کو حادث ثابت کیا ہے تو ارادہ مرتبہ ذات میں قدیم ہے اور مرتبہ ذات سے جو مرتبہ متاخر ہے کہ مرتبہ تجلی اعظم ہے اس مرتبہ متاخر میں جو ارادہ ہوا وہ ارادہ حادث ہے اور جب قدیم ہونا ارادہ کا اور حادث ہونا ارادہ کا باعتبار دو مرتبہ کے ہے یعنی اول مرتبہ میں ارادہ قدیم ہے اور دوسرے مرتبہ میں جو ارادہ ہوا وہ ارادہ حادث ہے تو اب تخالف کا شبہہ باقی نہ رہا۔ البتہ مرتبہ تجلی اعظم کو کہ مدبر شخص اکبر ہے اور اس مرتبہ کو علماء ظاہر نہیں جانتے اور وہ مرتبہ اُنکے نزدیک ثابت نہیں تو علمائے ظاہر کے نزدیک کسی مرتبہ میں حدوث ارادہ کی گنجائش نہیں بلکہ علماء ظاہر اُسی ارادہ قدیمہ کے تعلق کو حادث جانتے ہیں اور یہ قریب نزاع لفظی کے ہے اور آیہ کریمہ میں بھی اختلاف مراتب کے جانب اشارہ معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے یمحو اللہ ما یشاء ویثبت یعنی مٹا دیتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور قائم کرتا ہے جو چاہتا ہے اور پھر فرمایا اللہ تعالےٰ نے وعندہ ام الکتاب یعنی اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک ام الکتاب ہے تو اس سے صراحتہً معلوم ہوتا ہے کہ محو اور اثبات جس مرتبہ میں ہوتا ہے اسکے سوا دوسرے مرتبہ میں ام الکتاب ہے اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے دونوں اثر میں جو محو و اثبات کا ذکر ہے تو اسمیں اختلاف مرتبتین پر لحاظ کرنے سے تخالف کا شبہ دفع ہو جاتا ہے اور علماء ظاہر اس تخالف کو اسطرح سے دفع کرتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ تقدیر کی دو قسم ہے تقدیر معلق اور تقدیر مبرم اور اس میں کوئی قباحت نہیں اسواسطے کہ علماء ظاہر سوا ذات مقدس کے کوئی مرتبہ ثابت نہیں کرتے لیکن صوفیہ کے نزدیک تجلی ثابت اور مرتبہ تجلی کا موخر ہے مرتبہ ذات سے تو صوفیہ کیلئے گنجائش ہوئی کہ انھوں نے کہا کہ مرتبہ تجلی میں جو ارادہ ہوتا ہے وہ ارادہ حادث ہے اور اسمیں کوئی قباحت لازم نہیں آتی اور کتاب ہمعات اور مولف کتاب ہمعات کی دیگر تصانیف میں مفصل مذکور ہے کہ مرتبہ تجلی میں ارادہ حادث ہے چنانچہ غور کرنے سے یہ امر واضح ہوگا۔

سوال از مرزا احسن علی صاحب۔ اہل حق یعنی اہل سنت کے نزدیک براہین نقلیہ عقلیہ سے صحیح

بداء کا گمان ہوتا ہے کیا ہے اور معالم التنزیل کی عبارت یہ ہے عَنْ عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُمَا قَالَا یَمْحُوا اللّٰهُ السَّعَادَةَ وَالشَّقَاوَةَ اَیْضًا فَیَمْحُوا الرِّزْقَ وَالْاَجَلَ وَیُثْبِتُ مَا یَشَاءُ وَعَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ کَانَ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ وَهُوَ یَبْکِیْ وَیَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ فِیْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَاَثْبِتْنِیْ فِیْهَا وَاِنْ کُنْتَ کَتَبْتَ عَلَیَّ الشَّقَاوَةَ فَامْحُنِیْ وَاَثْبِتْنِیْ فِیْ اَهْلِ السَّعَادَةِ وَالْمَغْفِرَةِ فَاِنَّکَ تَمْحُوْ مَا تَشَاءُ وَتُثْبِتُ وَعِنْدَکَ اُمُّ الْکِتَابِ وَمِثْلُهُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِیْ بَعْضِ الْاٰثَارِ اِنَّ الرَّجُلَ یَکُوْنُ قَدْ بَقِیَ لَهُ مِنْ عُمُرِهٖ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً فَیَقْطَعُ رَحِمَهٗ فَیُرَدُّ اِلٰی ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ وَالرَّجُلُ قَدْ یَکُوْنُ بَقِیَ مِنْ عُمُرِهٖ ثَلٰثَةُ اَیَّامٍ فَیَصِلُ رَحِمَهٗ فَیُرَدُّ اِلٰی ثَلٰثِیْنَ سَنَةً اِنْتَهٰی یعنی روایت ہے حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے کہ کہا ان دونوں صاحبوں نے کہ اللہ تعالےٰ مٹا دیتا ہے نیکبختی اور بدبختی کو تو مٹا دیتا ہے روزی اور موت کے وقت کو اور ثابت اور برقرار کرتا ہے جو چاہتا ہے اور روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ کعبہ شریف کا طواف کرتے تھے اور روتے تھے اور کہتے تھے کہ اے پروردگار اگر تو نے مجھکو اہل سعادت میں یعنی نیکبختوں میں لکھا ہو تو مجھکو انھیں لوگوں برقرار رکھ اور اگر تو نے میرے نصیب میں بدبختی لکھی ہو تو اسکو مٹا دے اور مجھکو اہل سعادت اور اہل مغفرت سے قائم کر یعنی ان لوگوں میں مجھکو قائم کر دے جو نیکبخت ہیں اور انکی مغفرت ہوگی اسواسطے کہ تو مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے اور برقرار کرتا ہے جو چاہتا ہے اور ایسا ہی حضرت ابن مسعودؓ نے روایت کی ہے بعض آثار میں ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص کی عمر تیس برس باقی رہتی ہے اور وہ قطع رحم کرتا ہے یعنی رحم کے ذریعہ سے جو لوگ اسکے قرابت مند رہتے ہیں انکے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے تو اسکی باقی عمر گھٹا کر صرف تین دن کر دیجاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی شخص کی عمر صرف تین دن باقی رہ جاتی ہے اور وہ صلہ رحم کرتا ہے یعنی جو لوگ اس کے قرابت مند رحم کے ذریعہ سے ہوتے ہیں انپر احسان کرتا ہے تو اس کی عمر بڑھا دیجاتی ہے اور تیس برس اسکی باقی عمر کر دیجاتی ہے یہ ترجمہ معالم التنزیل کی عبارت مذکورہ کا ہے تو مراد محو و اثبات سے کہ بظاہر اس سے گمان بداء کا ہوتا ہے کیا ہے کہ حدیث مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادتی عمر کی صلہ رحم سے ہوسکتی ہے اور کمی عمر کی قطع رحم سے ہوسکتی ہے اور اگر اس امر کو قضائے معلق اور قضائے مبرم پر حمل کریں تو یہ تکلف سے خالی نہیں **جواب** از مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی بداء کتاب ہمعات میں بمعنی تجدد ارادہ کے واقع ہے کہ مشابہ بداء کے ہے اور بخاری کی حدیث

شرعیہ کو باطل کرنے لگے اور شیخ محب اللہ الہ آبادی کہ بظاہر انکا قدم وادی الحاد میں معلوم ہوتا ہے انکے مذہب نے شیوع تمام رواج مالا کلام پایا تو عنایت خداوندی نے شیخ احمد سرہندی کو اِس امر کی اصلاح کی توفیق مرحمت فرمائی اور علوم غریبہ کی تحصیل کی اُن کو توفیق دی تو جیسا کہ تعدیل حار کی بارد سے ہوتی ہے اور تعدیل رطب کی یابس سے ہوتی ہے اسی طرح اعتدال کامل حضرت موصوف کی وجہ سے لوگوں میں ہوا اور حق ظاہر ہوا اور سخنہائے دروغ آمیز منتفی ہوئے یہی مصداق معنی مجددیہ کا ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال مرسلہ مرزا حسن علی صاحب بخدمت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ العزیز اہل حق کے نزدیک قول بالبداء باطل ہے یعنی یہ باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سابق سے کسی خاص امر میں جو ارادہ نہ رہا ہو وہ ارادہ جدید طور پر ہو جاوے چنانچہ اس امر کے بطلان کے لئے کتب احادیث وتفاسیر وکلام میں دلائل عقلیہ وبراہین نقلیہ نہایت تصریح وتفصیل کے ساتھ مذکور ہیں اور کتاب ہمعات میں حضرت فخر المحدثین امام المتصوفین جناب شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کے کلام سے جو بداء کا ثبوت مذکور ہے تو اسکا کیا معنی سمجھنا چاہئے اور کس محل پر اُسکو حمل کرنا چاہیئے تاکہ خلاف کتاب اور سنت کے نہووے اور ہمعات کی عبارت یہ ہے۔ وارادہ قضائے حوادث ازاں تجلی فوارہ صفت جوش میزند۔ ومبداء ادنی حوادث ہماں ارادہ است وآں ارادہ را نیز اسباب دیگر اند بعضے مستتر مثل قوائے کواکب وافلاک وطبقہ کلیہ کہ مدبر شخص اکبر است وبعضے ظاہر مثل ادعیہ ملا اعلیٰ وحوادثے کہ از اسفل مرتفع میشود ودریں موطن محو واثبات ومبداء نسخ واقع میشود وہمیں تجلی است کہ مرئی بنی آدم خواہد شد در معاد الی آخر ما قال یعنی ارادہ قضاء حوادث کا اُس تجلی سے فوارہ کی طرح جوش مارتا ہے اور مبداء ادنی حوادث کیلئے وہی ارادہ ہے اور اس ارادہ کے بھی دوسرے اسباب ہیں بعضے اسباب پوشیدہ ہیں مثلاً قوائے کواکب وافلاک طبقہ کلیہ کہ مدبر شخص اکبر کا ہے اور بعضے ظاہر ہیں مثلاً ادعیہ ملا اعلیٰ اور وہ حوادث کہ اسفل سے مرتفع ہوتے ہیں یہ محل محو واثبات کا اور مبداء نسخ کا واقع ہوتا ہے اور یہی تجلی ہے جو بنی آدم آخرت میں دیکھے گا یہ ترجمہ ہمعات کی عبارت مذکورہ کا ہے اور امام بغوی کے تفسیر معالم التنزیل میں تفسیر میں آیہ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ کے روایت کی نقل ہے کہ مراد محو واثبات سے کہ اُس سے

عہ ملا اعلیٰ اللہ جو ہمارے اوقات رکھتا ہے جو ہمارے اسباب ۱۲

وَرَبِّ الْاَرْبَابِ یعنی اس خاک کے مرتبہ کو رب الارباب کے درجات غیر متناہی سے کیا نسبت ہے اور اُسکی مثال یہ ہے کہ دن کو بسبب غلبہ شعاع آفتاب کے کوئی ستارہ نظر نہیں آتا اور دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ آفتاب کے سوا کوئی ستارہ موجود نہیں تو یہی حالت وسط سلوک کی حالت ہے چنانچہ حالت ابتدائی سالک کی مانند رات کے ہے کہ ستارے نظر آتے ہیں اور آفتاب نظر نہیں آتا لیکن دیکھنے والا جانتا ہے کہ یہ سب نور آفتاب کا ہے ان سب ستاروں میں اسی نور کا ظہور ہے اور سالک کی انتہائی حالت میں اُسکی نظیر پائی نہیں جاتی کہ اُسکی مثال دیجاوے دونوں چیز نظر آتی ہے یعنی آفتاب بھی نظر آتا ہے اور ستارہ بھی نظر آتا ہے اور چنانچہ یہی مضمون اس شعر کا ہے ؎ ہر مرتبہ از وجود حکمی دارد ۔۔۔ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی یعنی وجود کے ہر مرتبہ کیلئے حکم جداگانہ ہے تو اگر تو حفظ مراتب نکرے تو تو زندیق ہے

سوال جو حافظ صدر الدین حیدرآبادی موصوف نے اس جواب مذکور کے بعد پوچھا اور وہ سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ مذکور کا حال سرفراز نامہ سے معلوم ہوا کہ وحدت وجود کا مسئلہ حق ہے اور معتبر ہے اور وحدت شہود کا مسئلہ غیر معتبر ہے تو اب عرض یہ ہے کہ کشف و کرامات کا جو مقام ہے وہ ایک ہی مقام ہے اور اُسکے لئے دو طریق ہیں ایک معتبر ہے اور دوسرا غیر معتبر ہے اور دونوں طریق میں اکثر اولیاء کاملین ہوئے ہیں چنانچہ حضرت شیخ احمد سرہندی شہود کیطرف گئے ہیں اور حضرت موصوف کے مقلدین بھی اسی طریق پر قائم ہیں تو عرض یہ ہے کہ شیخ موصوف کا جو کچھ احوال جناب عالی نے دریافت فرمایا ہو تحریر فرماویں کہ اطمینان خاطر اسبارہ میں حاصل ہووے۔

جواب جو جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے فرمایا۔ توحید وجودی پر صوفیہ کا اجماع ہے صرف حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی متقدمین سے اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی متاخرین سے توحید شہودی کیجانب گئے ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ وحدت وجود مرتبہ ذات خلوص اطلاق میں حق ہے اور توحید شہودی کہ اس سے غیریت ظاہر ہوتی ہے مراتب تعینات میں صحیح اور واجب التسلیم ہے تو فی الواقع دونوں امر صحیح ہیں اور حق تعالے نے بمقتضاء اپنی حکمت کے ابتداء نشو و نما کمال امت محمدیہ میں علوم توحید حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی تا اپنے لوگوں کو بمعنی قرب و معیت حضور و ہمراہی حضرت حق تعالیٰ کی لذت حاصل ہووے اور زہد و مجاہدہ میں نہایت جانبازی کریں اور کیا خوب یہ شعر ہے ؎ صنما رہ قلندر سزد اربمن نمائی ۔۔۔ کہ دراز دو زبینم رہ و رسم پارسائی اور جب یہ معرفت مستحکم ہوئی تو عارفان طریقت کی باتوں کو سمجھنے میں مردم کج فہم نے رفتہ رفتہ الحاد کی راہ اختیار کی اور اس شکل معرفت کو ان کج فہموں نے حیلہ اس فاسد غرض کے لئے بنایا کہ شریعت اور تکلیفات

ہے اور ہر مرتبہ کیلئے حکم جداگانہ ہی اور شرع شریف میں ہر مرتبہ کا حکم مذکور ہے شارع نے بعضے کو بادی کہا ہے یعنی رہنما قرار دیا ہے اور بعضے کو مضل یعنی گمراہ کنندہ کہا ہے اور شارع نے بعضے کو واجب الاطاعۃ کہا ہی کہ اُسکی فرمانبرداری واجب ہے اور بعضے کو واجب العصیان کہا ہے یعنے اُسکے کہنے کے خلاف کرنا واجب ہے اور بعضے کو حلال کہا ہے کہ اس کو شرعی طور پر اپنے مصرف میں لے آنا جائز ہی اور بعضے کو حرام کہا ہے کہ اس سے پرہیز کرنا چاہیئے اور شارع نے بعضے کو پاک کہا ہے اور بعضے کو ناپاک فرمایا ہے اور لوگ جنکی نظر قاصر ہے یہ جانتے کہ یہ سب اختلافات نفس ذات میں ہیں حاشا وکلا یعنی ان لوگوں کا خیال ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ یہ سب اختلاف صرف اعتبارات میں ہے جیسا کہ معرکہ جنگ میں صرف جسم نمودار ہوتا ہے اور جسم کے سوا کوئی دوسرا وصف باطنی انسان کا جسم میں نمودار نہیں رہتا مثلاً اگر قاتل ہے تو اسکا بھی صرف جسم نمودار رہتا ہی اور اگر مقتول ہے تو اُس کا بھی صرف جسم نمودار رہتا ہے علی ہذا القیاس اگر راکب ہی یعنے سوار ہے تو جسم ہے اور اگر مرکوب ہے یعنے مثلاً جانور سواری کا ہے تو وہ بھی جسم ہی اور غالب ہے تو جسم ہے اور مغلوب ہے تو جسم ہے اور قرآن شریف میں چند مقام میں اس مسئلہ کیطرف اشارہ ہے چنانچہ اس مسئلہ کا ثبوت اس آیۃ سے ہوتا ہے سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ یعنی قریب ہی کہ دکھلاینگے ہم ان لوگوں کو اپنی آیتیں آفاق میں اور اُنکے نفسوں میں حتی کہ ظاہر ہو جاویگا ان لوگوں پر کہ وہ حق ہے کیا نہیں کافی ہے تیرے پروردگار کیلئے کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے آگاہ رہو یہ لوگ شک میں ہیں اپنے پروردگار سے ملنے میں آگاہ رہو تحقیق کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر محیط ہی اور اس آیت سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہی هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ یعنی اللہ تعالیٰ اول ہی اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے یہ معنی وحدت وجود کا ہی اور وحدت شہود کا معنی یہ ہے کہ سالک کے خیال میں حق تعالیٰ کا خیال اس قدر غالب ہو جاتا ہے اور اُس سالک کی ایسی کامل توجہ صرف حق تعالیٰ کی طرف ہو جاتی کہ وجود حق کے سوا باقی سب وجود اس کی نظر سے غائب ہو جاتا ہی کوئی دوسرا وجود اس کو نظر نہیں آتا اور کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ اس مشاہدہ میں اسقدر اس کو استغراق ہوتا ہے کہ حفظ مراتب سے بھی غافل ہو جاتا ہے اور کہتا ہے سُبْحَانِي مَا أَعْظَمَ شَانِي وَأَنَا الْحَقُّ اور اسکے مانند اور بھی الفاظ کبھی وہ کہتا ہے لیکن جب وہ سالک انتہا کے درجہ میں پہونچتا ہے تو ہر چیز کو اُس کے مرتبہ میں دیکھتا ہی اور کہتا ہے مَا لِلتُّرَابِ

سورہ حٰمٓ السجدہ

لیکن اس توجیہ میں دو خدشہ ہوتے ہیں ایک خدشہ یہ ہوتا ہے کہ اس مضمون سے لازم آتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ حیات میں یہ گفتگو ہوئی اور تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ سعدؓ کی ملاقات نہیں ہوئی اسواسطے کہ سعدؓ ابتداء فتنہ سے موضع عقیق میں کہ مدینہ منورہ سے باہر ہے گوشہ نشین رہے اور اُن ایام میں مدینہ منورہ میں حضرت معاویہؓ کے آنیکا اتفاق نہیں ہوا بلکہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت معاویہؓ سے صلح ہونے کے بعد حضرت معاویہؓ حج کیواسطے آئے اور اسوقت انھوں نے مدینہ منورہ کے لوگوں سے ملاقات کی اور دوسرا خدشہ یہ ہوتا ہے کہ جواب سعدؓ کا اما بما ذکرت فلانا الخ اس توجیہ کے صراحۃً منافی ہے اس واسطے کہ کثرت فضائل کسی شخص کے مانع نصیحت اور پند گوئی کیلئے نہیں ہوتی بلکہ بہتر یہی ہے کہ اس لفظ سے اسکا ظاہر معنی سمجھا جاوے غایۃ الامر اسکا یہی ہوگا کہ ارتکاب اس فعل قبیح یعنی سب یا حکم سب حضرت معاویہؓ سے صادر ہونا لازم آویگا تو یہ کوئی اول امر قبیح نہیں ہے جو اسلام میں ہوا ہے اسواسطے کہ درجہ سب کا قتل و قتال سے بہت کم ہے چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ یعنی برا کہنا مومن کو فسق ہے اور اسکے ساتھ قتال کرنا کفر ہے اور جب قتال اور حکم قتال کا صادر ہونا یقینی ہے اُس سے چارہ نہیں تو بہتر یہی ہے کہ انکو مرتکب کبیرہ کا جاننا چاہیئے لیکن زبان طعن و لعن سے بند رکھنا چاہیئے اور اسی طور سے کہنا چاہیئے جیسا صحابہؓ سے اُنکی شان میں کہا جاتا ہے جنسے زنا اور شرب خمر صادر ہوا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور ہر جگہ خطاء اجتہادی کو دخل دینا خالی بیباکی سے نہیں۔

جواب جو مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی قدس سرہ العزیز نے حافظ صدر الدین حیدرآبادی کے سوال کے جواب میں فرمایا اور وہ سوال استفسار میں مسئلہ وحدت وجود اور وحدت شہود کے ہوا تھا اور وہ جواب یہ ہے کہ پہلے سمجھنا چاہیئے کہ ان دونوں کلمہ یعنی وحدت وجود اور وحدت شہود کا معنی کیا ہے پھر اصل حقیقت بیان کی جاویگی۔ وحدت وجود کا معنی یہ ہے کہ وجود حقیقی بمعنی مابہ الموجودیۃ بمعنی مصدری ایک چیز ہے کہ وہی ایک چیز واجب میں واجب ہے اور ممکن میں ممکن ہے اور جوہر میں جوہر ہے اور عرض میں عرض اور اس اختلاف سے لازم نہیں آتا کہ وجود کی نفس ذات میں اختلاف ہووے اور اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً آفتاب کی شعاع پاک چیز پر بھی پڑتی ہے اور ناپاک چیز پر بھی پڑتی ہے اور شعاع کی ذات پاک ہے یعنی اصل شعاع آفتاب کی پاک ہے اور آفتاب کی شعاع اسوجہ سے کہ ناپاک چیز پر پڑتی ہے ناپاک نہیں ہوجاتی اور یہ امر فی نفسہٖ صحیح ہے اور حق ہے اور کسی طرح سے خلاف شرع نہیں اسواسطے کہ اس وجود کے مراتب سے ہر مرتبہ کی ایک حقیقت جداگانہ

لینا رخصت ہے یعنی بضرورت جائز ہے تو اس سے مراد یہی ہے کہ بضرورت اس صورت میں جائز ہے جو جواز کی صورت اوپر مذکور ہوئی ہے اور اگر بوقت تعلیم اجرت کی شرط نہ کی ہو اور بعد تعلیم کے اُس کے صلہ میں کچھ دیا جاوے تو معلم کو لینا بحالت ضرورت جائز ہے اسواسطے کہ یہ بظاہر اُجرت نہیں لیکن اس صورت میں بھی اجرت نہ لینا عزیمت ہے یعنی بہتر ہے اسواسطے کہ اجرت لینے میں طمع ثابت ہوگی اور ثواب تعلیم میں نقصان لازم آویگا تو احتیاط اسی میں ہے کہ کسی طور سے تعلیم قرآن پر اُجرت نہ لیوے اور رقیہ یعنی دم کرنا اور تعویذ دینا جو ناجائز طور پر نہو اُسپر اجرت لینا بالاجماع جائز ہے اسمیں کچھ مضائقہ نہیں اور علماء متاخرین نے جائز رکھا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لیجاوے یعنی تعلیم قرآن کی نوکری جائز ہے لیکن علماء متاخرین کی بھی مراد یہی ہے کہ اُس صورت میں تعلیم قرآن کی نوکری جائز ہے کہ تعلیم کے سوا کوئی اور فعل بھی مثلاً دربارہ تعلیم کے لڑکے پر تاکید رکھنا معلم کے ذمہ ہو تا تعلیم محض اجارہ ہوجاوے اور صرف تعلیم پر اجارہ جائز نہیں مثلاً کوئی شخص کسی شخص کے پاس آوے اور کہے کہ مجکو فلاں آیت پڑھادو اور اسپر وہ شخص معلم اجرت لینا چاہے تو ایسی اجرت بالاجماع متقدمین اور متاخرین سب کے نزدیک حرام ہے منہ اصحاب کہف کے بارہ میں مذہب مشہور یہی ہے اور اسی پر علماء کا اتفاق ہے کہ اصحاب کہف زندہ ہیں اور امام مہدی کے زمانہ میں اٹھیں گے اور وہ لوگ امام مہدی کی مدد میں مشغول رہیں گے اور اُسکے بعد اُن لوگوں کی وفات ہوگی لیکن صحیح دلیل اسکی روایات میں نہیں ملتی اور تفسیر درمنثور وغیرہ کتب تفاسیر میں اسبارہ میں روایات ضعیفہ لکھی ہیں اور نظم قرآنی میں بھی اس مضمون کیطرف اشارہ ہے اور یہ قصہ موضوع ہے یعنی غلط ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اصحاب کہف کی دعوت کیلئے تین آدمی بھیجے تھے مجھکو یاد آتا ہے کہ صاحب نزہتہ الشرعیہ اور دوسرے محدثین نے حکم دیا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے البتہ بعض روایات ضعیفہ میں وارد ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کہف کے مقام میں تشریف لے گئے اور ان لوگوں کو دعوت اسلام کی کی اور ان لوگوں نے قبول کیا پھر وہ لوگ سوئے اور اب تک سوتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم منہ مسلم اور ترمذی میں حدیث کا لفظ یہ ہے کہ معاویہؓ بن ابوسفیان نے سعد بنؓ ابی وقاص سے کہا مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسُبَّ اَبَا تُرَابٍ یعنی کس امر نے تمکو باز رکھا بُرا کہنے سے ابوتراب کے تو بعضے طرفدار معاویہ بن ابی سفیان کے اس لفظ کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ کی مراد یہ تھی کہ کسواسطے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تم سخت کلامی نہیں کرتے اور تم نہیں سمجھاتے کہ قاتلان حضرت عثمانؓ کی طرفداری سے وہ دست بردار ہوجاویں اور اُنپر قصاص جاری کرنے کیلئے اُنکو ہمارے سپرد کردیویں

اصحاب کہف کا بیان

یا نہایت سرخ ہو گیا ہو تو وہ حرام ہے اور اگر گلابی رنگ سے اسکی سرخی کم ہو مثلاً شنجرفی اور پیازی وغیرہ ہو تو مباح ہے اور بانات سُرخ کہ عرب اُسکو جوخ احمر کہتے ہیں بالاجماع جائز ہے اور ایسا ہی کھار وابھی جائز ہے اور اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ معصفر کی حرمت کا دارومدار شوخی رنگ پر ہے صرف سرخی پر نہیں **منہ** لزوم کفر اور انکار میں فرق یہ ہے کہ کوئی نص کسی امر میں وارد ہوئی ہو اور کوئی شخص اس نص کی تاویل بعید کرے کہ وہ تاویل باعتبار قواعد عربیہ اور اصول کے درست نہ ہوتی ہو اور وہ شخص وہ تاویل بعید کرکے اُس نص کے ظاہر معنی سے انکار کرے تو اس سے کفر لازم نہ آوے گا البتہ کفر اسوقت متحقق ہو جاتا ہے کہ کوئی شخص مدلول نص کو مدلول نص اعتقاد کرے اور باوجود اُسکے اُس نص سے بلا تامل انکار کرے اور کہے اگرچہ نص وارد ہے مگر میں اس معنی کو قبول نہیں کرتا تو اس سے باعتبار واقع اور نفس الامر کے کفر لازم آویگا اور باعتبار اعتقاد منکر کے الزام کفر کا ہوگا اور معنی لزوم کفر کے یہ ہیں کہ کوئی عقیدہ مثلاً فی الواقع کفر ہو اور اسکے قائل کے بارہ میں جحود یعنی انکار لازم آتا ہو لیکن اُسکا قائل نہ جانتا ہو کہ یہ جحود کفر ہے لولا کما خلقت الافلاک کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔

منہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سود لینا بھی حرام ہے اور سود دینا بھی حرام ہے مگر سود دینا اس وقت جائز ہے کہ کوئی شخص شدت گرسنگی یا اسکے مانند کسی اور اشد ضرورت میں مبتلا ہو اور جانتا ہو کہ اگر سود پر قرض لیکر رفع ضرورت نہ کیا جاوے تو ہلاکت ہو جاوے گی اُس صورت میں بقدر جان بچانے کے قرض لیا جاوے گا اور یہ جائز ہے اسواسطے کہ یہ مستثنیٰ ہے نص قرآنی سے جو حرمت میں مردار وغیرہ کے وارد ہے اور اس امر کی جرأت نہیں ہوتی جیسا کہ ہندوستان میں سود دینے کا نہایت رسم ورواج ہو گیا تو اسوجہ سے عموم بلوی کے خیال سے سود دینا جائز کہدیا جاوے اسواسطے کہ عموم بلوی کیوجہ سے کوئی حکم دینا صرف طہارت اور نجاست میں ثابت ہے اور عموم بلوی کا لحاظ حل اور حرمت میں کچھ نہیں

منہ اصل اجارہ میں یہ ہے کہ کسی شے واجب مندوب کیلئے منعقد نہیں ہوتا ہے اور قرآن شریف کی تعلیم فرض کفایہ ہے اور مندوب سب لوگوں کے لئے ہے تو قرآن شریف کی تعلیم کیلئے اجارہ درست نہیں البتہ کسی کے گھر جانا اور صبح سے شام تک وہاں بیٹھنا اور اُسکے لڑکوں کی نگہبانی کرنا یہ ایک دوسرا فعل ہے جو تعلیم کے سوا ہے تو اس فعل کے لئے اجارہ منعقد ہو سکتا ہے اور رقیہ یعنی دم کرنا قرآن شریف پڑھکر جائز ہے تو اُسپر اجارہ منعقد ہو سکتا ہے اور رقیہ پر تعلیم کو قیاس نکرنا چاہیئے تو اس وجہ سے تعارض دفع ہو گیا یعنی تعلیم اور رقیہ دونوں کا ایک حکم نہیں کہ یہ کہا جاوے کہ کیا وجہ ہے کہ رقیہ کے لئے اجارہ جائز ہے اور تعلیم کے لئے اجارہ جائز نہیں اور جو کچھ ترجمہ میں مرقوم ہے کہ تعلیم پر اجرت نہ لینا عزیمت ہے یعنی بہتر ہے اور اجرت

مثل خدا کے سمجھتے ہیں اور ان ارواح کی نذر مانتے ہیں اور اس خیال سے ان فقہا نے حکم دیا ہے کہ جو شخص ایسی نذر مانے وہ مرتد ہے اور یہ کہا ہے کہ اگر نذر بالاستقلال کسی ولی کے واسطے ہو تو باطل ہے اور اگر نذر خدا کیواسطے ہو اور ولی کا ذکر صرف اس خیال سے ہو دے کہ مثلاً اس ولی کو ثواب رسانی کیجاوے گی یا اس ولی کی قبر کے خدام کے مصرف میں اس نذر کا مال آوے گا تو یہ نذر جائز ہے اور حقیقت اس نذر کی یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کھانا کھلا دیا جاوے یا مال بطور خیرات وغیرہ کے دیا جاوے اور میت کی روح کو ثواب رسانی کیجاوے اور یہ امر مسنون ہی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہی مثلاً صحیحین میں جو حال ام سعد وغیرہا کا مذکور ہی اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہی اور ایسی نذر لازم ہو جاتی ہی تو حاصل اس نذر کا یہی ہے کہ یہ نیت کیجاوے کہ مثلاً کھانا کھلایا جاویگا یا اسقدر خیرات دیجاویگی اور اسکا ثواب فلاں ولی کی روح کو پہنچایا جاویگا تو ذکر ولی کا صرف اس غرض سے ہوگا کہ یہ متعین ہو جاوے کہ ثواب رسانی فلاں ولی کی روح کو کیجاویگی اور یہ نیت نہو کہ خاص وہ چیز اس ولی کے مصرف میں آوے گی اور ایسا بھی لوگ کرتے ہیں کہ یہ نیت کر لیتے ہیں کہ وہ نذر اس ولی کے متوسلین کے مصرف میں آویگی مثلاً اس ولی کے قرابت مند اور اسکی قبر کے خادم اور اسکے مریدین وغیرہ کے مصرف میں وہ مال آویگا اور بلاشبہ نذر ماننے والوں کا مقصود اکثر ایسا ہی ہوتا ہے اور ایسی نذر کے بارہ میں حکم ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اس کو پورا کرنا واجب ہی اسواسطے کہ شرع میں یہ قربت معتبرہ ہے البتہ اگر اس ولی کو یہ سمجھے کہ یہ ولی بالاستقلال حل کنندہ مشکلات ہے یا یہ عقیدہ رکھے کہ اسکی سفارش سے نعوذ باللہ من ذلک ضرور اللہ تعالیٰ مجبور ہو کر حاجت روائی فرماویگا تو ایسی نذر میں البتہ شرک و فساد لازم آتا ہے مگر یہ عقیدہ دوسری چیز ہے اور نذر دوسری چیز ہے یعنی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلقاً نذر منع ہو جاوے بلکہ جائز نذر کی جو صورت اوپر مذکور ہوئی ہے اسطور کی نذر بلاشبہ صحیح ہے اور اسکو پورا کرنا واجب ہے منہ اس مضمون میں کہ سرخ کپڑا پہننے کے بارہ میں شرعاً کیا حکم ہی در اصل علماء روم سے ایک عالم نے رسالہ تصنیف کیا تھا اور حضرت شیخ ابوطاہر کردی نے ہمارے حضرت ولی نعمت کو فرمایا کہ آپ وہ رسالہ مطالعہ کریں اور اسپر کچھ لکھیں تو انھوں نے بعد مطالعہ کے بطور حاشیہ کے اس رسالہ پر کچھ لکھا ہے وہی حاشیہ انکی تالیفات کی فہرست میں مندرج ہے اور اسبارہ میں قول مختار یہ ہے کہ ہر طرح کا سرخ رنگ کا کپڑا حرام نہیں بلکہ صرف معصفر حرام ہی یعنی باعتبار رنگ کے صرف وہ کپڑا حرام ہی جو کسم کے پھول سے رنگا ہوا ہی اور اسکے بھی حرام ہونیکے لئے ضرور ہی کہ اس کا رنگ گلابی رنگ ہو گیا ہو یا گلابی رنگ سے بھی اسکی سرخی زیادہ ہو

اُن معانی میں سے دوسرا معنی یہ ہے کہ جب تم لوگ دنیاوی امور میں حیران ہو جاؤ اور تم کو گوں کا دل ضیق میں پڑ جاوے تو چاہیئے کہ اصحاب قبور کی طرف نظر کرو اور یہ خیال کرو کہ اُن لوگوں نے کسطرح دنیا کو چھوڑ دیا اور آخرت کی طرف منہ کیا اور خیال کرو کہ ہم لوگ بھی وہیں جانیوالے ہیں جہاں وہ لوگ گئے ہیں اور وہی حال ہمارا بھی عنقریب ہوگا جو حال ان لوگوں کا ہوا ہے اور یہ خیال کرنے سے دنیا کی مشکلات اور سختی تملوگوں کو آسان معلوم ہوگی حاصل کلام اس قول میں صراحۃً معنی حقیقی استمداد کے مراد نہیں اور اہل قبور سے استمداد کرنیکا مسئلہ اوپر مفصل مذکور ہوا ہے۔

مسئلہ یہ ثابت نہیں کہ حیلہ مطلقاً ہر حال میں مکروہ ہی اسواسطے کہ اکثر مسائل میں احادیث مشہورہ میں حیلہ پر عمل کرنا آیا ہے چنانچہ صحیحین میں روایت ہے کہ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ وَابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فروخت کرو خراب خرما کو درہم کے عوض میں پھر اس درہم سے عمدہ خرما خرید لو تو اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ جن چیزوں کے بارہ میں حکم ہے کہ جس قدر دیا جاوے اس سے زیادہ یا کم لینے سے سود لازم آتا ہے تو اگر درمیان میں کسی دوسری چیز کا واسطہ ہو جاوے تو زیادہ یا کم لینے میں سود لازم نہیں آتا البتہ شافعیہ اور مالکیہ اور حنبلی مذہب کے نزدیک حیلہ کرنا بوقت ضرورت جائز ہے یعنی کسی ضیق سے رہائی ہونیکے لئے اور دفع ضرر کی غرض سے حیلہ شرعی عمل میں لانا جائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک زیادہ فائدہ ہونے کی غرض سے بلا اشد ضرورت کے بھی جائز ہے مگر حنفیہ کے نزدیک بھی شرط ہے کہ حیلہ شرعی عمل میں لے آنا اس وقت جائز ہے جب اللہ تعالیٰ کا کوئی واجب حق ادا ہونے میں نقصان لازم نہ آوے اور نہ حقوق عباد سے کسی غیر کے حق میں نقصان لازم آتا ہو اور متاخرین نے اس بارہ میں زیادہ وسعت دی ہے کہ اس غرض سے بھی کوئی حیلہ شرعی عمل میں لے آنا جائز ہے کہ تا کوئی حق جو اپنے پر واجب ہونیوالا ہے اُس حیلہ شرعی کیوجہ سے وہ حق اپنے پر لازم نہ آوے اور حیلہ شرعی حرام اُس صورت میں ہے کہ جب کوئی حق واجب ادا نہ کیا جائے اور متاخرین کی یہ رائے حق سے بعید معلوم ہوتی ہے یعنی تا امکان حیلہ شرعی بھی نہ کرنا چاہیئے۔ **منشا** استعانت ارواح سے اس امت میں بہت وقوع میں آئی ہے اور عوام جہال استعانت اسطور پر کرتے ہیں کہ ارواح کو ہر عمل میں قدرت میں مستقل جانتے ہیں اور ارواح کو قادر مطلق سمجھتے ہیں اور یہ بلاشبہ شرک جلی ہے اور نذر اولیاء کی بغرض حاجت روائی کے معمول ہے اور اُسکا رسم و دستور ہو گیا ہے اکثر فقہا نے اسکو جائز نہ رکھا ہے بلکہ اُن فقہا نے یہ خیال کیا ہے کہ جسطرح سے اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق جانکر اُسکی نذر مانی جاتی ہے اسیطرح عوام جہال ارواح کو قادر مطلق

بیان حکم حیلہ

فرداً نظر کرتے ہیں تو اُن لوگوں کو تیقن یا ظن غالب نہیں ہوتا لیکن اُنکے حق میں دلیل ہونیکے لئے زمانۂ سابق کا اجماع کافی ہے اور اس اصل سے اکثر مسائل نکلتے ہیں کہ اگر متاخرین چاہیں کہ اجماع کے سوا کوئی دوسری دلیل اُن مسائل کیلئے ثابت کریں تو متحیر ہو جاتے ہیں اور اُس پر اُن کو یقین اسوجہ سے نہیں ہوتا کہ اُنکے نزدیک وہ دلائل بہیئت اجتماعی مہیا نہیں ہوتے تو متاخرین کو چاہیئے کہ اس امر میں اپنی رائے کو دخل نہ دیویں بلکہ اُسی اجماع پر عمل کریں اور امام مالکؒ سے جو منقول ہے کہ وتر کے سوا چھتیس رکعت پڑھنا چاہیئے اور وہ کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کا عمل اسی پر تھا تو اہل تواریخ نے اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ مکہ معظمہ کے لوگ دو ترویحہ کے درمیان میں سات شوط طواف کرتے تھے تو چونکہ مدینہ منورہ میں طواف تو ہو نہیں سکتا تھا اسواسطے مدینہ منورہ کے لوگوں نے اختیار کیا کہ دو ترویحہ کے درمیان میں چار چار رکعت نماز پڑھتے تھے تو اسوجہ اُن لوگوں کی مجموعی نماز چھتیس رکعت ہو جاتی تھی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں داؤد بن قیس سے روایت ہے کہ قَالَ اَدْرَکْتُ النَّاسَ بِالْمَدِیْنَۃِ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ وَاَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ یُصَلُّوْنَ سِتًّا وَّثَلٰثِیْنَ رَکْعَۃً وَیُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ انتھی یعنے کہا داؤد بن قیس نے کہ میں نے پایا لوگوں کو مدینہ منورہ میں زمانے میں عمر بن عبد العزیزؒ اور ابان بن عثمانؒ کے کہ وہ لوگ چھتیس رکعت نماز پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر کی نماز پڑھتے تھے یہ داؤد بن قیس کی روایت مذکورہ کا ترجمہ ہے اور ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیادتی رکعتوں کی جو نوافل کے لا دینے سے ہوئی تو یہ امر عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانے میں ہوا یعنے جب وہ مدینہ منورہ میں امیر تھے تو انکی امارت کے زمانے میں ایسا ہوا تھا اسواسطے کہ اُسوقت عبادت میں لوگوں کی رغبت بہت زیادہ ہو گئی تھی جس قدر عبادت سابق سے ماثور و منقول تھی صرف اُسقدر سے اُنکو آسودگی نہ ہوتی تھی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مِنْہُ۔ اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا بِاَصْحَابِ الْقُبُوْرِ یعنے جب تم لوگ کسی امر میں متحیر ہو جاؤ تو چاہیئے کہ اُس بارہ میں اصحاب قبور سے مدد لو تو یہ حدیث نہیں ہے بلکہ کسی بزرگ کا قول ہے اور اس قول کے چند معانی متفرقہ ہیں اُن معانی سے ایک معنے یہ ہے کہ جب کسی چیز کے حلال اور حرام ہونے میں دلائل متعارضہ ہوں اور بعض دلیل سے اُسکی حلت ثابت ہوتی ہو اور بعض دلیل سے اُسکی حرمت ثابت ہوتی ہو اور تم لوگ متحیر ہو جاؤ کہ کس دلیل پر عمل کریں تو چاہیئے کہ تم لوگ اپنا اجتہاد چھوڑ دو اور جو لوگ فوت ہو گئے ہیں انکی تقلید کرو اور یہ معنی زیادہ تر حق کے موافق ہیں اور یہ معنی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت سفیان ثوریؒ سے منقول ہے اور

آٹھ رکعت اور نماز وتر تین رکعت جملہ گیارہ رکعت نماز بوقت تہجد پڑھا کرتے تھے تو اس خیال سے کہ تراویح اور تہجد یہ دونوں نمازیں رات میں پڑھی جاتی ہیں صحابہ کرام پہلے آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے تو پھر جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک یقیناً ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان شریف میں اس سے زیادہ نماز پڑھتے تھے یعنی تراویح کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیس رکعت پڑھا کرتے تھے تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فعل اختیار کیا کہ تراویح کی نماز بیس رکعت پڑھا کرتے تھے اور تراویح کی بیس رکعت ہونے پر صحابہ کا اجماع ثابت ہے تو یہ امر بھی ضروریات دین سے ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ تراویح کی نماز بیس رکعت ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہیے اور اسی وجہ سے فقہا اس بارہ میں نہایت تاکید کرتے ہیں کہ تراویح کی نماز بیس رکعت پڑھنا چاہیئے اور اکثر ایسے امور شرعیہ ہیں کہ اُنکے بارہ میں جسقدر تاکید شرعاً ہے وہ پہلے معلوم نہ تھی وہ تاکید اجماع سے ثابت ہوئی اور اجماع بھی شرعی حجت ہے چنانچہ اجماع کا منکر کافر ہے علی الخصوص جس امر پر اجماع ہو اور وہ شعار اہل حق کا ہو جاوے اور وہ امر اسکے لئے مابہ الامتیاز ہو جاوے کہ جو شخص اس اجماع کے موافق عمل کرے وہ اہل حق سے ہے اور جو شخص اُسکے خلاف عمل کرے وہ بدعتی ہے تو اس اجماع پر عمل کرنے کے بارہ میں نہایت تاکید ہے چنانچہ سنن رواتب پنجوقتی کی تاکید بھی جسقدر زمانہ صحابہ میں تھی اس سے زیادہ تاکید روایات سے بعد زمانہ صحابہ کے ثابت ہوئی اور یہ امر اُس پر ظاہر ہے جس نے اس بارہ میں روایات کی جستجو کی اور بیس رکعت تراویح کی نماز ہونیکے لئے اور بھی وجوہ ترجیح کی ہیں منجملہ اُسکے ایک وجہ یہ ہے کہ رمضان شریف کے سوا دوسرے مہینہ میں صلوٰۃ اللیل کہ اُس سے مراد تہجد مع وتر ہے گیارہ رکعت ثابت ہے تو رمضان شریف کہ زیادہ عبادت کرنیکا مہینہ ہے گویا وہ نماز دوچند کر دی گئی اور سنن رواتب پنجوقتی کی بھی تعداد رکعت اکثر شافعیہ کے نزدیک دس ہے اور اُسکا دوچند بیس رکعت ہے اور تین رکعت وتر کی اس میں ملانے سے تئیس رکعت ہو جاتی ہے تو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت نماز وتر جملہ تئیس رکعت ہوئی بہرحال اس مقام میں قاعدہ کلیہ پر لحاظ فرمانا چاہیے کہ جس وقت امور شرعیہ سے کسی امر پر اہل حل وعقد کا اجماع والفاق ہوتا ہے تو اس امر کے بارہ میں دلائل اور ماخذ طرق مختلفہ اور مسالک متعددہ سے اسوقت کے اہل عصر کے قلوب پر وارد ہوتا ہے اور باعتبار ہیئت اجماعی کے ان دلائل اور ماخذ سے اس امر کے حکم کے بارہ میں تیقن یا ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے اگرچہ دوسرے لوگ جو اُس اجماع کے وقت حاضر نہ تھے جب وہ لوگ اس امر کے ہر ہر ماخذ اور دلیل پر فرداً

میں کسقدر رکعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے تو روایات صحیحہ مذکورہ میں تعیین رکعت کی نہیں آئی لیکن اُن روایات میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں زیادہ نماز پڑھنے میں بہت زیادہ محنت کرتے تھے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ رکعت نماز پڑھتے تھے اور مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مذکور ہے کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ فِیْ غَیْرِ جَمَاعَۃٍ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَالْوِتْرَ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بلا جماعت کے بیس رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور وتر پڑھتے تھے یہ ترجمہ حدیث مذکور کا ہے اور بیہقی نے اس روایت کی تضعیف کی ہے اس بنا پر کہ اس حدیث کے راوی جد ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں حالانکہ ابوشیبہ کے نزدیک جد ابوبکر ابی شیبہ میں اس قدر ضعف ثابت نہیں کہ اُنکی حدیث مطلقاً متروک کردی جاوے البتہ اگر اُس حدیث کی معارض کوئی دوسری حدیث صحیح ہوتی تو وہ حدیث ساقط ہوسکتی اور اوپر بیان کیا گیا ہے کہ یہ جو بعض لوگوں کا گمان ہوتا ہے کہ اُس حدیث کے معارض حدیث ابوسلمہ کی ہے جو ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور وہ حدیث اوپر مذکور ہوئی ہے تو یہ گمان صحیح نہیں اور درحقیقت یہ حدیث ابوسلمہ کی معارض نہیں تو وہ حدیث جس سے بیس رکعت تراویح کی نماز پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور جو اوپر مذکور ہے صحیح وسالم ہے قابل عمل ہے اور کیوں اس حدیث میں شبہہ کیا جاوے حالانکہ فعل صحابہؓ سے بھی اُس حدیث کی تائید ہوتی ہے چنانچہ علامہ بیہقی نے اپنی کتاب سنن بیہقی میں اسناد صحیح سے روایت کی ہے کہ عَنِ الثَّابِتِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ کَانُوْا یَقُوْمُوْنَ عَلٰی عَہْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِیْ شَہْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَرَوٰی مَالِکٌ فِی الْمُوَطَّاءِ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ رُوْمَانَ قَالَ کَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِیْنَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ بِاِحْدٰی عَشْرَۃَ یعنی روایت ہے ثابت بن زید رضی اللہ عنہ سے کہ کہا ثابت بن زیدؓ نے کہ لوگ نماز پڑھا کرتے تھے زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماہ رمضان شریف میں بیس رکعت اور روایت کی امام مالک نے موطا میں یزید بن رومان سے کہ کہا یزید بن رومان نے کہ لوگ نماز پڑھا کرتے تھے زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تیئیس[1] رکعت اور ایک روایت میں گیارہ رکعت ہے اور علامہ بیہقی نے ان دونوں روایت میں اس طور پر تطبیق دی ہے کہ مشہور یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد آٹھ رکعت اور نماز وتر تین رکعت جملہ گیارہ رکعت نماز بوقت تہجد

[1] یعنی بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر جملہ تیئیس رکعت نماز پڑھا کرتے تھے ۱۲

خضوع کے بھی زیادہ دیر میں نماز پڑھتے تھے اور نماز میں قرأت بھی زیادہ کرتے تھے اور ان احادیث کے قبل جو روایت مذکور ہوئی ہے اس سے بظاہر گمان ہوتا ہو کہ رمضان شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے مہینوں سے زیادہ نماز نہ پڑھتے تھے تو ان احادیث میں اور اس سابق روایت میں تطبیق اس طور پر دیجاتی ہے کہ وہ ایک روایت صرف نماز تہجد کے بارہ میں ہے کہ رمضان شریف اور رمضان شریف کے سوا ہر مہینہ میں اکثر ایسا ہی ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز یکساں پڑھتے تھے یعنی ہر مہینہ میں رمضان شریف ہو یا دوسرا مہینہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر معمول تھا کہ نماز تہجد مع نماز وتر کے گیارہ رکعت پڑھتے تھے یعنی آٹھ رکعت نماز تہجد کی اور تین رکعت نماز وتر کی پڑھا کرتے تھے اور بارہ رکعت تہجد کی نماز پڑھنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ امر کہ وہ ایک روایت سابق تہجد کے بارہ میں ہے تو اس امر کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی ابوسلمہ ہیں اور ابوسلمہ نے اس روایت کے آخر میں کہا ہے قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ قَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ یعنی اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کیا آپ سوتے ہیں قبل ادا کرنے نماز وتر کے تو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے عائشہ میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا ہے روایت کیا اس حدیث کو بخاری و مسلم نے تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث نماز تہجد کے بارہ میں ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز تہجد اور وتر آخر شب میں نیند سے اٹھنے کے بعد پڑھا کرتے تھے اور کوئی دوسری نماز سوا تہجد اور وتر کے ثابت نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر شب میں نیند سے اٹھنے کے بعد پڑھا کرتے تھے تو اس ظاہر ہو کہ حضرت عائشہؓ نے نماز تہجد کے بارہ میں فرمایا کہ آپ بعد نماز تہجد کے بھی قبل وتر کے نماز ادا کرنے کے سوتے ہیں یعنی حضرت عائشہؓ کا یہ خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ وتر کی نماز قضا ہو جاوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ صرف میری آنکھ سوتی ہے دل میرا بیدار رہتا ہے یعنی احتمال وتر کے قضا ہو جانیکا نہیں اور جن روایات میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بہ نسبت دوسرے مہینوں کے زیادہ نماز پڑھتے تھے تو اس نماز سے مراد تراویح کی نماز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں تراویح پڑھا کرتے تھے کہ اسوقت عرف میں تراویح کی تعبیر قیام رمضان کے ساتھ کرتے تھے اب اس امر کی تحقیق بیان کرتا ہوں کہ قیام رمضان یعنی تراویح

سکوت اختیار کیا جاوے منہ یہ جو گمان کیا جاتا ہے کہ تراویح کے بارہ میں یہ حدیث صحیح وارد ہے کہ مَا کَانَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے تو ایسا ہی یہ بھی احادیث صحیحہ وارد ہیں کہ قَالَتْ عَائِشَۃُ رض کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَجْتَہِدُ فِیْ رَمَضَانَ مَا لَا یَجْتَہِدُ فِیْ غَیْرِہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْہَا کَانَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرَۃُ الْاَخِیْرَۃُ مِنْ رَمَضَانَ اَحْیَی لَیْلَہٗ وَاَیْقَظَ اَہْلَہٗ وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ شَہْرِ رَمَضَانَ لَیْلَۃَ ثَلٰثٍ وَّعِشْرِیْنَ اِلٰی نِصْفِ اللَّیْلِ ثُمَّ قُمْنَا مَعَہٗ لَیْلَۃَ خَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ اِلٰی نِصْفِ اللَّیْلِ ثُمَّ قُمْنَا مَعَہٗ لَیْلَۃَ سَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنْ لَّا نُدْرِکَ الْفَلَاحَ اَیِ السُّحُوْرَ یعنے فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم محنت فرماتے تھے عبادت میں رمضان میں اسقدر زیادہ کہ اسقدر محنت عبادت میں رمضان کے سوا دوسرے مہینہ میں نہ فرماتے تھے روایت کی اس حدیث کو مسلم نے اور یہ بھی روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ جب عشرۂ اخیر رمضان کا ہوتا تھا تو اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ کرتے تھے رات کو یعنی زیادہ شب بیداری عبادت میں فرماتے تھے اور اپنے اہل کو جگاتے اور عبادت میں نہایت محنت کرتے تھے اور ازار باندھ لیتے تھے یعنے اعتکاف کیوجہ سے وطی سے پرہیز فرماتے تھے روایت کی اس حدیث کو بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور نسائی نے اور روایت ہے نعمان بن بشیرؓ سے کہ کہا انھوں نے کہ کھڑے ہوئے ہم لوگ نماز میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ ماہ رمضان میں تیئسویں رات کو شروع رات میں تہائی رات تک پھر کھڑے ہوئے ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں پچیسویں رات کو آدھی رات تک پھر کھڑے ہوئے ہم لوگ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ستائیسویں رات کو اسقدر دیر تک ہلوگوں نے گمان کیا کہ ہم لوگ فلاح یعنے سحری آج نہ کھاوینگے یہ ترجمہ حدیث مذکورہ کا ہے اور ان احادیث سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ رمضان شریف میں دوسرے مہینوں سے زیادہ نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے باعتبار رکعت کے بھی زیادہ نماز پڑھتے تھے اور باعتبار خشوع اور

بمقتضائے اس آیت کے اُسوقت کے لوگ جو زمانہ فترۃ میں فوت ہوگئے سزاوار عذاب کے نہیں اور اس مسلک میں جو منافات ہے وہ اوپر مذکور ہے اور باعتبار اس مسلک کے بھی عبارت فقہ اکبر کی صحیح ہوسکتی ہے اسواسطے کہ وہ عبارت صرف یہی ہے مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ اسمیں تعذیب کا کچھ ذکر نہیں اور دوسرا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین شریفین ایمان لانیکے لئے بعد موت کے پھر زندہ کئے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور یہ مسلک بھی فقہ اکبر کے قول کے منافی نہیں چنانچہ شمس الدین کروری نے کہ اجلّہ علماء حنفیہ ماوراء النہر سے ہیں اپنے فقہ میں لکھا ہے وَیَجُوْزُ لَعْنُ مَنْ مَاتَ عَلَی الْکُفْرِ اِلَّا وَالِدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ لِلنُّبُوْتِ اِنَّہٗ تَعَالٰی اَحْیَاھُمَا لَہٗ حَتّٰی اٰمَنَا بِہٖ انتہی یعنی جائز ہے لعن کرنا اُسپر جو مر گیا ہو کفر پر مگر والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ جائز نہیں اسواسطے کہ یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ابوین شریفین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے زندہ فرمایا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے یہ ترجمہ شمس الدین کروری کے قول مذکور کا ہے اور تیسرا مسلک یہ ہے کہ ابوین شریفین نے خود اپنی عقل سے ملت ابراہیمی سنکر شرک کا قبح معلوم کیا اور شرک ترک کیا اور توحید کے معتقد تھے اور بت کی تعظیم نہ کرتے تھے اور سابق سے ایک دوسرے سے سنتے چلے آئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم مبعوث ہونگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد اور قدوم میمنت لزوم کے منتظر تھے اور دل سے قصد جزم رکھتے تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوں گے تو ہملوگ دل وجان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کرینگے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا قصہ اس مدعا کیلئے شاہد ہے کہ وہ نور حضرت عبداللہ کی پیشانی میں جلوہ گر تھا اور آپکو یہ وصیت پہنچی کہ آپکے والد اور آپکے اجداد یکے بعد دیگرے اُس نور مبارک کی حفاظت کے لئے وصیت کرتے رہے اور علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ میں زیادہ تر یہی مسلک اختیار کیا ہے تو اس صورت میں بھی ابوین شریفین کی نجات ثابت ہوتی ہے اور ابوین شریفین کا ایمان بھی ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ اُسوقت اسیقدر ایمان اجمالی متحقق ہوسکتا تھا چنانچہ ورقہ بن نوفل کے حق میں بھی اسیقدر ثابت ہے اور فقہ اکبر کی عبارت اس مسلک کے بھی منافی نہیں اسواسطے کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عدم ایمان تفصیلی اور عدم وقوع ایمان بعد بعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیر کفر کے ساتھ فقہ اکبر میں ہوئی ہے لیکن حدیث اَبِیْ وَاُمُّکَ فِی النَّارِ اور حدیث لَمْ یُؤْذَنْ لِیْ بِالشَّفَاعَۃِ فِیْھُمَا حق میں ماورشریفہ کے ہے تو یہ تینوں مسلک اسکے خلاف ہیں تو بہت بہتر ہے کہ ان مسائل میں

بخاری میں مذکور ہے فَیَکْتُبُ مِنَ الْاِنْجِیْلِ بِالْعَرَبِیَّۃِ مَاشَاءَ اَنْ یَّکْتُبَ یعنی پس لکھتے تھے ورقہ بن نوفل انجیل سے عربی زبان میں جو چاہتے تھے کہ لکھیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو بھی دعوت عیسوی پہونچی تھی اور انجیل کا ترجمہ سنتے تھے تو ایسی صورت میں اس زمانہ کے بارہ میں احکام زمانہ فترہ کا کیونکر دیا جا سکتا ہے اور اگر قبل زمانہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ فترہ کا تھا تو ابوین شریفین کے بارہ میں علما کے اختلاف کا سبب کیا ہے کہ فقہ اکبر میں انکے بارہ میں کفر کی تصریح ہے اور سیوطی اور دیگر علما نے اُن کے ایمان کے ثبوت میں رسالہ لکھا ہے۔

جواب مہربان من جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے قبل زمانہ فترہ کا نہ تھا بلکہ زمانہ جاہلیت کا تھا تو اشکال اور شبہ جو سوال میں مذکور ہے زائل ہوگیا اور اگر فرض کیا جاوے کہ وہ زمانہ زمانہ فترہ کا تھا تب بھی اس اختلاف کی گنجائش ہے اس واسطے کہ ایمان اور کفر دوسری چیز ہے اور عذاب اور نجات دوسری چیز ہے تو کافران زمانہ فترہ کے حق میں نہایت امر یہی ہے کہ کاش اگر ثابت ہوجاوے تو صرف انکی نجات ثابت ہوگی لیکن اُن لوگوں کا ایمان ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور اس مسئلہ میں بحث یہ ہے کہ زمانہ فترہ میں آبا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشرک اور کافر تھے اور بسبب غفلت فترہ کے سزاوار عذاب کے نہوے یا موحد تھے اور اس انتظار میں تھے کہ جب نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں ظاہر ہوجاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعویٰ نبوت کا کریں تو ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر اپنا ایمان ظاہر کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کریں تو فقہ اکبر میں ابوین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو لکھا ہے کہ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ تو اگر یہ قول ثابت بھی ہوجاوے تو اس قول میں اور ابوین شریفین کی نجات ثابت ہونے میں کچھ تناقض نہیں البتہ یہ جو قول ہے کہ ابوین شریفین مواحد تھے اور شرک سے بیزار اور متنفر تھے تو اس قول میں اور فقہ اکبر کے قول میں تناقض کا گمان ہوسکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ علماء ابوین شریفین کی نجات ثابت کرتے ہیں اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین شریفین کی نجات ثابت کرنے میں علماء کا تین مسلک ہے ایک مسلک یہ ہے کہ باوجود کفر و شرک کے یہ سزاوار عذاب کے نہیں صبیان اور مجنونوں کے بارہ میں جو حکم ہے وہی انکے بارہ میں بھی حکم ہے اسواسطے کہ ابوین شریفین زمانہ فترہ میں تھے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا یعنی ہم عذاب کرنیوالے نہیں جبتک رسول نہ بھیجیں اور زمانہ فترہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے قبل ہوا۔ تو

فَخْرِهِمْ بِاٰبَآءِهِمُ الَّذِيْنَ هُمْ فَحْمٌ مِّنْ فَحْمِ النَّارِ اَوْ لَيَكُوْنُنَّ اَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِيْ يُدَهْدِهُ الْخُرْءَ بِاَنْفِهٖ یعنی البتہ باز آوینگے لوگ فخر کرنے سے اپنے آبا پر کہ انکے وہ آبا کوئلہ ہیں دوزخ کے کوئلہ سے یا نہیں تو وہ لوگ فخر کرنیوالے سبک اور ذلیل ہوجاوینگے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس جانور سے جو اپنی ناک سے پلیدی کو زمین پر غلطاں کرتا ہوا لے جاتا ہے یہ حدیث مذکورہ کا ترجمہ ہے اور اس طرح کی اور بھی حدیثیں ہیں البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے پاس کوئی نذیر یعنے ڈرانیوالا نہ آیا تھا کہ اُن لوگوں کو کفر اور معاصی سے ڈراتا اور اگرچہ خاص کر ایسے نذیر کا نہ آنا دفع عذاب کیلئے حجت نہیں لیکن رحمت الٰہی نے اُن لوگوں کا یہ عذر بھی زائل فرمادیا اور ایک عظیم الشان نذیر یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جہان میں لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا اور اگر اس آیت میں غور کیا جاوے وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ تو ظاہر ہوتا ہے کہ پہونچنا مصیبت کا اُن لوگوں کے اعمال کے عوض میں کہ کنایہ عذاب سے ہے خواہ عذاب دنیاوی ہو یا اخروی ہو ان لوگوں کے مقدر میں تھا اور یہ امر ہونیوالا تھا لیکن ان لوگوں کو جگہ کہنے کی ہوتی کہ ہمارے پاس کوئی رسول نہ آیا اور کوئی ڈرانے والا نہ آیا تو ہم پر عذاب کیوں ہوتا ہے اس واسطے آپ کو ہم نے بھیجا یعنے تا وہ لوگ یہ عذر نہ کرسکیں چنانچہ الینا کی قید ہے کہ لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا میں یہی مضمون مفہوم ہوتا ہے اور جو دوسری آیت یہ ہے وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ یعنی اور قسم کھائی ان لوگوں نے اللہ کی قسم مستحکم کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آوے تو ہم لوگ سب امتوں سے زیادہ راہ راست پر ہوجاوینگے یہ آیت مذکورہ کا ترجمہ ہے تو اس آیت سے بھی مراد معنے مذکور ہی سمجھا جاتا ہے اور اسی قبیل سے یہ آیت بھی ہے کہ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ الخ یعنی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث نہ کرتے تو تم کہتے کہ نازل کیگئی کتاب دو جماعت پر ہمارے قبل اور ہم لوگوں کا حال دریافت کرنے سے غافل تھے یا تم کہتے کہ اگر کتاب ہم پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم لوگ اُن لوگوں سے راہ راست پر زیادہ ہوتے آخر آیت تک تو ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ معتقد تھے کہ ہمارے قبل دو جماعت پر کتاب نازل ہوئی تھی اور جانتے تھے کہ ان دونوں جماعتوں کا حال کیا ہے اور دربارۂ توحید اور نبوت اور معاد کے ان لوگوں کا عقیدہ کیا تھا بلکہ ورقہ بن نوفل کے بارہ میں شروع صحیح

سورۂ قصص — سلم اسکو ہندی میں نردبان کہتے ہیں۔
سورۂ فاطر

اُسی قوم سے ہووے بلکہ مراد یہ ہے کہ جہان میں کوئی رسول آیا ہو کہ خبر اس رسول کی اور اُس کے احکام کی مکلفین کو پہنچی ہو اگرچہ وہ احکام بطور اجمال کے پہونچے ہوں اور مکلفین کو اس رسول کا علم حاصل ہو جاوے کہ ہمارے مذہب کے علاوہ جہان میں دوسرا مذہب بھی ہے کہ اُسکو لوگ حق اور واقعی معلوم کرتے ہیں اسواسطے کہ اسیقدر بحث و تفتیش و سوال و تحقیق دین تکلفات شرعیہ کے ثابت ہونیکے لئے کافی ہے البتہ زمانہ فترۃ کا ہونا درمیان حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے بعد گذرنے عاد و ثمود کے مسلم ہے اگر زمانہ فترۃ کے ثبوت کے لئے صرف یہ کافی ہووے کہ اس زمانہ کی قوم سے کوئی رسول نہ ہوا ہو تو لازم آتا ہے کہ اکثر زمانہ حق پر اکثر لوگوں کے زمانہ فترۃ کا ہوا اور جب یہ امر ثابت نہیں تو یہ بھی ضرور نہیں کہ جس زمانہ میں اُس زمانے کے لوگوں کی قوم سے نبی نہ ہوا ہو تو وہ زمانہ زمانہ فترۃ کا ہوگا اور احادیث صحیحہ میں غور فرمایا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے کفار کی کسقدر نکوہش فرمائی اِنَّ اللّٰہَ نَظَرَ اِلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَ عَرَبَھُمْ وَعَجَمَھُمْ اِلَّا بَقَایَا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ یعنی تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے نظر فرمائی اہل زمین کی طرف پس غضب فرمایا عرب اور عجم پر سوا اُن لوگوں کے جو اہل کتاب سے باقی رہ گئے تھے اور آیات قرآنی میں غور فرمایا جاوے کہ کُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِنْھَا یعنے تھے تم لوگ کنارہ پر آتش جہنم کے پس بچایا تم لوگوں کو وہاں سے اور اسکے مانند اور بھی آیتیں ہیں تو ان آیتوں کا کیا معنی ہوگا پس زمانہ جاہلیت کہ قبل بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا اس زمانہ کو زمانہ فترۃ باعتبار اصطلاح کے نہیں کہہ سکتے اگرچہ فترۃ کے معنے لغوی کے اعتبار سے اُسکو زمانہ فترۃ کہہ سکتے ہیں چنانچہ اسی معنی لغوی کے اعتبار سے فترۃ کا لفظ اس آیت میں وارد ہے یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ یعنی اے اہل کتاب تحقیق کہ آیا تم لوگوں کے پاس رسول ہمارا بیان کرتا ہو واسطے تم لوگوں کے کہ ایسے زمانہ میں کہ پیمبر نہ تھا تاکہ تم عذر نہ کرو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہ آیا یہ آیت مذکورہ کا ترجمہ ہے تو اس آیت میں خطاب اہل کتاب کے ساتھ ہوا ہو اور فترۃ اصطلاحی اہل کتاب کے حق میں متصور نہیں ہو سکتی اور اسی وجہ سے حدیث شریف میں جا بجا اُس وقت مردوں پر عذاب ہونے کا حال وارد ہے مثلاً اَبِیْ وَاَبُوْکَ فِی النَّارِ یعنی میرے باپ اور تمہارے باپ دونوں دوزخ میں ہیں یہ حدیث جواب میں اُس شخص کے وارد ہوئی کہ اُس نے پوچھا کہ این ابی یعنے میرا باپ کہاں ہے اور مثلاً یہ بھی حدیث شریف ہے لَیَنْتَھِیَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ

سورہ مائدہ

غفلت میں ہیں پس اس بنا پر یہ معنی ہوا کہ وہ لوگ غافل تھے اس سبب سے جو باعث ہے ڈرانیکے لئے اور جب مانافیہ کہا جاوے تو عدم انذار انکی غفلت کا سبب ہوگا یہ مضمون تفسیر نیشاپوری کی عبارت مذکورہ کا ہے حاصل کلام جب یہ آیۃ یعنے لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَنْذَرَ اٰبَآؤُهُمْ الآیۃ اُس آیت مذکورہ کے ساتھ لحاظ کیجاوے جو سورۂ قصص میں ہے یا اس آیت کے ساتھ لحاظ کیجاوے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا یعنی نہیں ہیں ہم عذاب کرنیوالے جب تک رسول نہ بھیجیں تو اس آیت سے اُن لوگوں کی نجات ثابت ہوتی ہے جو زمانہ فترہ میں تھے اور یہ امر موافق قاعدۂ اہل سنت وجماعت کے ثابت ہے اسواسطے کہ اہلسنت وجماعت اس امر کے قائل ہیں کہ حسن اور قبح امور کا شرعی ہے یعنی صرف شرع سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں امر کے کرنیکا شرع میں حکم ہے تو وہ امر بہتر ہے اور فلاں امر سے شرع میں منع کیا گیا ہے تو وہ امر قبیح ہے اور اہل سنت وجماعت کو اس امر سے انکار ہے کہ صرف عقل کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوجاوے کہ فلاں امر اللہ تعالےٰ کے نزدیک واجب ہے اب کلام اسمیں ہے کہ انذار سوا بعث رسول کے ہے اور زمانہ فترہ وہ ہے کہ اسمیں بعثت رسول کی نہوئے اور انذار نہونے سے وہ زمانہ کہ زمانہ فترہ کا ہے انکے بارہ میں حکم فترہ کا نہیں دیا جاتا تو درمیان حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت علیہما الصلوٰۃ والسلام کے کہ مدت پانچسو ساٹھ برس کی ہے زمانہ فترہ کا نہ تھا کہ اُس زمانے کے لوگ اپنے حق میں حکم فترہ کا قرار دیویں اور اپنے کو صبیان اور دیوانہ کے مانند کہیں کہ سزاوار عذاب کے نہیں اس واسطے کہ علم انبیاء سابقین کا خصوصًا علم حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہما السلام کا اس بلاد میں شائع تھا اور اگرچہ کتب الٰہیہ میں لوگوں نے تحریف کی تھی لیکن توحید اور اثبات نبوت اور معاد کہ اصول ثلثہ دین کا ہے ان امور میں فی الجملہ وہ لوگ کلام کرتے تھے چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں سورۂ قصص کی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے مما قبل کانت حجۃ الانبیاء قائمۃ علیهم ولکن بعث الیهم من بعد تلك الحجۃ علیهم فبعث اللہ تعالےٰ تقریرا لتلك التکلیفات وازالۃ لتلك الفترۃ یعنے پہلے حجت انبیاء کی قائم تھی ان لوگوں پر لیکن نہیں بھیجا گیا تھا اُن لوگونکے پاس ایسا کوئی نبی جو تازہ کرے وہ حجت ان لوگوں پر پس بھیجا اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تا احکام شرعیہ اُن لوگونکی عقل میں ثابت فرماویویں اور اُس فترہ کو دور فرماویویں یہ ترجمہ تفسیر نیشاپوری کی عبارت مذکورہ کا ہے پس نفی انذار وبعث رسول دونوں آنحضرت صلعم کی قوم کے بارہ میں متحقق ہے اور مراد بعث رسول سے آیہ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا میں یہ نہیں ہے کہ رسول

دو روح کا ہوا تھا اور دوسری روح کسی دوسرے کی تھی کہ ہر کلام کے بعد زید بن خارجہ کی زبان سے اس کلام کی تصدیق کیا کرتی تھی تو بروز منازع فیہ ثابت ہوا اور کتب حدیث میں اسیطرح دوسرا قصہ بھی وارد ہے کہ اسکے الفاظ یا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم **سوال**۔ اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ہم نے آپکو بھیجا تا ڈراویں آپ اُس قوم کو کہ اُسکے پاس کوئی ڈرانیوالا آپکے قبل نہ آیا تو اس آیت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی قوم زمانہ فترۃ میں تکلیفات شرعیہ سے ناواقف تھی اور یہ آیۃ سورۂ قصص میں واقع ہے اور یہ امر اس آیت کے سیاق سے بھی صراحۃً معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اور اگر یہ نہ ہوتا کہ پہونچتی ان لوگوں پر بسبب اس کے کہ آگے بھیجا اُن لوگوں کے ہاتھوں نے پس کہتے وہ لوگ کہ اے پروردگار ہمارے کیوں نہیں بھیجا تو نے ہمارے پاس رسول کہ تابعداری کرتے ہم تیری آیتوں کی اور ہوتے ہم مومنین سے یعنی آپ کو اسواسطے بھیجا تا یہ لوگ یہ عذر نہ کریں لیکن یہ جو آیت ہے لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ یعنی آپ اسواسطے مبعوث ہوئے تا آپ ڈراویں اس قوم کو کہ نہ ڈرائے گئے آبا اُنکے پس وہ لوگ غافل تھے تو اس آیت سے صراحۃً وہ مضمون ثابت نہیں ہوتا جو اوپر مذکور ہوا اسواسطے کہ اس آیت میں جو لفظ ما کا ہے اُسمیں تین احتمال ہیں اوّل کہ ما نافیہ ہو اور دوسرے کہ ما مصدریہ ہو اور تیسرے یہ کہ ما موصولہ ہو اور صرف اول احتمال کی بنا پر یعنی جب ما نافیہ ہو تو نفی انذار کی ثابت ہوتی ہے یعنی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قوم آنحضرت صلعم کی آیا ڈرائی نہ گئی اور وہ احکام شرعیہ سے ناواقف تھی اور باقی دو احتمال کی بنا پر یعنی جب ما مصدریہ ہو یا موصولہ ہو تو نفی انذار کی ثابت نہیں ہوتی اور تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے وَقَدْ يُقَالُ اِنَّ مَا نَافِيَةٌ اَوْ مَوْصُوْلَةٌ اَوْ مَصْدَرِيَّةٌ اَيْ اُرْسِلْتَ لِتُنْذِرَ اِنْذَارَ اٰبَآئِهِمْ اَوْ مَا اَنْذَرَ اٰبَآئَهُمْ اَوْ مَا اَنْذَرَ هُوْدٌ اٰبَآئَهُمْ وَاُمَّهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ نَعَلَى هٰذَا كَوْنُهُمْ غَافِلِيْنَ بِسَبَبٍ بَاعِثٍ عَلَى الْاِنْذَارِ وَعَلَى الْاَوَّلِ عَدَمُ الْاِنْذَارِ سَبَبُ غَفْلَتِهِمْ انتہی یعنی اور کبھی کہا جاتا ہے کہ ما نافیہ ہے یا موصولہ ہے یا مصدریہ ہے یعنی آپ بھیجے گئے تا ڈراویں قوم کو مانند ڈرائے جانے آبا اُنکے کے یا جیسا ڈرایا اُنکے آبا کو یا جس چیز سے ڈرایا انکے آبا کو پس وہ لوگ

سورہ قصص

سورہ قصص

سورہ یٰسین

روح خبیث کا اسمیں ہوا ہے اور صوفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس طرح کی تلبیس اور ایسا اشتباہ ان امور میں بھی ہوتا ہے یعنی خرقات تلبیسی اور ہفت ملکہ ذوق الٰہی اور نیز شیطانی اور الہام ملکی اور وسوسہ شیطانی اور تمثیل بشری جو فرشتہ اور جن اور شیاطین کیجانب سے ہوتا ہے تو ان امور میں بھی تلبیس و اشتباہ ہوتا ہے تو جس طرح یہ تلبیس اور اشتباہ رفع کیا جاوے گا اسی طرح وہ تلبیس اور اشتباہ بھی رفع ہوسکے گا جو بروز روح میں واقع ہووے بہرکیف قاعدہ تصرف سے بروز روح کا امکان ثابت ہوتا ہے تو نفس امکان سے انکار نہ کرنا چاہیے لیکن بروز روح کا اگر وقوع ہووے کہ محل اشتباہ ہو تو تسلیم بھی نہ کرنا چاہئے اس واسطے کہ بروز روح کے وقوع پر کوئی دلیل سوا اس دو تین نقل کے قائم نہیں اور بروز کشوفی کہ صوفیہ کا اس پر اتفاق ہے اسکی بہت صورتیں سوا اس نوع بروز روح کے ہیں کہ وہ صورتیں کتب تصوف میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہیں اور شواہد سے بروز روح کے کتب حدیث میں قصہ زید بن خارجہ کا ہے اور ابوبکر بن ابی الدنیا نے کتاب من عاش بعد الموت میں لکھا ہے اور قاضی ابوبکر بن فحلہ و دیگر محدثین نے روایت کی ہے کہ بعد موت کے اور قبل دفن کے زید بن خارجہ کی روح نے بدن میں حلول کیا اور اس نے کلام کیا اسکا مضمون یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نبی امی خاتم النبیین ہیں کوئی دوسرا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں یہ کتاب اول میں ثابت ہی پھر کسی دوسرے قائل نے زید بن خارجہ کی زبان سے کہا کہ سچ کہا پھر زید بن خارجہ کی روح نے کہا کہ ابوبکرؓ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور صدیق اور امانت دار ہوئے اگرچہ آپکا بدن ضعیف تھا لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے حکم میں قوی تھے یہ بھی کتاب اول میں ہے پھر کسی دوسرے قائل نے زید بن خارجہ کی زبان سے کہا کہ سچ کہا سچ کہا پھر زید بن خارجہ کی روح نے کہا کہ اوسط یعنی بہت قوی قوم اہل اسلام میں وہ ہوئے کہ وہ نہیں ڈرتے تھے اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے انھوں نے باز رکھا لوگوں کو اس سے کہ قوی ضعیف پر ظلم کرے اور وہ عبداللہ عمرؓ امیر المومنین ہیں یہ بھی کتاب اول میں ہے پھر اس دوسرے قائل نے زید بن خارجہ کی زبان سے کہا کہ سچ کہا سچ کہا پھر زید بن خارجہ نے کہا کہ عثمانؓ امیر المومنین ہیں اور وہ بچاتے ہیں لوگوں کو گناہ کثیر سے اور چار برس باقی ہے اور لوگوں کے لئے انتظام کی صورت نہیں اور حامیان دین جدا ہوئے اور قیامت قریب ہوئی اور بعض لوگوں نے بعض لوگوں پر ظلم کیا پھر متحیر ہوئے مومنین آخر قصہ تک اور یہ قصہ طویل ہے اور اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بروز

امور شرعیہ میں اشتباہ قوی لازم آویگا اس واسطے کہ چند دجال کذابین کی خبر شرع سے ثابت ہے تو ممکن ہی کہ وہ دجال کذابین اسطرح کا فریب کریں کہ بروز روح مقدسہ کا اپنے میں غلط دعوے کریں یعنی اپنا نام مثلاً انبیا سے کسی نبی کا نام بتادیں اور اُنکے اقوال وافعال صادر کریں تو اسمیں انکار کی جگہ نہ ہوگی اور وہ دجال کذابین اہل حق کو ساکت کر دینگے بلکہ دجال اکبر کہ بروز حضرت حق تعالیٰ کا اپنے میں غلط دعویٰ کریگا تو اسکو بھی ساکت کرنا اور الزام دینا ممکن نہوگا۔ اور بعضے اولیاء کرام کا جو قصہ منقول ہی چنانچہ نفحات میں اوحدالدین کرمانی کے ذکر میں لکھا ہے اور ایسا ہی فتوحات شیخ اکبر میں بھی مذکور ہے تو وہ واقعہ اولیاء کا اُنکے زمانہ حیات میں ہوا کہ ان اولیاء کرام نے کسی دوسرے شخص زندہ کی روح میں اپنا تصرف کیا اور اُسکی روح کو معطل کر دیا اور بجائے اسکے اس شخص کی زبان سے خود کلام کیا اور یہ امر مقام اشتباہ نہیں اسواسطے کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں فریب کرے اور زندہ لوگوں میں سے کسی کی روح کے بروز کا غلط دعویٰ اپنے میں کرے یعنی اپنا نام فریب سے اُس شخص زندہ کا نام بتاوے تالوگوں کو مغالطہ دیوے کہ اُس دوسرے شخص زندہ کی روح کا حلول اُس شخص کے بدن میں ہوا ہے اور اس شخص کے قول وفعل کے مانند یہ شخص فریب دہندہ قول وفعل صادر کرے تو ممکن ہے کہ یہ شبہ اسطرح سے دفع کر لیا جاوے کہ اس شخص زندہ سے دریافت کیا جاوے کہ آیا فی الواقع اس دوسرے شخص کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط ہی تو اس امر کی تحقیق ہو جاویگی اور شبہ دفع ہو جاویگا بخلاف اُن ارواح کے جو عالم برزخ میں ہیں اور بخلاف ملائکہ اور حضرت حق تعالیٰ کے کہ اگر کوئی شخص فریب دیوے اور برزخ کی ارواح میں سے کسی کی روح کا بروز اپنے میں گمان کراسکے یا ملائکہ یا حضرت حق تعالیٰ کے بروز کا اپنے میں گمان کراسکے تو ایسی صورتوں میں اشتباہ دفع کرنا ممکن نہوگا اسواسطے کہ ممکن نہیں کہ ان ارواح سے جو برزخ میں ہیں اور ملائکہ سے اور حضرت حق تعالیٰ سے حقیقت حال دریافت کیجاوے کہ اشتباہ دفع ہو جاوے اور صوفیہ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے کہ ارواح اولیاء کا بروز ہر حال میں کسی دوسرے میں ہو سکتا ہی خواہ وہ اولیاء زندہ ہوں یا اموات سے ہوں تو صوفیہ اس دلیل کے جواب میں کہتے ہیں کہ جو اشتباہ و تلبیس کہ سریع الزوال ہو اُس سے کچھ حرج لازم نہیں آتا اور یہ تلبیس اور اشتباہ ایسا ہی ہے کہ دلائل کتاب وسنت اور احکام شرعیہ میں کچھ بھی غور کرنے سے زائل ہو جاتا ہے اُس شخص کے اقوال وافعال میں غور کرنا چاہیے اگر وہ قواعد شرعیہ کے موافق ہوں تو جاننا چاہیے کہ بروز روح پاک کا اسمیں ہوا ہے اور اگر اُسکے اقوال وافعال قواعد شرعیہ کیخلاف ہیں تو سمجھنا چاہیے کہ بروز

سپہگری میں یکسان ہوتا ہی اور فرق مجاہدین اور کفار میں فقط اعتبار نیت کے ہی مجاہدین کی نیت صالح ہوتی ہے اور کفار کی نیت فاسد ہوتی ہے اور مشابہت ارواح مقدسہ کے اس عمل کی شیخ سدو وغیرہ شیاطین کے اس عمل کے ساتھ صوفیہ کے نزدیک چنداں مستبعد نہیں اور یہ تائید میں شیخ ابن فارض مصری علیہ الرحمۃ کے واقع ہے اور مولانا روم قدس سرہ نے مثنوی شریف میں ہی معنی فارسی میں فرمایا ہے **مثنوی** چوں پری غالب شود بر آدمی ۔ گم شود از مرد وصف مردمی ۔ چوں پری را ایندم و قانون بود ۔ کردگار آں پری خود چون بود ۔ اور سر اس امر کا یہ ہے کہ جو نسبت قویت کی روح کو اپنے بدن کے ساتھ ہوتی ہے روح وہ نسبت دوسری روح میں پہنچا سکتی ہی بشرطیکہ اُس دوسری روح کو اُس روح سابق کے ساتھ مناسبت ہو اور وہ روح گویا اُس دوسری روح کی روح ہو جاتی ہی اور جس قدر زیادہ مناسبت اُس روح کو اس دوسری روح کے ساتھ ہوتی ہے اُسی قدر اس تصرف کا زیادہ ظہور اس دوسری روح میں ہوتا ہے حتیٰ کہ حقیقۃ الحقائق میں کہ روح جمیع ارواح کی ہے یہ معنی نہایت کامل اور نہایت وافر متحقق ہوتا ہی اور اُس جناب سے ہر روح پر اس تصرف کا فیضان ہو سکتا ہے البتہ قبول کرنیوالے کی استعداد شرط ہے اور یہ امر تصوف کے قواعد کے مطابق ہو سکتا ہے لیکن علماء ظاہر اس تصرف کو تلبیسات شیاطین و جن پر حمل کرتے ہیں اسواسطے کہ اس طرح کے تصرف کا اثر جس شخص میں ہوتا ہی تو کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جب اس سے نام پوچھا جاتا ہے تو وہ اپنا نام کسی بزرگ کا نام بتلاتا ہی تا لوگ اُسکو بُرا نہ جانیں اور اُسکی تعظیم کریں اور اُسکی بات پر اعتقاد کریں اور مسائل تصوف اور مضامین نصوص کو جان لینا جن اور شیاطین کے نزدیک ایک آسان کام ہے البتہ بعضے شیاطین اس طرح کے تصرف سے صراحۃً بہکانے کا قصد کرتے ہیں تو خواص اس فریب میں نہیں آتے اور بعضے شیاطین اس تصرف کے ذریعہ سے ارشاد و تعلیم پہلے کرتے ہیں اور اس طریقہ سے لوگوں کو اپنی تعلیم و ارشاد کا خوگر بناتے ہیں تا لوگ انکی طرف مائل ہوں اور اس فریب میں عوام کے مانند خواص بھی آجاتے ہیں اور اسی غرض سے وہ شیاطین اپنا نام بزرگان دین سے کسی بزرگ کا نام بتلاتے ہیں چنانچہ یہ خبر متواتر ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں شیاطین بعضے اشخاص پر مثلاً منق اور سطیح اور اسوقت کے دیگر کاہنان پر اسی طور سے آتے تھے اور یہ خبر قابل انکار نہیں واللہ تعالیٰ اعلم اس دعوے کی دلیل علماء ظاہر کے نزدیک یہ ہے کہ اگر ثابت ہووے کہ صدور اس طرح کے تصرف کا ارواح طیبہ انبیاء و اولیاء سے اور ملائکہ اور حضرت حق تعالیٰ سے بھی ہوتا ہے اور حالانکہ یقیناً قطعی طور پر ثابت ہے کہ اس طرح تصرف کا صدور شیاطین اور ارواح خبیثہ سے ہوتا ہے تو بعض

اور سیدی والد قدس سرہٗ کا میلان بھی اسی جانب ہوا کرتا تھا جب اس مسئلہ میں بحث واقع ہوتی تھی اور ایسا اتفاق چند مرتبہ ہوا ۱۲۰۱ھ مسئلہ مسئلہ بروز تناسخ میں جو کچھ کتاب سے نقل کیا تھا درست ہے اور جو فرق بروز اور تناسخ میں لکھا تھا وہ بھی صریحًا فرق ہے بلکہ صوفیہ کے نزدیک تصرف یعنی بروز روح کا روح میں زندہ یا مردہ کے اصل میں خواص سے حقیقۃ الحقائق تعالےٰ وتقدس کے ہے اور چونکہ نسبت اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے ساتھ صوفیہ کے نزدیک نسبت ظاہر کے ساتھ مظاہر اور قومیت کے ہے اسواسطے مخلوقات میں بھی اس طرح کا تصرف ثابت ہے البتہ اسطرح کے تصرف کا صدور بعضے مخلوقات سے کہ ملائکہ اور جن سے ہیں اُنکی عادت میں داخل ہے اور عام طور پر یہ تصرف سب ملائکہ اور جن میں ہے اور بعضے دیگر مخلوقات کہ ارواح بنی آدم کی ہیں اُن سے اگر صدور اس طرح کے تصرف کا ہووے تو وہ انکے بارہ میں خارق عادت سمجھا جاتا ہے اور قصص الانبیا میں ایسے تصرف کا صدور بہت منقول ہے اور خود شیخ اکبر نے اس بارہ میں اسقدر روایت کی ہے جو اس مسئلہ کی تحقیق کیلئے کافی ہے اور مشارکت ارواح بنی آدم کی جو ارواح جن کے ساتھ ہو جاتی ہے چنانچہ یہ امر شیخ سدو وغیرہ میں ثابت ہے تو اس مشارکت کی وجہ سے اس شخص میں کچھ نقصان یا قدح لازم نہیں آتا جس میں یہ مشارکت پائی جاتی ہے اسواسطے کہ مشارکت تمثیل وتشکیل اشکال مختلفہ میں درمیان ملائکہ وشیاطین کے ثابت ہے اور اولیاء اللہ کی بابت منقول ہے چنانچہ قصہ چہل غزل سید علی ہمدانی قدس سرہٗ وغیرہ کا اسی قبیل سے ہے اور اس سے ملائکہ اور اولیاء اللہ میں ہرگز قدح و نقصان لازم نہیں آتا تو اگر شیاطین کو بسبب اقتضاء سرشت اُنکے اسقدر مشابہت ملائکہ اور اولیاء اللہ کے ساتھ حاصل ہو جاوے تو اسمیں کیا مضائقہ ہے اسواسطے کہ ہر جنس میں نیکوں اور بدوں میں باہم اکثر امور میں مشارکت رہتی ہے اور مثل مشہور ہے کہ ع انچہ آدم می کند بوزینہ ہم۔ اور نیک اور بد کے اس تصرف میں فرق ہے اسواسطے کہ شیاطین شیخ سدو وغیرہ کے مانند یہ تصرف اس غرض سے کرتے ہیں کہ بنی آدم کو تکلیف دیویں اور بنی آدم کو اپنے معبود ہونیکا گمان کراویں تا بنی آدم اُنکی عبادت کریں اور اُن کی نذر مانیں اور انکے نام پر جانور ذبح کریں اور ارواح مقدسہ یہ تصرف اسواسطے کرتے ہیں کہ دوسرے کی روح میں کیفیت محمودہ حاصل ہووے اور نیکوں اور بدوں کے تصرف میں جو فرق ہے اُسکا دارومدار نیت پر ہے یعنے نیکوں کی نیت صالح ہوتی ہے اور بدوں کی نیت فاسد ہوتی ہے اور یہ عمل بظاہر دونوں کا ایک ہی طور پر ہوتا ہے چنانچہ طریقہ مجاہدین اور کفار دونوں کا استعمال آلات جنگ میں اور تلوار چلانے میں اور نیزہ سے مارنے میں اور قواعد

جس پر وہ چاہتا ہے یہ عذاب کرتا ہے جیسا اُمم سابقہ اور قرون گذشتہ میں لوگ بندر اور خنزیر مسخ کر کے بنا دیے جاتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس اُمت پر یہ رحمت ہوئی کہ یہ عذاب اس اُمت مرحومہ سے دنیا میں اٹھا لیا گیا البتہ علامت سے قیامت کے ہے کہ یہ عذاب قریب قیامت کے ہوگا چنانچہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ قیامت کے قریب اس امت میں مسخ اور خسف اور قذف ہوگا اور اکثر مسخ برزخ میں یہ لوگ کئے جاتے ہیں کفار اور اہل اسلام سے جو لوگ موذی ظالم ہوتے ہیں اور زانی اور اغلام کرنیوالا علی الخصوص جب یہ لوگ جنابت کی حالت میں مرجائیں یا قتل کئے جائیں اور ایسا ہی اکثر وہ لوگ بھی مسخ کئے جاتے ہیں جو مرتد ہوں اور بغیر توبہ کئے ہوئے مرجائیں لیکن یہ ضرور نہیں کہ ایسے جس قدر لوگ ہوں وہ سب مسخ کئے جاویں بلکہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہی مسخ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اُسپر عذاب کرتا ہے اور صلحا اور اولیا سے کوئی ہرگز مسخ نہیں کیا جاتا اگرچہ وہ لوگ جنابت کی حالت میں بھی مرجاویں اور قیامت میں لوگ اکثر مسخ کئے جاوینگے چنانچہ یہ ثابت ہے کہ اصحاب کہف کا کتا بلعم کی صورت میں کر دیا جاویگا اور جنت میں داخل کیا جاوے گا اور بلعم کتے کی صورت میں کر دیا جاوے گا اور دوزخ میں ڈالا جاویگا اور ایسا ہی جو شخص نماز میں امام کے قبل اپنا سر اٹھاتا ہے یا امام کے قبل اپنا سر رکھتا ہے اُس کا سر گدھے کے سر کے مانند بنا دیا جاویگا اور رشوت لینے والے اور موضوع احادیث کے بنانیوالے اور اُنکے ایسے دوسرے گنہگار اکثر مسخ کئے جاوینگے اور محققین جو اس امر کے قائل ہیں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی انسان بدکار بعد موت کے آسیب ہو جاوے اور لوگوں کو ایذا پہونچاوے اُن محققین کی ایک جماعت کا قول اوپر مذکور ہوا ہے اور اُنکی دوسری جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ مسخ نہیں ہے یعنے ایسا نہیں کہ بعض انسان بعد موت کے شیطان بنا دیے جاتے ہیں بلکہ شیطان کی حرکات وافعال کے مانند اُن سے بھی حرکات وافعال مختلفہ سرزد ہوتے ہیں جیسا کہ رہیلوں کے وقت میں کچھ لوگ ہندوستانی نے بھی ایسا کیا تھا کہ ٹیڑھی پگڑی باندھ لی اور سر کا بال بڑھا دیا اور چند لفظ پشتون کا سیکھ لیا اور اسطرح سے اپنی وضع رہیلہ کی وضع کے مانند بنائی اور رہیلہ کے مانند معاملات میں سختی اور بے محل زدوکوب کرتے تھے اور بقولہ مَنْ تَشَبَّهَ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ کے اُن افراد انسان کو جو بعد موت کے وہ کام کرتے ہیں جو جن اور شیطان کا کام ہے عرب میں خبیث کہتے ہیں اور ہندی میں بھوت کہتے ہیں حالانکہ اس انسان کی حقیقت میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا اور اکثر علماء عراق وعرب کے نزدیک یہی مسلک مختار ہے اور باعتبار دلیل کے یہی اقویٰ واصح ہے۔

عہ مسخ سے مراد ایک چیز کی صورت سے دوسری چیز کی صورت بنا دینا اور خسف سے مراد ہے دھنس جانا زمین میں اور قذف سے مراد ہے کہ کوئی بڑی چیز گرا دیجاوے کہ وہ دب جائے ۱۲

ایذا رسانی نیکوں کرتا ہے اسواسطے کہ یہ فعل بُرا ہے اور نیک آدمی ایسا فعل بُرا نہیں کرتا اور اگر وہ انسان فاسق ہے یا کافر ہے تو موکلان عذاب سے اُسکی رہائی کیونکر ہوتی ہے کہ اُسکو اس کام کی فرصت ملتی ہے تو اسی شبہ کی بنا پر اس بارہ میں ان محققین کی دو جماعت ہوگئی ہیں جنکے نزدیک یہ امر ثابت ہے اُن میں سے ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ انقلاب نہیں ہے بلکہ یہ ایک طرح کا مسخ اخروی ہے کہ ایسا مسخ ہونا بعد موت کے اور آخرت میں احادیث کثیرہ سے ثابت ہے اور جامع صغیر سیوطی میں کتب متعددہ سے تتمہ معراج منامی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نقل کیا ہے وَرَأَیْتُ جَلْدَ اُخْتِ سِتَّةِ الشَّیَاطِیْنِ عِنْدَ الْمَوْتِ فَجَاؤُوْا لِغُسْلِہٖ مِنَ الْجَنَابَةِ فَنَزَعْتُہٗ مِنْ اَیْدِیْھِمْ اَوْ کَمَا قَالَ اور جب یہ معاملہ قسم سے مسخ اخروی کے ہے تو اس سے رہائی فاسق کی عذاب سے کیونکر لازم آتی ہے بلکہ یہ بھی ایک طرح کا عذاب ہے کہ اسمیں وہ شخص گرفتار رہتا ہے اور مسلک علماء حنفیہ ماتریدیہ کا یہی ہے اور ملا معین نے کہ معتبرین علماء ماوراء النہر سے ہیں شرح برزخ میں لکھا ہے۔ اَلْاِنْسَانُ قَدْ یَصِیْرُ جِنًّا فِیْ عَالَمِ الْبَرْزَخِ بِالْمَسْخِ وَھٰذَا التَّعْذِیْبُ وَغَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی مَنْ شَاءَ مِمَّنْ کَانَ یُمْسَخُ فِی الْاُمَمِ السَّابِقَةِ وَالْقُرُوْنِ الْمَاضِیَةِ قِرَدَةً وَخَنَازِیْرَ اِلَّا اَنَّہٗ رُفِعَ ھٰذَا الْعَذَابُ عَنْ ھٰذِہِ الْاُمَّةِ الْمَرْحُوْمَةِ فِیْ عَالَمِ الشَّھَادَةِ بِبَرَکَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِلَّا مَا ھُوَ عَنْ عَلَامَاتِ السَّاعَةِ الْکُبْرٰی فَقَدْ وَرَدَ فِی الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَةِ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّةِ مَسْخٌ وَّخَسْفٌ وَّقَذْفٌ عِنْدَ الْقِیَامَةِ ذٰلِکَ مَسْخُ الْاِنْسَانِ فِی الْبَرْزَخِ یَکُوْنُ غَالِبًا فِی الْکُفَّارِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ الظَّالِمِیْنَ الْمُؤْذِیْنَ وَالزَّانِیْنَ وَالْمُغْلِمِیْنَ سِیَّمَا اِذَا مَاتُوْا وَقُتِلُوْا عَلٰی جَنَابَةٍ وَکَذَا الْمُرْتَدِّیْنَ غَیْرَ تَائِبِیْنَ فَلَیْسَ کُلُّ مَنْ کَانَ کَذٰلِکَ یَکُوْنُ مَمْسُوْخًا بَلْ مَنْ شَاءَ اللّٰہُ مَسْخَہٗ وَعَذَّبَہٗ وَالْمَسْخُ لَا یَکُوْنُ فِی الصُّلَحَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ اَصْلًا وَاِنْ مَّاتُوْا عَلٰی جَنَابَةٍ وَیَکُوْنُ الْمَسْخُ فِی الْقِیَامَةِ کَثِیْرًا کَمَا وَرَدَ اَنَّ کَلْبَ اَصْحَابِ الْکَھْفِ یُجْعَلُ بَلْعَمًا وَالْبَلْعَمُ یُجْعَلُ کَلْبًا وَیُدْخِلُ ذٰلِکَ فِی الْجَنَّةِ وَیُلْقِیْ ھٰذَا فِی النَّارِ وَمِنْ ھٰذَا الْقَبِیْلِ جَعْلُ رَأْسِ مَنْ رَّفَعَ اَوْ وَضَعَ رَأْسَہٗ فِی الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْاِمَامِ رَأْسَ حِمَارٍ وَمَسْخُ اٰخِذِ الرِّشْوَةِ وَوَاضِعِ الْاَحَادِیْثِ وَاَمْثَالُ ذٰلِکَ کَثِیْرٌ اِنْتَھٰی یعنے کبھی انسان عالم برزخ میں مسخ ہو کر جن ہو جاتا ہے اور یہ عذاب ہے اور غضب ہے اللہ تعالیٰ کا

مِنْهُ یہ بیع بلاشبہ جائز ہے کہ خریدار کو مہلت دیجاوے کہ وہ قیمت کچھ دنوں کے بعد دیوے اور اسوجہ سے قیمت زیادہ قرار دیجاوے اور اسطرح کی بیع میں یہی وجہ برکت کی ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے اَلْبَرَکَۃُ فِی الثَّلٰثِ فِی الشَّرِکَۃِ وَفِی الْبَیْعِ اِلٰی اَجَلٍ وَفِی خَلْطِ الْبُرِّ بِالشَّعِیْرِ لِلْاَھْلِ لَا لِلْبَیْعِ یعنی تین چیزوں میں برکت ہوتی ہے یعنی شرکت میں اور بیع نسیئہ میں اور اسمیں کہ گیہوں میں جو ملایا جاوے کھانیکے لئے نہ بغرض فروخت کرنیکے اور کچھ دنوں کے بعد قیمت لینے کے عوض میں زیادہ قیمت لینے میں کچھ حرج نہیں اسواسطے کہ جس قدر کوئی چیز دیجاوے اُس سے زیادہ لینا اور کچھ دنوں کے بعد کسی چیز کا عوض لینا اس صورت میں حرام ہے جب دونوں جنس متقابل ہوں یا حکم میں متقابلین کے ہوں مانند نقدین کے یعنے مانند سونے اور چاندی کے۔

رقعہ۔ مہربان من اہلسنت کے نزدیک بلکہ اکثر فرقہ اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے کہ جن اور شیاطین کا تصرف ہونا آدمی کے بدن پر ثابت ہے اور یہ تصرف آدمی کی روح حیوانی میں ہوتا ہے جو حامل قویٰ ہے اور اُسکو عربی میں صرع الجن کہتے ہیں اور عرف میں آسیب کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اُس شخص کو خبط ہو گیا ہے چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں تفسیر آیہ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ کے لکھا ہے وَالْاَکْثَرُ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی اَنَّ الشَّیْطَانَ قَادِرٌ عَلَی الصَّرْعِ وَالْقَتْلِ وَالْاِیْذَاءِ بِتَقْدِیْرِ اللّٰہِ یعنی اکثر اہل اسلام کے نزدیک ثابت ہے کہ شیطان قادر ہے صرع پر اور اسکو طاقت دی گئی ہے کہ انسان کو مار ڈالے اور انسان کو ایذا پہنچاوے مگر یہ سب اُسیوقت میں ہوگا جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا اور معتزلہ کے سوا اور کسی دوسرے فرقہ اہل اسلام کا اسمیں اختلاف نہیں اور معتزلہ اس آیت میں توجیہات رکیکہ کرتے ہیں اور وہ اُنکی تفاسیر میں مذکور ہیں وہ توجیہات نقل کرنا واہیات بیفائدہ ہے اور انجیل اربعہ یوحنا ومتی وغیرہما میں پندرہ قصے آسیب جن کے اور اُس کا نکلنا مصروع کے بدن سے دم عیسوی کے ذریعہ سے مذکور ہیں اور احادیث میں بھی اس بارہ میں ذکر ہے ہرگز کسی کے لئے انکار کی جگہ نہیں اب یہ امر بیان کرتا ہوں کہ انسان بھی بعد مر جانیکے یہ کام کرتا ہے یا نہیں تو اس مسئلہ میں علماء اہلسنت میں اختلاف ہے اکثر محققین کے نزدیک ممکن ہے اور بعض کے نزدیک غیر ممکن ہے اور اُن بعض محققین کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ کہا جاوے کہ انسان بھی بعد موت کے یہ کام کر سکتا ہے تو اس سے لازم آویگا کہ انسان کی حقیقت جن کی حقیقت کے ساتھ منقلب ہو جاتی ہو اور انقلاب حقائق محال ہے اور یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ اگر انسان صالح ہو تو وہ ایسا ظلم اور

لینے میں طرح طرح کا فساد ہو تو اسپر نقض ہوتا ہو اس واسطے کہ جہاد کرنا کفار کے ساتھ جائز ہی اور جہاد میں مرد کفار قتل کئے جاتے ہیں اور اُنکا مال لوٹ لیا جاتا ہو اور اُنکے بچے گرفتار کئے جاتے ہیں اور وہ لونڈی غلام بنائے جاتے ہیں اور اُنکا مکان گرا دیا جاتا ہے اور اُنکا باغ اور زراعت جلا دی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معاملہ مسلمانوں کے ساتھ کرنا نہایت قبیح ہے اور جہاد میں کفار کے ساتھ جو یہ معاملات کئے جاتے ہیں اس سے دوسرا فساد پیدا ہونا دوسرا امر ہے اسمیں کلام نہیں بلکہ کلام اسمیں ہے کہ اگر ان معاملات سے کوئی فساد مسلمانوں کے حق میں پیدا نہووے تو اس صورت میں یہ معاملات جائز ہیں بلکہ امور مباح و مستحب و مندوب میں بھی اگر کوئی امر موجب فساد شامل ہو جاوے تو وہ حرام ہو جاتا ہے تو اس مسئلہ کا کیا ذکر ہے کہ بنفسہٖ اسکے مباح ہونے میں بھی علماء حنفیہ میں باہم اتفاق نہیں اور علماء امامیہ کی رائے کا کیا اعتبار اسواسطے کہ اُنکے نزدیک تو کفار ذمی اور اہل اسلام سُنی سے بھی سود لینا جائز ہے گفتگو صرف اسمیں ہے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک اس مسئلہ میں کیا حکم ہے تو بعضے اشخاص کا عمل نہ کرنا اُن آیتوں پر جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار سے بیزار رہنا چاہیے البتہ اس امر کیلئے باعث ہو کہ ان لوگوں کی دیانتداری میں طعن کیا جاوے لیکن قرآن شریف کی بعض آیتوں پر ایمان لانا موجب طعن نہیں اگرچہ اس سے کوئی دنیاوی فائدہ کی بھی نیت ہووے اسواسطے کہ شرع کا حکم ظاہر پر ہوتا ہے غیر کے دل کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ **سوال** سنن رواتب کہ وہ نماز پنجگانہ میں معمول ہے عوام کے ذہن میں اس قدر مستحکم ہے کہ عوام سمجھتے ہیں کہ مجموعہ رکعات سنت و فرض اصل نماز میں داخل ہے حالانکہ سنت فجر کے سوا اور جو باقی نماز سنت ہو اُسکی اس قدر تاکید حدیث میں نہیں اور اکثر مسلمان مرد عورت بسبب زیادتی رکعت نماز کے پابندی نماز کی دشوار جانتے ہیں تو رات دن میں جو سترہ رکعت فرض ہے اگر صرف وہی ادا کرنے کیلئے حکم دیا جاوے تو لوگ آسانی سے پابندی نماز کی کر سکیں گے **جواب** جو نماز سنت ہو اُسکے بارہ میں علماء ماوراء النہر نے نہایت سختی کی ہو حتیٰ کہ جہال عوام نے سنتوں کو قریب فرض کے سمجھ لیا ہو اور اسقدر احادیث سے ثابت نہیں اور یہی تحقیق ہمارے حضرت والد مرحوم کی ہے اور احادیث و آثار صحیحہ سے یہی ثابت ہے اور رشد و کنندگان علماء ماوراء النہر نے اسقدر تاکید نماز سنت کی ثابت فرمائی ہو کہ یہ نمازیں جو سنت ہیں عوام کے عقیدہ میں فرض کے مانند قرار پائی ہیں اور ہمارے حضرت والد مرحوم فرماتے تھے کہ یہ ایک طرح کی شریعت میں تحریف ہو یعنے سنت کے بارہ میں یہ عقیدہ کرا دینا کہ یہ فرض ہو شریعت میں ایک طرح کی تحریف ہے۔

حرمت کی نہیں اور یہ جو سوال میں ہے کہ عملداری انگریز کی اور اُنکے مانند اور لوگوں کی عملداری جو اہل اسلام سے نہیں دارالحرب ہے یا نہیں تو جاننا چاہیے کہ یہ جو قول ہے کہ دارالاسلام کبھی دارالحرب نہیں ہوسکتا مرجوح ہے یعنے ضعیف ہے اور اصح قول یہ ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ دارالاسلام دارالحرب ہوجاوے البتہ اُسمیں اختلاف ہے کہ دارالاسلام کس صورت میں دارالحرب ہوجاتا ہے تو علماء کی ایک جماعت کا یہ کلام ہے کہ اگر کوئی ایک چیز بھی شعائر اسلام سے جبراً منع کیجاوے مثلاً اذان یا ختنہ سے جبراً دارالاسلام میں منع کیا جاوے تو وہ دارالاسلام دارالحرب ہوجاتا ہے اور علماء کی دوسری جماعت کا یہ قول ہے کہ دارومدار اس امر کا کہ دارالاسلام دارالحرب ہوجاوے اس پر نہیں کہ اس دارالاسلام میں شعائر اسلام مٹادیے جاویں بلکہ جب شعائر کفر بے دغدغہ باعلان دارالاسلام میں رواج پاویں تو اگرچہ وہاں شعائر اسلام سب برقرار ہوں لیکن تاہم وہ دارالاسلام دارالحرب ہوجاتا ہے اور علماء کی ایک تیسری جماعت بھی ہے اور اُس نے اس سے بھی ترقی کی ہے اور یہ کہا ہے کہ دارالحرب اُسکو کہتے ہیں کہ وہاں کوئی مسلمان اور نہ کوئی کافر ذمی امن سے سابق پناہ کے ذریعہ سے ہوئے خواہ بعض شعائر اسلام وہاں ترک کئے گئے ہوں یا نہ ترک کئے گئے ہوں اور خواہ باعلان شعائر کفر نے وہاں رواج پایا ہو یا نہ رواج پایا ہو اور اسی قول ثالث کو محققین نے ترجیح دی ہے اور بہ اعتبار اس قول ثالث کے عملداری انگریز کی اور اُنکے مانند اور دوسرے غیر اہل اسلام کی عملداری بلاشبہ دارالحرب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال یورپ کے بعض علماء امامیہ فتویٰ دیتے ہیں کہ انگریزوں سے سود لینا جائز ہے اور ایک روایت مختلف فیہا پر بہ غرض فائدہ اٹھانیکے عمل کرنا اور دوسرے نصوص سے کنارہ کشی کرنا جو اس بارہ میں وارد ہے کہ کفار سے دوستی رکھنا جائز ہے یعنے اُن نصوص پر عمل نہ کرنا اور کفار کیساتھ مصاحبت رکھنا اور اُنکی موافقت کرنا گویا مصداق ہونا اس آیت کا ہے اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ یعنے کیا پس ایمان لاتے ہو قرآن شریف کے بعض احکام پر اور کفر کرتے ہو اُسکے بعض احکام کے ساتھ اور علاوہ اُسکے اس معاملہ کو رواج دینے سے سود کے معاملے سے پرہیز کرنے میں سستی ہوجاویگی اور رفتہ رفتہ اہل اسلام کفار ہند سے بھی سود لینے لگیں گے اور پھر ایسی سستی ہوجاویگی کہ اہل اسلام باہم بھی ایک دوسرے سے سود لینے میں تامل نہ کریں گے۔

جواب کفار حربی سے سود لینے میں جو فساد آپنے لکھا ہے واضح ہو بحث صرف یہ ہے کہ اصل میں بنفسہ ایسا معاملہ مباح ہے یا نہیں اور باوجود اس کے آپ نے جو لکھا ہے کہ کفار حربی سے سود

کے اور نہ نکالتے ہیں تم لوگوں کو تمہارے دیار سے یہ کہ احسان کرو اُنکے ساتھ اور انصاف کرو اُن کے بارہ میں اور اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے یعنے پسند کرتا ہے انصاف کرنیوالونکو یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہے وَقَدْ ثَبَتَ فِی الصِّحَاحِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اَلَّا خُزَاعَۃَ قَبْلَ اَنْ یُّسْلِمُوْا عَلٰی ثَقِیْفٍ وَکَانَ بَیْنَھُمْ حَرْبٌ اور اس طرح کی نوکری میں بھی فرق کرنا چاہیے یعنے درمیان فرمانبرداری اُن کفار نے جو معاند دین کے ہیں اور درمیان اس فرمانبرداری کے جو مثلاً سکھوں اور فرنگیوں اور مرہٹوں کی فرمانبرداری ہو تو اُن دونوں فرمانبرداری میں فرق ہے واللہ تعالیٰ اعلم یعنی فرمانبرداری اُن کفار کی جو معاند دین کے ہوں زیادہ قبیح ہے بہ نسبت فرمانبرداری اُن کفار کے جنکو دین اسلام سے عناد نہو واللہ اعلم بالصواب

سوال۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے کہ دار الحرب میں کافر سے سود لیا جاوے لیکن صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ سود بھی ناجائز ہے اور سود منع ہونے کے بارہ میں شارع کی جانب سے کتاب وسنت میں جس قدر تشدد وارد ہے اُسکے اعتبار سے یہ مسئلہ امام اعظمؒ کا شرع سے بہ ظاہر بعید معلوم ہوتا ہے اور عملداری انگریز کی اور اُن کے مانند اور دوسرے لوگ جو اہل اسلام سے نہیں ان لوگونکی عملداری دار الحرب ہے یا نہیں جواب ارشاد فرمائیں۔

جواب۔ یہ جو قول ہے وَلَا رِبٰوا بَیْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِیِّ یعنے اور نہیں سود ہے درمیان مسلمان اور کافر حربی کے تو یہ قول ظاہر پر محمول ہے اور موافق اصول فقہ کے ہے اور اس طرح کے بہت مسائل ہیں مثلاً بَیْنَ الْمَالِکِ وَالْمَمْلُوْکِ یعنی نہیں ہے سود درمیان مالک اور مملوک کے اور بھی اس کے مانند قول ہے اور اصل یہ ہے کہ جس جگہ مال بلا شرط معاوضہ کے مفت لے لینا جائز ہے وہاں سود حرام نہیں اور اگر کوئی مسلمان کافر حربی سے پناہ لے کر دار الحرب میں رہے تو وہاں اُس مسلمان کی لئے جائز نہیں کہ کفار حربی کا مال جبراً لے لیوے اور اگر کفار خوشی سے دیدیویں تو بہر حال اُنکا مال لے لینا جائز ہے حتیٰ کہ اگر کفار حربی کسی عقد فاسد کے ذریعے سے بھی اپنا مال اس مسلمان کو دیدویں تب بھی مسلمان کو جائز ہے کہ وہ مال لے لیوے اور دار الحرب میں اُس عقد فاسد کی شرط فاسد درست ہو جاتی ہے اسواسطے کہ کفار حربی کا مال دار الحرب میں مسلمان کیلئے اصل میں مباح ہے لیکن جو مسلمان کہ دار الحرب میں کفار حربی سے پناہ لے کر رہتا ہو اُس کے لئے حرام ہے کہ وہاں کفار حربی کا مال جبراً اُنسے لے لیوے اور یہ حرمت صرف اسوجہ سے ہے کہ وہاں کفار حربی کا مال جبراً لے لینے سے عہد شکنی ہوتی ہے اور جب وہ خوشی سے اپنا مال دیویں تو اُس مال کے بارہ میں کوئی وجہ

کہتے ہیں اور دونوں طرح کی معاونت میں ایک ہی حکم ہے یعنے اگر کفار کا ارادہ ہووے کہ مسلمان کے ساتھ قتال کریں یا کوئی ملک اور شہر اہل اسلام کا اپنے تصرف میں لے آویں تو اُن کفار کی نوکری حرام ہے اور اُنکی مدد اور کمک بھی حرام ہی اور گناہ کبیرہ ہے اور اگر کفار باہم قتال کریں اور اس غرض سے مسلمانوں کو نوکر رکھیں تو باعتبار ظاہر شرع کے یہ مباح ہے اور ایسا ہی اگر کفار اپنے مال کی حفاظت کیلئے مسلمان کو نوکر رکھیں یا جو ملک پہلے سے کفار کے تصرف میں ہو اور اُس کے ملکی انتظام کے لئے مسلمانوں کو نوکر رکھیں تو یہ بھی باعتبار ظاہر شرع کے مباح ہے اور یہ حکم بہ قیاس باقی اقسام اجارہ کے ہی جیسا کہ خیاطت یعنی سلائی اور تجارت وغیرہ میں کفار کی نوکری جائز ہے اور کیوں یہ امر جائز نہ ہوئے اسواسطے کہ ثابت ہی کہ بزرگان دین نے مشرکین کا کام اُجرت پر کیا ہی لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی حرمت سے خالی نہیں علی الخصوص اس زمانے میں کہ نوکری کفار کی خاص کر روشناسیوں کے حق میں مفاسد دینی کیلئے نہایت باعث ہوتی ہی اور کم سے کم یہ مفاسد ہیں کہ اُنکے افعال قبیح کے انکار کرنے میں سستی ہوتی ہی اور اُنکی بہبودی اور خیر خواہی کرنا پڑتی ہے اور اُنکی گروہ زیادہ ہوتی ہے اور اُنکی شوکت ہونے میں مدد کرنا پڑتی ہے اور یہ ضرور ہوتا ہی کہ اُنکی تعظیم حد سے زیادہ کیجاوے اور اُنکو صاحب اور قبلہ کہا جاوے اور حد سے زیادہ اُنکی محبت ظاہر کی جاوے اور بھی اسکے علاوہ اُنکی نوکری میں طرح طرح کا فساد ہے البتہ اگر ایسا اجارہ ہو کہ ساہوکاران راہ خطرناک میں کچھ مسلمانوں کو ساتھ میں بہ غرض حفاظت لے لیتے ہیں اور کفار سے زیادہ صحبت نہیں رہتی ہے اور اُس میں دیگر مفاسد بھی نہیں ہوتے تو ایسا اجارہ بلاشبہ جائز ہے اور فقہا نے جو لکھا ہی کہ کفار کی نوکری جائز ہے تو اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح کی نوکری مراد ہے اور اگر اس صورت میں اُن کفار کے ساتھ جان سے مارا جاوے تو وہ مثل عام اموات کے جو اپنے گھروں میں مرجاتے ہیں اور شرعاً اُنکے حق میں شہادت کی کوئی وجہ نہیں ہوتی وہ مسلمان جو اس صورت میں کافر کے ہمراہ مارا جاوے اُس کے حق میں اس مارے جانے سے نہ کچھ ثواب ہوگا اور نہ اُسکو کچھ گناہ ہوگا اور اسی طرح کی اعانت کفار کی اُس صورت میں بلا اُجرت بھی جائز ہے جب ان کفار نے سابق میں کسی امر جائز میں مسلمان کی اعانت کی ہو اور اُسکے صلے میں وہ مسلمان کسی امر جائز میں ان کفار کی اعانت کرے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالے نے لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ یعنے نہیں منع کرتا ہی اللہ تعالی تم لوگوں کو اُن لوگوں کے حق میں جو نہیں قتال کرتے تم لوگوں سے دربارہ دین

سورہ ممتحنہ ۱۵ رکوع

وجہ سے مطلقاً غیر خدا کے سجدہ سے منع فرمایا گیا جیساکہ حنتم اور مزفت سے منع کیا گیا اور جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ اس بیان میں سراسر غفلت ہے اور بالکل غلط ہے اسواسطے کہ اجماع قطعی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا دوسرے کو سجدہ کرنا حرام ہے اور شرک ہے منہ۔ خوارج کے علاوہ نواصب ایک دوسرا فرقہ ہے اور اس فرقہ کے لوگ مغرب اور شام میں بہت ہوئے ہیں اور متوکل عباسی اور اسکا وزیر علی بن جہم بھی فرقہ نواصب سے ہوا ہے جن صحابہ میں باہم قتال کا اتفاق ہوا ہے مثلاً حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ اور حضرت معویہؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ تو خوارج ایسے صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور نواصب کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ صرف عداوت حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ اور آپکی ذریات طیبات سے رکھتے ہیں اور متاخرین سے حافظ مغربی بھی ناصبی تھا۔ منہ موالات کفار کے بارہ میں فقہانے جو لکھا ہے اسکی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ موالات جو بہ معنی دوستی کے ہے اگر کفار کے ساتھ بہ لحاظ دین ان کفار کے ہووے تو بالاجماع کفر ہے اور اگر صرف طبعی محبت ہووے مثلاً اپنا لڑکا کافر ہو یا زوجہ کافر ہو اور اسکی محبت صرف طبعاً بمقتضائے بشریت ہووے تو یہ حرام نہیں البتہ انکی تذلیل میں تا امکان کوشش کرنا چاہیئے اور اس بارہ میں جو آیات اور احادیث وارد ہیں اس میں تطبیق باعتبار تفصیل مذکور کے ہوتی ہے اس میں چنداں تکلف کی ضرورت نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یعنے نہ پاوینگے آپ اس قوم کو جو ایمان لاتی ہو اللہ پر اور دن آخرت پر کہ وہ محبت رکھے اس سے جس نے مخالفت کی اللہ سے اور اسکے رسول سے اور اللہ تعالےٰ کا یہ کلام پاک ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنے چاہیئے کہ دوست نہ بناویں مسلمان کافروں کو علاوہ مومنین کے اور اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہو وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ یعنے اور جس نے دوستی کی کفار سے تو وہ بھی انھیں لوگوں میں سے ہو اور اسکے علاوہ اور بھی آیتیں اس بارہ میں ہیں اور لیکن موالات جو بہ معنے معاونت و مناصرت کے ہو تو اسکے بارہ میں جو حکم ہے اسکی بنا اس اصل شرعی پر ہے کہ اعانت کفر اور معصیت میں بالاتفاق معصیت ہے اور یہ ثابت ہو اللہ تعالےٰ کے اس کلام پاک سے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنے باہم ایک دوسرے کی اعانت نہ کرو گناہ اور ظلم میں یہ ترجمہ آیت مذکورہ کا ہو اور یہ معاونت کبھی باجرت ہوتی ہے اور اسکو عرف میں چاکری یعنے نوکری کہتے ہیں اور کبھی بلا اجرت ہوتی ہے اور اسکو مدد اور کمک

کیفیات نفسانیہ جو مقصود ہے وہ حاصل ہووے اور اس غرض سے سجدہ کیا جاوے تو وہ سجدہ عبادت ہے جیسا کہ کفار بت کو سجدہ کرتے ہیں اور ملائکہ نے جو سجدہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیا تھا وہ سجدہ قسم سے سجدۂ تحیت کے تھا چنانچہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے اور بعضے مفسرین کا کلام یہ ہے کہ وہ سجدہ فی الواقع خدا کے لئے تھا اور حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام صرف بطور قبلہ کے تھے بہر حال حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرشتوں کو تعلیم اسماء کی ہوئی اور اسوجہ سے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق تعلیم فرشتوں پر ثابت ہوا اور اس حق کے عوض میں فرشتوں کو حکم ہوا کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کریں اور اس سجدہ سے آپکی تحیت ادا کریں تو امر دیگر متعلمین ومسترشدین کیلئے معلمین اور مرشدین کے حق میں بطریق اولیٰ ثابت ہوا اور یہ امر صرف ظاہر خیال سے معلوم ہوتا ہے اور چونکہ یہ امر شریعت میں منسوخ ہے لہذا فرضیت سے طرف سنیت کے منتقل ہوا ہے لیکن اس دلیل پر اعتراض ہے اور وہ ظاہر ہے اور اس سے یہ امر محض غلط ثابت ہوتا ہے چنانچہ یہ امر آپ صاحب نے بھی خود فرمایا ہے اور اس سے بھی زیادہ ظاہر ایک دوسرا شبہ ہے کہ عبد الکریم گجراتی نے تفسیر کلالی تصوف کے طور پر لکھی ہے اسمیں یہ شبہ سورۂ یوسف کی تفسیر میں لکھا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اصول سے ثابت ہے کہ ہمارے قبل کی شریعت حجت ہے جبتک سابق شریعت کے کسی حکم کے بارہ میں ثابت نہ ہو جائے کہ وہ حکم ہماری شریعت میں منسوخ ہوگیا ہے اور سجدۂ تحیت شریعت میں حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے جائز تھا اور یہ حکم اس نص کتاب سے ثابت ہے خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا تو عبد الکریم بہرہ گجراتی نے لکھا ہے کہ چاہیے کہ یہ امر ہماری شریعت میں بھی جائز ہو اور اس امر کے جواز کا ناسخ صرف خبر واحد ہے یعنی اس حدیث سے یہ حکم منسوخ ہوا ہے لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلٰكِنْ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّسْجُدَ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر مجھکو یہ حکم کرنا ہوتا کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کیلئے سجدہ کرے تو عورت کو میں حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے لیکن انسان کو سزاوار نہیں کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرے یہ ترجمہ حدیث مذکور کا ہے اور یہ ضرور ہے کہ نص کتاب کے لئے ناسخ جو خبر ہووے وہ متواتر ہو خبر واحد نہ ہو اور باوجود اسکے یہ بھی احتمال ہے کہ اس خبر واحد میں جو حکم ہے وہ صرف اسی نظر سے صادر ہوا ہے کہ سجدۂ تحیت کا سجدہ عبادت کے ساتھ شبہ نہ ہو جاوے اسواسطے کہ لوگوں کے کفر کا زمانہ ابھی عنقریب گزرا تھا اور غیر خدا کی عبادت کا خیال ابھی بالکل زائل نہ ہوا تھا اس

کہ ہدایہ میں باب بیع فاسد میں لکھا ہے کہ امام محمد ہاتھی کو نجس العین کہتے ہیں اور اُنکے نزدیک ہاتھی کی بیع جائز نہیں اور ایسا ہی کرگدن بھی ہے اور امام اعظمؒ اور امام یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھی درندہ جانوروں سے ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھی اور کرگدن دونوں حرام ہیں کھانا نہ چاہیئے اگرچہ اسکی بیع دونوں امام کے نزدیک جائز ہے تو جو کوئی شخص اسکے کھانیکا حکم دیتا ہے غلط ہے فافہم واللہ تعالےٰ اعلم۔

سوال۔ فوائد الفواد ملفوظ سلطان المشائخ میں چند ذکر مذکور ہے کہ جو لوگ آپکے حضور میں حاضر ہوتے تھے وہ اپنا سر زمین پر رکھتے تھے تو ایک شخص نے اس بارہ میں آپسے استفسار کیا تو آپنے فرمایا کہ چاہتا ہوں کہ لوگوں کو اس سے منع کروں اسوجہ سے میں منع نہیں کر سکتا کہ خواجہ قطب الدین اور شیخ فرید الدین قدس سرہما کے حضور میں بھی ایسا ہی لوگ کرتے تھے اور آپنے کسی دوسرے شخص سے یہ فرمایا کہ جب کوئی چیز فرض ہو اور اُسکی فرضیت منسوخ ہو تو اُسکی سنیت یعنی اُسکا مسنون ہونا باقی رہ جاتا ہے جیسا کہ روزہ ایام بیض اور عاشورا کا ہے یعنی یہ دونوں روزے پہلے فرض تھے تو جب اُسکی فرضیت منسوخ ہوئی تو اُسکا مسنون ہونا باقی رہ گیا اور فرشتوں کو حکم ہوا تھا کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کریں تو یہ حکم انپر فرض تھا چنانچہ فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا پھر وہ حکم منسوخ ہو گیا اور اباحت اُسکی باقی ہے تو ایسے بزرگوں نے جو ظاہر و باطن میں مقتدا تھے یہ امر جائز رکھا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا دوسرے کو سجدہ کیا جاوے تو یہ مقام حیرت ہے اور یہ استدلال جیسا ہے وہ ظاہر ہے۔

جواب منتخب فتح العزیز میں کہ شیخ عبد اللہ جدید الاسلام اس کو فارسی میں لکھتے ہیں اور کچھ عبارت اُس کتاب سے نقل ہو کر خدمت سامی میں پہونچی ہے اُس کتاب میں قصہ حضرت آدم علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور تحقیق سجدہ لغیر اللہ کی نہایت خوبی کے ساتھ مرقوم ہے اگر وہ کتاب اس وقت ملجاوے گی تو چند سطر اُسکی لکھکر بھیجدوں گا اب یہ امر بیان کرتا ہوں کہ یہ بزرگان ایسے سجدہ کو کیوں جائز رکھتے تھے تو نہایت تحقیق و تفتیش کے بعد معلوم ہوا ہے کہ ان بزرگوں کے اس فعل کی غایت توجیہ صرف یہ ہے کہ یہ بزرگان سمجھتے تھے کہ سجدہ کی دو قسم ہے سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیت تو سجدۂ عبادت کو تو غیر خدا کیلئے کفر جانتے تھے لیکن سجدۂ تحیت غیر خدا کیلئے جائز قرار دیتے تھے اور بہ اعتبار ظاہر کے تعظیم باطنی سجدہ عبادت میں بھی ہے اور سجدۂ تحیت میں بھی ہے تو فرق دونوں میں یہ ہے کہ عند الملاقات جو تحیت مسنونہ ثابت ہے جب اس سے تعظیم و تکریم زائد منظور ہوتی ہے تو سجدہ کیا جاتا ہے تو وہ سجدہ سجدۂ تحیت ہے اور اگر رجال الغیب کا تقرب مقصود ہو اور منظور ہو کہ

الحیوان میں لکھا ہے کہ هُوَ شَدِیْدُ الْعَدَاوَةِ لِلْاِنْسَانِ یَتْبَعُهٗ اِذَا سَمِعَ صَوْتَهٗ فَیَقْتُلُهٗ وَلَا یَاْکُلُهٗ شَیْئًا کَذَا فِی الْمُسْتَطْرَفِ یعنے کرگدن انسان سے نہایت عداوت رکھتا ہے جب انسان کی آواز سنتا ہے تو اُسکا پیچھا کرتا ہے اور اُسکو مار ڈالتا ہے لیکن اُسکو کھاتا نہیں ایسا ہی مستطرف میں ہے اور دوسرا یہ قول صیدیہ میں نقل کیا ہے کہ کرگدن حلال ہے اسواسطے کہ گھاس اور تنکا کھاتا ہے تو وہ درندہ جانوروں سے نہیں بروقت کتاب صیدیہ موجود نہیں کہ اُسکی عبارت نقل کیجاوے لیکن اُسکی عبارت کا مضمون یقیناً یہی ہے جو لکھا گیا ہے اور کتاب حیوٰۃ الحیوان میں بھی لکھا ہے کہ کمال الدین موسیٰ اور میر شافعی کا قول ہے کہ یہ جانور یعنے کرگدن حرام ہے اسوقت یہ کتاب بھی نہ ملی کہ اُسکی عبارت نقل کیجاوے اور یہ یاد ہے کہ کرگدن کو ہندی کہتے ہیں اور کرگدن بھی لیکن یہ لفظ مشترک ہے کرگدن اس جانور کو بھی کہتے ہیں اور اس نام کا ایک دوسرا جانور بھی ہے کہ وہ اس جانور سے چھوٹا ہوتا ہے اور گاؤمیش یعنی بھینس کے مشابہ ہوتا ہے اور اُس جانور کے بارہ میں روایت صحیح ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں فرمایا کہ یہ جانور حلال ہے اسوجہ سے بعضے علماء سابقین کو اشتباہ ہوگیا اور اُن لوگوں نے حکم دیا ہے کہ یہ جانور بھی جسکا ذکر پہلے ہوا ہے حلال ہے واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال اور خیال مبارک میں واضح ہوگا کہ اس جانور میں تین جانوروں کی مشابہت پائی جاتی ہے اُسکا بدن اور پاؤں ہاتھی کے مانند ہوتا ہے پٹھ اور شکم اُسکا گاؤمیش یعنی بھینس کیطرح ہوتا ہے اور اُسکے منہ میں دانت ہوتا ہے اُسکے سر پر سینگ ہوتا ہے اور کتابوں میں تصریح ہے کہ جب کسی جانور میں جانور حلال اور جانور حرام دونوں کی مشابہت پائی جاوے تو اسکے بارہ میں حکم اُسکی صورت کی بنا پر ہوگا اگر اُسمیں مشابہت حلال جانور کی زیادہ ہو تو وہ جانور حلال ہوگا اور اگر اُسمیں مشابہت حرام جانور کی زیادہ پائی جاتی ہو تو وہ جانور حرام ہوگا۔ چنانچہ اگر بجہ میں کتے اور بکری دونوں کی مشابہت پائی جاوے تو اُسکے بارہ میں بھی یہی حکم ہے تو جب اس جانور میں یعنی کرگدن میں خنزیر اور ہاتھی کی مشابہت پائی جاتی ہے تو اولیٰ اور انسب اُسکی حرمت کا حکم ہے اور اصول فقہ سے ثابت ہے کہ جب حلال وحرام دونوں کی وجہ کسی چیز میں پائی جاوے تو اُسکی حرمت کا حکم دیا جاویگا فقیر اللہ تعالےٰ کی توفیق سے کہتا ہے کہ فتاویٰ رحمانی میں لکھا ہے کہ ہاتھی اور کرگدن کے بارہ میں نزدیک امام اعظمؒ اور امام یوسفؒ کے حلال ہونیکا حکم ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ دونوں حرام ہیں اور یہ مسئلہ ذخیرہ سے نقل کیا ہے اور دونوں جانب پر دلیل قائم کی ہے لیکن یہ حکم ہدایہ کیخلاف ہے اسواسطے

ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اُسکے بعد جب فقیر آتا ہے تو لوگ بیٹھتے ہیں اور ذکر فضائل حسنین رضی اللہ عنہما کا جو حدیث شریف میں وارد ہے بیان کیا جاتا ہے اور جو کچھ احادیث میں اُن بزرگوں کی شہادت کی خبر ہے اور روایات صحیحہ میں جو کچھ تفصیل بعضے حالات کی ہے اور ان حضرات کے قاتلوں کی بدعنوانی کا بیان ہے وہ ذکر کیا جاتا ہے اور بعض تکلیف جو اُن حضرات کو ہوئی کہ وہ روایت معتبرہ سے ثابت ہے بیان کی جاتی ہیں اور اس ضمن میں بعض مرثیہ جو جن دیری سے حضرت اُم سلمہؓ و دیگر صحابی نے سُنا ہے وہ بھی ذکر کیا جاتا ہے اور وہ خوابہائے وحشت ناک ذکر کئے جاتے ہیں جو حضرت ابن عباسؓ اور دیگر صحابی نے دیکھے تھے کہ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے نہایت رنج والم ہوا پھر ختم قرآن مجید کیا جاتا ہے اور پنج آیۃ پڑھکر کھانے کی جو چیز موجود رہتی ہے اُسپر فاتحہ کیا جاتا ہے اور اس اثنا میں اگر کوئی شخص خوش الحان سلام پڑھتا ہے یا شرعی طور پر مرثیہ پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو اکثر حضار مجلس اور اس فقیر کو بھی حالت رقت اور گریہ کی لاحق ہوتی ہے اسقدر عمل میں آتا ہے تو اگر یہ سب فقیر کے نزدیک اس طریقے سے جس کا ذکر کیا گیا ہے جائز نہ ہوتا تو ہرگز فقیر اُن چیزوں پر اقدام نہ کرتا اور اُسکے علاوہ اور امور دیگر جو خلاف شرع ہیں اُن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں زیادہ کیا لکھے والسلام

۱۲۳۸ھ ہجری رقعہ دیگر فضائل مآب وکمالات اکتساب ذوالذہن الثاقب والفہم الصائب آخون زادہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وزادہ بسطۃ فی العلم والعمل وبلغ الی کل الامل فقیر عبدالعزیز کی طرف سے بعد ابلاغ سلام مسنون الاسلام مقرون بالتعظیم والاکرام کے واضح رائے شریف وذہن لطیف ہووے کہ رقیمہ کریمہ توثیقہ میں نواب صاحب کے وارد ہوا حق تعالےٰ مراتب علم وعمل ترقی وتزاید فرماتا رہے اور جمیع مکروہات وبلیات دارین سے اپنی پناہ میں محفوظ رکھے فقیر عرصہ چند سال سے بسبب ہجوم امراض گوناگوں کے مطالعہ کتب فقہ سے محروم ہے بلکہ بسبب فقدان بصارت کے کوئی کتاب مطالعہ نہیں کرسکتا ہے جمع کرنا کتب کا فضول جانا اور موقوف کیا لیکن جو کچھ سابق کا دیکھا سُنا ہے بفضلہ تعالیٰ محفوظ ہے آپ نے مسئلہ کرگدن[1] میں استفسار کیا ہے تو حقیقت اسکی یہ ہے کہ شیخ الاسلام نے صیدیہ میں دو قول اسکے بارہ میں نقل کئے ہیں ایک قول یہ ہے کہ حرام ہے اسواسطے کہ انسان اور دیگر حیوانات پر حملہ کرتا ہے اور مار ڈالتا ہے اگرچہ گوشت نہیں کھاتا تو درندگی کا معنی اسمیں پایا جاتا ہے اور درندہ کل حرام ہے اور کتاب حیوٰۃ

[1] کرگدن ایک جانور ہے کہ اسکو ہندی میں گینڈا کہتے ہیں رشیدی اور سراج اور برہان میں لکھا ہے کرگدن بفتحتین اور دونوں ع

ع کاف عربی ہے نام ایک پرندہ کا ہے کہ اسکی دم دراز ہوتی ہے اور سیاہ وسفید ہوتا ہے اور اکثر پانی کے کنارے بیٹھتا ہے اسکو عقبی کہتے ہیں غیاث اللغات سے لکھا گیا ہے ۱۲ مترجم

یہ ہے کہ آخر تشہد تک برابر انگلی اٹھائے رہے اور یہ احتراز ہے اُن لوگوں کے قول سے جو کہتے ہیں کہ بہتر ہے کہ جب تشہد سے فارغ ہووے تو پھر دوبارہ انگلی اٹھاوے اور عمل اول قول پر ہے اسواسطے کہ اس حکم کے ثبوت کیلئے ضرور ہے کہ کسی روایت سے ثابت ہو کہ تشہد سے فارغ ہونیکے بعد پھر دوبارہ انگلی اٹھانا چاہئے **منہ**

جس چیز کو خصوصیت کفار کے ساتھ ہو اور مسلمان اسکو استعمال میں لے آویں خواہ لباس میں ہو خواہ اکل و شرب میں ہو تو یہ تشبہ میں داخل ہے اور منع ہے اور جس چیز کو خصوصیت کفار کے ساتھ نہیں اگرچہ کفار اُس کو زیادہ استعمال میں لے آتے ہیں اور مسلمانوں کے استعمال میں وہ بہت کم ہے تو اُسکے استعمال میں مضائقہ نہیں اور ایسا ہی اگر اُن چیزوں میں سے جس کو خصوصیت کفار کے ساتھ ہے بعض چیز کو مسلمان اپنے استعمال میں لے آویں اور اس سے صرف یہ غرض ہو کہ آرام ہووے یا محض کوئی فائدہ منظور ہو اور کفار کی مشابہت منظور نہ ہو تو اُس میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔ البتہ وہ مشابہت منع ہے جس سے منظور ہو کہ اپنے کو گویا اُن کفار کے زمرہ میں داخل کریں اور یہ غرض ہو کہ اُنکی مشابہت اختیار کریں تا اُنکے دل کا میلان ہماری طرف ہووے اور ایسا ہی کفار کی زبان اور اُنکا خط سیکھنا اُس حالت میں منع ہے جبکہ وہ سیکھنے سے اُنکی مشابہت منظور ہو لیکن جب منظور ہو کہ کفار کی غرض سے آگاہی ہو جاوے یا یہ کہ کفار کے خطوط کو پڑھ لیویں تو ایسی صورت میں کفار کی زبان اور اُن کا خط سیکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور عبادات اور عید میں کفار کی مشابہت کرنا مطلقاً منع ہے اور یہ ممانعت اکثر احادیث سے ثابت ہے اور اس غرض سے کہ بدن کا کچھ فائدہ ہو کفار کی پوشاک پہننے میں کچھ مضائقہ نہیں رقعہ خالصاحب عالی مراتب مجمع خوبیہا والطاف قدردان علما سلامت فقیر عبدالعزیز کی جانب سے بعد سلام مسنون کے واضح رائے مبارک ہووے کہ عنایت نامہ سامی بارد گر دربارۂ استفسار مرثیہ خوانی وغیرہ کے وارد ہوا مہربان من فقیر کی طاقت نہیں کہ طول وطویل عبارت کی سماعت کر سکے جواب مفصل کا کیا ذکر ہے اور آپنے تحریر فرمایا ہے کہ مولوی رشید الدین خان یا مولوی اسحاق سے کہنا چاہئے کہ ان دونوں صاحبوں میں سے کوئی صاحب جواب لکھیں تو یہ دونوں صاحب نہایت قلیل الفرصت ہیں اور بہ سبب درس و دیگر امور کے ان صاحبوں کو ایکدم کی بھی فرصت نہیں خیر بتدریج ان دونوں صاحبوں سے فقیر کہے گا لیکن بالفعل جو کچھ معمول اس فقیر کا ہے لکھتا ہوں اسی سے قیاس کر لینا چاہیئے سال میں دو مجلسیں فقیر کے مکان میں منعقد ہوا کرتی ہیں مجلس ذکر وفات شریف اور مجلس شہادت حسنینؓ اور یہ مجلس بروز عاشورہ یا اُس سے دو ایک دن قبل ہوتی ہے چار پانچ سو آدمی بلکہ ہزار آدمی جمع ہوتے

یہ بیان کہ کفار کی مشابہت کرنا کس چیز میں منع ہے

مرثیہ خوانی اور مجلس کا بیان

کہنا کہ نماز تراویح سنت ہے اور تفریعات کہ اگر اس طرح ادا کرے تو تراویح ہوتی ہے اور اگر اسطرح ادا نہ کیجاوے تو تراویح نہیں ہوتی یہ کہاں سے کہا جاتا ہے اگر کوئی شخص صرف گیارہ رکعت پڑھے تو چاہیئے کہ وہ تارک سنت نہ ہووے اور اگر مطلقاً نہ پڑھے تو چاہیئے کہ گنہگار نہ ہووے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ختم قرآن اس نماز میں سنت ہی تو یہ کہاں سے کہتے ہیں البتہ صرف حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان شریف میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن شریف کا دورہ فرماتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے زمانہ حیات میں جو رمضان اخیر ہوا اس رمضان میں دو مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن شریف کا دور فرمایا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان شریف میں ختم قرآن خارج نماز سنت ہے خواہ دنیں ہو یا رات میں اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ بعضے کتب فقہ میں مذکور ہے کہ اگر اہل ترک تراویح پر اتفاق رکھیں تو امام کو چاہیئے کہ انکے ساتھ قتال کرے تو امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ تو اس شخص کو بھی مستوجب قتل کا نہیں جانتے جو نماز فرض کا تارک ہو اور اس قائل نے ترک تراویح سے اہل بلدہ کیلئے قتل کی سزا کا حکم دیا وَمِنْهُ رفع سبابہ نماز میں سنت ہی یعنے التحیات میں اشہد ان لا الہ الا اللہ پڑھنے کے وقت انگشت شہادت یعنے کلمہ کی انگلی اٹھانا سنت ہی اور یہ علماء حنفیہ کے نزدیک بھی سنت ہی چنانچہ ملا علی قاری نے اس مسئلہ کی تحقیق میں ایک رسالہ لکھا ہی اور اسمیں پورے طور پر روایات نقل کی ہیں اسکی عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے وہ عبارت یہ ہے وَيُسَنُّ اَنْ يَكُوْنَ رَفْعُهَا اِلَى الْقِبْلَةِ لِحَدِيْثٍ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَاَنْ يَنْوِيَ بِرَفْعِهَا التَّوْحِيْدَ وَالْاِخْلَاصَ لِحَدِيْثٍ فِيْهِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَاَنْ لَّا يُجَاوِزَ بَصَرُهُ اِشَارَتَهُ لِاِتِّبَاعِ الْمَرْوِيِّ وَاَنْ يُّخَصِّصَ الرَّفْعَ بِقَوْلِهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَمَا فِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ وَاَنْ يَّسْتَمِرَّ عَلَى الرَّفْعِ اِلٰى اٰخِرِ التَّشَهُّدِ كَمَا قَالَهُ الْبَعْضُ وَاخْتَارَهُ بَعْضُهُمْ عَنْ قَوْلِ جَمْعٍ بِاَنَّ الْاَوْلٰى عِنْدَ الْفَرَاغِ اِعَادَتُهَا اِنْتَهٰى وَالْاَوَّلُ هُوَ الْمَعْمُوْلُ لِاَنَّ الْاِعَادَةَ يَحْتَاجُ رِوَايَتُهُ یعنی اور مسنون یہ ہی کہ اٹھائی جاوے انگشت شہادت قبلہ کیجانب اور یہ حکم حدیث سے ثابت ہی روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے اور مسنون ہے کہ جب انگشت شہادت کی اٹھاوے تو نیت توحید اور اخلاص کی کرے اور یہ حکم بھی حدیث سے ثابت ہے اور یہ حدیث بھی بیہقی نے روایت کی ہے اور مسنون یہ ہی کہ تجاوز نہ کرے نظر مصلی کی اسکے اشارہ سے تا حدیث کی اتباع ہووے اور خاص اسوقت انگشت شہادت کو اٹھاوے جب لا الہ الا اللہ پڑھے اور ایسا ہی مسلم کی روایت میں ہے اور بعض علما کے نزدیک

فَاِذَا تَمَّ سَتَّۃٌ رُفِعَ اِلٰی حَیْثُ یُجْمَعُ الْخَلَائِقُ اِلٰی یَوْمٍ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ اِنْتَہٰی بِحَرْفِہٖ اھب یعنی روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ جب بندۂ مومن مرجاتا ہے تو اسکی روح اپنے گھر کے گرد ایک مہینہ پھرا کرتی ہے اور جو مال وہ چھوڑ جاتا ہے اسکی جانب نظر کرتی ہے کہ کسطرح میرا مال تقسیم کیا جاتا ہے اور کسطرح میرا دین ادا کیا جاتا ہے تو جب ایک مہینہ پورا ہو جاتا ہے تو وہ روح اپنی قبر کیطرف واپس کر دیجاتی ہے تو پھر وہ اپنی قبر کے گرد ایک برس تک پھرا کرتی ہے اور دیکھتی ہے کہ کون شخص میرے لئے دعا کرتا ہے اور کون شخص میرے لئے غمگین ہے تو جب ایک برس پورا ہو جاتا ہے تو وہ روح وہاں سے اٹھا کر اس جگہ رکھی جاتی ہے جس جگہ خلائق جمع رہیں گے اُسدن تک جسدن کہ صور پھونکا جاویگا یہ ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت مذکورہ کا ہے اور یہ بحرالمذاہب میں لکھا ہے ومنہ بیان نماز[1] تراویح کا اکثر فقہا نے یہ لکھا ہے کہ نماز تراویح سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور بعضے فقہا نے لکھا ہے کہ نماز تراویح سنت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے اور فتاویٰ میں اس مسئلہ میں بہت فروع لکھے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے کہ وہ نماز تہجد کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ایک مرتبہ جماعت کے ساتھ ادا کی اور بخاری میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں اور رمضان کے سوا دوسرے مہینوں میں رات میں بعد نماز عشا کے گیارہ رکعت سے زیادہ نماز ادا نہیں کی البتہ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے اور وہ حدیث بیہقی کے نزدیک ضعیف ہے کہ رمضان میں بیس رکعت نماز بھی ثابت ہے اور نہیں معلوم ہوتا کہ خلفائے راشدین نے یہ نماز پڑھی ہے بلکہ یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ وَالَّتِیْ تَنَامُوْنَ عَنْھَا خَیْرٌ مِّنَ الَّتِیْ تَقُوْمُوْنَ بِھَا یعنے یہ کیا خوب بدعت ہے جس سے غافل ہو کر تم سو رہتے ہو وہ بہتر ہے اُس سے جس کے لئے تم کھڑے ہوتے ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز میں دیکھا تو فرمایا کہ نَوَّرَ اللّٰہُ قَبْرَ عُمَرَ کَمَا نَوَّرَ الْمَسَاجِدَ یعنی روشن کرے اللہ تعالیٰ قبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جیسا روشن کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجدوں کو اس سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات خلیفہ نے یہ خود نماز ادا نہیں کی اور اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ نماز تہجد کی ہے اگر آخر شب میں ادا کیجاوے تو بہتر ہے اور مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ گیارہ رکعت سے زیادہ یہ نماز ادا نہ کرتے تھے تو یہ

[1] نماز تراویح کی کامل تحقیق اس کتاب میں آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آوے گی ۱۲

لِمَنْ هٰذِهِ الْاَبْوَابُ قَالَ لِاَصْحَابِ الْكَبَآئِرِ مِنْ اُمَّتِكَ اِذَا مَاتُوْا مِنْ غَيْرِ
تَوْبَةٍ فَيُعَذِّبُهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ ثُمَّ يُخْرِجُهُمْ مِنْهَا بِشَفَاعَتِكَ فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَدَخَلَ مَنْزِلَهٗ وَلَمْ يَخْرُجْ اِلَى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ مَعَ اَحَدٍ اِلٰى ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ
ثُمَّ وَعَدَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالشَّفَاعَةِ ثُمَّ الْحَيَوَانُ وَالْحَشَرَاتُ لَهُنَّ شَفَاعَةٌ لِمَنْ رَحِمَهُمْ
وَاَطْعَمَهُمْ وَسَقَاهُمْ وَكَذَا الصَّدَقَاتُ وَاَنْوَاعُ الطَّاعَاتِ حَتّٰى اَنَّ الْمَسَاجِدَ
وَبَسَاطَهَا وَتُرَابَهَا الْمَكْنُوْسَ كُلُّهُنَّ يَشْفَعْنَ لِاَهْلِهَا اِنْتَهٰى

یعنے فرمایا پیغمبر صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے کہ پس شفاعت کریں گے قیامت کے دن تین فرقے کے لوگ یعنی انبیاء پھر انکے بعد علماء پھر انکے بعد شہداء شفاعت کرینگے طریقۃ الایمان شرح وصیت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جسکا مضمون یہ ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازہ کیلئے جداگانہ حصہ ہے تو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ یہ سات دروازہ کس کے واسطے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی امت سے جو لوگ گناہ کبیرہ کرینگے اور بغیر توبہ کئے ہوئے مرجائیں گے انھیں لوگونکے واسطے یہ سات دروازے ہیں تو اُن لوگوں کے گناہ کے موافق اللہ تعالےٰ اُنپر عذاب کریگا پھر اُن لوگونکو آپ کی شفاعت سے دوزخ سے نکالے گا تو یہ سُنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روئے اور اپنے مکان میں تشریف لیگئے اور تین دن تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے باہر نہ تشریف لائے اور نہ کسی سے کلام فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا وعدہ فرمایا پھر حیوان اور حشرات الارض اُن لوگوں کی شفاعت کرینگے جن لوگوں نے اُن حیوان اور حشرات الارض پر مہربانی کی ہوگی اور اُنکو کھلایا پلایا ہوگا اور ایسا ہی صدقات اور ہر طرح کی طاعات اُن لوگونکی شفاعت کرینگے جن لوگوں نے وہ صدقہ دیا ہوگا اور وہ طاعت کی ہوگی حتیٰ کہ جن لوگوں نے مسجد بنائی ہوگی اُن لوگونکی شفاعت وہ مسجد کریگی اور جن لوگوں نے مسجد میں جانماز دی ہوگی اُن لوگوں کی شفاعت وہ جانماز کریگی اور جن لوگوں نے مسجد میں جھاڑو دیکر اُسکو صاف کیا ہوگا تو مسجد کا وہ کوڑا اُن لوگوں کی شفاعت کریگا ومنہ امام رازی سے منقول ہے رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ
اِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ دَارَ رُوْحُهٗ حَوْلَ دَارِهٖ شَهْرًا يَنْظُرُ اِلٰى خَلْفِهٖ مِنْ مَالِهٖ
كَيْفَ يُقْسَمُ مَالُهٗ وَكَيْفَ يُؤَدّٰى دَيْنُهٗ فَاِذَا تَمَّ شَهْرٌ رُدَّ اِلٰى حُفْرَتِهٖ فَيَدُوْرُ
حَوْلَ قَبْرِهٖ حَوْلًا وَيَنْظُرُ رُوْحُهٗ مَنْ يَّزُوْرُهٗ وَيَحْزَنُ عَلَيْهِ

بلکہ قیاس پر عمل ہوگا مانند حدیث مصراۃ کے اور امام اعظم نے مابہ الاجتہاد احادیث و آثار حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و حضرت جابرؓ وغیرہ کو قرار دیا ہے اور یہ احادیث آثار فقہائے کوفہ سے امام اعظم کو پہونچے اور یہی بلا تفاوت بعینہ مسلک صاحبینؒ اور امام زفرؒ کا ہے اور امام شافعیؒ نے ان قواعد استنباط میں اور نہ قرار دینے میں ماخذ اجتہاد کے امام اعظمؒ کی اتباع کی ہے اور ایک مثال سے اس امر کی توضیح بیان کرتا ہوں کہ مثلاً طب میں علاج کے دو طریقے ہیں یونانی اور ہندی اور مثلاً طب کے یہ قواعد ہیں کہ تنقیہ قبل نضج کے جائز نہیں اور تحریک ایام بحران میں جائز نہیں اور استعمال اقراص بخار میں جائز نہیں البتہ چودھویں دن کے بعد جائز ہے اور یہ جائز نہیں کہ زیادہ دن تک ترک غذا کرکے قوت نہایت ضعیف کردیجائے بلکہ حفظ قوت تا امکان واجب ہے اگرچہ غذا سے مرض میں زیادتی ہوجاوے اور اطبا معالجات میں اپنا ماخذ وہبی قرار دیتے ہیں جو قول جالینوس و بقراط کا ہے اور انکے مانند اور دوسرے حکما کا قول ہے تو اطبائے یونانی کا طریقہ علاج باہم مختلف ہوتا ہے مثلاً علوی خان اور واصل خاں کہ دونوں طبیبوں کے علاج میں بہت فرق ہے لیکن اطبائے یونانی کا ایک ہی مسلک یونانی طب ہے اور اس طریقہ علاج یونانی اور دوسرے طریقہ علاج ہندی میں باہم بہت فرق ہے اور اصول قواعد میں نہایت تفاوت ہے اور بطور تمثیل کے سمجھنا چاہئے کہ مثلاً یونانی طب ہندی طب میں خاص اصول میں نہایت فرق ہے ایسا ہی مذہب حنفیؒ اور مذہب شافعیؒ میں باہم خاص اصول میں نہایت فرق ہے اور جیسا کہ طریق بقراط اور طریق جالینوس میں اصول میں فرق نہیں بلکہ صرف فروع میں فرق ہے اسی طرح سے امام اعظم اور صاحبینؒ کا اصول ایک ہی ہے اصول میں کچھ فرق نہیں بلکہ صرف بعض فروع میں باہم اختلاف ہے تو طریقہ امام اعظمؒ کا اور طریقہ صاحبینؒ کا یہ دونوں طریقہ گویا بمنزلہ دو صنف کے ہیں نوع واحد سے اور مذہب امام اعظمؒ کا اور مذہب امام شافعیؒ کا گویا بمنزلہ دو نوع متبائنین کے ہے اور اس مسئلہ کی تفصیل طویل ہے اور اس مسئلہ کی پوری تفصیل مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے رسالہ الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف اور عقد الجید فی مسائل الاجتہاد والتقلید میں لکھی ہے اور وہ قابل ملاحظہ ہے واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ومنہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیشفع یوم القیمۃ ثلثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشھداء اھ فی طریقۃ الایمان شرح الوصیۃ لما نزلت ھذہ الایۃ لھا سبعۃ ابواب لکل باب منھا جزء مقسوم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لجبرئیل علیہ السلام

ہے تو میرے مقلدین سے جو چاہے ان اصحاب کی تقلید کرے چنانچہ یہ مضمون قصص کثیرہ سے ثابت ہے اور وہ قصص طبقات کوفیہ و دیگر طبقات حنفیہ میں مذکور ہیں اسواسطے حنفیہ نے ان اجلۂ اصحاب امام اعظمؒ کے مذہب کو مذہب امام اعظمؒ کا قرار دیا ہے اور حنفیہ بوقت حاجت بعض مسائل میں اُن اصحاب کی تقلید کرتے ہیں اور چونکہ یہ تقلید بھی حضرت امام اعظم کے حکم کے موافق ہے اسواسطے اُس تقلید کو بھی یہ جانتے ہیں کہ یہ بھی امام اعظمؒ کی تقلید ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ محققین حنفیہ کے نزدیک ثابت ہے کہ اجتہاد کے چار مرتبہ ہیں اجتہاد استقلالی اور اجتہاد انتسابی اور اجتہاد فی المذہب اور اجتہاد ترجیح اور امام شافعیؒ کا زمانہ بعد زمانہ حضرت امام اعظمؒ کے ہوا اور یہ دونوں امام یعنے امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ مجتہد مستقل تھے امام شافعیؒ نے اپنے مذہب میں کسی امر میں حضرت امام اعظمؒ کی متابعت نہ کی بہ خلاف صاحبینؒ امام زفرؒ اور اُن کے مانند اور اجلۂ اصحاب امام اعظمؒ کے کہ یہ آئمہ مجتہد منتسب تھے اور مجتہد منتسب تابع مجتہد مستقل کا ہوتا ہے اور بالاستقلال مجتہد نہیں ہوتا ہے اور مجتہد منتسب کا وہی مذہب ہوتا ہے جو مذہب اُس مجتہد مستقل کا رہتا ہے جسکا وہ مجتہد منتسب تابع رہتا ہے اور ایسے ہی اجتہاد کے باقی دو مرتبہ دوسرا بھی بالاجماع تابع اجتہاد استقلالی کا ہوتا ہے اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے مجتہد مستقل اسکو کہتے ہیں جو آیات و احادیث احکام میں اور آثار صحابہ و تابعین میں جرح و تعدیل کرے اسکے بعد اُن آیات و احادیث و آثار میں جو مناسب سمجھے اسکو اپنا مابہ الاجتہاد قرار دیوے اور پھر قواعد استنباط کو وضع کرے تا بوقت استنباط تناقض و تہافت واقع نہووے اور یہ مرتبہ خاص امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ اور اُنکے مانند اور دوسرے مجتہدین مستقل کا ہوا بہ خلاف صاحبینؒ و امام زفرؒ وغیرہما اور مجتہدین غیر مستقل کے کہ اُن مجتہدین غیر مستقل نے اسی احادیث و آثار فقہا و تابعین کو اپنے قول کا ماخذ اور اپنا مابہ الاجتہاد قرار دیا اور اسی احادیث و آثار پر اپنے مذہب کا دار و مدار رکھا جو احادیث و آثار حضرت امام اعظمؒ کا مابہ الاجتہاد اور ماخذ تھا اور قواعد استنباط کو بھی امام اعظمؒ کے کلام سے اخذ کیا تا اصول میں امام اعظمؒ کے طریقے کے موافق عمل کرتے رہیں اگرچہ فروع میں امام اعظم کی مخالفت ہووے اور یہ مخالفت فی الواقع مخالفت مذہب میں نہیں بلکہ مادۂ اجتہاد و طریق استنباط میں امام اعظم کے تابع ہیں مثلاً امام اعظمؒ نے قرار دیا ہے کہ عام قطعی ہے مانند خاص کے اور خاص صاف طور پر بیان کیا ہوا ہے تو اسکو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور عموم واسطے مشترک کے اسکے معانی میں نہیں اور حقیقت و مجاز دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور خبر واحد جو خلاف قیاس ہو اُس پر عمل نہو گا

سے متعہ کا حرام ہونا حق میں عباد کے زیادہ مفید ہے اسواسطے کہ حفظ نسب و کفود ہونا محرم کا اور توارث یہ امور بہ صورت حلال ہونے متعہ کے باقی نہ رہیں گے چنانچہ اسکی تفصیل تحفۂ اثنا عشریہ میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ ضرور نہیں کہ حکم ناسخ جنس سے حکم منسوخ کے ہو یعنی یہ ضرور نہیں کہ جب کسی حکم ناسخ سے کسی چیز کا حلال ہونا منسوخ کیا جاوے تو اس حکم ناسخ سے کسی چیز کا حلال ہونا ثابت ہووے بلکہ جائز ہے کہ جب کسی حکم ناسخ سے کسی چیز کا حلال ہونا منسوخ کیا جاوے تو اس حکم ناسخ سے اسی چیز کی حرمت ثابت ہونا مقصود ہو چنانچہ سود اور شراب اور قمار کے حرام ہونے کے عوض میں کوئی دوسری چیز حلال نہ ہوئی اور ایسا ہی حلال اکثر معاصی کا ہے اور اگر فرض کر لیا جاوے کہ ضرور ہے کہ حکم ناسخ اور حکم منسوخ دونوں ایک جنس سے ہوں اور متعہ کے مسئلہ میں کہہ سکتے ہیں کہ متعہ کا حلال ہونا منسوخ ہوا اور اسکے عوض میں شرعی کنیز مملوکہ حلال ہوئی کہ اس سے بھی وہی فائدہ ہوتا ہے جو متعہ میں فائدہ تھا اسواسطے کہ اگر مسافر کو خواہش جماع کی ہووے تو ممکن ہے کہ وہ شرعی لونڈی خرید لیوے اور تا مدت اقامت اس سے منتفع ہووے جب اسکی ضرورت نہ رہے اسکو فروخت کر ڈالے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ متعہ کا حلال ہونا منسوخ ہوا تو اسکے عوض میں طلاق حلال ہوئی اور تفصیل اس مقام کی تفسیر فتح العزیز میں ہے کہ منشی منہاج الدین صاحب نے اس کی نقل لکھوائی تھی وہ اس آیت کی تفسیر میں ملاحظہ کرنا چاہیے۔

سوال۔ کیا وجہ ہے کہ حنفیہ بعضے مسائل میں اقتدا صاحبینؒ کی کرتے ہیں لیکن شافعیؒ کی تقلید ممنوع جانتے ہیں حالانکہ اگر یہ خیال ہے کہ اصول میں امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کا اتفاق ہے اسوجہ سے بعض مسائل میں صاحبینؒ کی بھی اقتدا کرتے ہیں تو اصول میں سب آئمہ میں اتفاق ہے تو چاہیے کہ شافعیؒ کی بھی اقتدا بعض مسائل میں کریں اور اس امر کو ممنوع نہ جانیں اور اگر یہ خیال ہے کہ فروع میں امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ میں اختلاف ہے اسواسطے امام شافعیؒ کی تقلید منع ہے تو فروع میں سب آئمہ میں اختلاف ہے تو چاہیے کہ حنفیہ کے لئے صاحبینؒ کی بھی تقلید ممنوع ہو۔

جواب۔ صاحب من اسکی دو وجہ ہے ایک وجہ یہ ہے کہ جمہور حنفیہ کا یہ قول ہے کہ امام اعظمؒ نے اپنا مذہب اپنے اجلۂ اصحاب کی تحقیق پر موقوف رکھا مثلاً زفر بن الہذیلؒ اور ابو یوسفؒ اور حسین بن زیادؒ اور ابن سماعہؒ اور قاضی اسدؒ اور محمد بن الشیبانیؒ اور ان صاحبوں کے مانند اور جو اجلۂ اصحاب امام اعظمؒ کے ہوئے اُن سب اصحاب کی تحقیق پر امام اعظمؒ نے اپنے مذہب کی بنا رکھی اور امام اعظمؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اجلۂ اصحاب میں ہر ایک کا جو مذہب ہے وہ میرا بھی مذہب

بشاش اور خوشی کے طور پر انکے ساتھ پیش آئیں اور یہ سب ترک اولیٰ ہے اور شائبہ نفسانیت سے خالی نہیں اور آپکی صرف خوشی بھی اسبارہ میں اس قبیل سے ہے کہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ یعنی نیک لوگوں کی جو نیکی ہوتی ہے وہ کسی وجہ سے مقربین کی برائی شمار کی جاتی ہے اس واسطے ضرور ہوا کہ حضرت عائشہ بھی توبہ و استغفار کریں اور حدیث صحیح میں وارد ہے اَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے کہ اے لوگو توبہ کرو درگاہ میں اللہ کی پس میں توبہ کرتا ہوں اللہ کی درگاہ میں ہر روز سو مرتبہ اور یہ بھی حدیث میں وارد ہے کہ اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً یعنے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق مانند زنگ کے آجاتا ہے میرے دل پر اور میں استغفار کرتا ہوں اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں ہر روز ستر مرتبہ یعنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو توبہ کرنے کا حکم ہوا تو اس سے آپ پر کچھ طعن نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر لوگوں کو توبہ کرنیکے لئے حکم فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اکثر توبہ کیا کرتے تھے۔ **سوال** قرآن شریف میں ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ آخر آیت تک اور حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ ہر حکم کے منسوخ ہونے کے لئے شرط ہے کہ کوئی دوسرا حکم جو اس حکم مانند ہو یا اس سے بہتر ہو اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے صادر ہوئے اور بعضے کے نزدیک ثابت ہے کہ متعہ کے حلال ہونیکا حکم اس آیت سے معلوم ہوا فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِہٖ مِنْھُنَّ فَاٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ آخر آیت تک اور پھر وہ حکم متعہ کا اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک سے منسوخ ہوا فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعَادُوْنَ یعنی تو جو شخص چاہے سوا اسکے وہ حد سے تجاوز کرنیوالا ہے تو جب کہ بعض کے نزدیک حکم متعہ کا اس آیت سے منسوخ ہوا تو اس بعض کے نزدیک دوسرا کون حکم نازل ہوا ہے یعنی دوسرا کون حکم نازل ہوا جو متعہ کے مانند ہو یا اس سے بہتر ہو جیسا کہ کسی حکم کے منسوخ ہونیکے لئے شرط ہے **جواب** یہ جو آیت ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا آخر آیت تک تو مراد اس آیت سے یہ ہے کہ جو حکم منسوخ کیا جاتا ہے تو وہ کسی دوسرے حکم سے منسوخ کیا جاتا ہے اور وہ حکم ناسخ بہتر حکم منسوخ سے ہوتا ہے باعتبار فائدہ کے حق میں عباد کے اور باعتبار ثواب کے یا برابر حکم منسوخ کے ہوتا ہے حق میں عباد کے باعتبار نفع اور ثواب کے تو متعہ کے حلال ہونیکا حکم منسوخ ہوا اور اس حکم حل متعہ کے عوض میں یہ دوسرا حکم ہوا کہ متعہ حرام ہے تو جیسا کہ حلال ہونا اللہ تعالےٰ کے احکام میں سے ایک حکم ہے اسیطرح حرام ہونا بھی منجملہ احکام خداوند تعالیٰ کے ایک دوسرا حکم ہے اور متعہ کے حلال ہونے

ومتخالفہ یزید پلید کے بارہ میں معاملہ شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام میں وارد ہوئی ہیں چنانچہ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کی شہادت پر یزید پلید راضی ہوا اور آپکی شہادت پر خوش ہوا اور اس نے اہلبیت اور خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی توجن علما کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مرجح ہیں تو اُن علما نے یزید پلید پر لعن کیا چنانچہ احمد بن حنبل اور کیا مراسی جو فقہائے شافعی سے ہوئے ہیں اور دیگر علمائے کثیر نے یزید پلید پر لعن کیا ہے اور بعضے روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ یزید کو شہادت سے امام علیہ السلام کے رنج تھا اور شہادت کیوجہ سے یزید نے ابن زیاد اور اُسکے اعوان پر عتاب کیا اور یزید کو اس کام سے ندامت ہوئی کہ اس کے نائب کے ہاتھ سے یہ واقعہ وقوع میں آیا توجن علما کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مرجح ہیں تو ان علما نے یزید کے لعن سے منع کیا چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے شافعیہ اور اکثر علمائے حنفیہ نے یزید کے لعن سے منع کیا ہے اور بعضے علما کے نزدیک ثابت ہوا کہ دونوں طرح کے روایات میں تعارض ہے اور کوئی ایسی وجہ ثابت نہ ہوئی کہ اُس کے اعتبار سے ایک جانب کی روایات کو ترجیح ہو سکے تو ان علما نے احتیاطاً اس مسئلہ میں توقف کیا اور جب روایات میں تعارض ہووے اور کوئی وجہ کسی روایت کی ترجیح کے لئے نہ ہو تو علما پر یہی واجب ہے یعنے حکم دینے میں توقف کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے البتہ شمر و ابن زیاد پر لعن کرنا قطعی طور پر جائز ہے اسواسطے کہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد شہادت پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی راضی تھے اور آپکی شہادت سے وہ دونوں خوش ہوئے اور اسبارہ میں روایات میں تعارض نہیں اس لئے شمر و ابن زیاد پر لعن کرنے میں علما سے کسی نے توقف نہیں کیا بلکہ بالاتفاق سب علماء کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد بدنہاد پر لعن کرنا جائز ہے۔

سوال:۔ قصہ افشائے راز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تحریم ماریہ قبطیہ کا جو ہے اُس قصہ میں حضرت عائشہؓ پر طعن ہونیکے جواب میں جو مرقوم ہے کہ حضرت عائشہؓ سے ہرگز افشائے راز نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک کا کیا معنی کہا جاویگا وَاِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا یعنی اور یہ کہ توبہ کرو تم دونوں درگاہ میں اللہ تعالیٰ کے پس تحقیق کہ مائل ہوگیا امر ناحق کیطرف دل تم دونوں کا اور اس آیت میں کہ ضمیر تثنیہ کی ہے کہ وہ راجع ہے طرف حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے تو اس آیت کا کیا معنی ہے۔ **جواب** حضرت عائشہ نے اگرچہ افشائے راز نہ کیا لیکن تحریم قبطیہ کا حال سن کر خوش اور مسرور ہوئیں اور حضرت حفصہؓ کو افشائے راز سے منع نہ فرمایا بلکہ

جو منافق ہوگا اور یہ بھی حدیث میں وارد ہے کہ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ یعنی یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی کہ اے پروردگار جو شخص محبت رکھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیساتھ تو اس شخص کے ساتھ تو محبت رکھ اور جو شخص عداوت رکھے حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ساتھ تو اُس شخص کے ساتھ تو عداوت رکھ تو جب علما کو یہ احادیث معلوم ہوئیں اور اسمیں غور کیا تو اُنکے لئے ضرور ہو گیا کہ اُن علما نے حکم دیا کہ جو شخص حضرت ختنینؓ یعنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کو بُرا کہے وہ کافر ہے اور یہی مذہب صحیح ہے اور ہمارے زمانے میں اسی پر فتویٰ ہے اور فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعی ہے اور جو کچھ بعضے علما نے مثلاً امام رازی اور آمدی وغیرہما بعضے علماء متکلمین نے لکھا ہے وہ بھی صحیح اور درست ہے اور تفصیل اس امر کی یہ ہے کہ ہر ایک دلیل پر جداگانہ جو نظر کیجاتی ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفصیل ظنی ہے اسواسطے کہ خبر آحاد سے صرف ظن حاصل ہوتا ہے اور جو کچھ قرآن شریف میں واقع ہوا ہے وہ البتہ متواتر ہے لیکن اُسمیں بھی احتمال تاویل کا ہے مثلاً اللہ تعالےٰ کا کلام پاک ہے وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ یعنے اور نہ قسم کریں صاحبان فضل جو تم لوگوں سے ہیں اور یہ بھی کلام اللہ تعالیٰ کا ہے وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی الَّذِیْ اور دور کیا جاویگا دوزخ سے وہ کہ زیادہ پرہیزگار ہے تو اگرچہ کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں آیتیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں ہیں اور ان آیتوں سے آپکی فضیلت ثابت ہوتی ہے لیکن ان آیتوں میں تاویل کا بھی احتمال ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں یہ آیت قطعی نہیں لیکن جب سب ادلہ بحیثیت اجتماعی ملاحظہ کیجاتی ہیں تو قطعی طور پر ان سب ادلہ سے فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ثابت ہوتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی امر کیلئے چند دلیل ہیں اور ہر دلیل جداگانہ فرداً فرداً لحاظ کرنے سے اُس امر کے بارہ میں صرف ظن حاصل ہوتا ہے لیکن جب وہ سب دلیلیں بحیثیت مجموعی لحاظ کی جاتی ہیں تو اُن سب دلیلوں سے وہ امر قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے چنانچہ ایسا ہی خبر متواتر میں ہے کہ آحاد پر فرداً فرداً لحاظ کرنے سے کسی امر کے بارہ میں صرف ظن حاصل ہوتا ہے اور مجموعۂ آحاد جب حد تواتر کو پہونچ جاوے تو سب آحاد پر بحیثیت مجموعی اور اُسکے تواتر کے لحاظ کرنے سے وہ امر قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے ایسا ہی فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہے اور کتاب ازالۃ الخفا اور قرۃ العینین میں یہ مقام اسقدر شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے کہ ان کتابوں پر عبور ہو جانے سے کچھ شبہ اس امر میں باقی نہیں رہتا کہ قطعی طور پر فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ثابت ہے اور اس حکم میں کہ یزید پر لعن کرنا چاہیئے یا نہیں توقف اسوجہ سے ہے کہ روایات متعارضہ

سورۃ النور ۔ سورۃ اللیل

سمجھتا ہو اور اُنکے علم کو جہل جانتا ہو اور اپنے فاسد اعتقاد کے موافق ان علما کی اہانت کرے تو اس سے کفر لازم نہیں آتا چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اِدْرَءُوا الْحُدُوْدَ وَالْقِصَاصَ بِالشُّبُہَاتِ یعنی قائم نہ کرو حدود اور قصاص کو شبہ سے اور اسیوجہ سے ان ملعونوں کے شبہ کے اعتبار سے اُن سبھوں کے بارہ میں کفر کا حکم دینے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پرہیز فرمایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہ نے بھی یہ خیال فرمایا کہ ان ملعونوں کو غلط یہ گمان ہے کہ معاذ اللہ میری رائے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے ہیں اور احتیاطاً جو خیالات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسوقت کے مفسدین کے باب میں ہوئے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں وہی خیالات حضرت علی کرم اللہ وجہ کے بھی بنظر احتیاط ان ملعونوں کے بارہ میں ہوئے اور احتیاطاً آپنے بھی ان ملعونوں کے بارہ میں کفر کا حکم نہ فرمایا سبحان اللہ اسقدر احتیاط دین میں ہے جو حضرت خنثینؓ سے وقوع میں آئی لیکن متاخرین اہلسنت نے جب دیکھا کہ جو شبہات حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کو ان ملعونوں کے بارہ میں عدم تکفیر کے لئے ہوئے تھے اب وہ شبہات بالکل زائل ہو گئے اور یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ اُن ملعونوں کی تہمت بالکل بے اصل تھی اور احادیث کی جستجو اور اُسمیں غور کرنیکے بعد معلوم ہوا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے حضرات خنثینؓ کے منکرین کے ساتھ معاملہ کفار کا فرمایا ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے منکرین کے بارہ میں جامع ترمذی کی حدیث میں ہے کہ ایک جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لوگ لے آئے تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکی جنازہ کی نماز پڑھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود اُسکے جنازہ کی نماز پڑھی اور نہ اور لوگوں کو فرمایا کہ اُسکے جنازہ کی نماز پڑھیں تو لوگوں نے اِسکا سبب پوچھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّہٗ کَانَ یُبْغِضُ عُثْمَانَؓ فَاَبْغَضَہُ اللّٰہُ یعنی یہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا تو اسوجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھتا ہے یعنی اللہ تعالےٰ اس سے ناخوش ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کے منکرین کے بارہ میں احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ حُبُّ عَلِیٍّ اٰیَۃُ الْاِیْمَانِ وَبُغْضُ عَلِیٍّ اٰیَۃُ النِّفَاقِ یعنی محبت رکھنا حضرت علی کرم اللہ وجہ سے علامت ایمان کی ہے اور بغض رکھنا حضرت علی کرم اللہ وجہ سے علامت نفاق کی ہے اور یہ بھی حدیث میں وارد ہے لَا یُحِبُّکَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا یُبْغِضُکَ اِلَّا مُنَافِقٌ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے حضرت علی وجہ سے فرمایا کہ آپسے محبت نہ رکھے گا مگر وہی شخص آپ سے محبت رکھے گا جو مومن ہوگا اور آپ سے کوئی شخص بغض نہ رکھے گا مگر وہی شخص آپسے بغض رکھے گا جو

کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَیْنَا یعنی یہ لوگ مسلمان ہیں اور مرتکب گناہ کبیرہ اور بدعت کے ہوئے ہیں چنانچہ اسی وجہ سے بمقتضائے فرمان حضرات ختنین کے یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے حکم کے منشا کے موافق قدمائے اہلسنت نے لکھا ہے کہ سب ختنینؓ یعنی بُرا کہنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بدعت اور فسق ہے البتہ بدعت اور فسق عظیم ہے بخلاف سب شیخین کے کہ اسمیں اسطرح کے آثار وارد نہ ہوئے تو سباب ختنین کے بارہ میں یعنی اُس شخص کے بارہ میں جو حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو بُرا کہے جو حکم دیا گیا ہے تو یہ حکم از قبیل استحسان بالاثر کے ہے کہ بخلاف قیاس سابق علمانے یہ حکم دیا ہے چنانچہ مسئلہ بیراور استصناع وغیرہما کا بھی ایسا ہی ہے اور فی الواقع قیاس مقتضی ہے کہ ان سب صحابہ کرام کو بُرا کہنا کفر ہے چنانچہ متاخرین محققین نے یہی حکم اختیار کیا ہے اسواسطے کہ علو مرتبہ اور بزرگی اُن صحابہ کرام متواتر المعنی ہے اور ضروریات دین سے ہے اور اگر کسی شخص کے دلمیں شبہ گذرے کہ ختنینؓ نے یعنی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اپنے بُرا کہنے والوں کے بارہ میں کفر کا حکم کیوں نہ فرمایا حالانکہ قیاس یہی تھا کہ ایسا ہی حکم فرماتے اور ادلہ صحیحہ سے ان صاحبوں کی تعظیم کرنیکا حکم ثابت ہے تو اس شبہ کے جواب میں کہتا ہوں کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ حضرت ختنین نے اس بنا پر اُن ملعونوں کے بارہ میں کفر کا حکم نہ فرمایا کہ مسلمان کی تکفیر میں احتیاط کرنا چاہئے اور اُن ملعونوں کے شبہات ناحق کا احتیاطاً ان سبھوں کی عدم تکفیر میں حضرت ختنین نے اعتبار کر لیا چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خیال فرمایا کہ ان سبھوں کو یہ شبہ ہو گیا ہے کہ ہم نے معمولات حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کا بدل دیا ہے اور یہ ناحق شبہ اُن سبھوں کے دل میں اسقدر مستحکم ہو گیا ہے کہ میری احادیث اور میرے مناقب اور علو درجات کو یہ سب کچھ دل میں نہیں لاتے اور اُس میں غور نہیں کرتے اور اپنے خیال کے موافق بعضے آیات قرآنی پر عمل کرتے ہیں اور گویا دینداری کے زیادہ خیال سے میری فضیلت اور خلافت کے نہایت منکر ہیں اور انکار احکام قرآن اور ضروریات دین کا جانکر قصداً نہیں کرتے اگرچہ مجھکو بُرا کہنے سے اور میری شان میں طعن کرنے سے یہ امر یعنی انکار ضروریات دین کا لازم آجاتا ہے اور جب کوئی امر ناواقفیت سے ہو جاوے اور وہ امر موجب کفر ہو تو اس سے کفر لازم نہیں آتا بلکہ کفر یہ ہے کہ قصداً دیدہ و دانستہ کوئی امر موجب کفر کوئی شخص کرے چنانچہ اسی بنا پر اہانت علم اور علماء کی اسوقت موجب کفر ہے کہ کوئی شخص جانتا ہو کہ یہ علما ہیں اور ان کو علم ہے اور یہ جان کر وہ شخص اُن علما کی اہانت کرے تو یہ کفر ہے اور اگر کوئی شخص غلط طور پر اُن علما کو جاہل

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کیونکر کفر نہ ہوگا یہ ترجیح بلا مرجح کیسی ہے حالانکہ بزرگی اور علو مراتب اُن سب صحابہ کرام کا متواتر المعنے ہے اور اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بعضے قطعی کہتے ہیں اور بعضی ظنی کہتے ہیں چنانچہ امام رازی اور آمدی اور سید شریف اور علامہ تفتازانی سے مولانا شاہ عبدالحق صاحب علیہم الرحمۃ تک ان سب علما میں اس مسئلہ میں اختلاف ہے تو اس اختلاف کی کیا وجہ ہے اور اس بارہ میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے اور یزید پر لعن کے بارہ میں بعض سے توقف منقول ہے تو اس بارہ میں تحقیق کیا ہے **جواب** حضرات حنفیہ نے اپنے برا کہنے والوں کے بارہ میں حکم کفر کا نہ فرمایا ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں خبر ہے کہ وہ مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے کہ جب خارجیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا تو اسوقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے شخص کو اپنی طرف سے مسجد نبوی کا امام مقرر فرمایا حالانکہ وہ ملعون حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہا کرتا تھا تو لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اِنَّکَ اِمَامٌ عَادِلٌ وَقَدْ نَزَلَ بِکَ مَا تَرٰی وَیُصَلِّیْ بِنَا اِمَامُ فِتْنَۃٍ فَمَا تَقُوْلُ فِیْ ظَنِّکَ یعنی آپ امام عادل ہیں اور آپ پر تردد آیا ہے جو ہم دیکھتے ہیں اور ہم لوگوں کے آگے مفسد نماز پڑھاتا ہے تو اپنی رائے کے موافق اس بارے میں کیا فرماتے ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اَلصَّلٰوۃُ اَحْسَنُ مَا یَعْمَلُہُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَہُمْ فَاِذَا اَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ اَسَاءَتَہُمْ یعنے نماز نہایت بہتر عمل ہے لوگوں کے اعمال میں سے تو جب لوگ نیک عمل کریں تو تم لوگ اُنکے ساتھ بھی نیک عمل کرو اور جب لوگ بُرا عمل کریں تو اُن کے بُرے اعمال سے پرہیز کرو تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت فرمائی کہ لوگ اس بدعتی کے پیچھے نماز پڑھیں تو اگر بالفرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مروان کے بارہ میں کفر کا حکم فرماتے تھے تو اُس کے پیچھے نماز کیوں پڑھی جاتی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حال میں ثابت ہے کہ دار قطنی اور دیگر کتب حدیث میں روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لوگوں نے اہل شام کی بغاوت کا حال پوچھا اَمُشْرِکُوْنَ ہُمْ قَالَ مِنَ الشِّرْکِ فَرُّوْا یعنے کیا یہ لوگ اہل شام کے مشرکین سے ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ لوگ تو شرک سے بھاگے تو پھر لوگوں نے پوچھا کہ اَمْ مُنَافِقُوْنَ ہُمْ یعنے کیا یہ لوگ منافقین اہل شام سے ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا یعنی تحقیق کہ منافقین اللہ تعالےٰ کو یاد نہیں کرتے مگر کم یاد کرتے ہیں تو پھر لوگوں نے پوچھا کہ ان لوگوں کے بارہ میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے اور کہنا چاہیئے تو حضرت علی

کرتا ہوں کہ روایت کی تفتیش و تفحص کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو آخر عمر میں مرتبہ اجتہاد کا حاصل ہوا تھا لیکن پایۂ علمی کم تھا اور عبور جمیع احادیث پر نہ ہوا بہ خلاف اُن صحابہ کرام کے جو حضور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اجتہاد کو پہونچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے مسائل اجتہادیہ کی تصدیق فرمائی اور اُن صاحبوں کو فتویٰ اور اجتہاد کی اجازت فرمائی مثلاً حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور انکے مانند اور جو صحابہ کرام ہوئے تو جن صحابہ کرام کو مرتبہ اجتہاد کا حضور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے حاصل نہوا تھا ایسے صحابہ کرام کے اجتہاد کی نفی کرنا درست ہے اسواسطے کہ ایسے صحابہ کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں مرتبہ اجتہاد کا حاصل نہ ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے کسی مسئلہ اجتہادیہ کی تصدیق نہ فرمائی ہے تا اجتہاد اُنکا معتبر اور مفتی بہ ہوسکے اور جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد کہا تو اُس نے بھی درست کہا اسواسطے کہ حضرت معاویہؓ نے اخیر عمر میں احادیث کثیرہ اور صحابہ کرام سے سنیں اور اسوجہ سے بعضے مسائل فقہ میں دخل دیتے تھے اور یہی مراد ہے حضرت ابن عباسؓ کی اس قول سے کہ انہ فقیہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر جو اجماع ہوا اور اس اجماع سے حضرت معاویہ خارج رہے تو اس سے اُس اجماع میں کچھ حرج لازم نہیں آتا ہے اسواسطے کہ اُسوقت آپ کا اجتہاد اس درجہ کا نہ تھا کہ آپ اہل حل وعقد میں شمار ہوسکتے اور علاوہ اسکے خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محققین کے نزدیک نص سے ثابت ہے اور نص کے مقابلہ میں اجتہاد کا ہرگز کچھ اعتبار نہیں جیسا کہ مسئلہ متعہ کے حلال ہونیکا ہے اور یہ مسئلہ حضرت ابن عباسؓ کی جانب منسوب ہے اور ایسا ہی مسئلہ عدم وجوب غسل کا ہے اس جماع سے جسمیں انزال نہ ہوا ہو اور یہ مسئلہ حضرت ابی بن کعب وغیرہ بعض انصار کی جانب منسوب ہے۔ **سوال** بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ بعضے صحابہ عشرہ مبشرہ سے نماز جمعہ میں حاضر تھے اور مروان نے خطبہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا کہا اور صحابہ موصوفین نے اُسکے پیچھے نماز پڑھی اور اُسکی تکفیر کا حکم نہ فرمایا البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنے کیوجہ سے مروان پر اُن صحابہ کرام نے سختی کی اور اُسکو زجر و توبیخ کیا تعجب ہے کہ اہانت علم و علما کی کفر ہے چنانچہ یہ مسئلہ اشباہ والنظائر میں موجود ہے تو اہانت ایسے صحابی اجل کی یعنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کیونکر کفر نہ ہوگی تو ایسی حالت میں صحابہ کرام نے مروان کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی اور اُسکی تکفیر کا حکم نہ فرمایا صرف زجر و توبیخ پر اکتفا کیا اسکی توجیہ کیا ہے اور سب شیخین یعنی شیخین کو برا کہنا کفر ہے تو سب یعنی برا کہنا

علیہ وعلی آلہ وسلم نے حدود اُنپر قائم کیا ہے اور حسان بن ثابتؓ اور مسطح بن اثاثہؓ سے قذف کا صادر ہونا ثابت ہوا اور اُنپر حد بھی جاری ہوئی اور ماعز اسلمی سے زنا صادر ہوا اور وہ رجم کئے گئے البتہ صحابہ بہ حیثیت صحابہ ہونیکے واجب الاحترام ہیں اہل اسلام کو چاہیئے کہ صحابہ کی شانمیں طعن کی زبان دراز نہ کریں تاوقتیکہ انمیں سے کسی کا نفاق اور ارتداد قطعی طور پر معلوم نہووے مثلاً ابوذر غفاریؓ کے حق میں صحیح بخاری کی حدیث میں وارد ہے اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ تو اس سے لوگوں کے لئے یہ کہنا جائز نہیں کہ حضرت ابوذرؓ مرد جاہل تھے اور ایسا ہی ابوجہیم کے حق میں جو بہترین صحابہ سے تھے صحیح بخاری کی حدیث میں وارد ہے کہ لَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ یعنی یہ کنایہ ہے اس سے کہ آپ بہت زدوکوب اور سیاست اپنی عورتوں اور خادموں کی کرتے ہیں تو اس سے لوگوں کے لئے یہ کہنا جائز نہیں کہ ابوجہیم مرد ظالم تھے بلکہ اگر اوپر نظر کریں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعضے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے لفظ عتاب آمیز وارد ہوا تو امت کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ بمقتضائے اُن الفاظ کے اُن انبیا علیہم السلام کی شان میں کچھ کلام کریں مثلاً عَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى حالانکہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو عاصی وغاوی کہنا کفر ہے اور مثلاً یہ کلام پاک ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اور یہ کلام پاک ہے اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ یہ آیتیں شانمیں حضرت یونس علیہ السلام کے ہیں حالانکہ حضرت یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ابق وظالم وملیم کہنا کسی شخص کے لئے جائز نہیں تو متون کی عبارت بھی صحیح ہے کہ بلحاظ رعایت ادب کے امت کے لوگوں کو چاہیئے کہ صحابی کی شانمیں طعن نہ کریں اور حدیث مذکور بھی صحیح ہے وہ باعتبار واقع کے ہے اور یہی صحیح عقیدہ اہلسنت کا ہے شَكَرَ اللّٰهُ سَعْيَهُمْ اور کتب اصول میں جو مرقوم ہے کہ اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ یعنی سب صحابہ عادل ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ سب صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے حدیث روایت کرنیکے بارہ میں معتبر ہیں ہرگز صحابہ سے کذب روایات حدیث میں ثابت نہوا چنانچہ تجربہ وتحقیق سے ثابت نہوا کہ کسی بارہ میں کسی صحابی نے کچھ دروغ کہا ہے نہ یہ کہ انمیں سے کسی سے کچھ گناہ کبھی نہوا ہو چنانچہ عنقریب بیان ہوا ہے کہ ان لوگوں میں سے بعضے حضور میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بسبب ارتکاب بعض کبائر کے محدود ہوئے البتہ صحابہ کبائر سے عمداً گناہ صادر نہ ہوئے وہ اس سے محفوظ رہے اور اس مقام میں اجتہاد وعدم اجتہاد صحابہ میں بحث کرنا مفید نہیں اسواسطے کہ اگرچہ مجتہد تھے لیکن بعض صحابہ بعض مسئلہ میں یقیناً خطا ہوئی اسواسطے کہ اجتہاد بمقابلہ نص کے ہرگز قابل اعتبار نہیں اب حال واقعی کی تحقیق بیان

سورۂ والصافات، سورۂ انبیا

کہ اُنکی بدعت کفر تک پہونچی ہے اس آیت میں داخل ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ آخر آیہ تک اور مراد ما دون ذلک سے کفر و شرک کے سوا اور باقی گناہ ہیں خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ ہو اور یہ مراد اسوجہ سے کہی جاتی ہے تا جسقدر ادلہ اسبارہ میں ہیں اُن میں مطابقت ہووے۔

سوال علم کلام کے جمیع متون میں مرقوم ہے کہ صحابی کے بارہ میں طعن نہ کرنا چاہیئے اور حدیث شریف میں ہے ثُمَّ یَکُوْنُ مُلْکًا عَضُوْضًا یعنے پھر ہونگے بادشاہ عضوض[1] تو اس حدیث کے مضمون سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ بادشاہ تھے اسواسطے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تیس برس گذرنے کے بعد حاکم تھے تو اگر کوئی شخص اس حدیث کی بنا پر حضرت معاویہؓ کی شان میں طعن کرے تو اسمیں کیا قباحت لازم آتی ہے اسواسطے کہ ظلم وغیرہ لوازم عضوضیت سے ہے تو اگر ظلم کی نسبت آپ کی طرف کی جاوے تو اسمیں کیا قباحت ہے اور اگر آپ کی شان میں طعن جائز نہیں تو اس حدیث کی توجیہ کیا ہے اور اہلسنت کا عقیدہ اس بارہ میں کیا ہے اور صحیح مسلم وغیرہ میں مذکور ہے اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ یعنی سب صحابہ عادل ہیں تو توجیہ آپ کی بغاوت اور عضوضیت کے بارہ میں کیا ہے اور آپکی بغاوت بالاتفاق ثابت ہے تو باغی کی اہانت کرنے میں کیا قباحت لازم آتی ہے اور بعضے علما آپکی شان میں طعن کرنے سے منع کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے اور بعضے آپکی شان میں لکھتے ہیں کہ مجتہد نہ تھے اور اسی وجہ سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں جو اجماع ہوا اس میں حضرت معاویہ شریک نہ ہوئے تو آپکی عدم شرکت سے اس اجماع میں کچھ نقصان لازم نہیں آتا اور یہ قول منافی اُسکے ہے کہ ابو رافع نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا کہ حضرت معاویہ وتر کی نماز ایک رکعت پڑھتے ہیں اور یہ خلاف روایت حدیث صحیح کے ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں فرمایا اِنَّہٗ فَقِیْہٌ یعنی حضرت معاویہؓ فقیہ ہیں یہ صحیح بخاری میں ہے اور مشکوٰۃ میں بھی مذکور ہے قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اِنَّہٗ فَقِیْہٌ یعنے کہا حضرت ابن عباسؓ نے کہ حضرت معاویہؓ فقیہ ہیں تو حضرت معاویہؓ کو کیونکر نہ مجتہد کہا جاوے اور حضرت ابن عباسؓ کے قول کی توجیہ کیا ہوگی۔

جواب علم عقائد کے متون میں جو مذکور ہے کہ صحابی کی شان میں طعن نہ کرنا چاہیے تو متون میں جو لکھا ہے وہ صحیح ہے لیکن روایت کسی حدیث کی جو متضمن کسی وجہ کو وجوہ طعن سے بعضے صحابہ کے بارہ میں ہو تو اس روایت سے عقائد کے اس مسئلہ میں کچھ حرج لازم نہیں آتا اور اصحاب متون کی یہ مراد نہیں کہ سب صحابہ معصوم ہیں اور کوئی وجہ وجوہ طعن میں سے کسی صحابی میں نہیں اس واسطے کہ بعضے صحابی کے بارہ میں شرب خمر ثابت ہوا ہے چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے اور بارہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

[1] عضوض کے معنی ہیں دانت سے کاٹنے والا اور اس سے مراد جبریں ہے ۱۲

سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ وَلٰکِنْ خُصَّتْ عَنْہَا بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَبِخَبَرِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَبِاِجْمَاعِ الْاُمَّۃِ رَوَی الْحَسَنُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوْا نِسَاءَ اَہْلِ الْکِتَابِ وَلَا تُزَوِّجُوْا نِسَاءَنَا فَاِنْ قِیْلَ کَیْفَ اَطْلَقَہُمْ اِسْمَ الشِّرْکِ عَلٰی مَنْ یُّنْکِرُ نُبُوَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوا الْحَسَنِ ابْنُ الْفَارِسِیِّ لِاَنَّ مَنْ یَّقُوْلُ الْقُرْاٰنُ کَلَامُ غَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَقَدْ اَشْرَکَ بِاللّٰہِ انتہٰی یعنے یہ آیت وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکَاتِ عام ہے عورت کتابیہ کیلئے اسواسطے کہ اہل کتب مشرک ہیں اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کے قول سے ثابت ہے اُسکا ترجمہ یہ ہے اور کہا یہود نے کہ عزیرؑ بیٹے اللہ کے ہیں اور کہا نصاریٰ نے کہ مسیح بیٹے اللہ کے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول تک عَمَّا یُشْرِکُوْنَ لیکن خاص کیگئی عورت کتابیہ اس قول سے اللہ تعالیٰ کے وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اجماع اُمت سے چنانچہ روایت کی حسنؓ نے جابر بن عبد اللہؓ سے کہ کہا جابر بن عبد اللہؓ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکاح کرو تم لوگ عورتوں سے اہل کتاب کے اور نہ نکاح کرو مسلمان عورتوں کا ساتھ کافر اہل کتاب کے تو اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ مشرک کا اطلاق اس شخص پر کیوں کیا جو منکر ہو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابو الحسن ابن فارس نے کہا ہے کہ جو شخص کہے کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کلام ہے تو اُس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا یہ ترجمہ اوپر کی عربی عبارت کا ہے تو تحقیق وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا یعنے قرآن شریف کی آیات کثیرہ میں اشارہ ہے کہ مطلقاً کفار کیلئے خلود نار ہے بلکہ اہل کتاب کے بارہ میں بھی قرآن شریف سے صراحتہً خلود نار ثابت ہے چنانچہ قرآن شریف کی اس آیت سے یہ امر ثابت ہے اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَہْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَہَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْہَا اَبَدًا یعنی تحقیق کہ جن لوگوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے اور مشرکین دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک سے بھی یہ امر ثابت ہے وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک تک فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ہُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ یعنی اور کہا اہل کتاب نے کہ ہرگز مس نہ کرینگی ہم کو آگ سوا چند ایام معدودہ کے پھر آخر میں اس آیت کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ وہ لوگ دوزخی ہیں وہ لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جملہ اہل بدعت اور سب اہل ہوا

کرتا ہوں کہ سند اس اجماع کی کیا ہے اور یہ اجماع معارض اشارہ اس آیہ کے یعنے یغفر ما دون ذلک لمن یشاء کے ہو سکتا ہے یا نہیں تو اس مسئلہ کی تحقیق علم کلام کی بڑی کتابوں میں ہے اکثر علماء نے لکھا ہے کہ سب اقسام کفر کے راجع شرک کیطرف ہوتے ہیں اور سب اقسام سے شرک لازم آتا ہے تو کفار کی مغفرت اس آیت سے ثابت نہیں مثلاً اہل کتاب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے منکر ہیں تو گویا انکا اعتقاد یہ ہے کہ معجزات پیغمبر آخر الزماں کے اللہ تعالےٰ کے سوا کسی دوسرے کا فعل ہے حالانکہ معجزات اللہ تعالیٰ کا فعل ہے واسطے تصدیق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صادر ہوا تو اہل کتاب کے اس انکار سے لازم آتا ہے کہ خداوند تعالےٰ کے سوا دوسرے میں بھی فعل معجزہ کا صادر کرنے کی قدرت ہے چنانچہ ان اہل کتاب کا یہی عقدہ ہے اور یہ عین شرک ہے اور علی ہذا القیاس جمیع اقسام کفر میں تکلفات کیا ہے لیکن محققین کے نزدیک دلیل اس اجماع کی آیات کثیرہ ہیں جو زیادہ پچاس آیتوں سے ہونگی اور ان سب آیتوں سے لازم آتا ہے کہ کفر کیلئے خلود نار لازم ہے خواہ شرک ہو یا غیر شرک ہو قولہ تعالےٰ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ یعنے فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہ تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا ہماری آیتوں کے ساتھ قریب ہے کہ ڈالیں گے ہم ان کو دوزخ میں جب گل جاویگا چمڑا انکا تو پھر ان کا دوسرا چمڑا بدل دیونگے تا وہ عذاب چکھیں اور مقام محمود کی حدیث میں ہے اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ تو یہ صحیح ہے لیکن قرآن منحصر اسی آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ میں نہیں بلکہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ بھی داخل قرآن ہے اور اسی سبب سے شیخ عبد الحق نے کفار کو مطلق ذکر کیا قید مشرکین نہ لکھی اور حدیث شفاعت میں جو ہے کہ بقیہ جہنمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عفو سے بخشے گا اور انکو دوزخ سے نکالے گا تو ان لوگوں سے مراد وہ مومنین ہیں جنکا اصل ایمان کم ہے اور عمل نیک کیا چنانچہ اسی حدیث میں واقع ہے لَمْ یَعْمَلُوْا خَیْرًا قَطُّ یعنی کبھی نیک عمل ان لوگوں نے نہ کیا ہوگا اور مراد عمل سے عمل جوارح ہے اصل ایمان مراد نہیں اور مفسرین نے مشرکین کو کفار کے شامل لکھا ہے اور کفر کا معنے اصطلاحی شرعی شرک قرار دیا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ کے معنی مفسرین کے نزدیک یہ ہیں اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّکْفَرَ بِهٖ چنانچہ قاضی بیضاوی نے تفسیر میں آیہ وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ کے لکھا ہے تَعُمُّ الْکِتَابِیَاتِ لِاَنَّ اَهْلَ الْکِتَابِ مُشْرِکُوْنَ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰے وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارٰی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ اِلٰی قَوْلِهٖ

کیا جاوے تا زیادہ نکاح کرنے سے زیادہ ثواب نکاح کرنے کا حاصل ہووے تو یہ قریب سنت کے ہے بلکہ خلفائے راشدین کی سنت میں داخل ہے چنانچہ حضرت امام حسنؓ عورتوں سے نکاح کرتے تھے اور پھر انکو طلاق دیدیتے تھے اور پھر دوسری عورتوں کے ساتھ نکاح کرتے تھے اور ایسا بہ نیت ثواب کرتے تھے تو جبکہ خالص نیت ثواب کی ہو تو یہ امر طلاق کے مسنون ہونیکے لئے کافی سبب ہوسکتا ہے۔ اور اس امر کا سبب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ چاہتا ہوں کہ زیادہ قوم اہل اسلام کو میرے سبب سے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ مصاہرت کا حاصل ہوجاوے اور یہ رشتہ اُن لوگوں کے حق میں قیامت میں کام آوے **سوال** کتب معتبرہ عقائد کے متون اور شروح میں لکھا ہے کہ کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور مومنین جنت میں جاویں گے خواہ بلا عذاب کے جاویں یا بعض مومنین بعد عذاب کے جنت میں داخل کئے جاویں تو اُن لوگوں کو جو جنت میں جاوینگے مشرکین اور اہل کتاب اور اہل بدعت کہ اُنکی ہوائے نفسانی کفر تک پہونچی ہے اور تکفیر کرنے والے شیخین کے اور دوسرے لوگ جو منکر ضروریات دین کے ہوں داخل ہیں یا نہیں اور یہ جو آیہ ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ الآیہ یعنے اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا یہ کہ شرک کیا جاوے ساتھ اُسکے اور بخشے گا اُسکے سوا جس کو چاہے تو اس کلام پاک سے احتمال ہوتا ہے کہ کفار غیر مشرکین کی بھی مغفرت ہوگی اور حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے سوا اور سب لوگ دوزخ سے نکالے جاوینگے اور قید مشرکین کی عقائد میں نہیں لکھی ہے اور چوتھے مرتبہ میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت باقی جہنمیوں کی فرمائیں گے اور حکم ہوگا کہ اب آپکی شفاعت سے نہ بخشوں گا مگر آخر میں پھر لوگ بخشے جاویں گے تو وہ کون لوگ ہیں یہی کفار غیر مشرکین ہیں یا وہ مومنین ہیں جنکے دل میں ذرّہ ایمان ہے اسکی تفصیل اور آیہ مذکورہ کا ترجمہ تحریر فرماویں اور یہ کہ اَنْ یُّشْرَکَ سے کیا مراد ہے یہ کن لوگوں کے بارہ میں ہے۔

جواب۔ علما کا اجماع اسپر منعقد ہے کہ خلود نار کا عذاب خاصہ کفر کا ہے مطلقاً خواہ شرک ہو یا انکار نبوت کا انکار احکام قرآن کا ہو اسمیں کچھ فرق نہیں اور یہ جو آیہ ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ تو اس آیہ میں مراد لفظ ما دون سے ماسوا نہیں ہے بلکہ ادون و اسفل مراد ہے یعنے جو گناہ شرک سے کم ہو تو ایسے گناہ والوں سے جس کو اللہ چاہے گا بخشدیگا اور کفر کم شرک سے نہیں بلکہ کفر گناہ ہونے میں شرک کے برابر ہے حاصل کلام اجماع اہل سنت کا اسپر ہے کہ جو حکم مشرکین کے بارہ میں ثابت ہے کہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے وہی حکم جملہ کفار کے بارہ میں ہے کہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے یہ اجماع بنفسہ دلیل قطعی ہے اس امر کیلئے کہ جملہ کفار ہمیشہ دوزخ میں رہینگے اب اس امر بیان

نہیں اور ایسا ہی محرم میں کھانا پکا کر اسکا ثواب حضرت امام حسین علیہ السلام کو اور دیگر آل اطہار سید مختار کو پہنچانا صحیح ہے یا نہیں **جواب** انسان کو اختیار ہے کہ اپنے عمل کا ثواب بزرگوں کو پہنچادے لیکن اس کام کیلئے کوئی وقت اور دن اور مہینہ مقرر کرنا بدعت ہے البتہ اگر کوئی نیک کام ایسے وقت میں خاصکر کے کرے کہ اُسوقت میں ثواب زیادہ ہوتا ہے تو اس میں مضائقہ نہیں مثلاً ماہ رمضان شریف میں کہ اس ماہ مبارک میں بندۂ مومن جو عمل نیک کرتا ہے اُس عمل کا ثواب ستر درجہ زیادہ ہوتا ہے تو کوئی عمل نیک خاصکر کے بہ نیت زیادتی ثواب اس ماہ مبارک میں کرے تو اس میں کچھ قباحت نہیں بلکہ بہتر ہے اسواسطے کہ خود حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی ترغیب فرمائی ہے چنانچہ یہ امر حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؓ کے قول سے ثابت ہے اور جس چیز کے بارہ میں صاحب شرع کی جانب سے ترغیب اور تعیین وقت کی ثابت نہیں وہ عبث ہے اور خلاف سنت ہے اور مخالفت سنت کی حرام ہے تو یہ ہرگز جائز نہیں البتہ اگر چاہے تو خفیہ طور پر خیرات کرے جس دن ہو کسی کو ظاہر ہونے سے رسم قرار نہ پاجاوے **سوال** اگر کوئی شخص کسی قوم سے ہو جس کی عورتیں پردہ نہ کرتی ہوں اور وہ شخص امام ہووے تو اسکے پیچھے نماز میں اقتدا کرنیکے بارہ میں کیا حکم ہے۔

جواب پردۂ شرعی شریعت میں یہی ہے کہ عورت سر سے قدم تک چادر اوڑھے رہے تو اگر کسی کے گھر کی عورتیں بغیر چادر کے پھرا کرتی ہوں لیکن زنا کاری اُن عورتوں کی لوگوں میں مشہور نہ ہو تو نماز میں ایسے شخص کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ ہے اور اگر زنا کاری ان عورتوں کی مشہور ہو تو اس شخص کے پیچھے اقتدا کرنا حرام ہے اور مردوں پر فرض ہے کہ اپنی عورتوں کو زنا کاری اور بے پردگی سے باز رکھیں اور اگر وہ باز نہ آویں تو انکو طلاق دیدینا چاہئے ورنہ جو لوگ اپنی عورتوں کو زنا کاری و بے پردگی سے باز رکھیں گے وہ دیوث ہونگے ایسے لوگوں کے پیچھے نماز میں اقتدا کرنا منع ہے لیکن اگر وہ لوگ خواندہ ہوں تو انکے پیچھے نماز میں اقتدا کرنے سے نماز جائز ہو جائز ہو جاوے گی اسکی قضا لازم نہو گی اسواسطے کہ ہر فاسق و فاجر کے پیچھے نماز میں اقتدا کرنا جائز ہے نماز ہو جاتی ہے **سوال** جب عورت نافرمانی اور خطا کرے تو اُسوقت طلاق دینا جائز ہے یا نافرمانی پر موقوف نہیں جب چاہے طلاق دیدیوے **جواب** طلاق کا دینا دو طور پر ہے ایک مسنون ہے اور دوسرا مباح ہے مسنون یہ ہے کہ بلا سبب طلاق نہ دیوے اسواسطے کہ طلاق دینا اللہ تعالےٰ کے نزدیک چیزہائے پسندیدہ سے نہیں بلکہ طلاق دینا مجبوری کی حالت میں مباح ہے اور مباح اسکو کہتے ہیں جس میں آدمی کو اختیار دیا گیا ہے تو اگر کوئی شخص بلا سبب بھی طلاق دیدوے تو طلاق واقع ہو جاویگا اور عورت اسکی اطاعت سے باہر ہو جاوے گی اور اگر خالص نیت یہ ہے کہ طلاق دے کر دوسرا نکاح

کے روپیہ میں محسوب کرے اور یہ ہبہ صحیح نہیں کہ راہن آراضی وغیرہ شئے مرہونہ کی آمدنی مرتہن کو ہبہ کر دیوے اسواسطے کہ ہبہ میں شرط ہے کہ موہوب لہ کا قبضہ شئے موہوبہ پر ہو جاوے اور یہ قبضہ اس طور سے ہووے کہ واہب اپنی کوئی چیز مملوکہ اپنی ملک سے جدا کرے اور موہوب لہ کی ملکیت اس چیز کو قرار دیوے اور موہوب لہ کو قبضہ کرا دیوے تو جبکہ بوقت رہن شئے مرہونہ کی آمدنی ہنوز راہن کی ملکیت میں نہیں آئی ہے اور راہن کا خود اپنا قبضہ اس آمدنی پر نہیں ہوا ہے تو اسوقت شئے مرہونہ کی آمدنی کا ہبہ کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اگر کوئی شخص کہے کہ یہ ہبہ ہر سال اور ہر مہینے میں ہوتا ہے اس طور پر کہ وہ آمدنی مالک زمین کی ملک میں اول آتی ہے پھر وہ آمدنی اس مالک کی ملک سے خارج ہو کر مرتہن کی ملک میں آجاتی ہے تو اس شخص سے پوچھا جائیگا کہ وہ آمدنی مالک کی ملک سے کیونکر خارج ہو جاتی ہے اگر پہلے جو معاملہ ہبہ کا ہوا تھا اسی اعتبار سے ہر سال و ہر ماہ ایسا ہوا کرتا ہے تو یہ غلط ہے اسواسطے کہ اسوقت اس آمدنی پر نہ راہن کا خود اپنا قبضہ تھا اور نہ اس نے اس آمدنی پر مرتہن کا قبضہ کرایا اور اگر ایسا معاملہ ہبہ کا ہر سال اور ہر ماہ کیا جاوے تو یہ معاملہ متعلق رہن نامہ کے نہیں تو بہر حال شئے مرہونہ کی آمدنی ہمیشہ مالک یعنی راہن کی ملک میں داخل ہوتی ہے اور مرتہن کا قبضہ اس آمدنی پر بطور نائب کے راہن کیطرف سے رہتا ہے اور فی الواقع وہ آمدنی ملک میں راہن کے رہتی ہے تو اگرچہ وہ آمدنی مرتہن کے پاس ہو لیکن شرعاً وہ آمدنی راہن کے قبضہ میں متصور ہوئی اسواسطے کہ مرتہن شئے مرہونہ کی آمدنی تحصیل کرنے اور جمع رکھنے کے بارہ میں راہن کا صرف نائب ہے یعنے صرف بطور کارندہ و گماشتہ کے ہے اور زمانہ حال میں جو رسم و رواج ہے اگر اسکے موافق یہ حیلہ کیا جاوے کہ مرتہن وہ آمدنی راہن کو دیوے اور راہن اسپر قبضہ کر کے مرتہن کیلئے ہبہ کر دیوے تو یہ بھی درحقیقت سود ہے اسواسطے کہ وہ بیچارہ راہن اگر مرتہن کو آمدنی نہ دیدیوے تو مرتہن راہن سے خوش نہ ہوگا اور اس معاملہ پر راضی نہ ہوگا بلکہ رہن کا معاملہ فسخ کر دیوے گا تو اس زمانہ کے لوگ جو ایسا معاملہ کرتے ہیں یہ صرف حیلہ سود خوری کے لئے نکالا ہے حالانکہ اس حیلہ سے کچھ فائدہ نہیں اور از روئے فقہ کے یہ مطلقاً ناجائز ہے اور سود میں داخل ہے شیطان دشمن انسان کا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جس حیلہ سے ممکن ہو انسان کو دوزخ کی طرف لیجاوے اور یہ شیطان کا مغالطہ ہے کہ لوگ ناقص عقل اس ہبہ کو مباح جانتے ہیں اگر مباح نہ سمجھیں تو کیونکر شیطان کے قبضہ میں آویں **سوال** ربیع الاول میں کھانا پکانا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اور اسکا ثواب حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو پہونچانا شرعاً صحیح ہے یا

کھانا کہ اولیائے متوفی کی نیت سے پکا کر بھیجتے ہیں وہ کھانا جائز ہے یا نہیں **جواب**۔ جانور اس صورت میں حرام ہو جاتا ہے اور دوسری بیجان چیز جو بطور منت کے ہو وہ بھی کھانا قریب حرام کے ہے بشرطیکہ نذر غیر اللہ کی نیت ہو جیسا کہ گلگلا شیخ سدو کا اور سہ منی بوٹی قلندر کی اور اس طرح کا اور کھانا بھی ہوتا ہے اور روٹی اور حلوہ اس غرض سے پکاتے ہیں کہ خیرات کرنے ہیں اور مردوں کو ثواب رسانی کرتے ہیں اور دوسرے کھانے کے مانند اسکو تبرک نہیں جانتے تو اگر محتاجوں کو دیویں اور ان پر احسان نہ رکھیں اور برادری میں وہ بطور بھاجی وبخرے کے تقسیم نہ کریں تو اس میں ثواب کی امید ہے اور اہل میت کے گھر تین دن تک کھانا بھیجنا چاہیئے۔

سوال۔ اگر کوئی شخص قبور اولیاء اللہ کے مصارف کیلئے آراضی معین کرے تو اس آراضی کا غلہ کھانا ان قبر کے خدام کے لئے یا کسی دوسرے کیلئے جائز ہے یا نہیں اور نقد روپیہ جو قبر پر رکھدیتے ہیں تو وہ روپیہ صرف میں لے آنا خدام یا کسی دوسرے کے لئے جائز ہے یا نہیں۔

جواب مصارف قبر کا کوئی شرعی معنی نہیں سوا اس وقت کے کہ جب مردہ دفن کیا جاتا ہے یعنی اسوقت قبر کھودنے وغیرہ میں جو صرف ہوتا ہے وہ البتہ مصرف قبر کا شرعاً ثابت ہے اور اگر کوئی شخص اپنے ملک خاص کی آراضی خادمان قبر کے لئے وقف کرے تو خادموں کیلئے جائز ہے کہ اس آراضی کا غلہ کھادیں بشرطیکہ وہ شرط خدمت بجالاویں اور وہ شرط یہ ہے کہ لوگوں کو قبر کا طواف اور سجدہ کرنے سے منع کریں اور امور ممنوعہ سے لوگوں کو بچاویں اور نقد وجنس بطور نذر ومنت قبر پر رکھنے سے منع کریں اور ایسی چیزوں کو دفع کریں اور اگر شرط خدمت بجالاویں تو انکے لئے اس آراضی کا غلہ کھانا حرام ہے **سوال**۔ آراضی اپنے پاس رہن رکھنا اور اسکی آمدنی سے منتفع بہ ہونا درست ہے یا نہیں اور اگر راہن آراضی کی آمدنی مرتہن کو ہبہ کردیوے تو جائز ہے یا نہیں۔ **جواب** رہن رکھنا آراضی مملوکہ کا درست ہے اور اسپر قبضہ رکھنا بھی جائز ہے اور اسکی آمدنی بھی لینا قبضہ رکھنے میں داخل ہے لیکن چاہیئے کہ اسکی آمدنی جمع کرے اور اس کو اپنے روپیہ میں یعنے اس آراضی پر جو روپیہ قرض دیا ہے اس روپیہ میں اس آمدنی کو محسوب کرے تو جب اپنا روپیہ راہن سے وصول کرے تو چاہیئے کہ اس آراضی کی جسقدر آمدنی اسکو ملی ہو وہ سب اس قرض کے روپیہ میں سے منہا کردیوے اسکے بعد اگر مرتہن کا کچھ روپیہ باقی رہ جاوے تو صرف اسی قدر روپیہ راہن سے لیوے اور یہی حکم کرایہ حویلی ومکانات وآمدنی باغ کا ہے کہ ان چیزوں کو کرایہ وغیرہ پر دیوے اور وہ آمدنی وصول کرے اور اس کو اپنے قرض

میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے اگر اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق منظور ہووے تو کتاب تنبیہ المحجوبین مطالعہ کرنا چاہیئے اور حاصل کلام انکشاف اس مسئلہ کا ابتداءً دلائل سے نہوا بلکہ صرف موہبت و معرفت کے ذریعہ سے یہ مسئلہ معلوم ہوا اور انکشاف اس مسئلہ کا کتابوں کے مطالعہ سے نہیں ہوسکتا بلکہ ورود حالات سے اس مسئلہ کا انکشاف ہوتا ہے البتہ اگر کوئی یہ چاہے کہ اپنا حسن ظن اُن اولیاء اللہ کی شان میں باقی رکھے جن حضرات نے اس مسئلہ میں کلام کیا ہے تو چاہیئے کہ وہ ایسے حضرات سے بد اعتقاد نہ ہووے اور رسائل توحید میں نظر کرے تاکہ اس مسئلہ کے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے واقف ہوجاوے اور حضرات اولیاء اللہ کی شان میں اعتقاد فاسد نہ ہووے اور اس غرض سے اس مسئلہ کی تحقیق کرنا مناسب ہے ورنہ عقل و فکر سے یہ مسئلہ معلوم نہیں ہوسکتا چنانچہ صوفیہ کرام نے فرمایا ہے هُوَ طَوْرٌ وَرَآءَ طَوْرِ الْعَقْلِ یعنے یہ ایک جداگانہ طور ہے عقل کے طور پر نہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ قلندر جو کچھ کہتے ہیں وہ اپنا دیکھا ہوا کہتے ہیں اور عامی جواب تک اس مرتبہ کو نہ پہنچا اور نہ عالم علم کلام کا ہوا اس کو لازم ہے کہ اجمالی طور پر جانے کہ صوفیہ صافیہ نے جو کچھ کہا ہے وہ حق ہے اور میرا فہم وہاں تک نہیں پہنچتا ہے جیساکہ ایمان متشابہات قرآن شریف پر ہے اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ علمائے متکلمین معتبرین نے اس مسئلہ کا صریح انکار نہیں کیا ہے بلکہ سکوت اختیار کیا ہے اور اسکے بیان سے زبان بند رکھی ہے اور اسکی وجہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی ہے البتہ مقلدین علمائے متکلمین نے اُنکے سکوت کو انکار گمان کیا ہے مثلاً علامہ تفتازانی اور قاضی عضد اور دیگر متاخرین کا ایسا ہی خیال ہوا ہے لیکن ظاہر ہے کہ مقتدا اس بارہ میں امام غزالیؒ اور امام رازیؒ اور اس درجہ کے اور علماء ہیں اور مقتدا اسبارہ میں علمائے متاخرین نہیں۔

سوال۔ اگر کوئی شخص قرآن شریف یا کوئی آیت قرآن شریف کی کھانے پر پڑھے تو اس بارہ میں کیا حکم ہے ایک شخص کہتا ہے کہ قرآن شریف کھانے پر پڑھنا ایسا ہی کہ گویا جائے ضرور میں پڑھنا ہے نعوذ باللہ من ذالک **جواب**۔ ایسا کہنا جائز نہیں بلکہ بے ادبی ہے البتہ یہ کہے کہ ایسی جگہ یعنے جس جگہ لوگ کھانا کھانے میں مصروف ہوں وہاں قرآن شریف پڑھنے میں بے ادبی ہے تو اس میں قباحت لازم نہیں آتی اور یہ بھی اسوقت ہے کہ بطور وعظ و پند کے نہ پڑھا جاوے ورنہ بطور وعظ و پند کے اور شرک و بدعت سے منع کرنیکی غرض سے ہر جگہ قرآن شریف پڑھنا جائز ہے بلکہ بدعت دفع کرنیکے لئے پڑھنا واجب ہوتا ہے **سوال** اگر کوئی شخص کوئی جانور کسی کی منت مانے تو وہ جانور حرام ہوجاتا ہے یا نہیں اور بزرگوں کی منت کا کھانا جائز ہے یا نہیں اور جو

اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان تلبسوا الحجارۃ والطین یعنے منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ پہنا و پتھر اور مٹی کو واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال مسئلہ وحدت وجود کا مسلک صوفیہ کرام کا ہے اور علمائے متکلمین کو اس سے انکار ہے تو اگر ہم لوگ صوفیہ کرام کی تقلید کریں اور اپنا اعتقاد انکے مسلک کے موافق درست کریں تا صوفیہ کرام کے عقیدہ پر ہم لوگوں کا حشر ہووے اور پیروی اہل حق کی کرنا درست ہے یا نہیں اور جو طالب کہ ہنوز صوفیہ کے مرتبہ پر نہ پہنچا ہو اور نہ عالم منتظم ہو تو وہ اسکے بارہ میں کس فریق کی تحقیق کو حق جانے اور اگر مسئلہ وحدت وجود کا حق ہے تو مجتہدین نے کہ علماء دین ہوئے ہیں کیون تلقین و فہمائش اس مسئلہ کی ہر مسلمان کو نہ کی اور بطور اجمال کتب کلام میں کیوں بیان نہ کیا اور عقیدۂ حق سے کیون چشم پوشی کی

جواب مسئلہ وحدت وجود کا حق ہے اور مطابق واقع کے ہے اسواسطے کہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے یہ ثابت ہے چنانچہ رسالہ اولۃ التوحید شیخ علی مہائمی گجراتی میں یہ مسئلہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے اور علمائے متکلمین کو جو اس مسئلہ سے انکار ہے اسکی دو وجہ ہے ایک وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ نہایت دقیق و باریک ہے اور اسوجہ سے بہت شبہات عقلیہ و نقلیہ اس مسئلہ پر وارد ہوتے ہیں متکلمین اُن شبہات کے حل کرنے پر قادر نہ ہوئے تو مجبور ہو کر اس مسئلہ کا انکار کیا یہ حال اُن متکلمین کا ہے جو اُس بارہ میں ظاہر شرع کے خلاف کہتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ وحدت وجود کا اسرار سے ہے شریعت اور دین اس کے جاننے پر موقوف نہیں .... بلکہ عوام کو اس مسئلہ کی تلقین کرنا گویا الحاد کا دروازہ کھولنا ہے اور اس سے شر و فساد کی بنا قائم ہوتی ہے اور احکام شرعیہ میں سستی ہوتی ہے تو چونکہ یہ مسئلہ باریک ہے اس واسطے اس کا بیان کتب عقائد میں منع ہے اور علما کے نزدیک واجب ہے کہ اس مسئلہ سے زبان بند رکھی جاوے چنانچہ حدیث شریف میں ہے اِذَا ذُکِرَ الْقَدَرُ فَامْسِکُوْا وَاِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَامْسِکُوْا وَاِذَا ذُکِرَ النُّجُوْمُ فَامْسِکُوْا یعنی جب مسئلہ تقدیر کا ذکر ہووے تو چپ رہو اور جب میرے اصحاب کا ذکر ہووے تو چپ رہو اور جب نجوم کا ذکر ہووے تو چپ رہو تو معلوم ہوا کہ تفصیل و تفتیش و تحقیق ایسے مسائل دقیق کی اس امر کے لئے باعث ہوتی ہے کہ خود گمراہ ہووے اور دوسرے کو گمراہ کرے یہ حال محققین متکلمین کا ہے لیکن تاہم ایسے متکلمین نے اجمالی طور پر اپنی تصانیف میں اس مسئلہ کی جانب اجمالی اشارہ کیا ہے چنانچہ امام غزالیؒ اور امام رازیؒ غیرہما اس فن کے ائمہ نے اپنی تصانیف

مجید میں وارد ہے یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ یعنی شہدا کو روزی دیجاتی ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں تو اس سے یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ قبر پر خوشبوکی چیز رکھنے سے میت کو سرور ہوسکتا ہے

سوال میت کی نذر ماننا اور قبر کو چادر سے چھپانا اس بارہ میں کیا حکم ہے **جواب** اموات کے لئے جو نذر کیجاتی ہے اسمیں تفصیل ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری کی کتاب الصوم میں مذکور ہے اور اسکی عربی عبارت کا ترجمہ یہاں لکھا جاتا ہے اور وہ ترجمہ یہ ہے کہ اکثر عوام جو نذر مانتے ہیں اسکی صورت یہ ہے کہ بعضے بزرگوں کی قبر کے پاس وہ جاتے ہیں اور قبر کا پردہ اٹھا کر مثلاً یہ کہتے ہیں کہ اے سید فلاں اگر میری حاجت روائی ہو جائے تو آپکے لئے اسقدر روپیہ اپنی طرف سے نذر مانتا ہوں ایسی نذر بالاجماع باطل ہے البتہ اگر کہا جاوے کہ اے خدا میں نے تیرے لئے نذر مانی ہے کہ اگر تو فلان مریض کو شفا بخشے یا ایسی ہی کوئی دوسری مراد پوری ہونیکے لیے کہ تو کھانا ان فقراء کو دونگا جو سید نفیس کے دروازے پر ہیں یا بجائے سید نفیس کے کسی دوسرے شخص کا نام لیوے یا یہ کہے اے خدا اگر تو میری فلاں مراد پوری کردے تو مسجد کے لئے چٹائی خرید کروں گا یا اس مسجد کی روشنی کے لئے روغن زیتون خرید کرونگا یا جو شخص مسجد کی خدمت کرتا ہے اسکو روپیہ دونگا یا اور کوئی ایسا امر کہے جسمیں فقراء کا فائدہ ہووے تو ان صورتوں میں نذر جائز ہے اور جو نذر خدا کے لئے مانی جاتی ہے اور شیخ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے یہی مطلب ہوتا ہے کہ نذر شیخ کے بارے میں صرف کیجاویگی تو وہ نذر مستحقان نذر کیلئے جائز ہے یعنی فقراء میں صرف ہونا چاہیئے اور صاحب علم کو وہ نذر دینا اسوجہ سے جائز نہیں ہوسکتا کہ اسکو علم ہے البتہ اگر وہ غنی نہو تو جائز ہے اور جو لوگ شیخ کے حضور میں رہا کرتے ہوں تو اگر وہ فقیر ہوں تو انکو دینا چاہیئے اور اگر غنی ہوں تو انکو بھی نہ دینا چاہیئے تو اس سے معلوم ہوا کہ قبر کے پاس جو کوئی چیز خاص میت کی نذر کی نیت سے لیجاتے ہیں وہ بالاجماع حرام ہے البتہ جب یہ نیت ہو کہ وہ چیز زندہ فقیروں کے مصرف میں آوے یعنے میت کے لئے صرف ثواب رسانی مقصود ہووے تو یہ جائز ہے اور اکثر عوام نذر ممنوع میں مبتلا ہیں یہ مضمون فتاوی عالمگیری کی عبارت کا ہے اور چادر سے قبر چھپانا لغو حرکت ہے نہ کرنا چاہیئے اور ایسا ہی قبر کے گرد چہار دیواری بنانا اور قبر پر چھت بنانا ہے بلکہ دیوار سے تو فائدہ ہوتا ہے کہ حیوانات موذی کے کھودنے سے قبر محفوظ رہتی ہے اور ایسا ہی چھت سے فائدہ ہوتا ہے کہ چڑیوں کی بیٹ وغیرہ سے قبر محفوظ رہتی ہے اور قبر کو چادر سے چھپانے سے صرف زینت و خوشنمائی بیجا منظور ہوتی ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ نہی رسول

تا پروردگار میری یہ حاجت پوری فرمادیوے اے پروردگار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے اور ایسا ہی مشکوٰۃ شریف میں ہے **سوال** کوئی صاحب باطن یا صاحب کشف کسی صاحب باطن یا صاحب کشف کی قبر کے پاس مراقبہ کرکے باطن سے کچھ حاصل کرسکتا ہے یا نہیں **جواب** حاصل کرسکتا ہے۔

سوال۔ اُن بزرگوں کی زیارت کے لئے کوئی دن مقرر کرنا یا اُن بزرگوں کے عرس کا دن مقرر کرنا درست ہے یا نہیں **جواب** زیارت قبور کے لئے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے اور فی نفسہ اصل زیارت جائز ہے اور تعین وقت کی سلف میں نہ تھی یہ بدعت اسطرح کی ہے جو فی نفسہ جائز ہے صرف خصوصیت وقت کی بدعت ہے جیساکہ مصافحہ بعد عصر کے ہے کہ ملک توران وغیرہ میں مروج ہے اور عرس کا دن اگر اس غرض سے مقرر کیا جاوے کہ جس بزرگ کا عرس ہووے وہ یاد رہیں اور اُسوقت اُنکے حق میں دعا کیجاوے تو اسمیں کچھ قباحت نہیں لیکن دعا کرنیکے لئے خاص اُسی دن کا التزام کرلینا یہ بھی اسی طرح کی بدعت ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ **سوال** قبر پر پانی چھڑکنا اور پھول اور دوسری کوئی چیز خوشبو کی رکھنا درست ہے یا نہیں اور اس سے میت کو سرور ہوتا ہے یا نہیں **جواب** قبر پر پانی چھڑکنا بعد دفن کرنے کے ثابت ہے لیکن بعد دفن کے کچھ دن گذر جانے پر پانی چھڑکنا شرعاً ثابت نہیں لیکن اگر قبر خام ہو اور اسکے استحکام کیلئے پانی چھڑکا جاوے تو اسمیں کچھ قباحت بھی نہیں اور ایسا ہی اگر پانی چھڑکنے سے یہ منظور ہو کہ جانوران چرند وپرند کی نجاست قبر سے دور کیجاوے اور قبر پاک کی جاوے تو اسمیں بھی کچھ قباحت نہیں اور اگر یہ سب منظور نہ ہو تو پانی چھڑکنا بدعت ہے اور پھول اور خوشبو کی چیز قبر پر رکھنا اس سے ماخوذ ہے کہ میت کے کفن میں کافور وغیرہ خوشبو کی چیزیں لگانا شرعاً ثابت ہے اور بعد دفن کے تو میت قبر کے اندر رہتی ہے البتہ یہ چیزیں قبر پر رکھنے سے اُس میت کی مشابہت جدید میت کے ساتھ ہوتی ہے۔ تو احتمال ہے کہ خوشبو کی چیز قبر پر رکھنے سے میت کو سرور ہوتا ہے اسواسطے کہ اس حالت میں روح کو خوشبو سے بہت لذت حاصل ہوتی ہے اور روح تو باقی رہتی ہے اگرچہ وہ حاسہ جس کے ذریعہ سے خوشبو روح کو زندگی میں پہونچتی ہے بعد موت کے حالت حیات کے مانند باقی نہیں رہتا لیکن یہ امر اس قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعاً ثابت ہے کہ میت کو بعد موت کے لذت اور خوشی معلوم ہوتی ہے چنانچہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا یعنی پہنچتی ہے میت کو سرور ہوا بہشت کی اور خوشبو بہشت کی اور شہدا کے حق میں قرآن

کے ادراک میں بہت قاصر ہوتے ہیں یہ باعتبار کمی التفات و توجہ اور اُسکی زیادتی کے ہوتا ہے۔

سوال انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیائے کرام و شہداء و صلحائے عالیمقام سے بعد وفات کے اس طور سے استمداد درست ہے یا نہیں کہ اے فلاں بزرگ حق تعالیٰ سے میری حاجت روائی کے لئے آپ عرض کریں اور میری سفارش کریں اور میرے لئے دعا کریں۔

جواب۔ استمداد اموات سے بلاشبہ بدعت ہے خواہ قبر کے پاس استمداد کیجاوے یا غائبانہ ہووے صحابہؓ اور تابعین کے زمانے میں یہ امر نہ تھا لیکن اس بارہ میں اختلاف ہے کہ استمداد کرنا بدعت حسنہ ہے یا بدعت سیئہ ہے اور طریقۂ استمداد کے مختلف ہونے سے استمداد کے بارہ میں کیا حکم بھی مختلف ہوتا ہے تو اگر استمداد اس طریقہ سے کیا جاوے جو سوال میں مذکور ہے تو ظاہراً جائز ہے اسواسطے کہ اس صورت میں شرک لازم نہیں آتا جیسا کہ بزرگوں سے بحالت حیات استمداد کرنا اس طور سے جائز ہے کہ اُن سے عرض کیا جاوے کہ درگاہ الٰہی میں میری حاجت روائی کے لئے آپ دعا و التجا کریں اور اگر اموات سے استمداد کسی دوسرے طریقے سے ہو تو اس طریقے کے موافق حکم ہوگا اور حدیث شریف میں حاجت روائی ہونیکے لئے اسقدر آیا ہے عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَنِيفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّ رَجُلًا ضَرِيْرُ الْبَصَرِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَنِيْ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قَالَ فَادْعُهُ قَالَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّاَ فَيُحْسِنَ الْوُضُوْءَ وَيَدْعُوَا بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ لِيَقْضِيَ لِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَكَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ

یعنے روایت ہے حضرت عثمانؓ بن حنیف سے کہ ایک شخص نابینا خدمت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ دعا کریں اللہ سے اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ مجھ کو شفا بخشے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمھاری خواہش ہو تو دعا کروں اور اگر تم چاہو تو صبر کرو اور یہ تمھارے لئے بہتر ہے تو انھوں نے عرض کیا کہ آپ دعا کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم دیا کہ وضو کرو اور احتیاط سے وضو کرو اور یہ دعا کرو اَللّٰھُمَّ آخر حدیث تک یعنی اے پروردگار سوال کرتا ہوں تجھ سے اور متوجہ ہوتا ہوں تیری جانب بذریعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث رحمت کے لئے ہوئے ہیں میں متوجہ ہوا آپکے ذریعہ سے اپنے پروردگار کی طرف

اُن اجساد سے کہ اُنمیں روح نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ لَا يُجِيْبُوْنَ یعنی تم لوگ اُن لوگوں سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ لوگ جواب نہیں دے سکتے اور قرآن مجید میں ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یعنی اور نہ گمان کیجئے ان لوگوں کو کہ قتل کئے گئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے نزدیک انکو روزی دی جاتی ہے وہ لوگ خوش ہیں اس چیز سے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انکو دیا حاصل کلام اگر ان کا ادراک وشعور اموات کا کفر ہو تو اسکے الحاد ہونے میں کچھ شبہ بھی نہیں اور قواعد فلسفہ سے ثابت ہے کہ روح اس بدن سے جدا ہونیکے بعد بھی باقی رہتی ہے اور شعور وادراک بھی باقی رہتا ہے اور لذت روحانی بھی باقی رہ جاتی ہے اور اس امر پر فلاسفہ کا اتفاق ہے صرف جالینوس کا اختلاف ہے اور اسی وجہ سے جالینوس کو فلاسفہ میں شمار نہ کیا ہے اور ظاہر ہے کہ بدن ہمیشہ تحلیل ہوا کرتا ہے اور روح کی ہمیشہ ترقی شعور وادراک میں ہوتی رہتی ہے تو مفارقت بدن کی ادراک وشعور کے سلب میں کیا تاثیر کر سکتی ہے **سوال** اگر ادراک وشعور بعد موت کے باقی رہتا ہے تو جس قدر ادراک وشعور زمانہ حیات میں رہتا ہے اسی قدر ادراک وشعور بعد موت کے بھی رہتا ہے یا زیادہ ہو جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے **جواب** ادراک وشعور اہل قبور کا بعد موت کے بعضے امور میں زیادہ ہو جاتا ہے اور بعضے امور میں کم ہو جاتا ہے جس چیز کو تعلق امور غیبیہ سے ہے اُسمیں ادراک وشعور اہل قبور کا زیادہ ہو جاتا ہے اور جس چیز کو تعلق دنیاوی امور سے ہے اُس میں ادراک وشعور اہل قبور کا کم ہو جاتا ہے۔ اور سبب اسکا یہ ہے کہ التفات اور توجہ اہل قبور کی امور غیبیہ میں زیادہ ہوتی ہے اور دنیاوی امور میں کم ہو جاتی ہے اسوجہ سے یہ فرق ہوتا ہے کہ اہل قبور کا ادراک وشعور امور غیبیہ کے متعلق زیادہ ہوتا ہے اور دنیاوی امور کے متعلق کم ہو جاتا ہے ورنہ فی نفسہٖ اصل ادراک وشعور میں فرق نہیں ہوتا بلکہ اصل ادراک وشعور امور غیبیہ اور دنیاوی امور دونوں کے متعلق یکساں رہتا ہے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بھی بحالت حیات باعتبار توجہ والتفات کے ادراک وشعور میں کمی وزیادتی ہوا کرتی ہے یعنے جس کی توجہ والتفات جس امر کی جانب زیادہ ہوتی ہے اُسکا ادراک وشعور بھی اُس امر میں زیادہ ہوتا ہے اور جسکی توجہ والتفات اُس امر کی جانب کم ہوتی ہے اسکا ادراک وشعور بھی اس امر میں کم ہوتا ہے چنانچہ دقایق علمیہ کو علمائے دربار خوب سمجھتے ہیں اور حسن عورتوں کا اور کیفیت نغمات واوتار کی امیرزادے خوب جانتے ہیں اور علماء وفضلا ان چیزوں

جواب از مولانا صاحب ممدوح شاہ صاحب عرفان مراتب سلمکم اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون کے واضح ہووے کہ معارج القدس تصنیف امام غزالی علیہ الرحمۃ کی ہے یہ کتاب نفس کی معرفت اور نفس کی قوی کی معرفت میں ہے اور اخلاق نفس کی تہذیب اور فساد نفس کی اصلاح کے بیان میں ہے اس کتاب میں یہ بیان بطور حکمت کے ہے اور قواعد تصوف وسلوک کی بھی کچھ آمیزش ہے اور کتاب الطاف القدس بیان میں معرفت نفس کے تصنیف ولی نعمت علیہ الرحمۃ کی ہے اس کتاب میں بیان معرفت لطائف نفس کا صرف موافق قواعد تصوف وسلوک کے ہے فی الحال یہ طریق ثانی نہایت مفید اور بہت آسان ہے اگر مطالعہ منظور ہووے تو الطاف القدس مطالعہ کرنا چاہیئے اور کتاب معارج القدس نہایت مغلق ہے اور فی زمانہ اُس کے مطالب میں غور کرنا نہایت دشوار ہے زیادہ بجز دعائے مراتب عرفان وکمال کے کیا لکھوں والسلام المرقوم ۲۰ رجب ۱۲۳۶ سنہ ہجری قدسی۔

سوال۔ انسان کا ادراک وشعور بعد موت کے باقی رہتا ہے اور جو شخص زیارت کے لئے جاوے اُس کو میت پہچانتا ہے اور اُس کا سلام وکلام سنتا ہے یا نہیں۔

جواب انسان کا ادراک بعد موت کے باقی رہتا ہے اس امر میں شرع شریف اور قواعد فلسفی میں اتفاق ہے لیکن شرع شریف میں عذاب قبر ونعیم قبر متواتر طور پر ثابت ہے اور اسکی تفصیل کے لئے ایک دفتر طویل چاہیئے اس امر کی تحقیق کے لئے کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور جو تصنیف شیخ جلال الدین سیوطیؒ کی ہے اور دیگر کتب احادیث دیکھنا چاہیئے اور کتب علم کلام میں عذاب قبر ثابت کیا گیا ہے حتیٰ کہ بعضے متکلمین کے نزدیک منکرین عذاب قبر کافر ہیں اور عذاب ونعیم بغیر ادراک وشعور کے نہیں ہوسکتا اور ادراک وشعور موتی کا احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے کہ زیارت قبور اور میت کو سلام کرنے کے بارہ میں اور میت سے کلام کرنیکے بیانیں ہے مثلاً ثابت ہے کہ موتی سے کہنا چاہیئے اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ وَاِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ یعنے تم لوگ ہملوگوں سے پہلے جانیوالوں سے ہو اور ہم لوگ تم لوگوں کے بعد ہیں اور انشاء اللہ تم لوگوں سے ہم لوگ ملنے والے ہیں اور بخاری ومسلم میں روایت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء بدر کے ساتھ خطاب فرمایا ھَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا یعنی کیا پائی تم لوگوں نے وہ چیز جس کے لئے تم لوگوں کے پروردگار نے وعدہ کیا تھا سچا تو صحابہ نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُکَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَیْسَ فِیْھَا رُوْحٌ یعنی یا رسول اللہ آپ کلام فرماتے ہیں

وترک کسب طریقت میں سب کے نزدیک اس شخص کو اختیار کرنا چاہیئے جس نے بطور خود التزام اس ترک کا کر لیا ہو اور اس امر کا عہد کسی شخص کے ہاتھ پر کیا ہو اور جس شخص نے کہ التزام اس فقر کا بطور خود نہ کیا ہو اور اس امر کا عہد کسی شخص کے ہاتھ پر نہ کیا ہو تو باوجود تعلق کے اس شخص کو بھی یہ امر حاصل ہو سکتا ہے کہ شغل باطنی و ذکر و فکر و مراقبہ و مشاہدے میں مصروف رہے حاصل کلام طریقت میں بھی کسب و تعلق کی اجازت ہے شریعت میں بھی کسب و تعلق حرام نہیں ورنہ قضاۃ و دیگر اہل کسب کو تلقین طریقت جائز نہ ہوتی حالانکہ اکثر لوگ قضاۃ و اہل کسب سے اولیائے کبار ہوئے ہیں اور مرتبہ کمال و تکمیل کو پہونچے ہیں تو بتدی کا کیا ذکر ہے کہ اسکے لئے کسب و تعلق حرام ہووے البتہ ترک و تجرید طریقت میں عزیمت ہے یعنی بہتر ہے مگر اسکے لئے چند شرطیں ہیں یعنی اہل و عیال نہوں اور والدین زندہ نہوں کہ انکی خدمت فرض ہو اور ایسے دیگر اقارب بھی نہ ہوں کہ انکی کفالت واجب ہو تو اب خیال کرنا چاہیئے کہ اس تعلق میں جس کا بالفعل ذکر ہے کوئی امر ممنوع نہیں مثلاً صحبت کفار کی اور سستی ہونا حدود اسلام میں یا موافقت کفار کی رسوم کفر میں یا خوشامد کفار کی اور مبالغہ کذب میں اور دیگر مفاسد کہ اسمیں امر کے مصاحب مبتلا ہوتے ہیں اس تعلق میں ہرگز ان امور سے کچھ نہیں تو اسکے مباح ہونے میں شریعت اور طریقت میں کچھ شبہ نہ رہا چنانچہ خلفا اور اصحاب کے بارہ میں سُنا ہے اور اولیا کرام کو دیکھا اور سُنا ہے کہ معلمی اور تعلیم اطفال یہود کی کرتے تھے اور اُن حضرات کو اچھی بشارت ہوتی تھی پھر اس شخص کا کیا ذکر ہے جس نے ہنوز اس وادی میں قدم نہیں رکھا اور نہ عنان اپنے اختیار کا ترک و تجرید کے ہاتھ میں دیا ہے تو ان امور مذکورہ کی بنا پر تجویز کی گئی کہ مولوی عبدالحئی صاحب اسجگہ سے جاویں اگر وہاں کسی طرح کے فساد کا وہم و گمان نہو تو بہتر ورنہ چلے آوینگے جب یہ سب معلوم ہوا تو چاہیئے کہ خاطر مبارک کو تردد نہووے اور بطور اجمال یہ بھی ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ میں نے بھی کچھ عمر ان امور مذکورہ میں صرف کی ہے اور آبا و اجداد کا بھی یہی طریقہ دیکھا ہے اور سُنا ہے یکایک بلا حجت شرعی اور بلا لحاظ امور طریقت کے کوئی حرکت نامناسب کہ وہ شریعت و طریقت میں قبیح ہو انشاء اللہ تعالیٰ نہ اپنے لئے اور نہ غیر کیلئے فقیر تجویز کریگا زیادہ کیا لکھے السلام والاکرام رقعہ شاہ غلام علیہ صاحب بنام نامی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب حضرت سلامت معارج القدس کیسی کتاب ہے اور کس کی تصنیف ہے مصنف نے اسمیں کیا لکھا ہے ایک دن کیلئے بھیجدینا چاہیئے بالبطور اجمال اسکے مطالب کو تحریر فرماویں زیادہ کیا عرض کروں۔

بعد سلام مسنون کے واضح خاطر مبارک ہو کہ رقیمہ کریمہ نے شرف ورود فرمایا اُس سے واضح ہوا کہ تردد خاطر شریف کو ہے اسوجہ سے کہ مدرسہ میں چند روز سے نوکری فرنگیاں کا تذکرہ ہوتا ہے اور مفتی کا منصب قبول کرنیکا ذکر درپیش ہے تو اس میں سے بعض خبر صحیح ہے اور بعض خبر صحیح نہیں اصل حقیقت یہ ہے کہ مولوی رعایت علی خان مختار فرنگی بہت مستعد ہیں چند مرتبہ مجھ کو لکھا کہ کوئی عالم علمائے متدین سے میرے پاس بھیج دیجئے جو مرنشی نہوں اور مسائل فقہ سے واقفیت رکھتے ہوں تا بندہ ہر واقعہ و حادثہ میں بموجب روایات فقہ کے حکم کرتا رہے تو اسطرف سے انکو لکھا گیا کہ آپ صاحب نوکر فرنگیوں کے ہیں اور آپ نوکری سے مجبور ہیں مبادا وہ لوگ حکم نامشروع کی تعمیل کیلئے حکم دیویں اور جس عالم کو ہم بھیجیں انکو فرنگیوں کے ساتھ اختلاط کرنا ضرور پڑے اور اسوجہ سے امور اسلام میں سستی ہووے تو پھر انھوں نے بتاکید تمام مجھکو لکھا کہ ہرگز اس عالم کو اختلاط فرنگیوں کے ساتھ نہ ہوگا نہ انکو حکم نامشروع کی تعمیل کے لئے تکلیف دیجاویگی بلکہ وہ عالم کسی علیحدہ مکان میں شہر میں مستقل طور پر خود قیام پذیر رہیں گے اور موافق شرع محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بے تامل وبے وسواس حکم دیتے رہیں گے جب انکے خطوط اس مضمون کے وارد ہوئے تو غور کیا گیا کہ ایسے معاملات کفار کے ساتھ کرنا کہ یہ مدد کرنا ہے رواج دینے میں احکام شرعیہ کے شرعاً جائز ہے یا ناجائز ہے تو حق تعالیٰ کی توفیق سے یہ آیت دل میں گذری وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ یعنے اور کہا بادشاہ نے کہ لے آؤ میرے پاس انکو یعنے حضرت یوسف علیہ السلام کو کہ میں اُن کو اپنا مقرب بناؤں پس جب بات کی اُنسے تو کہا تحقیق کہ آپ آج ہمارے نزدیک صاحب مرتبہ امانت دار ہیں تو کہا حضرت یوسف علیہ السلام نے کہ تو مقرر کر مجھ کو زمین کے خزانوں پر تحقیق کہ میں نگہبانی کرنے والا خوب جاننے والا ہوں قَالَ الْبَيْضَاوِيُّ فِيهِ دَلِيلٌ عَلَىٰ جَوَازِ طَلَبِ التَّوْلِيَةِ وَإِظْهَارِ أَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ لَهَا وَالتَّوَلِّي مِنْ يَدِ الْكَافِرِ إِذَا عُلِمَ أَنَّهُ لَا سَبِيلَ إِلَىٰ إِقَامَةِ الْحَقِّ وَالسِّيَاسَةِ إِلَّا بِالِاسْتِظْهَارِ بِهِ یعنی کہا بیضاوی نے کہ یہ دلیل ہے اس امر کے لئے کہ جائز ہے طلب تولیت اور اپنی آمادگی تولیت کے لئے ظاہر کرنا اور حاکم مقرر ہونا کافر کیطرف سے جب معلوم ہو کہ اقامت حق اور سیاست کے لئے سوا اسکے اور کوئی سبیل نہیں کہ کافر سے مدد لیجاوے یہ مضمون بیضاوی کے قول مذکور کا ہے اور یہ حکم شریعت سے متعلق ہیں اور موافق طریقت کے یہ ہے کہ ترک وتجرید واختیار فقر

سے روانہ فرمایا تھا کہ اہل کوفہ سے قول و قرار مستحکم لے کر خبر دیویں اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے محمدؒ و ابراہیمؒ کہ یہ بھی اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ شہید ہوئے اور عبدؒ اللہ و عبدؒ الرحمٰن و جعفرؒ صاحبزادگان عقیلؓ بن ابی طالب کے ہمراہ تھے شہید ہوئے اور عبد اللہ بن جعفر طیارؓ برادر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے صاحبزادوں سے دو صاحبزادے ہمراہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے شہید ہوئے اُن دونوں صاحبزادوں کا نام محمدؒ اور عونؓ تھا اور یہ دونوں صاحب خواہر زادۂ حقیقی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے تھے اور ان دونوں صاحبزادوں کی والدہ حضرت زینبؓ تھیں اور یہ حضرت زینب دختر حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی تھیں اور بطن مبارک سے حضرت بتول رضی اللہ عنہا کے تھیں یہ حضرت زینب حقیقی بہن حضرت امام حسین علیہ السلام کی تھیں اُنکا نکاح حضرت عبد اللہ بن جعفر طیارؓ کے ساتھ ہوا تھا اور حضرت امام زین العابدینؒ اور عمر بن حسنؓ اور محمد پسر عمر بن علی اور دیگر صاحبزادے صغیر السن ان لوگوں کے شامل گئے جو اسیر ہو کر گئے اور حضرت زینب خواہر حقیقی حضرت امام علیہ السلام کی اور شہر بانو زوجہ حضرت امام علیہ السلام کی اور حضرت سکینہ صاحبزادی حضرت امام علیہ السلام کی اور دیگر زنان اہل بیت کہ ہمراہ تھیں بلاد شام میں تشریف لے گئیں فقط

نقل خط شاہ غلام علی صاحب حضرت سلامت سلمکم اللہ علی رؤس الفقراء باختیار الفقر علی الغناء۔ بعد تسلیمات کثیرہ کے عرض پرداز ہے کہ اسوقت ایک شخص نے ظاہر کیا ہے کہ ہم فقیران کے مدرسہ میں کفار فرنگ کی نوکری کا تذکرہ ہوتا ہے اور مفتی کا منصب قبول کرنے کا ذکر کیا جاتا ہے خدا آگاہ ہے جس نے فقر کو شرف علم کا بنایا اور علم کو شرف بنی آدم کا کیا کہ اس خبر سے فقیر کو نہایت تاسف ہوا فقراء کی خاک نشینی بہتر ہے اغنیاء کی صدر نشینی سے ہرگز مولوی عبد الحیٔ صاحب قصد اس نامبارک امر کا نہ کریں نان پارہ پر قناعت کریں للہ فی اللہ درس طالب علموں کو دیویں اور ذکر و مراقبہ میں مشغول رہیں اور اس جگہ ہرگز ہرگز ملازمت کا تعلق اختیار نہ کرنا چاہیئے کہ ہم لوگ ترک و تجرید اختیار کریں اور ہر سانس کو دم آخریں شمار کریں اپنے بزرگان اور سلف صالحین کے طریقہ پر رہیں اپنے کو خدا کی یاد کے لئے سمجھتے رہیں زیادہ امیدوار عفو گستاخی کا ہو اور وہاں کی خبر نیک سننے سے دل خوش ہوتا ہو اور جو کچھ لائق شان درویشی کے نہیں ہے وہ سننے سے تشویش ہوتی ہے آنجناب معذور رکھیں گے زیادہ کیا عرض کروں

جواب از مولانا شاہ عبد العزیز صاحب۔ شاہ صاحب عرفان مراتب سلمکم اللہ تعالےٰ۔

لیلےٰ ہے یہ صاحبزادی ابی مرۃ بن عروہ بن مسعودؓ کی ہیں اور ابی مرۃ سردار بنی ثقیف کے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے تیسرے صاحبزادے کی والدہ کا نام جو شیر خوار تھے یاد نہیں اسقدر معلوم ہے کہ عرب سے تھیں اور نسل سے بنی قضاعہ کے تھیں اور حضرت سکینہؓ کی والدہ کا نام رباب تھا یہ صاحبزادی امراء القیس بن عدی کی ہیں اور یہ بنی کلب سے تھے اور حضرت امام علیہ السلام کو حضرت رباب سے زیادہ محبت تھی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ زیادہ عزیز تھیں اور اسبارہ میں جناب ممدوح نے ایک شعر بھی فرمایا ہے ؎

لَعَمْرِیْ اِنَّنِیْ لَاُحِبُّ اَرْضًا بِہٖ سَکِیْنَۃُ وَالرَّبَابُ یعنی قسم ہے اپنی جان کی کہ مجھ کو اُس زمین سے محبت ہے جہاں سکینہؓ اور رباب بیٹھیں اور وہاں منزل کریں اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی فاطمہ صغرا جو اُسوقت مدینہ منورہ میں تھیں اُن صاحبزادی کی والدہ کا نام ام اسحاق ہے اور حضرت طلحہؓ تھے جو عشرہ مبشرہ سے ہیں اور مشہور و معروف ہیں اور حضرت امام باقرؒ اسوقت چہار سالہ تھے اسواسطے کہ کربلا کا واقعہ ۶۱ھ سنہ ہجری میں ہوا اور اُسکے چار برس قبل ۵۷ھ ستاون ہجری میں حضرت باقر کی پیدائش ہوئی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیبیوں سے اسوقت جناب ممدوح کے ہمراہ شہربانو[1] تھیں اور یہ تیسرے صاحبزادے شیر خوار کی والدہ تھیں اور باقی اور بیبیوں کا حال معلوم نہیں کہ وہ اسوقت زندہ تھیں یا اُن کی وفات ہوگئی تھی اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے چار صاحبزادے تھے کہ اُن صاحبزادوں نے شربت شہادت نوش فرمایا یعنے حضرت قاسمؓ و حضرت عبداللہؓ و حضرت عمرؓ و حضرت ابوبکرؓ یہ چار صاحبزادے شہید ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے صاحبزادوں سے پانچ صاحبزادے ہمراہ تھے حضرت عباسؓ بن علیؓ و حضرت جعفرؓ بن علیؓ و حضرت عثمانؓ بن علیؓ و حضرت محمدؓ بن علیؓ و حضرت عبداللہؓ بن علیؓ یہ سب حضرات شہید ہوئے اور حضرت عباس بن علیؓ کہ علمدار تھے آپ کا روضہ مبارک کربلا میں مزار شریف سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے دو تین تیر کے فصل پر جدا ہے اور باقی شہدائے کربلا کی قبر مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک کے اندر ہے اور حضرت عقیلؓ کے صاحبزادوں سے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی شہادت کوفہ میں ہوچکی تھی اور آپ کی شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا میں تشریف لانیکے قبل دوسری ذی الحجہ سنہ ۶۰ ہجری میں ہوئی تھی آپ کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود تشریف لانیکے قبل مکہ معظمہ

---

[1] اسکے قبل لکھا ہے کہ تیسرے صاحبزادے کی والدہ کا نام یاد نہیں تو غالباً شہربانو انکا لقب ہے واللہ اعلم ۱۲ یہ عبارت اصل میں اسی طرح ہے ۱۲

خاص ابی اوفیٰ تھے اور بغوی نے بھی معالم التنزیل میں یہ روایت لکھی ہے اور اللہ تعالےٰ نے سورۂ طٰہٰ میں فرمایا ہے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی یعنی سلام ہے اُس پر جس نے راہ راست اختیار کی تو اس آیت میں تخصیص انبیاء کی نہیں۔

مکتوب حال میں ان صاحبزادوں کے جو ہمراہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے واقعہ کربلا میں تھے

حضرت امام حسین علیہ السلام جب کربلا میں تشریف لے گئے تو جناب موصوف کے شامل جناب ممدوح کے تین صاحبزادے تھے۔ ایک صاحبزادے علی اکبرؓ تھے آپ کا سن شریف بائیس برس کا تھا آپ وہاں جنگ کرکے شہید ہوئے اور دوسرے صاحبزادے علی اوسط امام زین العابدین تھے آپ اسوقت بیمار تھے اور تیسرے صاحبزادے کے نام مبارک میں اختلاف ہے بعضوں نے عبداللہ کہا ہے اور بعضوں نے علی اصغر کہا ہے یہ صاحبزادے بھی شہید ہوئے شیر خوار تھے بنایت پیاسے ہوگئے حضرت امام رضی اللہ عنہٗ انکو گود میں لئے ہوئے تھے اور اس خیال سے کہ تشنگی میں کچھ تسکین ہووے اپنی زبان مبارک انکے منہ میں دیا کرتے تھے کہ ناگہاں ایک تیر اشقیا کیطرف سے آیا اور اُن معصوم کے گلے مبارک میں لگا اور اُن معصوم نے اپنے والد بزرگوار کی گود میں جان دی اور مرتبہ شہادت کا پایا اور حضرت امام علیہ السلام کی ایک صاحبزادی سکینہؓ شامل تھیں وہ حضرت قاسمؓ کے ساتھ منسوب تھیں اُسوقت اُنکا سن شریف سات برس کا تھا اور یہ امر غلط ہے کہ اُنکا نکاح حضرت قاسمؓ کے ساتھ ہوا اسواسطے کہ اُسوقت اس کام کی فرصت نہ تھی اور یہ جو مشہور ہے کہ حضرت سکینہؓ نے ملک شام کی راہ میں انتقال فرمایا تو یہ بھی محض غلط ہے بلکہ حضرت سکینہ عرصہ تک بقید حیات رہیں اور اُنکا نکاح مصعب بن زبیرؓ کے ساتھ ہوا اور حضرت زبیرؓ عمہ زادہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تھے اور بڑی صاحبزادی حضرت امام حسن علیہ السلام کی فاطمہ صغرا اپنے شوہر حضرت حسن مثنیٰ پسر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مدینہ منورہ میں اُسوقت تھیں اُنکے آنیکا اتفاق دشت کربلا میں نہوا اور امام زین العابدینؒ کی والدہ کا نام شہر بانو ہے اور لقب شاہ زنان ہے یہ صاحبزادی یزدجرد بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کی ہیں اور علی اکبر کی والدہ کا نام

ہے اور اہلسنت کا مذہب یہی ہے کہ صلوٰۃ بالاستقلال غیر انبیا کے حق میں درست نہیں اور لفظ سلام کا غیر انبیا کی شان میں کہہ سکتے ہیں اور اسکی سند یہ ہے کہ اہلسنت کی کتب قدیمہ حدیث میں علی الخصوص ابوداؤد و صحیح بخاری میں بعد ذکر حضرت علیؓ و حضرت حسنینؓ و حضرت فاطمہؓ و حضرت خدیجہؓ و حضرت عباسؓ کے لفظ علیہ السلام کا مذکور ہے البتہ بعض علماء ماوراء النہر نے شیعہ کی مشابہت کے لحاظ سے اسکو منع لکھا ہے لیکن فی الواقع مشابہت بدوں کی امر خیر میں منع نہیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ پہلی کتاب اصول حنفیہ کی شاشی ہے اسمیں نفس خطبہ میں بعد حمد و صلوٰۃ کے لکھا ہے وَالسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَحْبَابِہٖ یعنی سلام نازل ہووے حضرت ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ پر اور آپ کے احباب پر اور ظاہر ہے کہ مرتبہ حضرات موصوفین کا جن کا نام نامی اوپر مذکور ہوا ہے مرتبہ سے حضرت امام اعظم کے کم نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک بھی اطلاق لفظ سلام کا ان بزرگوں کی شان میں بہتر ہے اور حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ لفظ علیہ السلام کا غیر انبیا کی شان میں کہنا چاہئے چنانچہ یہ حدیث ہے عَلَیْہِ السَّلَامُ تَحِیَّۃُ الْمَوْتٰی یعنی اموات کی شان میں علیہ السلام کہنا انکے لئے تحفہ ہے یعنے بلا تخصیص ہر میت مسلمان کیلئے لفظ علیہ السلام کا تحفہ ہے تو اہل اسلام میں غیر انبیاء کی شان میں بھی علیہ السلام کہنا شرعاً ثابت ہے فقط۔

خلیل الرحمٰن برہانپوری کا یہ کلام ہے کہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے اَلْاٰیَۃُ الثَّالِثَۃُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی سَلٰمٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ فَقَدْ نَقَلَ جَمَاعَۃٌ مِّنَ الْمُفَسِّرِیْنَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِکَ سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَکَذَا قَالَہُ الْکَلْبِیُّ فَھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَاخِلٌ بِالطَّرِیْقِ الْاَوْلٰی اَوِ النَّصِّ لَمَّا فِی اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی یعنی تیسری آیت یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے سَلٰمٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ تو ایک جماعت مفسرین نے حضرت عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اس کلام پاک سے مراد یہ ہے کہ سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اور ایسا ہی کلبی کا قول ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے جن انبیاء علیہم السلام کے حق میں سلام فرمایا ہے انمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں یا اسوجہ سے کہ جب اس آیت سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے حق میں سلام فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بطریق اولےٰ سلام ہوا یا اسوجہ سے کہ ظاہر طور پر خود نفس سے یہ امر ثابت ہے اس بنا پر کہ آل محمدؐ سے مقصود خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آل ابی اوفی کا لفظ فرمایا حالانکہ اس سے مقصود

نے بھی اکثر جگہ آثار حضرت امیرؓ و دیگر ائمہ اطہار کی مخالفت کی ہے اور یہ مخالفت ان لوگوں نے صرف اس بنا پر کی ہے کہ وہ آثار موافق مذہب اہل سنت کے ہیں اگرچہ یہ امر واقفین شیعہ پر مخفی نہیں لیکن ناواقفوں کی آگاہی کیلئے یہاں لکھا جاتا ہے بعضے مصنفین شیعہ حضرت امیرالمومنین و ائمہ طاہرین کی اکثر احادیث کو صرف اسوجہ سے ترک کرتے ہیں کہ وہ احادیث مذہب اہل سنت کے موافق ہیں اور شیعہ نے اکثر اصول عقائد وغیرہ میں حضرت امیرؓ کی مخالفت کی ہے اور یہ امر ہر ماہر پر ظاہر ہے اور ناظرین تحفہ اثنا عشریہ پر بہت واضح ہے اور اس سے ظاہر طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ کا باطل ہے زیادہ دریافت کی ضرورت نہیں اور حضرت امیرؓ نے بحالت حیات ارشاد فرمایا۔ اِنَّ قَوْمًا یَنْتَحِلُوْنَ مِنَ النِّحْلَةِ وَهِیَ النِّسْبَةُ بِالْبَاطِلِ شِیْعَةً لَسْنَا مِنْهُمْ وَلَیْسُوْا مِنَّا رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ یعنی ایک قوم ہوگی اُسکا نام شیعہ ہوگا وہ جھوٹی نسبت کریگی نہ ہمکو کچھ نسبت اُن سے ہی اور نہ وہ ہم سے ہونگے روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے سند صحیح سے اور جن لوگوں کے بارہ میں شیعوں سے منقول ہی کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہٗ نے اُنکی سیادت سے انکار فرمایا ہی تو اہلسنت نہ ان لوگوں کے معتقد ہیں اور نہ اُن لوگوں کو سادات سے شمار کرتے ہیں شیعوں کا یہ محض خیال ہے اور ادّعا ہی کہ ہملوگ دلکا حال جانتے ہیں امر واقعی سے اُسکو کچھ نسبت نہیں اور تفصیل اس امر کی یہ ہی کہ جو لوگ اپنے کو سادات سے کہتے ہیں وہ خاص فرقے ہیں اسی دیار کے باشندوں سے ہیں مذہب شیعہ میں اُنکو نہایت توغل ہے تو وہ سادات سے شمار نہ کئے گئے یا یہ حقیقۃً یعنے وہ لوگ فی الواقع سادات سے نہیں یا مجازاً وہ سادات سے خارج کئے گئے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اُنکے لڑکے کی شانمیں فرمایا اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ یعنے یہ تمہارے اہل سے نہیں اُسکے بارہ میں سفارش کرنا اچھا کام نہیں۔ سورہ ہود

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوال ۔ تحفہ اثنا عشریہ میں صلوٰۃ و سلام یعنی درود و سلام بالاستقلال بارہ امام کے حق میں لکھا ہی حالانکہ یہ امر اہلسنت کے نزدیک ناجائز ہے اسواسطے کہ اسمیں اہل بدعت کی مشابہت لازم آتی ہے اور اہلسنت نے ایسی مشابہت سے پرہیز کرنا اپنے لئے لازم جانا ہی تو اس امر کے جواز کے لئے سند اہلسنت کی کتب معتبرہ سے بیان کرنا چاہیئے۔

جواب تحفہ اثنا عشریہ میں کسی جگہ صلوٰۃ بالاستقلال غیر انبیاء کے حق میں نہیں لکھا ہے البتہ لفظ علیہ السلام کا حق میں حضرت امیرالمومنینؓ و حضرت سیدۃ النساءؓ و جناب حسنینؓ و دیگر ائمہ کے مذکور

الصلوٰۃ سے ثابت کرے کہ نماز نہ پڑھنا چاہیے اور وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ سے روگردانی اور چشم پوشی کرے حاصل کلام تقریر مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ اس خواب کی صحت پر یہ اعتراض صحیح نہیں کہ اس خواب سے یہ لازم آتا ہے کہ مذاہب ائمہ اربعہ کے باطل ہیں اور اس خواب میں کوئی ایسی بات نہیں جو مذہب شیعہ کے حق ہونیکے لئے دلیل ہو سکے اور شیعہ کا غلط دعویٰ ہے کہ ہم لوگ نماز اور تلاوت کے سوا کوئی دوسرا شغل نہیں رکھتے یہ دعویٰ محض خلاف ہے اسواسطے کہ ادائے فرض نماز میں تمام فرقے اہل اسلام کے باہم برابر ہیں شیعہ کو اسمیں خصوصیت نہیں اور شیعہ ادائے سنن و نوافل میں جو بموجب قرب ہو سکتا ہے نہایت قاصر ہیں اسواسطے کہ یہ لوگ سنتوں کو ترک کرتے ہیں اور نفل کو تو بالکل بے اصل کہتے ہیں اور اسیوجہ سے ترک سنن و نوافل شعار سے شیعہ کے قرار پایا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تلاوت قرآن کا بھی ان لوگوں کو کچھ خیال نہیں اسواسطے کہ قرآن شریف جمع کیا ہوا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے تو قرآن شریف کو شیعہ اپنے گمان فاسد میں ایسا سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ جسطرح توریت و انجیل میں تحریف ہوئی ہے ویسا ہی اسمیں بھی تحریف ہوئی ہے اور یہ ان لوگوں پر ظاہر ہے جن لوگوں کو انکے مذہب میں واقفیت حاصل ہے تو ان کا یہ غلط دعویٰ کہ ہمارا طریقہ شغل نماز و تلاوت کلہے صرف ان لوگوں کا وہم و خیال ہے فی الواقع اسکا کچھ ثبوت نہیں اور اس سے قطع نظر بھی کیا جاوے تو یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ محض معمولی طور پر نماز و تلاوت میں اوقات صرف کرنا دوسری چیز ہے اور شغل نماز و تلاوت کا اختیار کرنا مانند شغل صوفیہ کے امر آخر ہے تو اگر بالفرض نماز و تلاوت میں یہ لوگ اپنی اوقات صرف کرتے ہوں تب بھی اس خواب کے مصداق یہ لوگ نہیں ہو سکتے اسواسطے کہ خواب میں نماز و تلاوت کو اپنا شغل اختیار کر لینا مذکور ہے صرف معمولی طور پر نماز و تلاوت میں اپنی اوقات صرف کرنا مذکور نہیں اور جبکہ شیعہ کو طریقت سے انکار ہے تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ اہل طریقت کے اشغال سے بھی ضرور بیزار ہونگے تو جس شغل کا ذکر خواب میں ہوا اسکے خلاف مذہب شیعہ کا ہے تو اس سے انکے مذہب کی تائید نہیں ہو سکتی چنانچہ یہ امر کچھ مخفی نہیں اور اگر شیعہ اہل سنت پر طعن کریں کہ بعض مسائل فقہا کے خلاف آثار حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہیں اور اس مخالفت کا ثبوت اور اسکی مذمت خواب سے بھی معلوم ہوتی ہے تو شیعہ کا یہ طعن محض بیجا ہوگا اسواسطے کہ کسی مجتہد نے بدون دلیل شرعی کے کوئی حکم نہیں دیا ہے اور جب دلیل شرعی مجتہد کے نزدیک ثابت ہوئی اور مجبوراً اس دلیل کیوجہ سے قواعد شرعیہ اصولیہ کی بنا پر آثار صحابہؓ کی مخالفت ہوئی تو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں اور علماء شیعہ

اور یہ امر اہل انصاف کے نزدیک ظاہر ہے تو ناظرین کو جو شبہ اس خواب کی صحت میں ہوا ہے اس وجہ سے کہ اس خواب کی صحت سے یہ قباحت لازم آتی ہے کہ مذاہب فقہائے اربعہ کو حضرت امیرؒ کے نزدیک غیر مختار ہیں تو اس سے فقہا کے مذہب پر طعن لازم آویگا حالانکہ دلیل شرعی سے ثابت ہے کہ یہ مذاہب مستوجب طعن کے نہیں تو اب یہ جواب ناظرین کا شبہ دفع کرنے کیلئے کافی ہوا اور مضمون سے اس خواب کے جو بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کا جو طریقہ شغل کا ہے وہ حضرت امیرؒ کے نزدیک مختار نہیں تو اسی جواب سے اس شبہ کا بھی جواب ہو جاتا ہے علاوہ اس کے اس شبہ کا دوسرا جواب بھی ہے کہ طریقہ شغل اولیا اللہ کے بارے میں جو حضرت امیرؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک مختار نہیں تو ایسا اسوجہ سے فرمایا کہ اولیاء اللہ کے طریقہ میں اُنکے بعد کے بعض لوگوں نے بعضے امور ناپسندیدہ اختراع کئے ہیں تو حضرت امیرؒ نے باعتبار انہی امور ناپسندیدہ کے اس طریقہ کو غیر مختار فرمایا نہ باعتبار نفس اس طریقہ اولیاء اللہ کے اسواسطے کہ یہ طریقہ بنفسہ بہت بہتر ہے اور ماہرین پر ظاہر ہے کہ ہر طریقہ میں بعضے رسوم جدید ہوتے ہیں جو زمانہ سابق میں نہ تھے تو ایسے رسوم جدیدہ ناپسندیدہ کے شامل ہو جانے کیوجہ سے طریقہ اولیاء اللہ کو غیر مختار کہنا اسکی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ طور طریقہ اہل اسلام حال کا ناپسندیدہ ہے اور اس شخص کا ایسا کلام اس خیال سے ہووے کہ اکثر اہل اسلام منہیات و بدعات میں مبتلا ہیں تو یہ ناپسندیدہ کہنا بوجہ منہیات و بدعات کے ہے نہ معاذ اللہ باعتبار نفس طریقہ اسلام کے ہے اسواسطے کہ نفس طریقہ اسلام کا نہایت پسندیدہ ہے اور ناظرین نے جو لکھا ہے کہ شیعہ اس خواب کے مضمون سے اسقدر خوش ہیں کہ خوشی سے جامے میں پھولے نہیں سماتے اور شیعہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح خواب ہمارے مذہب کے حق ہونے کیلئے ایک واضح دلیل ہے اسواسطے کہ ہملوگ پیرو ائمہ اربعہ کے نہیں اور نہ معتقد اہل طریقت کے ہیں اور ہم لوگ نماز و تلاوت قرآن کے سوا کوئی دوسرا شغل نہیں رکھتے یہ مضمون ناظرین کے کلام کا ہی جواب اسکا یہ ہے کہ اس خواب میں کوئی بات ایسی نہیں جو شیعوں کی خوشی کے لئے باعث ہوئے بلکہ ظاہر ہے کہ اس خواب میں حضرت امیرؓ رضی اللہ عنہ کی توجہ اور نوازش میرے حال پر ہوئی اور شرف خطاب سے خاص صرف مجھ کو مشرف فرمایا اور بیعت سے سرفراز فرمایا اور شغل نماز و تلاوت قرآن کی مجھکو تعلیم کی تو مناسب ہے کہ شیعہ یہ سُنکر غم میں اپنا جامہ پھاڑیں اور اگر شیعہ بعضے الفاظ کو منجملہ عبارت خواب کے اپنے گمان باطل میں موافق اپنے مطلب کے سمجھیں اور باقی امور سے روگردانی اور چشم پوشی کریں تو عقلا کے نزدیک اس کی مثال یہ ہوگی کہ کوئی شخص کہ مقرر ہوا

خلاف اجتہاد حضرت امیرؓ کے ہوگا وہ خلاف مرضی جناب موصوف کے ضرور ہوگا اور دوسرے مقدمہ سے معلوم ہوا کہ جب کسی مجتہد کے نزدیک کسی دوسرے مجتہد کا مذہب غیر مختار ہو تو اس سے لازم نہیں آتا کہ تمامی مسائل مختلفہ اس دوسرے مجتہد کے مذہب کے پہلے مجتہد کے نزدیک غیر مختار ہوں بلکہ اگر اس پہلے مجتہد کے نزدیک دوسرے مجتہد کے بعضے مسائل بھی غیر مختار ہونگے تو وہ پہلا مجتہد کہہ سکتا ہے کہ اُس دوسرے مجتہد کا مذہب ہمارے نزدیک مختار نہیں اور پہلے مقدمہ سے معلوم ہوا کہ غیر مختار دوسری چیز ہے اور باطل امر آخر ہے تو مذاہب ائمہ اربعہ کے نزدیک حضرت امیرؓ کے جو مختار نہوا تو اُس کا سبب صرف یہی ہے کہ مذاہب ائمہ اربعہ کا صرف بعضے مسائل اجتہادیہ میں خلاف اجتہاد حضرت امیرؓ کے ہے اور یہ اختلاف بھی بلا دلیل نہیں بلکہ دلیل کی بنا پر ہے تو اس سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ مذاہب فقہائے اربعہ کے باطل ہیں اور اگر کوئی مجتہد قواعد شرعیہ پر لحاظ کرے اور اُسکے بعد اپنے اجتہاد کی بنا پر کسی مسئلہ اجتہادیہ کو ترجیح دیوے اور وہ مسئلہ خلاف مذہب حضرت امیرؓ کے ہو تو یہ ترجیح دینا ایسا ہوگا کہ جس طرح مثلاً دو حدیثیں ہوں اور دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہو اور قرائن و آثار پر نظر کرنے سے معلوم ہو کہ ان دونوں حدیثوں میں سے فلاں حدیث کو ترجیح ہے اور اسوجہ سے اُس حدیث کو ترجیح دیجاوے تو ایسی حالت میں دلیل کی بنا پر ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دی گئی کچھ قباحت نہیں لازم آتی تو ایسا ہی اگر کوئی مجتہد کسی دلیل شرعی کو کہ وہ دلیل اُس مجتہد کے اجتہاد کا ماخذ ہووے ترجیح دیوے اجتہاد پر حضرت امیرؓ کے تو وہ مجتہد مستوجب طعن کا نہیں اس واسطے کہ اُس مجتہد نے قواعد شرعیہ کے موافق دلیل کی بنا پر وہ حکم دیا ہے اور اُس مجتہد نے اُس مسئلہ کا حکم خود حضرت امیرؓ سے نہیں سُنا بلکہ دوسرے لوگوں کے ذریعہ سے یکے بعد دیگرے وہ حکم حضرت امیرؓ کا اُس مجتہد کو پہنچا ہے تو مجتہد کو ضرور ہوا کہ درمیانی لوگوں کا حال و عمل دریافت کرے کہ وہ لوگ قابل اعتبار ہیں یا نہیں اور ممکن ہے کہ ان لوگوں کا حال صحیح نہ معلوم ہووے اسوجہ سے یہ شبہ مجتہد کا ضرور رہ جاویگا کہ آیا فی الواقع وہ حکم فرمایا ہوا حضرت امیرؓ کا ہے یا نہیں اور جو قواعد شرعیہ یقینی طور پر ثابت ہوئے ہیں وہ قواعد اس مجتہد کے نزدیک یقینی ہیں تو چونکہ اس مجتہد کو یہ شبہ ہوا کہ وہ حکم حضرت امیرؓ کا ہے یا نہیں اور یہ قواعد شرعیہ اسکے نزدیک یقینی ہیں اسوجہ سے جو امر یقینی ہے اُسکی بنا پر اُس مجتہد نے حکم دیا تو اب مجتہد پر ہرگز طعن نہیں ہو سکتا اور موافق چوتھے مقدمہ کے امور فرعیہ میں اختلاف ہونے کی وجہ سے لازم نہیں آتا کہ مذاہب فقہائے اربعہ کے باطل ہیں بلکہ یہ اختلاف موجب رحمت ہے

السَّجْدَةِ فِي حٰمٓ السَّجْدَةِ فَعِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هُوَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى
اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ وَبِهٖ اَخَذَ الشَّافِعِيُّ وَعِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هُوَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ فَاَخَذْنَا
بِهٰذَا احْتِيَاطًا فَاِنَّ تَاْخِيْرَ السَّجْدَةِ جَائِزٌ لَا تَقْدِيْمَهٗ اِنْتَهٰى

یعنی اختلاف ہے اس امر میں کہ سجدہ سورہ حٰمٓ السجدہ میں کس لفظ پر ہے تو نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اللہ تعالےٰ کے اس کلام پاک پر سجدہ ہے اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اور اسی کو اختیار کیا امام شافعیؒ نے اور نزدیک حضرت ابن مسعودؓ کے اللہ تعالےٰ کے اس کلام پر سجدہ ہے وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ تو ہم لوگوں نے احتیاطاً اسی کو اختیار کیا اسواسطے کہ تاخیر سجدہ کی جائز ہے اور تقدیم سجدہ کی جائز نہیں یہ مضمون شرح وقایہ کی عبارت مذکورہ کا ہے تو پہلے مسئلہ میں جو حکم امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اور امام احمدؒ کے نزدیک ایک روایت میں ہے وہ حکم حضرت علیؓ کے مذہب کے موافق ہے اور دوسرے مسئلہ میں جو حکم حنفیہ کے نزدیک ہے وہ حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مذہب کیخلاف ہے تو ان دونوں مسئلوں میں اختلاف امور فرعیہ میں ہے اور اس اختلاف کی بنا دلیل پر ہے اسواسطے کہ امام شافعیؒ و امام مالکؒ کے نزدیک اور امام احمدؒ کے نزدیک ایک روایت میں یہ حکم ہے کہ تیسرے اور چوتھے مرتبہ کی چوری میں بھی چور کا ہاتھ اور پاؤں کاٹا جاویگا اور اس حکم کی دلیل یہ حدیث ہے فَاِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْهُ اور یہ حدیث شرح وقایہ سے اوپر منقول ہوئی ہے تو اسی حدیث کی بنا پر امام شافعیؒ و امام مالکؒ نے اور امام احمدؒ نے ایک روایت میں حکم خلاف مذہب حضرت علیؓ کے دیا ہے تو اسوجہ سے ان ائمہ پر طعن نہیں ہوسکتا کہ ان ائمہ نے خلاف مذہب حضرت علیؓ کے کیوں حکم دیا ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس دوسرے مسئلہ میں سورہ حٰمٓ السجدہ میں حضرت علیؓ کے نزدیک جو جگہ سجدہ کی ہے اس جگہ کے بعد دوسری جگہ سجدہ حنفیہ کے نزدیک ہے اور حنفیہ کا یہ مسئلہ خلاف مذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہے اور حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ تاخیر سجدہ کی جائز ہے جیسا کہ اوپر شرح وقایہ کی عبارت مذکورہ میں ہے تو حنفیہ کی مخالفت اس دلیل کی بنا پر ہے اسواسطے اس مخالفت کیوجہ سے حنفیہ پر کچھ طعن نہیں ہوسکتا تو جاننا چاہئے کہ صرف مخالفت جزوی درمیان مذاہب ائمہ اربعہ و مذہب حضرت امیرؓ کے ہے اور یہ مخالفت بھی دلیل کی بنا پر ہے اسواسطے اس مخالفت کی وجہ سے کچھ طعن ائمہ اربعہ کے مذاہب پر نہیں ہوسکتا اور تیسرے مقدمہ سے معلوم ہوا کہ مذہب مختار و پسندیدہ نزدیک کسی مجتہد کے وہی مذہب ہوتا ہے جو اس مجتہد کے اجتہاد کے موافق ہو تو جو امر

رِجْلُہُ الْیُسْرٰے اِنْ عَادَ فَاِنْ عَادَ ثَالِثًا لَا وَیُسْجَنُ حَتّٰی یَتُوْبَ اِمَّا السِّجْنُ فَقَطْ وَاِمَّا مَعَ التَّعْزِیْرِ عِنْدَ بَعْضِ مَشَائِخِنَا وَعِنْدَ الشَّافِعِیِّ یُقْطَعُ یَدُہُ الْیُسْرٰے ثُمَّ رِجْلُہُ الْیُمْنٰے لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْہُ فَاِنْ عَادَ فَاقْطَعُوْہُ فَاِنْ عَادَ فَاقْطَعُوْہُ فَاِنْ عَادَ فَاقْطَعُوْہُ وَمَذْہَبُنَا مَاثُوْرٌ عَنْ عَلِیٍّ الخ

یعنی کاٹا جاتا ہے داہنا ہاتھ چور کا گٹے تک اور وہ ہاتھ داغ دیا جاتا ہے پھر کاٹا جاتا ہے بایاں پاؤں اُسکا اگر وہ پھر چوری کرے تو اگر اُسکے بعد پھر اُس نے تیسری مرتبہ چوری کی تو اب اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا بلکہ وہ چور قید میں رہیگا جبتک وہ توبہ نہ کرے یا صرف قید کی سزا دیجاویگی یا قید کیساتھ مارنے وغیرہ کی بھی اُسکو سزا دیجاویگی اور یہ یعنے قید کے ساتھ دوسری سزا بھی دینا ہماری بعض مشائخ کے نزدیک ہے اور نزدیک امام شافعیؒ کے یہ ہے کہ اگر اُسنے پھر تیسری مرتبہ چوری کی تو اُسکا بایاں ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر پھر اُس نے چوتھی مرتبہ چوری کی تو اُسکا داہنا پاؤں کاٹا جاویگا اور امام شافعیؒ کی دلیل یہ حدیث ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص چوری کرے تو کاٹو تم تو پھر اگر چوری کرے تو کاٹو تو پھر اگر چوری کرے تو کاٹو تو پھر اگر چوری کرے تو کاٹو اور ہمارا مذہب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے اور رحمۃ الامۃ میں لکھا ہے مَنْ سَرَقَ قُطِعَتْ یَدُہُ الْیُمْنٰے ثُمَّ لَوْ سَرَقَ ثَانِیًا قُطِعَتْ رِجْلُہُ الْیُسْرٰے بِالْاِتِّفَاقِ فَلَوْ سَرَقَ ثَالِثًا قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ وَاَحْمَدُ فِیْ اِحْدَی الرِّوَایَتَیْنِ لَا یُقْطَعُ اَکْثَرُ مِنْ یَدٍ وَرِجْلٍ بَلْ یُحْبَسُ وَذَہَبَ مَالِکٌ وَالشَّافِعِیُّ اَنَّہٗ یُقْطَعُ فِی الثَّالِثَۃِ یُسْرٰے یَدَیْہِ وَفِی الرَّابِعَۃِ یُمْنٰی رِجْلَیْہِ وَہِیَ الرِّوَایَۃُ الْاُخْرٰی عَنْ اَحْمَدَ اِنْتَہٰی یعنے جو شخص چوری کرے تو اسکا داہنا ہاتھ کاٹا جاوے گا تو اگر پھر دوسری مرتبہ چوری کرے تو اُسکا بایاں پاؤں کاٹا جاویگا اور یہ حکم بالاتفاق ہے تو اگر پھر تیسری مرتبہ چوری کرے تو فرمایا امام ابوحنیفہؒ نے اور امام احمدؒ نے کہ نہ کاٹا جاویگا زیادہ ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے بلکہ وہ شخص قید کیا جاویگا اور امام احمدؒ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں یہ حکم جو مذکور ہوا منجملہ ان دونوں روایتوں کے ایک روایت میں ہے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ پھر جب وہ تیسری مرتبہ چوری کرے تو اسکا بایاں ہاتھ کاٹا جاویگا تو اگر پھر وہ چوتھی مرتبہ چوری کرے تو اُسکا داہنا پاؤں کاٹا جاویگا اور امام احمدؒ سے جو دوسری روایت ہے اُسمیں یہی حکم ہے اور یہ بھی شرح وقایہ میں باب سجود التلاوۃ میں لکھا ہے وَاخْتُلِفَ فِیْ مَوْضِعِ

یا نہ پڑھنا چاہئے اور ایسا ہی اذان و وضو و غسل و روزہ و زکوٰۃ و حج و تلاوت قرآن شریف کے مسائل میں اختلاف تھا چنانچہ یہ امر علما میں مشہور ہے لیکن اس اختلاف کیوجہ سے بعضے صحابہؓ دوسرے صحابہ کے مذہب کو باطل نہ کہتے تھے البتہ ہر صحابی کے نزدیک اپنا مذہب مختار و پسندیدہ تھا اور دوسرے صحابی کا مذہب غیر مختار تھا اور علی ہذا القیاس اشغال تزکیہ باطن میں بھی صحابہ کا طریقہ باہم مختلف تھا بعضے صحابہ ذکر کا زیادہ شغل رکھتے تھے اور بعضے صحابہ کا زیادہ شغل یہ تھا کہ نفل نماز زیادہ پڑھا کرتے تھے اور نفل روزہ زیادہ رکھا کرتے تھے اور بعضے صحابہ تلاوت قرآن شریف کا زیادہ شغل رکھتے تھے اور بعضے صحابہ کا زیادہ شغل یہ تھا کہ مراقبہ زیادہ کیا کرتے تھے چنانچہ مراقبہ اس حدیث سے ثابت ہے یَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ تَجَاھَکَ اور بعضے صحابہ کا معمول تھا کہ اکثر حضور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رہا کرتے تھے اور بعضے صحابہ نے اللہ تعالےٰ کا تقرب حاصل ہونیکے لئے یہ ذریعہ اختیار کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت محبت رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ ہر صحابی کے نزدیک وہی طریقہ مرغوب و پسندیدہ تھا جس طریقہ کو انھوں نے اس غرض سے اختیار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہووے لیکن بعضے صحابہؓ دوسری صحابہؓ کے طریقۂ شغل کو باطل نہ کہتے تھے تو معلوم ہوا کہ ایسے امور میں یعنی اشغال تزکیہ باطن میں بھی اختلاف کو دخل ہے تو اب یہ ثابت ہوا کہ امور فرعیہ شرعیہ فی نفسہا قابل اختلاف ہیں اور اختلاف ہونیکا دارو مدار اسپر ہے کہ مرتبہ اجتہاد کا حاصل ہووے تو جسکو مرتبہ اجتہاد کا حاصل ہو اسکے لئے جائز ہے کہ ادلۂ شرعیہ پر نظر کرنیکے بعد کسی دوسرے مجتہد سے اختلاف کرے عام اس سے کہ وہ دوسرا مجتہد صحابی یا غیر صحابی ہو اور جب یہ مقدمات معلوم ہو چکے تو اب یہ کہتا ہوں کہ لاکھوں کہ وہ محدثین اہل سنت سے ہوئے ہیں انھوں نے مذہب علی مرتضیٰؓ کے مسائل فقہیہ کو کتاب الطہارۃ سے کتاب القضاء تک بہ ترتیب جمع کر کے ایک مستقل کتاب تالیف کی ہے جو شخص چاہے وہ کتاب دیکھ تا معلوم ہووے کہ ایسا نہیں کہ مذہب ائمہ اربعہ کا ہر مسئلہ میں مسائل اجتہادیہ حضرت امیرؓ کے موافق ہے اور چونکہ ہم پہنچنا اس کتاب کا اور تمام و کمال وہ کتاب مطالعہ کرنا دشواری سے خالی نہیں لہٰذا یہ امر بطور مختصر عرض کرتا ہوں کہ کتب فقہ میں ایسا بہت ہے کہ بعضے مقامات میں بعضے فقہا یہ کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب موافق مذہب حضرت امیرؓ کے ہے اور مخالف کا مذہب اسکے خلاف ہے اور بعضے مقامات میں اسکے برعکس کہتے ہیں بغرض اطمینان ناظرین کے بطور تمثیل دونوں طرح کے مسائل سے ایک ایک مسئلہ یہاں ذکر کیا جاتا ہے کہ شرح وقایہ میں لکھا ہے فَصْلٌ یُقْطَعُ یَمِیْنُ السَّارِقِ مِنْ زَنْدِہٖ وَتُحْسَمُ ثُمَّ

ناپسندیدہ ہوگا تو ایسی حالت میں پہلا مجتہد یہی کہے گا کہ اُس دوسرے مجتہد کا مذہب ہمکو پسند نہیں لیکن اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ پہلے مجتہد کے نزدیک وہ دوسرے مجتہد کے تمام مسائل غیر مختار و ناپسندیدہ ہیں بلکہ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ پہلے مجتہد کے نزدیک اُس دوسرے مجتہد کا مذہب جو ناپسندیدہ ہی تو وہ ناپسندیدہ ہونا صرف بعضے مسائل کے ناپسند ہونے سے ہے اور باقی اور سب مسائل پہلے مجتہد کے نزدیک بھی پسندیدہ ہیں اسواسطے کہ کسی مجتہد کا ایسا مذہب نہیں ہے کہ اُسکے سب مسائل اجتہادیہ کسی دوسرے مجتہد کے نزدیک غیر مختار و ناپسندیدہ ہوں چنانچہ یہ امر اُس شخص پر مخفی نہیں جس نے ان کتابوں کی تحقیق کی ہے جو دربارۂ اتفاق ائمہ و اختلاف ائمہ کے ہے تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ ایک مجتہد کے نزدیک دوسرے مجتہد کا مذہب اُسی حالت میں مختار و پسندیدہ ہوگا کہ پہلے مجتہد کے اجتہاد کے موافق دوسرے مجتہد کا اجتہاد بھی ہوا ہو اور جب دونوں مجتہد کے اجتہاد میں فرق ہوگا تو پہلے مجتہد کے نزدیک دوسرے مجتہد کا مذہب پسندیدہ نہوگا۔ چوتھا مقدمہ یہ ہے کہ اگر دو مجتہد کے مسائل اجتہادیہ میں اختلاف ہو کہ وہ مسائل صرف احکام فرعیہ میں ہوتا ہی تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ ان دونوں مجتہد میں کسی مجتہد کے مذہب میں قباحت ہے اور تفصیل اس کلام کی یہ ہے کہ قرن اول میں جس کی فضیلت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے اور اُسکے بعد کے زمانہ میں بھی دین میں تین امر کا لحاظ تھا عقائد اور اعمال شرعیہ فرعیہ اور تزکیہ باطن منجملہ اُسکے عقائد میں تو مخالفت کی ہرگز گنجائش نہیں تھی باہم سلف میں عقائد میں اختلاف تھا اور نہ خلف نے عقائد میں سلف کی مخالفت کرنا ایک سرِ مو جائز جانا اور مذاہب فقہائے اربعہ و دیگر مجتہدین کے ہرگز عقائد میں سلف کیخلاف نہیں البتہ فروع اعمال میں اختلاف کو بہت گنجائش ہے بلکہ جو اختلاف کہ بموجب رحمت ہے وہ یہی اختلاف ہی جو فروع اعمال میں ہوتا ہی بیان اس اجمال کا یہ ہے کہ مذاہب فقہا سے مراد وہ طریقہ ہی جو فقہانے اسواسطے مقرر کیا ہے کہ اس طریقہ سے فروع اعمال کے احکام دریافت کئے جاویں اور وہ طریقہ فقہانے کتاب و سنت سے اپنے فہم و قواعد مقررہ کے موافق مقرر کیا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ فروع اعمال میں سلف میں بھی باہم بہت اختلاف تھا چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہؓ اور امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ و دیگر مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی فروع اعمال میں باہم اختلاف تھا مثلاً اس مسئلہ میں اختلاف تھا کہ بسم اللہ نماز میں جہر سے پڑھنا چاہیے یا خفیہ پڑھنا چاہیے اور نماز میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہیے

کہ کس کس لفظ میں تحریف ہوئی ہے اور اسی تحریف کی وجہ سے ناظرین کو شبہ ہوا ہے لیکن لبغرض مزید اطمینان طالبان حق کے زیادہ توضیح کر دی جاتی ہے کہ نقل میں جسکو ناظرین نے دیکھا تھا لفظ اکثر کا غلطی سے مندرج ہے اور صحیح اسکی جگہ پر لفظ ذکر کا ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ اسکے قبل مذکور ہے کہ تین طریقے شغل کے تھے پھر اس تین طریقے کی تفصیل یہ مذکور ہوئی ذکر و تلاوت قرآن و نماز تو یہ تفصیل سابق کے اجمال کے موافق ہوئی اور بطریق اجمال یہ ہی مذکور ہوا کہ طریقے شغل کے تین تھے اور تفصیل میں بھی تین طریقے مذکور ہوئے اور ناقل نے غلطی سے بجائے لفظ ذکر کے لفظ اکثر کا لکھ دیا تو اب صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایسا فی الواقع نہیں ہے اسواسطے کہ بطریق اجمال تو مذکور ہوا کہ تین طریقہ شغل کے تھے اور ناقل کی نقل میں تفصیل میں صرف دو طریقے مذکور ہیں یعنی تلاوت قرآن شریف و نماز تو اس نقل کے اعتبار سے یہ تفصیل سابق کے بیان اجمالی کے موافق نہ ہوئی تو اس سے معلوم ہوا کہ ضرور ناقل سے غلطی ہوئی اور باقی یہ شبہ کہ حضرت امیرؒ کے طریقۂ شغل میں درود شریف کا کیوں ذکر نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ طریقۂ شغل میں لفظ ذکر کا مطلق مذکور ہے اس سے ذکر درود شریف بھی مراد ہے تو یہ اعتراض بھی دفع ہو گیا۔ اب دوسرے قسم کے اعتراض کا جواب دیتا ہوں کہ منشا اس اعتراض کا یہ ہوا کہ عبارت میں غور نہ کیا گیا اور بعضے الفاظ کے صرف ظاہر معنی پر ناظرین نے لحاظ کیا اور اعتراض کر دیا چند مقدمہ بطور تمہید کے ذکر کرتا ہوں اسکے نتیجے پر لحاظ کرنے سے خود بخود شبہات دفع ہو جائیں گے پہلا مقدمہ یہ ہے کہ غیر مختار و ناپسند ہونا مذہب کا دوسری چیز ہے اور باطل ہونا مذہب کا امر آخر ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں امر غیر مختار ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ امر جائز ہے مگر مرجوح ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں امر باطل ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ امر بالکل ناجائز ہے اور یہی سبب ہے کہ غیر مختار کا استعمال مقابلہ میں جائز غیر راجح کے بھی ہوتا ہے اور باطل کا استعمال مقابلہ میں حق کے ہوتا ہے چنانچہ یہ امر مشہور ہے تو غیر مختار سے باطل کیونکر سمجھا جاتا ہے اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ مثلاً ایک مجتہد ہو اور اسکے بعد کوئی دوسرا مجتہد ہو اور پہلے مجتہد کے نزدیک دوسرے مجتہد کا مذہب غیر مختار ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ دوسرے مجتہد کے مذہب کے تمام مسائل پہلے مجتہد کے نزدیک غیر مختار ہوں اسواسطے کہ مختار اور پسندیدہ وہ چیز ہوتی ہے کہ اسکے ناپسند ہونے کی کوئی وجہ نہ ہو جیسا صحیح ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ اسکے بطلان کی کوئی وجہ نہ ہو تو اگر پہلے مجتہد کے نزدیک دوسرے مجتہد کے صرف بعضے مسائل بھی مختار و پسندیدہ نہ ہوں تو اس وجہ سے پہلے مجتہد کے نزدیک دوسرے مجتہد کا مذہب مختار و پسندیدہ نہ ہوگا بلکہ غیر مختار رد

یہ حکم ہے اور مثلاً وہ راوی ضعیف ہو اور اسوجہ سے وہ مجتہد اُس حکم کے مطابق حکم نہ دیوے یا خلاف اُس حکم کے کوئی حدیث مجتہد کو معلوم ہو اور وہ حدیث کامل طور پر صحیح ہو اور اسوجہ سے مجتہد اُس حکم کو ترک کرے یا اس حکم کی روایت میں راوی سے کچھ وہم ہو گیا ہو یا وہ حکم مخصص ہو یا منسوخ ہو اور اسوجہ سے مجتہد وہ حکم ترک کرے تو چونکہ اُس مجتہد نے قواعد اصولیہ مقررہ کی رعایت کی اور یہی اُسپر لازم ہے اسواسطے اُس مجتہد کو اجر ملے گا جیسا کہ جب دو حدیث میں بظاہر تعارض ہو اور تحقیق سے معلوم ہوئے کہ ایک حدیث کو کچھ ترجیح ہے اور اسوجہ سے مجتہد اُس حدیث پر عمل کرے اور دوسری حدیث کو ترک کرے تو اس حالت میں بھی مجتہد معذور ہوگا عذر اُسکا یہ ہے کہ وہ قواعد شرعیہ اصولیہ کا پابند ہے اسواسطے کہ وہ قواعد شرعیہ بھی حدیث سے مستنبط ہیں اور ایسا ہی وہ دوسرا شخص بھی معذور ہے کہ جس نے کسی طریقہ علم سے جانا کہ فلان بعض مسائل فرعیہ میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے مذہب میں یہ حکم ہے اور پھر اُس حکم کے خلاف مجتہد کے حکم پر اس نے عمل کیا اور یہ دونوں یعنے مجتہد اور یہ مقلد اُس مجتہد کا ہرگز قابل طعن نہیں اور جواب تفصیلی یہ ہے کہ اس جواب پر جو اعتراضات ہوئے ہیں اُنکا منشا دو امر ہیں ایک امر یہ ہے کہ کاتب سے بعضے الفاظ کے نقل کرنے میں تحریف ہوئی ہے اور دوسرا امر یہ ہے کہ ناظرین نے عبارت میں غور نہ کیا بعضے الفاظ کے صرف ظاہر معنے پر لحاظ کر کے اعتراض کر دیا ہے اول امر کا بیان یہ ہے کہ بیان خواب میں لفظ ذکر کا دو جگہ بایکدیگر قریب ہو ناقل نے اوّل جگہ میں بدل دیا بجائے لفظ ذکر کے لفظ اکثر لکھدیا ہے یعنی صحیح یہ ہے ذکر و تلاوت قرآن اور ناقل نے یہ لکھدیا اکثر تلاوت قرآن تو خواب میں حضرت امیرؓ کا ارشاد جو دربارہ طریقہ شغل کے ہوا اسکی نقل میں لفظ ذکر کا ناظرین نے نہ پایا اسواسطے کہ ناقل سے تحریف ہوئی اور فی الواقع لفظ ذکر کا ہے مگر ناقل نے لفظ ذکر کا نہ لکھا اور بجائے اسکے لفظ اکثر کا لکھ دیا تو ناظرین کو شبہ ہوا کہ ذکر کلمہ کا بموجب حدیث شریف کے افضل الاذکار ہے تو یہ کیونکر گمان کیا جا سکتا ہے کہ ذکر کلمہ کا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے طریقہ شغل میں نہو گا بلکہ ضرور ہو گا تو اسوجہ سے ناظرین کو اس خواب کے صحیح ہونے میں شبہ ہو گیا اور اس خواب کی صحت پر اعتراض کیا اور اصل صحیح عبارت خواب کی یہ ہے جو خواب میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ زیرا کہ در عہد ما سہ طریق شغلیکہ در تقرب الی اللہ مفید باشد معمول و مروج بود ذکر تلاوت قرآن و نماز اینہا صرف ذکر را شغل مقرر کردند و تلاوت قرآن شریف و نماز را شغل نمیدانند۔ اور اوپر صحیح عبارت خواب کی لکھی گئی ہے اس سے اب معلوم ہو جاویگا

عرض کیا کہ فلاں جماعت کے لوگ اپنے کو سیّد اولاد سے جناب عالی کی جانتے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ میری اولاد سے نہیں بلکہ جھوٹ کہتے ہیں پھر دفعتہً جناب عالی اٹھے اور جس سمت سے تشریف لائے تھے اسیطرف عجلت کے ساتھ تشریف لیگئے اور دوسرے لوگ جو منتظر تھے وہ حیرت میں کھڑے تھے کہ کاش یہ صحبت کچھ اور بھی رہتی فقط مکاتبہ بعد تحریر خواب فقیر کے دربارۂ وقوع و عدم وقوع اس واقعہ کے استفسار فرمایا گیا ہے اور صورت وقوع پر اعتراضات کئے ہیں تو مخفی نہ رہے کہ بیشک فقیر نے یہ خواب دیکھا ہے اور جو کیفیت اُسکی لکھکر بھیجی ہے وہ صحیح ہے اور جو اعتراضات کئے ہیں اُسکے جواب دو طور پر ہوتے ہیں اول اجمالی دوسرے تفصیلی لیکن جواب اجمالی پس وہ جواب اس طور پر ہوتا ہے کہ منجملہ صحابہ و تابعین کے جو حضرات شرف ملازمت سے حضرت امیرؓ کے مشرف ہوئے تھے اور مذہب حضرت امیرؓ کا مسائل فقہیہ میں جناب ممدوح سے دریافت کیا تھا اُن حضرات کو حضرت امیرؓ کے مذہب میں امور فرعیہ جس طور پر ثابت تھے اُسپر یقین کامل حاصل تھا اور جن لوگوں نے بالمشافہہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے جناب ممدوح کا مذہب دریافت نہ کیا تھا وہ لوگ مجبور ہوئے اُن لوگوں کو احتیاج ہوئی کہ واسطہ تلاش کریں یعنی کوئی درمیانی شخص ملے جس نے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا مذہب بالمشافہہ جناب ممدوح سے دریافت کیا ہو اور جب ایسے لوگ ملے تو پھر یہ دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی کہ اگر وہ لوگ صحابہ سے نہیں تو اُنکا حال و عمل کیسا ہے قابل اعتبار ہیں یا نہیں اور دوسرے قواعد کی بھی ضرورت ہوئی مثلاً مقدم کرنا حدیث کو اثر پر اور محرّم کو مبیح پر اور سوا اسکے اور قواعد جو اپنے مقام میں مذکور و مدلل ہیں جیسا کہ احادیث نبویہ میں بھی راوی کا واسطہ واقع ہوا ہے اور اُسمیں بھی ان قواعد کی ضرورت ہوئی ہے اور بعد رعایت قواعد کے بھی یہ لازم نہیں کہ ضرور امر واقعی معلوم ہو جاوے بلکہ جائز ہے کہ کوئی حدیث یا کوئی اثر حضرت امیرؓ کی روایت سے مشہور کیا جاوے اور فی الواقع وہ حدیث اور اثر جناب ممدوح نے روایت نہ کیا ہو اور ایسا ہی یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی اثر حضرت امیرؓ سے صادر نہوا ہو اور مشہور ہو جاوے کہ یہ اثر جناب ممدوح سے صادر ہوا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی حدیث یا اثر صحیح ہو مگر اُسمیں کچھ وہم خلاف واقع راوی سے بمقتضائے بشریت واقع ہو گیا ہو لیکن مجتہد کو ضرور ہے کہ ان قواعد کی رعایت کرے مجتہد پر یہ لازم نہیں کیا گیا ہے کہ ضرور امر واقعی کو معلوم کر لیوے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ کسی مجتہد کو کسی راوی سے یہ خبر پہونچے کہ فلاں مسئلہ فقہیہ میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے مذہب میں

لطف وکرم فرمایا اور کسی کے ساتھ کلام نہ فرمایا صرف فقیر کیجانب توجہ فرمائی اور شرف ہم کلامی سے فقیر کو مشرف فرمایا فقیر نے ایسے وقت کو غنیمت جانا چند چیزیں جو اُسوقت ذہن میں آئیں عرض کیا جواب باصواب سے مشرف ہوا پہلے یہی فرمایا کہ میں نے سُنا ہے کہ کسی شخص نے زبان پشتو میں کوئی کتاب تصنیف کی ہے اور اس کتاب میں وہ مضمون درج کیا ہے جس سے میری تحقیر ہووے تمکو اس امر کی خبر ہے یا نہیں فقیر نے عرض کیا کہ بندہ زبان پشتو نہیں جانتا کہ اس زبان کی کتابوں کے حال سے آگاہ ہووے حضور کے ارشاد کے موافق فقیر تحقیق کرے گا پھر فقیر نے عرض کیا کہ مذاہب فقہا سے کون مذہب جناب عالی کو پسند ہے تو ارشاد فرمایا کہ کوئی مذہب ہم کو پسند نہیں یا یہ فرمایا کہ ہمارے طریقہ پر نہیں لوگوں نے افراط و تفریط کو راہ دی ہے پھر میں نے عرض کیا کہ اولیا اللہ کا کون طریقہ جناب عالی کے طریقہ کے موافق ہے تو ارشاد فرمایا کہ اسکا بھی وہی جواب ہے ہر طریقہ میں چیزہائے ناپسندیدہ خلاف ہمارے طریقہ کے اختراع کی ہیں اور ہمارے طریقہ کی چیزوں میں کمی کردی ہے اسواسطے کہ ہمارے زمانہ میں تین طریقہ شغل کے معمول و مروج تھے اور اللہ تعالےٰ کا تقرب حاصل ہونیکے لئے وہ مفید ہیں اور وہ تین طریقے شغل کے یہ ہیں ذکر و تلاوت قرآن شریف و نماز اور صوفیہ نے صرف ذکر کو شغل قرار دیا ہے اور تلاوت قرآن اور نماز کو شغل نہیں جانتے پھر میں نے عرض کیا کہ تلاوت قرآن و نماز کا شغل کس طریقہ سے کرنا چاہیئے تو حضور کے جناب سے توجہ طریق شغل تلاوت قرآن و نماز کی میرے دل پر ڈالی گئی اور کچھ زبان مبارک سے بھی ارشاد فرمایا لیکن میں نے زیادہ تاثیر باطنی توجہ کی اپنے میں پائی اور میری حالت باطنی اس قدر زیادہ متغیر ہوئی جو بیان سے باہر ہے اُسوقت سے ہمیشہ وہ امر اپنے باطن میں مستحکم پاتا ہوں پھر میں نے عرض کیا کہ الحمد للہ کہ فقیر کو توسل جناب عالی سے اکثر طریقہ اور بہت سلسلہ سے حاصل ہے لیکن تاہم فقیر کی تمنا ہے کہ بلاواسطہ حضور کی بیعت سے مشرف ہووے تو جناب عالی نے اپنا مبارک ہاتھ میری جانب کیا اور فقیر کا ہاتھ اپنے دست مبارک سے پکڑ کر بیعت فرمائی اُسوقت جناب عالی کی توجہ سے اثر عظیم فقیر کے باطن میں نمودار ہوا پھر میں نے عرض کیا کہ اکثر صحابہ نے علی الخصوص صحابہ قریشی نے جناب عالی کے ساتھ مخالفت کی ہے اُنکے بارہ میں کیا حکم ہے اور یہ حقیقت کیا تھی تو ارشاد فرمایا کہ ہم کو اُن لوگوں سے برادرانہ شکایت تھی یا یہ فرمایا کہ ہم کو اُن لوگوں کے ساتھ شکایت برادری تھی اور شکر رنجی آپس میں تھی مردمان نافہم یہ امر دور دور لے گئے ہیں اور بڑھا دیا ہے پھر میں نے

خواب میں کرے کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہ خواب صحیح ہوگا اور یہ قول کیونکر مرجوح نہو اسواسطے کہ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا میں اکثر گمراہوں کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہے اور ایسے لوگ اُس اُمت کے ہر ایک فرقہ میں ہیں اور اکثر لوگ ادعا نبوت کا کرتے ہیں تو کیا تعجب ہے کہ شیطان اپنی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونے کا وہم دلا دے اور دعویٰ نبوت کے کرنیکا گمان کراوے اور اسی وجہ سے انہی اقوال کا اعتبار ہے جو ثقات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حین حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سُنا اور پھر انہی حیات میں یکے بعد دیگرے دوسرے سے بیان کرتے رہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے قرینہ سے دریافت کیا تھا کہ اس بیمار کا بحران تام جید ہے اب یہ اچھا ہوگا تو ایسا وقت غنیمت جان کر برہان شاہ کو فریب دیا اور چونکہ برہان شاہ اس باریکی سے واقف نہ تھے صورت و شباہت کیجانب لحاظ نہ کیا اور شیطان کے دام میں پھنس گئے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ صحابہ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص کہتا تھا کہ میں زیارت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں مشرف ہوا ہوں تو صحابہ اُس شخص سے دریافت کرتے تھے کہ کس صورت میں دیکھا۔ تو برہان شاہ کی جہالت سے شیطان کو مدد ملی اور برہان شاہ کو گمراہ کیا برہان شاہ کا یہ خواب ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ فقط

شرح رویای مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب

خواب ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرصہ سات برس کا گذرا کہ شب ستائیسویں ماہ رجب کو کہ شب معراج موافق اکثر روایات کے ہے فقیر نے خواب میں دیکھا کہ ایک میدان ہے اُس میں فرش سفید بُراق بچھا ہوا ہے۔ اور اس فرش پر اکثر لوگ کہ انکی شکل نورانی ہے لباسہائے فاخرہ پہنے ہوئے اس انتظار میں بیٹھے ہیں کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ تشریف لاوینگے فقیر بھی یہ حقیقت دریافت کرنے کیلئے اُس جگہ اُس فرش پر بیٹھ گیا ناگاہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ قبلہ کی جانب سے نمایاں ہوئے اور اُس فرش کیجانب توجہ فرمائی اور سب لوگ تعظیم کیلئے اٹھے اور لب فرش منتظر کھڑے ہوئے فقیر بھی وسط فرش میں منتظر کھڑا ہوا۔ بسبب ہجوم بزرگان عظیم الشان کے تالب فرش نہ پہونچ سکا۔ حضرت امیر تشریف لائے اور صف کے اندر لوگوں کو ہٹاتے ہوئے فقیر کے نزدیک رونق افروز ہوئے اور چار زانو بیٹھ گئے فقیر نہایت ادب کے ساتھ دو زانو روبرو بیٹھا حضرت امیر نے نہایت

جواب چوتھا اگر برہان شاہ سے سماعت اور فہم میں غلطی کا ہونا فرض بھی کر لیا جاوے تو یہ جواب ہو سکتا ہے کہ بصورت صحیح ہونے اس واقعہ کے بھی صرف یہ ایک خواب مذہب امامیہ کے حق ہونے پر دلالت کرتا ہے اور خلاف اسکے بیشمار خواب اور الہام کثیر اور بہت مرتبہ کا کشف اولیائے کرام کی جماعت کثیرہ کا ثابت ہے اور اُس سے مذہب امامیہ کا بطلان صاف وظاہر طور پر معلوم ہوتا ہے اور اُن اولیائے کرام کو کشف الٰہی اور کشف کونی میں کمال ہونا ثابت ہے اور اگر اس قدر خواب اور الہام اور کشف کو برہان شاہ کے اس ایک خواب پر ہم ترجیح نہ بھی دیویں تب بھی ان دونوں دلیلوں میں تعارض ضرور ہوگا اور دو دلیلوں میں جب تعارض ہو تو وہ دونوں دلیلیں ساقط ہو جاتی ہیں اور اُسوقت میں یہ واجب ہوتا ہے کہ رجوع کیا جاوے طرف دوسری دلیلوں کے جو کتاب وسنت و اجماع واخبار صادقہ وعقل سے ہو اور اس صورت میں بھی مقصود حاصل ہوگا یعنی دوسری دلیلوں کی طرف رجوع کرنے سے بھی یہی ثابت ہوگا کہ مذہب امامیہ باطل ہے۔

جواب پانچواں - یہ جواب مولانا رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِصُوْرَتِیْ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے دیکھا مجھکو خواب میں تو اُس نے فی الواقع مجھکو دیکھا اسواسطے کہ شیطان میری صورت کے مانند نہیں بن سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ الشَّیْطَانُ لَا یُسَمِّیْ یعنی میرا نام شیطان اپنا نام نہیں ظاہر کر سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی نہیں فرمایا ہے لَا یَدَّعِیْ مَنْصَبَ نُبُوَّتِیْ یعنی شیطان دعوے میرے منصب نبوت کا نہیں کر سکتا اور اسی وجہ سے بعضے محققین نے کہا ہے کہ بوقت وفات جو صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اُس صورت کے مانند شیطان اپنی صورت نہیں بنا سکتا اور بعضے محققین نے کہا ہے کہ عام طور پر زمانہ ظہور نبوت سے تا وفات جب جو صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رہی اُسمیں سے کسی وقت کی صورت کے مانند شیطان اپنی صورت نہیں بنا سکتا ہے اور بعضے محققین نے اس سے بھی زیادہ عام کر دیا ہے اور کہا ہے کہ تمام زمانہ حیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب جو صورت ہوئی اُس میں سے کسی وقت کی صورت کے مانند شیطان اپنی صورت نہیں بنا سکتا ہے اور محققین نے اس قول کو مرجوح اور ضعیف کہا کہ کوئی شخص اچھی بُری جو صورت خواب میں دیکھے اور یہ گمان

جواب دوسرا۔ بعضے علمانے اس حکایت کا دوسرا جواب دیا ہے اور وہ چنداں فقیر کو پسند نہیں اگرچہ اُس جواب کے بھی صحیح ہونیکی کچھ وجہ ہے اور اس جواب کے لئے بھی ضرور ہے کہ پہلے ایک مقدمہ بطور تمہید کے ذکر کیا جاوے اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ رویت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی واقعی اور صحیح طور پر ہوتی ہے اس میں شبہ نہیں لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شیطان اور جن اپنی آواز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے مشابہ بنا کر اسطرح سے کچھ کہتا ہے کہ سننے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ فرماتے ہیں حالانکہ وہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں رہتا اس امر کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورہ والنجم پڑھتے تھے تو جب اس آیت پر پہنچے اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى تو شیطان نے اپنی آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے ساتھ مشابہ بنا کر یہ عبارت پڑھی تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَمِنْهَا الشَّفَاعَةُ تُرْتَجٰى یعنی یہ بُت ہیں اور اِنسے شفاعت کی امید ہے۔ مشرکین یہ آواز سُنکر خوش ہوئے اور اہل اسلام غمگین اور ملول ہوئے تو پھر یہ آیت نازل ہوئی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ الخ اور نہ بھیجا ہمنے پہلے آپ سے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی مگر جب آرزو کرتا تھا وہ تو وسوسہ ڈالتا تھا شیطان اُسکی آرزو میں یہ آیت سورہ حج میں ہے تو جبکہ ایسا فریب شیطان نے بیداری میں کیا اور صحابہ کو اس بارہ میں اشتباہ ہوا تو برہان شاہ کو بہکانے کے لئے اگر خواب میں شیطان نے ایسا فریب کیا ہو تو کیا تعجب ہے۔ سورہ الحج

جواب سیوم۔ یہ جواب مولانا عبد القادرؒ صاحب نے دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اسیقدر فرمایا کہ طاہر نے جو کچھ کہا تھا اُسپر عمل کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نفرمایا کہ طاہر کی مرضی کے موافق عمل کرو جو طاہر کی رائے ہو وہ بجالاؤ اور طاہر نے یہی کہا تھا کہ جب تمھارا لڑکا اچھا ہو جاوے تو مذہب دوازدہ امام یعنی بارہ امام کا جو مذہب ہے وہ تم اختیار کر لینا اور بلا شبہ مذہب بارہ امام کا باجماع اہلسنت حق ہے اور طریقہ ان بارہ امام کا سلوک و عبادت میں سب اہلسنت کے نزدیک مقبول ہے بلکہ اکثر طریقہ صوفیہ کی سند ان بارہ امام تک پہنچتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ دوازدہ امام سے اشارہ طرف اختیار کرنے طریقہ صوفیہ کے فرمایا کہ یہ طریقہ نورانیت باطن کو ساتھ عبادت ظاہر کے جمع کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ نہ تھی کہ طاہر کا جو کچھ مقصود رہا ہو یا اب وہ جو کچھ کہے اُس پر عمل کرو۔

اِشْرَبِ الْخَمْرَ حَالًا یعنی تو فوراً شراب پی لے تو اس شخص کو کیا کرنا چاہیئے اُسکو شراب پینا چاہیے یا نہیں تو وہاں کے علمانے قطعی طور پر یہی جواب لکھا کہ حرمت شراب میں نصوص قطعیہ وارد ہیں اور یہ خبر احاد ہے نیند میں بحالت غفلت معلوم ہوئی اور ایسی حالت غفلت میں غلط فہمی کا سرزد گمان ہے تو جائز نہیں کہ وہ شخص اُسپر عمل کرے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فرمایا ہوگا یعنی تو مت پی شراب اور اس شخص نے غلط فہمی سے اِشْرَبِ الْخَمْرَ سمجھا ہوگا اور دلیل اس حکم کی یہ ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سُنا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ اِنَّ الْمَیِّتَ یُعَذَّبُ بِبُکَاءِ اَھْلِہٖ عَلَیْہِ یعنی مردہ پر عذاب کیا جاتا ہے بسبب رونے اُسکے اہل کے یعنی اُسکے گھر اور قبیلہ کے لوگوں کے رونے سے اُس مردہ کے غم میں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا رَحِمَ اللّٰہُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ یعنے رحمت فرماوے اللہ تعالےٰ ابو عبدالرحمٰن یعنی عبداللہ بن عمر پر کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصداً جھوٹ نہیں کہا ہے البتہ اُنسے غلط فہمی ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک عورت یہودیہ فوت شدہ کے نزدیک سے ہوا اور اُسکے لوگ اُسکے غم میں روتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس یہودیہ عورت پر عذاب کیا جاتا ہے اور اُسکے لوگ اُسپر روتے ہیں تو اس حدیث کے جملۂ اخیر کو صرف بوجہ مقارنت سبب سمجھا ایک طرح کی غلط فہمی ہے اور علیٰ ہذا القیاس راویان حدیث سے سننے اور سمجھنے میں غلطی واقع ہوئی ہے لیکن جب کہ احادیث مشہورہ طرق متعددہ سے وارد ہوتی ہیں تو غلطی کا تدارک بہت جلد ہو جاتا ہے بخلاف حالت خواب کے کہ خواب میں سننے والا صرف ایک شخص ہوتا ہے جو خواب دیکھتا ہے اور وہ بھی خواب کے نشہ میں مخمور رہتا ہے خواب میں سننے والا کوئی دوسرا نہیں رہتا کہ خواب دیکھنے والے کی غلط فہمی کا تدارک کر سکے جب اس مقدمہ کی تمہید تمام ہوئی تو اب میں یہ کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برہان شاہ کو یہ فرمایا ہوگا کہ تیرے لڑکے نے شفا پائی اور تیرا مطلب حاصل ہوا طاہر کے قول پر عمل مت کرنا اور یہ شخص یعنی برہان شاہ چونکہ انکے خیال میں طاہر کا قول بھرا ہوا تھا یعنی برہان شاہ کے خیال میں طاہر کا قول جما ہوا تھا تو بمجرد سننے اس لفظ کے برہان شاہ کو وہم ہوا کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شراب پینے کیلئے حکم فرماتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شراب پینے سے منع فرماتے تھے یہ جواب اس حکایت کا ہے اور از روئے تحقیق کے یہی جواب زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

چند تحریرات ہوئیں کہ اب وہ فقیر کو نہ یاد ہے اور نہ اُسکی نقل فقیر کے پاس ہے لیکن اب جو مضمون لکھا جاتا ہی یہ اشکال حل کرنیکے لئے کافی ہے بلکہ اس سے چند طرح کے اشکال مشہور دفع ہوجاتے ہیں اور پہلے ایک مقدمہ بطور تمہید کے لکھا جاتا ہی وہ ذہن میں محفوظ رکھنا چاہیئے اُس کے بعد اشکال حل کرنے کیلئے متوجہ ہونا چاہیئے وہ مقدمہ یہ ہے کہ سبب علم کے ہملوگوں کے نزدیک تین ہیں حواسِ سلیمہ و خبرِ صادق و عقل اور ہم لوگوں کے نزدیک الہام اسباب علم سے نہیں کہ اُس سے صداقت کسی چیز کی ثابت ہو ایسا ہی عقائد نسفیہ میں اور اُسکی شرح میں ہے اور فقہا کا قول ہے کہ ادلۂ شرع چار ہیں کتاب و سنت و اجماع و قیاس حاصل کلام الہام اور کشف اور رویا کہ ان دونوں امر سے یعنی اسباب علم اور ادلۂ شرع سے نہایت ضعیف ہی نہ دلیل احکام شرعیہ کے لئے ہوسکتا ہے اور نہ دلیل اُمور واقعیہ کیلئے ہوسکتا ہے بلکہ الہام و کشف و رویا جو ادلۂ مذکورہ کے خلاف ہوں وہ قابل رد ہے اسپر لحاظ نہ کرنا چاہیئے اور رجوع اُن سات دلائل مذکورہ کیجانب کرنا چاہیئے اسواسطے کہ الہام اور کشف اور رویا میں احتمال ہے کہ جسکو الہام اور کشف اور رویا ہوا ہو اس سے غلط فہمی ہوئی ہو یا نقل کرنے والے سے غلط فہمی ہوئی ہو اور ایسی بھی غلط فہمی کا مدارک نہیں ہوسکتا اور سات دلائل مذکورہ میں احتمال غلط فہمی کا نہیں اور اگر انمیں سے بعض میں ایسا احتمال کچھ ہو بھی تو اُسکا مدارک بسبب کثرت محققین و غور کنندگان کے بخوبی ہوسکتا ہی چنانچہ شیخ عزیز الدین ابن عبد السلام مقدسی نے جو مشاہیر علمائے شافعیہ سے ہیں اور مصنف قواعد کبریٰ و دیگر تصانیف مفیدہ کے ہیں کسی شخص کو سُنا کہ وہ کہتا تھا کہ میں کار خیر میں اپنی لڑکیوں کے حیران تھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں جگہ میں خزانہ کا دفینہ ہے کھود کر تو نکال لے اور خمس اُس دفینہ کا ادا مت کرنا بلکہ تمام و کمال وہ سب خزانہ اپنی تصرف میں تم لے آنا تو اسی قاعدہ کے موافق شیخ عزیز الدینؒ نے فرمایا کہ اس شخص کو چاہیئے کہ خمس ادا کرے اسواسطے کہ یہ حدیث ہے فِی الرِّکَازِ الْخُمُسُ یعنے رکاز میں خمس ہے اور یہ حدیث صحیح مشہور ہی اور اسکے راویوں نے بحالت بیداری و کمال حواس سُنا ہی اور نقل کیا ہے اور اس شخص نے نیند کیحالت میں سُنا ہے اور نیند سراسر غفلت ہی اور اُس حالت میں غلط فہمی کا گمان زیادہ ہے تو اُس شخص کا خیال قابل اعتبار نہیں اور شیخ عبد الحقؒ دہلوی نے بھی اپنے بعض رسالہ میں لکھا ہے کہ فلاں سنہ میں مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ میں ایک استفتاء وارد ہوا حال اُسکا یہ ہے کہ کسی شخص نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لہ یعنی حواس سلیمہ و خبر صادق و عقل و کتاب و سنت و اجماع ۱۲

میں ماخوذ نہو گا اور یہ قول ہے کہ غنم بسبب غرم کے ہے اور یہ قول ہے کہ خراج بسبب ضمان کے ہے اور یہ قول ہے کہ عتاق یعنی آزاد کرنا فسخ نہیں ہو سکتا اور یہ قول ہے کہ بیع کامل ہوتی ہے ایجاب و قبول سے اور یہ قول ہے کہ گواہ مدعی کیلئے ہے اور قسم منکر پر ہوتی ہے اور ایسے ہی اور بھی بیشمار قول ہیں اور دوسری قسم احکام کی وہ ہے جو حوادث جزئیہ اور اسباب مختصہ میں وارد ہوا گویا اس قسم کا حکم بمنزلہ استثنا کے ہے اُن کلیات سے جو قسم اول احکام کی ہے اور اُسکا ذکر ابھی اوپر ہوا ہے تو مجتہد پر واجب ہے کہ اُن کلیات کو محفوظ رکھے اور جو اُمور اُن کلیات کے خلاف ہوں اُن کو ترک کرے اسواسطے کہ شریعت حقیقت میں عبارت اسی کلیات سے ہے اور جو احکام خلاف اُس کلیات کے ہیں کہ اُسکے اسباب اور مخصصات ہمارے نزدیک یقینی طور پر ثابت نہیں تو وہ قابل اعتبار نہیں اور مثال اُسکی یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب بیع میں کوئی فاسد شرط ہو تو وہ بیع باطل ہو جاتی ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حال میں جو وارد ہوا کہ انھوں نے اونٹ فروخت کیا اور شرط کرلی کہ یہ اونٹ ہمارے مصرف میں مدینہ منورہ تک رہیگا تو یہ قصہ شخصیہ جزئیہ ہے یہ معارض واسطے قاعدہ کلیہ مذکورہ کے نہو گا اور ایسا ہی حدیث صراط معارض نہ ہو گی اس قاعدہ کلیہ کے جو قاعدہ کلیہ قطعی طور پر شرع میں ثابت ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ غنم بسبب غرم ہے ہے اور ایسے ہی اور بھی مسائل ہیں اور اس سے لازم آتا ہے کہ بہت احادیث پر عمل نہیں ہوتا جس میں ایسے اُمور جزئیہ کا ذکر ہے جو حنفی مذہب کے کسی قاعدہ کلیہ کیخلاف ہے لیکن علمائے حنفیہ اسکا خیال نہیں کرتے بلکہ مجتہد کے اجتہاد کیجانب اُنکی توجہ رہتی ہے اور کلیات کی محافظت کا خیال رہتا ہے اور یہی کوشش رہتی ہے کہ تا امکان جزئیات اُن کلیات میں مندرج رہے یہ کلام اجمالی طور پر یہاں بیان کیا گیا اور اُسکی تفصیل طویل ہے یہاں اُسکی گنجائش نہیں اور اللہ تعالےٰ ہادی حقیقی ہے۔

حکایت طاہر قمی کی ساتھ برہان شاہ کے

طاہر قمی کا برہان شاہ سے کہنا کہ امامیہ مذہب اختیار کرو تو یہ مذہب ائمہ اثنا عشر اختیار کرنیسے تمھارے لڑکے کو شفا ہو جاویگی پھر برہان شاہ کا خواب میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ تمھارے لڑکے نے شفا پائی طاہر کے قول پر عمل کرو یہ تاریخ فرشتہ سے نقل فرمایا تھا۔ اس جواب کی توجیہ کیلئے ہر مذہب اہل سنت نے استدعا کی۔

جواب اوّل۔ مہربان من یہ سوال و اشکال چند مرتبہ فقیر کے سامنے پیش ہوا اور جواب میں اُسکے

بیان ماخذ مذاہب ائمہ اربعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعریف کرتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کی اور درود بھیجتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے نبی کریمؐ پر اور آپکی آل واصحاب صاحبان فضل عظیم پر جانو تم رحمت فرماوے تمپر اللہ تعالیٰ یہ کہ مجتہدین نے کہ دلائل احکام شرعیہ اور اُسکے ماخذ میں بحث کیا ہے جب دیکھا کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تعارض ہے اور آثار صحابہ وتابعین کے بھی باہم مختلف ہیں اور وہ احادیث وآثار عام طور پر ماخذ ہیں اور اکثر احکام اُس سے ثابت ہوتے ہیں تو مجتہدین کو حیرت ہوئی اور باہم مجتہدین کی رائے اس بارہ میں مختلف ہوئی کہ اس تعارض واختلاف سے بچنے کی کیا صورت ہو تو امام مالکؒ نے اختیار کیا کہ ایسے محل میں اہل مدینہ کے عمل پر اعتبار کرنا چاہیے اسواسطے کہ مدینہ منورہ گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اور وطن خلفاء کا ہے اور مسکن اولاد صحابہؓ اور اہلبیتؓ کا ہو اور مقام نزول وحی کا ہو اور اہل مدینہ معانی وحی سے زیادہ واقف ہیں تو جو حدیث یا اثر اہل مدینہ کے عمل کے خلاف ہو تو ضرور ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہوگی یا ماوّل یا مخصص یا محذوف القصہ ہوگی تو ایسی حدیث پر احکام شرعیہ کا مدار نہیں ہوسکتا اور امام شافعیؒ نے اختیار کیا کہ ایسے محل میں اہل حجاز پر اعتبار کرنا چاہیے اور باوجود اسکے امام شافعیؒ نے اسمیں فہم کو دخل دیا اور بعضی روایت کو کسی حالت پر حمل کیا اور بعضی روایت کو دوسری حالت پر حمل کیا اور تا امکان روایت میں تطبیق دی پھر جب امام شافعیؒ مصر وعراق تشریف لیگئے اور اس بلاد کے ثقات سے روایات کثیرہ سنیں اور آپکو معلوم ہوا کہ اسمیں سے بعض روایات کو عمل اہل حجاز پر ترجیح ہے تو اسوجہ سے شافعی مذہب میں امام شافعیؒ کے دو قول ہوئے قول قدیم وقول جدید اور امام احمدؒ بن حنبل نے اختیار کیا کہ ہر حدیث کو اُسکے ظاہر معنے پر حمل کیا لیکن حدیث میں تخصیص کی اُسکے مورد کے ساتھ بصورت متحد ہونے علت حکم کے تو امام احمد بن حنبل کا مذہب خلاف قیاس ہوا اور اُس مذہب میں اختلاف حکم میں ہوا باوجود نہونے وجہ فرق کے اور اسواسطے وہ مذہب ظاہریہ کے ساتھ منسوب ہوا اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اور آپکے تابعین نے جو امر اختیار کیا ہو وہ نہایت صاف ظاہر ہے اور بیان اس امر کا یہ ہے کہ جب ہمنے تحقیق کی تو شریعت میں دو قسم کے احکام پائے ایک قسم قواعد کلیہ ہے اور وہ جامع ومانع ہے مثلاً ہمارا یہ قول ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے گناہ

میں فساد کم ہو وہ کم مذموم ہے اور اگر مرتکب بدعت کا بدعت کو بہتر سمجھتا ہو اور وہ جانتا ہو کہ اُس سے تقرب خدا کا حاصل ہوگا تو وہ مرتکب بدعت کا دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاوے گا چنانچہ یہ امر سُنن ابن ماجہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَخْرُجُ الشَّعْرَۃُ مِنَ الْعَجِیْنِ روایت ہے حذیفہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خارج ہو جاتا ہے بدعتی اسلام سے جیسا نکل جاتا ہے بال آٹے میں سے اور بدعتی عام ہے خواہ خود اُسنے بدعت کو اختراع کیا ہو یا اس نے بدعت کو اختراع نہ کیا ہو بلکہ کسی دوسرے نے اختراع کیا ہو اور یہ شخص اُس بدعت کا مرتکب ہو اور اس بدعت کو پسند کرے تو یہ شخص بھی شرعاً بدعتی کہا جاویگا اور یہ بھی سُنن ابن ماجہ میں وارد ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبَی اللّٰہُ اَنْ یَّقْبَلَ عَمَلَ صَاحِبِ بِدْعَۃٍ حَتّٰی یَدَعَہٗ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انکار ہے اللہ تعالیٰ کو اس سے کہ قبول فرماوے عمل بدعتی کا تاوقتیکہ وہ بدعتی اس بدعت کو چھوڑ نہ دیوے اور مرتکب بدعت کے بارہ میں لفظ ضَالٌ کا حدیث میں آیا ہو تو اگر بدعتی کی گمراہی اس حد تک پہنچ جاوے کہ وہ کوئی ایسا فعل کرے جس کے مرتکب کے بارہ میں وعید عذاب دوزخ کی ثابت ہے تو وہ شخص شرعاً مرتکب گناہ کبیرہ کا ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ شخص مرتکب گناہ صغیرہ کا ہوگا اور یہ فرق اُس صورت میں ہے جب بدعت کو بہتر نہ جانتا ہو۔

سوال۔ کھانا اُن چیزوں کا کیسا ہے جو تعزیہ وغیرہ پر نذر و نیاز لیجاتے ہیں اور وہاں رکھ کر فاتحہ کرتے ہیں اور وہاں رکھے رہتے ہیں اور شب عاشورا میں قاب علوے کا نیچے تخت ضریح و تعزیہ کے رکھتے ہیں اور صبح اُسکو تبرکاً تقسیم کرتے ہیں۔

جواب۔ جس کھانے کا ثواب حضرات ائمہ دین رضؓ کو پہونچایا جاوے اور اُس پر فاتحہ و قل و درود پڑھا جاوے وہ کھانا تبرک ہو جاتا ہے اُس کا کھانا بہت خوب ہے البتہ وہ کھانا تعزیہ وغیرہ کے سامنے لے جانا اور تعزیہ وغیرہ کے سامنے تمام رات رکھنا بلکہ اصلی قبروں کے پاس رکھنا بھی ان سب امور میں مشابہت کفار اور بت پرستوں کی پائی جاتی ہے اس وجہ سے اُس میں کراہیت ہو جاتی ہے واللہ اعلم

ہر علم و فن کی اردو، فارسی، عربی کتابیں ملنے کا پتہ:۔ حاجی محمد سعید تاجر کتب و مالک مطبع مجیدی کانپور

جواب یہ بھی جائز نہیں اس واسطے کہ اس سے اعانت کرنا معصیت میں لازم آتا ہے اور معصیت میں اعانت کرنا بھی ناجائز ہے۔

سوال۔ کیا حکم ہے اس شخص کے بارہ میں جو مرثیہ وکتاب پڑھتا ہے اور نوحہ خوانی کرتا ہے خواہ کچھ اجرت لیتا ہے یا نہیں۔

جواب مرثیہ وکتاب پڑھنا جس میں احوال واقعی نہ ہو ناجائز ہے اور ایسا ہی نوحہ کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے اور احادیث میں اسبارہ میں وعید وارد ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّائِحَۃَ وَالْمُسْتَمِعَۃَ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ کَذَا فِی الْمِشْکٰوۃِ یعنے لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنیوالی پر اور اس عورت پر جو نوحہ کرنا سنے روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے ایسا ہی مشکوٰۃ شریف میں ہے اور اجرت لینا مرثیہ خوانی اور نوحہ وغیرہ پر حرام ہے اسواسطے کہ اصول شرع سے ہے کہ معصیت پر اجرت لینا درست نہیں چنانچہ مزامیر وغنا پر اجرت لینا حرام ہے ایسا ہی ان چیزوں پر بھی اجرات لینا حرام ہے۔

سوال۔ اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ منہدی شب یازدہم ربیع الآخر میں روشن کرتے ہیں اور اسکو منسوب ساتھ جناب سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے کرتے ہیں اور نذر ونیاز اور فاتحہ کرتے ہیں۔

جواب۔ روشن کرنا منہدی حضرت سید عبدالقادر قدس سرہ کا یہ بھی بدعت سیئہ ہے اسواسطے کہ جو قباحت نذر یہ داری میں ہے وہی قباحت منہدی میں بھی ہے اور فاتحہ پڑھنا اور ثواب اسکا ارواح طیبہ کو پہنچانا فی نفسہ جائز ہے لیکن منہدی پر فاتحہ اور درود پڑھنے میں بے ادبی وغیرہ ہے چنانچہ اوپر مذکور ہوا اور نذر غیر خدا کی اپنے اوپر لازم کرلینا یہ بھی درست نہیں چنانچہ حدیث میں وارد ہے لَا تَنْذِرُوْا فَاِنَّ النَّذْرَ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْقَدَرِ شَیْئًا وَاِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِہٖ مِنَ الْبَخِیْلِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ یعنی نذر نہ مانو اسواسطے کہ نذر سے تقدیر کے خلاف کچھ نہیں ہوسکتا فقط یہی ہوتا ہے کہ نذر ماننے والا بخیل سے خارج ہو جاتا ہے روایت کیا حدیث کو بخاری اور مسلم نے۔

سوال۔ یہ امور بدعت حسنہ ہیں یا مذموم ہیں اور اگر مذموم ہیں تو سب گناہ میں برابر ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے اور یہ سب حرام ہے اور مرتکب اس کا مرتکب گناہ کبیرہ کا ہے یا یہ سب مکروہ ہے اور مرتکب اسکا مرتکب گناہ صغیرہ کا ہے۔

جواب یہ سب بدعت سیئہ ہے اور مذموم ہے اور تفاوت امور بدعت میں باعتبار تفاوت فساد کے ہے تو جس بدعت میں کہ بہت زیادہ فساد ہو وہ بدعت بہت زیادہ مذموم ہے اور جس بدعت

کی اس حدیث کو دیلمی نے ابن مسعودؓ سے ایسا ہی ذکر کیا اسکو سیوطی نے جمع الجوامع میں اور فاتحہ و درود پڑھنا فی نفسہ درست ہے لیکن ایسی جگہ یعنی مجلس تعزیہ داری میں پڑھنے سے ایک طرح کی بے ادبی ہوتی ہے اسواسطے کہ ایسی مجلس اس قابل ہے کہ مٹا دیجاوے اور ایسی مجلس میں نجاست معنوی ہوتی ہے اور فاتحہ و درود اُس جگہ پڑھنا چاہئے جو نجاست ظاہری و باطنی سے پاک ہو پس جو شخص پائخانہ میں تلاوت قرآن شریف کی کرے اور درود پڑھے وہ مستوجب ملامت و طعن کا ہوگا ایسا ہی جس جگہ نجاست باطنی ہو اور قابل دور کرنے کے ہو تو وہاں بھی پڑھنا باعث ملامت و طعن کا ہوگا اس واسطے کہ بے محل وہ پڑھنا ہوگا۔

سوال۔ اسبارہ میں شرع کا کیا حکم ہے کہ ضریح وغیرہ نہ بنائے جاویں بلکہ کسی مکان میں کہ وہاں کوئی تبرک صحیح مثل موئے مبارک کے رکھا جاوے یا نہ رکھا جاوے مجلس گریہ کی ترتیب دیجاوے اور اخبار و احادیث صحیحہ کا ذکر کیا جاوے جو بیان شہادت میں جناب سید الشہدا کے وارد ہے اور گریہ کیا جاوے اور ختم کلام اللہ کیا جاوے اور پنج آیت پڑھی جاوے اور ثواب رسانی کیجاوے۔

جواب۔ جب ضریح وغیرہ نہ بنائے جاویں اور صرف مکان میں کہ تبرک صحیحہ وہاں رکھا جاوے یا نہ رکھا جاوے مجلس گریہ و زاری کی ترتیب دیجاوے تو یہ بھی ناجائز ہے بدلیل اسکے کہ یہ سب بدعت سیئہ ہے البتہ اسمیں مضائقہ نہیں کہ احادیث صحیحہ کا ذکر ہووے جو شہادت میں وارد ہے اور اسمیں بھی مضائقہ نہیں کہ ختم کلام اللہ اور فاتحہ وغیرہ کیا جاوے اور تبرک صحیح مثلاً موئے مبارک اسکی صحت ثابت نہیں ہوتی اسکی بنا صرف عوام کالانعام کے وہم پر ہے جبتک کوئی تبرک صحیح طور پر ثابت نہ ہو جاوے اسکی صحت کا اعتقاد نکرنا چاہئے اور جب تبرک کی اصلیت ثابت نہیں تو باقی رہا یہ امر کہ صرف مجلس گریہ و زاری کی منعقد کرنا کیسا ہے تو ایسی مجلس بھی صرف گریہ و زاری کیلئے منعقد کرنا سلف سے ثابت نہیں البتہ اگر معلوم ہو جاوے کہ تبرک صحیح مثل موئے مبارک کے اس مجلس میں ہوگا یا کسی دوسری جگہ ہو تو اسکی زیارت کیلئے جانیمیں کچھ مضائقہ نہیں

سوال۔ اس بارہ میں کیا حکم ہے کہ اس ایام میں یعنی عشرۂ محرم میں ترک زینت و لذت کرنا اور غمگین و محزون بطور ماتم زدہ کے رہنا کیسا ہے۔

جواب۔ ترک زینت وغیرہ کا حکم اوپر لکھا گیا۔

سوال۔ اس مسئلہ میں کیا حکم ہے یعنی کوشش اور ہمت کرنا امور تعزیہ داری وغیرہ میں خود اپنے خیال سے یا بپاس قرابت یا بسبب ہمسائگی و ہم خانگی ہونیکے ساتھ تعزیہ ڈالنے اور اپنا اسباب عاریۃً دینا۔

سوال۔ اس مجلس میں یعنی تعزیہ داری کی مجلس میں بہ نیت زیارت وگریہ وزاری کے حاضر ہونا اور وہاں جاکر مرثیہ اور کتاب سننا اور فاتحہ و درود پڑھنا جائز ہے یا نہیں

جواب۔ اس مجلس میں بہ نیت زیارت وگریہ وزاری کے بھی حاضر ہونا ناجائز ہے اسواسطے کہ اُس جگہ کوئی زیارت نہیں کہ زیارت کیواسطے جاوے اور وہاں چند لکڑی جو تعزیہ دار کی بنائی ہوئی ہوتی ہے وہ قابل زیارت نہیں بلکہ قابل مٹانے کے ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ مَنْ رَّاٰی مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ یعنی جو شخص کوئی امر خلاف شرع دیکھے تو چاہئے کہ اُسکو مٹادیوے اپنے ہاتھ سے تو اگر ہاتھ سے مٹانے کی اسکو قدرت نہو تو زبان سے مٹادیوے یعنی زبان سے منع کردیوے اور اگر زبان سے منع کرنیکا بھی اُسکو اختیار نہ ہو تو اُسکو مٹادیوے اپنے دل سے یعنی دل میں اُسکو بُرا جانے اور یہ یعنی صرف دل سے منع کرنا نہایت ضعیف ایمان ہے روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے اور مجلس تعزیہ داری میں جاکر مرثیہ اور کتاب سننے کے بارہ میں یہ حکم ہے کہ اگر مرثیہ اور کتاب میں احوال واقعی نہو بلکہ کذب وافترا ہو اور اسمیں ایسا ذکر ہو جس سے تحقیر بزرگان کی ہوتی ہو تو ایسا مرثیہ اور کتاب سننا درست نہیں بلکہ ایسی مجلس میں جانا بھی جائز نہیں چنانچہ اسی طرح کا مرثیہ سننے کے بارہ میں حدیث شریف میں منع وارد ہے عَنْ اَبِیْ اُوْفٰی قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرَاثِیْ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ یعنے روایت ہے ابی اوفیٰ سے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیہ سے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے اور اگر مرثیہ اور کتاب میں احوال واقعی ہو تو ایسے مرثیہ اور کتاب کے فی نفسہ سننے میں مضائقہ نہیں لیکن ہیئت اس مجلس کی جس طرح بدعتی کرتے ہیں نہ کرنا چاہئے اسواسطے کہ اس میں مشابہت بدعتی گروہ سے ہوجاتی ہے اور پرہیز کرنا بدعتیوں کی مشابہت سے ضرور ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ یعنے جس نے مشابہت کی ساتھ کسی قوم کے تو وہ بھی اُن ہی لوگوں سے ہوا اور جو شخص تعزیہ داروں کی مجلس کے مانند مجلس منعقد کرے تو وہ اس حدیث کی مصداق میں بھی داخل ہوجاویگا مَنْ کَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ وَمَنْ رَّضِیَ عَمَلَ قَوْمٍ کَانَ شَرِیْکًا لِّمَنْ عَمِلَ رَوَاہُ اللَّالَکَائِیُّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ کَذَا ذَکَرَہُ السُّیُوْطِیُّ فِیْ جَمْعِ الْجَوَامِعِ یعنی جس شخص نے زیادہ کیا جماعت کو کسی قوم کی تو وہ شخص بھی اُسی قوم سے شمار ہوگا اور جو خوش ہوا عمل سے کسی قوم کی تو وہ بھی اُسکا شریک قرار پاویگا جو وہ عمل کرے، روایت

ثَلَاثِ لَیَالٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّ عَشْرًا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ یعنی نہیں حلال واسطے
کسی عورت کے جو ایمان لاوے اللہ تعالےٰ اور دن آخرت پر یہ کہ سوگ کرے کسی میت کے لئے زیادہ
تین رات سے سوا شوہر کے کہ شوہر کی وفات کے بعد چار مہینے دس دن سوگ کرنا چاہئے روایت کیا
اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اور تعزیہ داری بدعت ہے اور ایسا ہی بنانا ضرایح اور
صورت قبور اور علم وغیرہ کا ہی یعنی یہ سب بھی بدعت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بدعت حسنہ نہیں کہ
اسمیں مواخذہ نہیں ہوتا بلکہ بدعت سیئہ ہے اور حال بدعت سیئہ کا یہ ہے کہ حدیث میں وارد
ہے شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ رَوَاہُ مُسْلِمٌ یعنی بدترین امور وہ امور
ہیں جو شرع میں جدید بنالئے جاویں اور سب بدعت گمراہی ہی روایت کیا اس حدیث کو
مسلم نے اور حال بدعتی کا کہ اس طرح کی بدعتیں اختیار کرتا ہی یہ ہی کہ وہ بدعتی بدعت کی
وجہ سے خدا کی لعنت میں گرفتار ہوتا ہے اور فرائض ونوافل اسکے درگاہ الٰہی میں قبول
نہیں ہوتے چنانچہ حدیث میں وارد ہے مَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا اَوْ اٰوٰی مُحْدِثًا فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ
اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ عَنِ
ابْنِ عَبَّاسٍ وَالْبَزَّارُ عَنْ ثَوْبَانَ یعنی جو شخص کوئی نیا امر اختیار کرے دین میں یا جگہ دے ایسے
اختراع کرنیوالے کو تو اوپر لعنت ہی اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی نہیں
قبول کرتا اللہ تعالیٰ اسکی توبہ اور نہ فدیہ روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے ابن عباسؓ سے
اور بزار نے ثوبان سے اور بھی حدیث شریف میں ہی مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ
رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنِ مَاجَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا یعنی جس شخص نے
اختراع کیا ہمارے اس امر میں یعنی دین میں ایسی چیز جو اسمیں نہیں تو وہ مردود ہی روایت کیا اس
حدیث کو بخاری ومسلم وابوداود وابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور یہ بھی حدیث
شریف میں بدعتی کی مذمت میں ہی مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَۃً ضَلَالَۃً لَا یَرْضَی اللّٰہُ بِھَا وَرَسُوْلُہٗ
کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِھَا لَا یُنْقِصُ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْئًا رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ
عَنْ عُمَرَ بْنِ عَوْفٍ وَھِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ یعنی جس شخص نے اختراع کی بدعت ضلالت کہ اس
سے اللہ اور اسکے رسول راضی نہیں تو اسکو اسقدر گناہ ہوگا جسقدر گناہ ان سب لوگوں کو
ہوگا جو لوگ وہ بدعت کرینگے اور ان لوگوں کے گناہوں میں سے کچھ گناہ کم نہ ہوجاوے گا۔
روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے عمر بن عوفؓ اور ہلال بن حارث سے۔

الکفار میں لکھا ہے فلو سبی اھل الحرب اھل الذمۃ من دارنا لا یملکونھم لانھم احرار یعنے اگر کفار حربی لونڈی غلام بناویں دارالاسلام کے کفار ذمی کو تو وہ کفار حربی الک اُن کفار ذمی کے نہ ہونگے اسواسطے کہ کفار ذمی آزاد ہیں پانچویں قسم یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی لونڈی ہو کہ اُسکا حال معلوم نہ ہو کہ وہ قسم سے کفار حربی کے ہے یا قسم سے کفار ذمی کے ہے تو اگر وہ صغیرہ ہو کہ حد بلوغ کو نہ پہنچی ہو تو وہ لونڈی جسکے قبضہ میں ہووے اسی کے قول کا اعتبار ہوگا جو وہ کہے گا وہی صحیح مان لیا جاویگا اور اگر وہ کبیرہ بالغہ ہو تو اسبارہ میں جو وہ کہے گی اُسی کا اعتبار کیا جاویگا چنانچہ یہ حکم کتاب اشباہ والنظائر کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے الجاریۃ المجھول الحال المرجع فیھا الی صاحب الید ان کانت صغیرۃ والی اقرارھا ان کانت کبیرۃ وان علم حالھا فلا اشکال یعنی وہ لونڈی جسکا حال معلوم نہ ہو تو اُسکے بارہ میں اُس شخص کا قول معتبر ہوگا جسکے قبضہ میں وہ لونڈی ہو اگر وہ لونڈی صغیرہ ہو اور اُسی لونڈی کے کہنے پر اعتبار ہوگا جب وہ کبیرہ ہو اور اگر اُسکا حال کسی دوسری وجہ سے معلوم ہو جاوے تو پھر کچھ اشکال نہ رہے گا چھٹی قسم یہ ہے کہ مسلمان آزاد حالت شدت گرسنگی قحط کے وقت اپنی اولاد فروخت کریں اور کوئی دوسرا خرید لیوے تو مسلمان کی وہ اولاد شرعًا غلام یا لونڈی نہوگی اگرچہ بعضے کا قول یہ ہے کہ ایسی خرید و فروخت سے حکم لونڈی کا ہو جاتا ہے لیکن اس قول پر فتوی نہیں اور نہ اس قول پر عمل ہوا ہے اسواسطے کہ جمیع متون میں بلکہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل اصول ہے کہ آزاد مال نہیں اور جس شخص کے پاس اس قسم کی عورت ہو تو اس عورت کے ساتھ جماع کرنا بدون نکاح کے جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ دربارہ تعزیہ داری عشرہ محرم اور بنانے ضریح وصورت قبور وعلم وغیرہ کے شرعًا کیا حکم ہے۔

جواب۔ تعزیہ داری جو عشرہ محرم میں معمول ہے اور بنانا ضرایح وصورت قبور وغیرہ کا درست نہیں اسواسطے کہ تعزیہ داری سے مراد یہ ہے کہ ترک لذت اور ترک زینت کرے اور اپنی صورت محزون وغمگین کی صورت کے مانند بناوے یعنی عورت سوگ کرنے والی کے مانند بیٹھے حالانکہ مرد کیلئے یہ کسی حالت میں شرعًا ثابت نہیں ہوتا البتہ عورت کے حق میں ثابت ہے کہ وہ بعد وفات اپنے شوہر کے چار مہینے دس دن سوگ کرے اور اگر شوہر کے سوا کوئی دوسرا اُسکے اقارب سے فوت ہو تو صرف تین دن تک اگر وہ ترک زینت وغیرہ کرے تو جائز ہے اور بعد تین دن کے درست نہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاخر ان تحد علی میت فوق

دَارِهِمْ اَحْرَارٌ وَلَيْسَ ذَالِكَ فَاِنَّهُمْ اَرِقَّاءُ فِيهَا وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مَلَكَ لِاَحَدٍ عَلَيْهِمْ عَلٰى مَا فِي عِتَاقِ الْمُسْتَصْفٰى وَغَيْرِهِ كَذَا فِي جَامِعِ الرُّمُوزِ یعنی اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ کفار اپنے ملک میں یعنی دار الحرب میں آزاد ہیں حالانکہ ایسا نہیں اسواسطے کہ وہ لوگ دار الحرب میں حکم میں غلام کے ہیں اگرچہ وہ کسی کی ملک میں نہیں یہ مسئلہ اس قول سے معلوم ہوتا ہے جو مستصفی میں آزاد کرنیکے بیان میں ہی ایسا ہی جامع الرموز میں ہے وَلَوْ دَخَلَ دَارَهُمْ وَاشْتَرٰى مِنْ اَحَدِهِمْ اُخْتَهُ اَوْ بِنْتَهُ وَيَنْبَغِي لَهُ ذَالِكَ اِذَا كَانَ هٰذَا حُكْمُ دَارِهِمْ وَاِنْ لَيْسَ مِنْ حُكْمِ الدَّارِ ذَالِكَ لَا يَنْبَغِي لَهُ اَنْ يَشْتَرِيَ كَذَا فِي الْمُلْتَقَطِ فِي كِتَابِ الْبُيُوعِ یعنی اگر داخل ہوا کوئی مسلمان دار الحرب میں اور خرید کیا کسی کافر حربی سے اسکی بہن یا اسکی لڑکی کو اور یہ مناسب ہی اسوقت میں جب اس دار الحرب میں یہ حکم جاری ہو اور اگر یہ حکم اس دار الحرب میں جاری نہو تو مسلمان کو سزاوار نہیں کہ وہاں کسی کافر حربی سے اسکی بہن یا لڑکی خرید کرے ایسا ہی ملتقط کی کتاب البیوع میں ہی تیسری قسم لونڈی اور غلام کی یہ ہے کہ اوپر کی دونوں قسم کی لونڈی کی اولاد بھی اپنی ماں کے مانند مملوک ہو جاتی ہی اس واسطے کہ کتب فقہ میں لکھا ہے اَلْوَلَدُ يَتْبَعُ الْاُمَّ فِي الْحُرِّيَّةِ وَالرِّقِّيَّةِ یعنی اولاد تابع ہوتی ہی اپنی ماں کے آزاد اور غلام ہونے میں بشرطیکہ لونڈی کی وہ اولاد اس لونڈی کے مالک سے پیدا نہوئی ہو اور نہ اس مالک کے کسی قرابت مند ذی رحم سے پیدا ہوئی ہو اور اگر وہ اولاد ان دونوں شخصوں میں سے کسی شخص سے پیدا ہوئی ہوگی تو وہ اولاد آزاد ہو جاویگی موافق اس حدیث کے مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ عَتَقَ عَلَيْهِ یعنی جو شخص مالک ہو جاویگا ذا رحم محرم کا یعنی اپنے قرابت مند محرم کا تو وہ ذا رحم محرم آزاد ہو جاویگا اور اسکے بارہ میں یہ حکم ہوگا کہ گویا اس مالک نے خود اسکو آزاد کیا ہے چوتھی قسم لونڈی اور غلام کی یہ ہی کہ کفار ذمی یعنی جو کفار تابع مسلمان بادشاہ کے ہوں وہ اپنی اولاد یا اپنے اقارب کو فروخت کریں اور کوئی مسلمان خرید کرے تو کفار کی وہ اولاد یا وہ اقارب مملوک اس مسلمان کے ہونگے اور ایسا ہی اگر دوسرے ملک کے کفار حربی دار الاسلام میں آویں اور دار الاسلام میں کفار ذمی کو گرفتار کریں اور انکو غلام بنا کر بیچا دیں تو وہ کفار ذمی بھی مملوک ان کفار حربی کے ہونگے ان دونوں صورتوں میں کفار کی اولاد اور اقارب اور کفار ذمی کے بارہ میں حکم لونڈی اور غلام کا ہوگا اسواسطے کہ کفار ذمی دار الاسلام میں آزاد ہیں تو جب کفار ذمی آزاد قرار دیے گئے تو کوئی مسلمان یا کافر اگر کسی کافر ذمی کو خرید کرے یا پکڑے تو وہ مسلمان یا کافر اس کافر ذمی کا مالک نہو گا چنانچہ کتاب مختار میں باب استیلاء

ہو یا دار الحرب ہو تو اسبارہ میں روایات مختلف ہیں کہ اس قسم کی لونڈی شرعاً لونڈی قرار دیجاوے گی یا نہیں تو اصح اور اقویٰ باعتبار دلیل کے یہ ہے کہ اس قسم کی لونڈی بھی شرعاً لونڈی ہو جاتی ہے بیع اور ہبہ اور رہن اسکو کرنا جائز ہے اور اسکے ساتھ جماع کرنا بھی بغیر نکاح کے جائز ہے چنانچہ روایات سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے اور بعض علماء نے یہ شرط کی ہے کہ اس قسم کی لونڈی اور غلام اس صورت میں شرعاً لونڈی اور غلام قرار دیے جاوینگے جبکہ وہ کفار حربی جو اپنی اولاد یا اپنے خویش کو فروخت کرتے ہیں ان کفار میں باہم بھی حکم رواج اسطرح کی خرید و فروخت کا ہو اور بعض علما نے یہ شرط نہیں کی ہے غرضکہ اگر یہ شرط پائی گئی تو بہتر ورنہ روایت ارجح و اقویٰ کی بنا پر ایسی لونڈی اور غلام کے شرعی لونڈی اور غلام قرار دیے جاتے ہیں ان کفار کے حکم و رواج کا اعتبار نہیں اسواسطے کہ کفار حربی کے بارہ میں حکم ہے کہ کفار حربی دار الحرب میں بمنزلہ شکار اور جلانے کی لکڑی کے ہیں تو جو شخص جلانے کی لکڑی جو کسی کی ملک نہو لے لیوے تو وہ شخص اس لکڑی کا مالک ہو جاویگا اور ایسا ہی جو شخص شکار پکڑ لیوے وہ اسکا مالک ہو جاویگا اسیطرح کفار حربی کو جو شخص لیوے وہ اسکا مالک ہو جاتا ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ اس کفار حربی پر غلبہ ہو جاوے اور دار الکفر سے دار الاسلام میں لے آوے چنانچہ ایسا ہی ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے فَاَمَّا الْمِلْكُ فَاِنَّمَا يَثْبُتُ بَعْدَ الْاِحْرَازِ بِدَارِ الْاِسْلَامِ وَالْاِسْتِيْلَاءِ اِثْبَاتُ الْيَدِ الْحَافِظَةِ وَالنَّاقِلَةِ ہدایہ یعنی ملک ثابت ہوتی ہے بعد جمع کرنے کے دار الاسلام میں اور بعد غلبہ ہونیکے جیسا کہ ملک ثابت ہوتی ہے چیز مباح کو کہ دوسرے کی ملک نہو لے لینے سے اور جیسا کہ ملک ثابت ہوتی ہے اس صورت میں کہ بطور جائز کوئی چیز کسی کے پاس منتقل ہووے یہ مضمون ہدایہ کی عبارت مذکورہ کا ہے وَلَوْ دَخَلَ دَارَهُمْ مُسْلِمٌ بِاَمَانٍ فَاشْتَرَى مِنْ اَحَدِهِمْ ابْنَهُ ثُمَّ اَخْرَجَهُ اِلٰى دَارِنَا قَهْرًا مَلَكَهُ وَاَكْثَرُ الْمَشَايِخِ عَلٰى اَنَّهُ لَا يَمْلِكُهُمْ فِىْ دَارِهِمْ هُوَ الصَّحِيْحُ وَقَالَ الْكَرْخِىُّ اِنْ كَانُوْا يَرُدُّوْنَ جَوَازَ الْبَيْعِ فَالْبَيْعُ جَائِزٌ وَاِلَّا فَلَا كَذَا فِى الْمُحِيْطِ یعنی اگر دار الحرب میں کوئی مسلمان پناہ لے کر کفار سے جاوے پھر وہاں کسی کافر سے اسکا لڑکا خرید کرے پھر وہ مسلمان اس لڑکے کو جبراً دار الاسلام میں لے آوے تو وہ مسلمان اس لڑکے کا مالک ہو جاویگا اور اکثر مشائخ کے نزدیک ثابت ہے کہ مسلمان دار الحرب میں کفار حربی کا مالک نہوگا اور یہی صحیح ہے اور کرخی کا قول یہ ہے کہ اگر ان کفار حربی کے نزدیک اسطرح کی بیع جائز ہوگی تو مسلمان کا خریدنا بھی کافر حربی کے لڑکے کو شرعاً جائز ہو جاویگا اور اگر ان کفار حربی کے نزدیک ایسی بیع جائز نہ ہوگی تو مسلمان کا یہ خریدنا بھی جائز نہوگا ایسا ہی محیط میں ہے وَفِيْهِ اَيْضًا اِنَّ الْكُفَّارَ فِىْ

رسالہ بیع کنیزاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لونڈی اور غلام کی باعتبار ملک عدم ملک کے چھ قسم ہے اوّل قسم یہ ہے کہ اہل اسلام دارالاسلام سے دارالحرب میں جاویں اور جبر و غلبہ سے کفار حربی کو گرفتار کریں اور انکو غلام و لونڈی بنا کر دارالاسلام میں لے آویں خواہ کافر حربی مرد ہو خواہ عورت ہو خواہ لڑکا ہو خواہ بڑا ہو یا کسی ایک ملک کے کفار حربی اپنے ملک دارالحرب سے دوسرے ملک دارالحرب میں اسی طور پر جاویں اور اس ملک کے کفار حربی کو جبر و غلبہ سے گرفتار کریں اور انکو غلام و لونڈی بنا کر اپنے ملک میں لے آویں تو ان دونوں صورتوں میں غلام و لونڈی بنانیوالے خواہ مسلمان ہوں یا کافر مالک اُن غلاموں اور لونڈیوں کے ہو جاویں گے اور بیع اور رہن اور ہبہ کرنا ایسی لونڈی اور غلام کا اور جماع کرنا ایسی لونڈی شرعی کے ساتھ بغیر نکاح کے جائز ہے اِذَا سَبٰی بَعْضُھُمْ بَعْضًا فَاَخَذُوْا اَمْوَالَھُمْ اَوْ بَعِیْرًا اَنَدَّ اِلَیْھِمْ اَوْ غَلَبُوْا عَلٰی مَالِنَا وَاَحْرَزُوْہُ بِدَارِھِمْ مَلَکُوْہُ وَنَمْلِکُ بِالْغَلَبَۃِ حُرَّھُمْ وَمَا ھُوَ مِلْکُھُمْ شرح وقایہ یعنی جب بعضے کفار نے بعضے کفار کو لونڈی اور غلام بنا لیا اور انکا مال لے لیا یا وہ اونٹ لے لیا جو انکی طرف بھاگ کر آیا ہو یا کفار غالب ہوئے اہل اسلام کے مال پر اور وہ مال اپنے دارالحرب میں لیجا کر جمع کیا تو وہ کفار اس مال کے مالک ہو جاوینگے اور جب ہملوگوں کا غلبہ کفار پر اور اُن کے مال پر ہوئے تو ہملوگ اُن کفار اور اُنکے مال کے مالک ہو جاوینگے یہ مضمون شرح وقایہ کی عبارت مذکورہ کا ہے اِذَا سَبَی کَافِرٌ کَافِرًا فِیْ دَارِ الْحَرْبِ وَاَخَذَ مَالَہٗ مَلَکَہٗ لِاسْتِیْلَائِہٖ عَلٰی مَالٍ مُبَاحٍ وَمَلَکْنَا مَا نَجِدُ مِنْ ذَالِکَ الشَّیْءِ لِلْکَافِرِ اِنْ غَلَبْنَا عَلَیْھِمْ اِعْتِبَارًا بِالْاَسَائِرِ اَلَا تَرٰی اَنَّ فِیْ دُرِّ مُخْتَارٍ یعنی جب کوئی کافر کسی دوسرے کافر کو دارالحرب میں لونڈی اور غلام بنا لیوے اور اسکا مال لے لیوے تو وہ کافر اُس دوسرے کافر کے مال کا مالک ہو جاویگا اسواسطے کہ اس کافر کا غلبہ مال مباح پر ہوا ہے اور پھر جو کچھ اُس مال میں سے جب ہم پاوینگے تو ہم اُس مال کے مالک ہو جاوینگے جیسا کہ بصورت غلبہ ہمارے کے ہم کفار کے خاص مال کے مالک ہو جاتے ہیں مضمون درمختار کی عبارت مذکورہ کا ہے دوسرے قسم لونڈی اور غلام کی یہ ہے کہ کفار حربی اپنی اولاد یا اپنے دوسرے خویش کو فروخت کریں اور اہل اسلام انکو خرید کر اپنے ملک میں یعنی اپنی اقامت کی جگہ میں لے آویں خواہ وہ جگہ دارالاسلام

ہر طرح کا حرام ہے اور جو ان چیزوں کو حلال کہے وہ کافر ہے ہدایت کرے اللہ پرہیزگاروں کو اور وہ جہال کہ غنا میں مبتلا ہیں اُنکے حق میں کفر کا خوف ہے اور جامع الفتاوٰی میں لکھا ہے اِسْتِمَاعُ الْمَلَاهِیْ وَالْجُلُوْسُ عَلَیْهَا وَضَرْبُ الْمَزَامِیْرِ وَالرَّقْصُ کُلُّهَا حَرَامٌ وَمُسْتَحِلُّهَا کَافِرٌ یعنی لہو ولعب کا کلام سننا اور وہاں بیٹھنا اور مزامیر بجانا اور رقص کرنا یہ سب حرام ہے اور جو شخص ان چیزوں کو حلال کہے وہ کافر ہے اور حمادیہ میں نافع سے منقول ہے اِعْلَمْ اَنَّ التَّغَنِّیَ حَرَامٌ فِیْ جَمِیْعِ الْاَدْیَانِ یعنی جاننا چاہیئے کہ گانا ہر دین میں حرام ہے اور نہایہ میں لکھا ہے التَّغَنِّیُ وَالطُّنْبُوْرُ وَالْبَرْبَطُ وَالدَّفُّ وَمَا یُشْبِهُ ذٰلِکَ کُلُّ ذٰلِکَ حَرَامٌ وَمَعْصِیَةٌ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ یعنی گانا اور طنبورہ اور بربط اور دف اور جو اُسکے مانند ہو وہ سب حرام ہے اور گناہ ہے اور یہ ثابت ہے اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک سے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ یعنی اور لوگوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو خرید کرتے ہیں یعنی اختیار کرتے ہیں لہو حدیث کو یعنی کھیل کی چیزوں کو اور تاتارخانیہ میں تیمیہ سے منقول ہے سُئِلَ الْحَلْوَانِیُّ عَمَّنْ سَمَّوْا اَنْفُسَهُمْ بِالصُّوْفِیَةِ فَاخْتَصُّوْا بِنَوْعِ لُبْسٍ وَاشْتَغَلُوْا بِاللَّهْوِ وَالرَّقْصِ وَادَّعُوْا لِاَنْفُسِهِمْ مَنْزِلَةً فَقَالَ افْتَرَوْا عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا وَسُئِلَ اِنْ کَانُوْا زَاغُوْا عَنِ الطَّرِیْقِ الْمُسْتَقِیْمِ هَلْ یُنْفَوْنَ مِنَ الْبِلَادِ لِقَطْعِ فِتْنَتِهِمْ عَنِ الْعَامَّةِ فَقَالَ اِمَاطَةُ الْاَذٰی اَبْلَغُ فِی الصِّیَانَةِ وَاَمْثَلُ فِی الدِّیَانَةِ وَتَمْیِیْزُ الْخَبِیْثِ مِنَ الطَّیِّبِ اَزْکٰی وَاَوْلٰی یعنی پوچھا گیا حلوائی سے اُن لوگوں کے بارہ میں جن لوگوں نے نام اپنا صوفیہ رکھا ہے اور اپنے لئے خاص ایک جامہ اختیار کر لیا ہے اور وہ لوگ لہو اور رقص میں مشغول ہیں اور اپنی شان میں مرتبہ عالی کا ادعا کیا ہے تو حلوائی نے کہا کہ ایسے لوگوں نے جھوٹ کی تہمت لگائی ہے اللہ تعالیٰ پر اور یہ بھی حلوائی سے پوچھا گیا کہ اگر یہ لوگ راہ مستقیم سے کج روی اختیار کر لیں تو کیا ان لوگوں کو شہر بدر کر دینا چاہیئے تا عوام ان لوگوں کے فتنہ سے بچ جاویں تو حلوائی نے کہا کہ جو چیز باعث تکلیف ہو وہ دور کر دینا بہتر ہے تا لوگ محفوظ رہیں اور یہ بہتر ہے دیانت میں اور فرق کر دینا خبیث اور طیب میں خوب اور بہتر ہے اور یہ سب روایات نقل کی گئی ہیں عالم متقی کامل شیخ محمد فرخ سرہندی کے رسالہ سے جو اس بارہ میں ہے سوا روایت معدن اور ہدایہ کے اور ان دونوں کتابوں کی روایت خاص انہی دونوں کتابوں سے نقل کی گئی ہے اور شیخ موصوف نے اس رسالہ میں یہ لکھا ہے کہ ستر فقہا کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ غنا یعنی راگ حرام ہے اور شیخ موصوف نے اس رسالہ میں مفصل اُن فقہا کا نام لکھا ہے اور میں نے یہاں بخوف طوالت نہیں لکھا۔

غنا اور مزامیر سب حرام ہے اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے شعبیؒ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَعَنَ اللّٰہُ الْمُغَنِّیَ وَالْمُغَنّٰی لَہٗ یعنی لعنت کی اللہ تعالیٰ نے گانیوالے پر اور اُسپر جس کے لئے گایا جاوے اور طبرانی اور خطیبؒ بغدادی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے غنا سے اور اُسکے سُننے سے اور سنن الہدیٰ میں ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْغِنَاءِ وَالْاِسْتِمَاعِ اِلَی الْغِنَاءِ یعنی منع فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے غنا سے اور سننے سے غنا کے اور مغنی میں مذکور ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ النَّبَاتَ یعنی غنا اگاتا ہے نفاق کو یعنی پیدا کرتا ہے نفاق کو جیسا اگاتا ہے پانی گھاس کو اور احیاء العلوم میں معاذ بن جبلؓ کی یہ روایت مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَذْھَبَ الْاِسْلَامُ اللَّھْوَ وَالْبَاطِلَ وَالْغِنَاءَ یعنے لے گیا اسلام یعنے باطل کردیا اسلام نے لہو اور باطل اور غنا کو طبرانی نے حضرت امیر المومنین عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْقَیْنَۃُ سَخَطٌ وَغِنَاھَا حَرَامٌ یعنی لونڈی گانیوالی سبب غضب ہے اور اُسکا غنا یعنی گانا حرام ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابرؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ یعنی غنا جماتا ہے نفاق کو جیسا جماتا ہے پانی یعنی اگاتا ہے زراعت کو اور حقائق میں لکھا ہے کہ مُجَرَّدُ الْغِنَاءِ وَالْاِسْتِمَاعُ اِلَیْہِ مَعْصِیَۃٌ یعنی نفس غنا اور اُسکا سُننا گناہ ہے اور مضمرات میں لکھا ہے کہ مَنْ اَبَاحَ الْغِنَاءَ یَکُوْنُ فَاسِقًا یعنی جس نے مباح کہا غنا کو یعنی راگ کو وہ فاسق ہے اور اختیار میں لکھا ہے کہ اِنَّہٗ کَبِیْرَۃٌ فِیْ جَمِیْعِ الْاَدْیَانِ یعنی غنا گناہ کبیرہ ہے ہر دین میں اور محیط میں لکھا ہے کہ اَلتَّغَنِّیْ وَالتَّصْفِیْقُ وَاسْتِمَاعُھُمَا کُلُّ ذَالِکَ حَرَامٌ وَمُسْتَحِلُّھُمَا کَافِرٌ یعنی گانا اور تالی بجانا اور یہ دونوں سننا یعنی گانے اور تالی کی آواز سُننا یہ سب حرام ہے اور ان دونوں امر کو جو حلال کہے وہ کافر ہے اور اختیار الفتاویٰ میں لکھا ہے وَیُکْرَہُ التَّرْجِیْعُ بِقِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ وَالْاِسْتِمَاعُ اِلَیْہِ لِاَنَّہٗ یُشْبِہُ بِفِعْلِ الْفَسَقَۃِ حَالَ فِسْقِھِمْ وَھُوَ التَّغَنِّیْ یعنی مکروہ ہے ترجیع قراءۃ میں قرآن شریف کی اور سُننا ترجیع کا اسواسطے کہ اسمیں مشابہت پائی جاتی ہے ساتھ فعل فاسقوں کے جو وہ بحالت فسق کرتے ہیں اور وہ فعل تَغَنِّیْ یعنی گانا ہے اور فتاوائے بیہقی میں لکھا ہے اَلتَّغَنِّیْ وَاسْتِمَاعُہٗ وَضَرْبُ الدَّفِّ وَجَمِیْعُ اَنْوَاعِ الْمَلَاھِیْ حَرَامٌ وَمُسْتَحِلُّھَا کَافِرٌ ھَدَی اللّٰہُ تَعَالَی الزُّھَّادَ وَالْجَھَلَۃَ الَّذِیْنَ اِبْتَلَوْا بِہٖ خَیْفَ عَلَیْھِمُ الْکُفْرُ یعنی راگ اور سُننا اُسکا اور دف بجانا اور کھیل

گمان کیا تم لوگوں نے کہ پیدا کیا ہم نے تمہ لوگوں کو بطور عبث کے یعنی کیا ہم نے یہ فعل عبث کیا ہے اور اس سے ہمکو لہو و لعب مقصود ہے قال علیہ السلام کل شئی یلھو بہ الرجل باطل الا رمیہ بقوسہ و تادیبہ فرسہ و ملاعبتہ امرأتہ فانھن من الحق رواہ الترمذی و ابن ماجۃ و الدارمی یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو چیز منظر ہو یعنی بطور کھیل کے کوئی مرد کرے تو وہ باطل ہے مگر تیر اندازی اور گھوڑا یعنی سکھلانا اپنے گھوڑے کو اور باہم کھیل کرنا اپنی عورت کیساتھ اور یہ یعنی یہ تین قسم کے کھیل حق ہیں یعنے جائز ہے روایت کی اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی نے اور اباحیہ کی ایک جماعت کا قول ہو کہ یہ آیہ کریمہ حرمت غنا پر مطلقا یعنی ہر حالیں دلالت نہیں کرتی اسواسطے کہ اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوتا ہو کہ غنا اسوقت حرام ہے جب بطریق لہو کے ہو اور جب غنا بطریق لہو کے نہو تو وہ حرام نہیں تو اباحیہ کی جماعت کا قول باطل ہو اسواسطے کہ جب لہو الحدیث کی تفسیر غنا کے ساتھ ہوئی ہو جیسا اوپر معلوم ہوا یعنی ہو الحدیث مفسّر ہے اور غنا مفسّر ہو اور غنا لہو الحدیث ہو تو تقیید مفسر کی ساتھ مفسر کے اسکا کچھ معنی نہیں اور ایسا ہی اس جماعت اباحیہ کے لوگ سمجھتے ہیں کہ ظاہر آیہ کریمہ سے تقیید ثابت ہوتی ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ غنا مطلقا یعنی ہر حال میں حرام نہیں بلکہ اسوقت حرام ہے جبکہ باعث ضلال ہووے یعنی اس سے گمراہ کرنا منظور ہووے تو اباحیہ کا یہ قول بھی باطل ہو اسواسطے کہ جب ثابت ہوا کہ غنا لہو الحدیث ہے تو حرمت اسکی ثابت ہوگئی اور تقیید باضلال جو منشا جماعت اباحیہ کے اس وہم و خیال باطل کا ہے وہ تقیید قسم سے اس تقیید کے ہو جو ان احادیث میں وارد ہے و ملحد فی الحرم و ان عز فی حلیلۃ جارک یعنی اور دین سے برگشتہ ہونیوالا حرم شریف میں اور زنا کرنا اپنے ہمسایہ کی عورت سے تو الحاد یعنی دین سے پھر جانا مطلقا حرام ہے جس جگہ ہو لیکن الحاد یعنی دین سے پھر جانا حرم میں زیادہ برا ہے اور زنا مطلقا حرام ہے ہر حال میں لیکن زنا ہمسایہ کی عورت کیساتھ نہایت برا ہے اور آیہ کریمہ مذکورہ میں اللہ تعالی نے ان لوگوں کی نہایت مذمت فرمائی ہو جن لوگوں نے لہو الحدیث کو کہ فی نفسہ حرام ہو گمراہ کرنیکے لئے اختیار کیا ہو تو اس آیہ کریمہ سے اہل غنا کی اباحت ثابت نہیں ہوتی و فی الفتاوی الغیاثیۃ عن جواھر الفتاوی قال السماع و القول و الرقص الذی یفعلہ الصوفیۃ فی زماننا حرام لا یجوز القصد الیہ و الجلوس علیہ و ھو الغناء و المزامیر سواء یعنی فتاوی عالمگیری میں منقول ہے جواہر الفتاوی سے کہ سماع اور قول اور وجد جو معمول کیا ہو ہمارے زمانہ کے صوفیہ نے وہ حرام ہو اسکا قصد نہ کرنا چاہئے اور نہ وہاں بیٹھنا چاہئے اور صوفیہ کا یہ فعل اور

جاوے کہ اصل نماز نہ ہوگی تو لفظ فضاعدًا کا درست نہیں ہوتا اسواسطے کہ بالاجماع اسکا کوئی قائل نہیں کہ سورۂ فاتحہ سے زیادہ پڑھنا واجب ہے تو معلوم ہوا کہ اس حدیث میں مراد نفی نماز سے نفی کمال ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَفْطَرَ فِیْ تَطَوُّعِہٖ فَلْیَقْضِہٖ رَوَاہُ اَحْمَدُ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے افطار کیا روزہ نفل میں تو اسپر لازم ہے کہ اُس کا قضا روزہ رکھے روایت کیا اس حدیث کو احمدؒ نے یہ دلیل ہے مذہب امام ابو حنیفہؒ کی اس مسئلہ میں کہ نفل لازم ہو جاتی ہے شروع کر لینے سے۔

رسالۂ غنا

رسالۂ غنا

سورۂ لقمان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غنا کی حرمت کلام خدا و احادیث سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یعنی اور لوگوں میں سے ایسا شخص بھی ہے جو خرید کرتا ہے یعنی اختیار کرتا ہے لہو حدیث کو تا بہکا دے اللہ تعالیٰ کی راہ سے معالم میں نقل کیا ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس اور حضرت حسن اور حضرت عکرمہ اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم سے کہ لہو الحدیث سے مراد غنا و مزامیر و آلات لہو مثلاً رباب وغیرہ ہے اور مدارک میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ قسم کھا کر کہتے تھے کہ لہو الحدیث سے مراد غنا ہے اور روح المعانی میں لکھا ہے کہ لہو الحدیث غنا و مزامیر ہے اور کشاف میں مذکور ہے کہ لہو الحدیث مانند غنا و تعلیم موسیقیات کے ہو اور معنی میں لکھا ہے کہ لہو الحدیث غنا اور حرام ہونا اُسکی حرمت اُس نص سے یعنی آیت مذکورہ سے ثابت ہے اور جو شخص اسکو حلال جانے وہ کافر ہے اور تفسیر تعلیمی میں لکھا ہے کہ لہو الحدیث سے مراد غنا اور بجانا بربط اور دف اور ستار اور طنبورہ کا ہے اور یہ سب اس نص سے یعنی آیت مذکورہ سے حرام ہے جو شخص ان چیزوں کو حلال جانے وہ کافر ہے اور یہ آیت کریمہ ان چیزوں کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اسوجہ سے کہ حق تعالیٰ نے غنا کو ساتھ لہو الحدیث کے سمی کیا اور غنا کی تعبیر ساتھ لہو الحدیث کے کی اور لہو سوائے اقسام ثلثہ کے حرام ہے اور اقسام ثلثہ کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آویگا اور یہ حرمت قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بطریق توبیخ کے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا یعنی کیا

پھر نماز پڑھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اور نہ اٹھائے اپنے دونوں ہاتھ مگر ایک مرتبہ ساتھ تکبیر افتتاح کے روایت کیا اس حدیث کو ترمذی اور نسائی نے اس حدیث سے تائید ہوتی ہے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی اس امر میں کہ تکبیر افتتاح کے سوا اور کسی تکبیر میں رفع یدین نہیں اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ کَانُوْا یَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوۃَ بِالْحَمْدِ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ شروع کرتے تھے نماز ساتھ الحمد للہ رب العالمین روایت کی اس حدیث کو مسلمؒ نے اس حدیث سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے اس مسئلہ میں کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ سے نہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً لَمْ یَقْرَأْ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَھِیَ خِدَاجٌ ثَلٰثًا غَیْرُ تَامٍّ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے ایسی نماز پڑھی کہ اسمیں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز ناقص ہوگی یہ تین مرتبہ فرمایا یعنی وہ نماز ناتمام ہوگی روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے اس حدیث سے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے اسواسطے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جاوے تو اس نماز کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ خداج کا فرمایا اور خداج ناقص کو کہتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ پڑھنا سورہ فاتحہ کا فرض نہیں اسواسطے کہ اگر فرض ہوتا تو دوسرا لفظ فرماتے مانند فساد یا عدم جواز کے تو معلوم ہوا کہ پڑھنا سورہ فاتحہ کا نماز میں واجب ہو فرض نہیں اسواسطے کہ فرض چھوڑ دینے سے نماز میں صرف نقصان نہیں ہوتا بلکہ وہ نماز باطل ہو جاتی ہو عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ مَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَۃَ فَقَدْ اَدْرَکَ السَّجْدَۃَ وَمَنْ فَاتَتْہُ اُمُّ الْقُرْاٰنِ فَاتَتْہُ خَیْرٌ کَثِیْرٌ رَوَاہُ مَالِکٌ یعنی روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے کہ وہ کہتے تھے کہ جس نے پایا رکوع کو پس پائی اس نے وہ رکعت اور جس سے فوت ہوئی سورہ فاتحہ تو اس سے فوت ہوگئی بہت نیکی روایت کیا اس حدیث کو مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی دلیل ہے اس مسئلہ کے لئے کہ سورہ فاتحہ نماز میں فرض نہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہو قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَصَاعِدًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ ہوگی نماز اسکی جس نے سورہ فاتحہ اور اس سے زیادہ نہ پڑھا روایت کیا اس حدیث کو مسلمؒ نے اس حدیث سے بھی ظاہراً تائید ہوتی ہو مذہب امام ابوحنیفہؒ کی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا صَلٰوۃَ تو اگر اس سے یہ مراد بھی

امام ابوحنیفہ کا ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ امام اس غرض کیلئے ہے کہ اسکی تابعداری کیجائے تو وہ جب اللہ اکبر کہے تو تم لوگ بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قرآن شریف پڑھے تو تم لوگ چپ رہو روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے اس حدیث سے تائید ہوتی ہے امام ابوحنیفہ کے مذہب کی یعنی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنا چاہیے نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰی یَدَیْہِ اِذَا نَھَضَ فِی الصَّلٰوۃِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ یعنی منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ مرد زمین پر ٹیک لگاکر نماز میں اٹھے یعنی کھڑا ہووے روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے یہ حدیث دلیل ہے امام ابوحنیفہ کے مذہب کی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ مُصَلِّیًا بَعْدَ الْجُمُعَۃِ فَلْیُصَلِّ اَرْبَعًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص تم لوگوں سے نماز پڑھتا ہو بعد جمعہ کے تو چاہیے کہ وہ نماز پڑھے چار رکعت روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت بعد فرض جمعہ کے چار رکعت ہے اور امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِہٖ فَلْیُصَلِّ اِذَا اَصْبَحَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص سو جاوے نماز وتر سے تو چاہیے کہ وقت صبح پڑھے روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے امام ابوحنیفہ نے اس سے ثابت کیا ہے کہ نماز وتر کی واجب ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْدَثَ اَحَدُکُمْ وَقَدْ جَلَسَ فِی اٰخِرِ صَلٰوتِہٖ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلٰوتُہٗ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بے وضو ہووے کوئی تم لوگوں میں سے اخیر قعدے میں قبل سلام پھیرنے کے تو اسکی نماز جائز ہو جاویگی روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے یہی مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے اسواسطے کہ لفظ سلام کا کہنا آخر نماز میں امام اعظم کے نزدیک فرض نہیں عَنْ عَلْقَمَۃَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی وَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا مَرَّۃً وَّاحِدَۃً مَعَ تَکْبِیْرَۃِ الْاِفْتِتَاحِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ یعنی روایت ہے علقمہؒ سے کہ کہا علقمہؒ نے کہ کہا ہم لوگوں سے حضرت ابن مسعود نے کہ کیا نماز پڑھوں میں ساتھ تمہارے کے مثل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

بلکہ پورب رخ یا پچھم رخ بیٹھا کرو روایت کیا اسکو امام بخاری اور امام مسلم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث مدینہ منورہ میں فرمائی اور وہاں پورب رخ اور پچھم رخ بیٹھنے میں قبلہ کیطرف نہ رخ ہوتا ہے اور نہ پیٹھ ہوتی ہے اسواسطے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پورب رخ یا پچھم رخ بیٹھا کرو تو ہر جگہ قبلہ کا لحاظ چاہیئے کہ پاخانہ کیلئے بیٹھنے میں منہ یا پیٹھ قبلہ کی جانب نہ ہووے۔ یہ حدیث بھی موافق مذہب امام ابوحنیفہ کے ہے کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُ بَعْضَ اَزْوَاجِہٖ ثُمَّ یُصَلِّیْ وَلَا یَتَوَضَّأُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے بعض ازواج کا پھر نماز پڑھتے تھے اور وضو نہ کرتے تھے روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا ہے کہ عورت کو چھونیسے وضو نہیں ٹوٹتا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ مَسِّ الرَّجُلِ ذَکَرَہٗ بَعْدَ مَا یَتَوَضَّأُ قَالَ وَھَلْ ھُوَ اِلَّا بَضْعَۃٌ مِنْکَ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ یعنی پوچھا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ اس بارہ میں کہ کوئی شخص بحالت وضو اپنا ذکر چھووے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کیا ہے سوا اسکے کہ ایک پارہ گوشت ہے تمہارا روایت کیا اس حدیث کو نسائی اور ترمذی اور ابوداؤد نے یہ حدیث دلیل ہے امام ابوحنیفہ کی اس مسئلہ میں کہ مس ذکر ناقض وضو نہیں یعنے ذکر کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّہٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ یعنی روشنی میں پڑھو فجر کی نماز اسواسطے کہ اسمیں زیادہ ثواب ہے ظاہر ہے کہ اس حدیث سے تائید ہوتی ہے امام ابوحنیفہ کے مذہب کی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ اَللّٰھُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّۃَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام ضامن ہے اور موذن امانت دار ہے اے پروردگار رہنمائی فرما ائمہ کی اور مغفرت فرما موذنین کی روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی نے ظاہر ہے کہ اس حدیث سے تائید ہوتی ہے مذہب امام ابوحنیفہ کی اس مسئلہ میں کہ نماز مقتدی کی موقوف ہے امام کی نماز پر اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی الْمَغْرِبَ بِسُوْرَۃِ الْاَعْرَافِ فِیْ رَکْعَتَیْنِ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ یعنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی مغرب کی اور دونوں رکعت میں سورۂ اعراف پڑھی روایت کیا اس حدیث کو نسائی نے یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ وقت مغرب کا بہت تنگ نہیں اور یہی مذہب

کر سکتے ہیں۔ اسواسطے کہ ممکن ہے کہ جس راوی کو لوگوں نے مجروح کیا ہو وہ عادل ہو فقہا اعتبار ہو تو اب ہم لوگ اسی قول پر اعتماد کرینگے جو ہمارے مذہب کے اصحاب نے ذکر کیا ہے قاعدہ ساتواں کہا بعض صاحب فتاویٰ نے کہ جب کسی مسئلہ میں قول امام اعظم اور صاحبین کا ہو اور اس مسئلہ میں کوئی حدیث بھی ہو اور اس حدیث کے بارہ میں حکم صحت کا دیا گیا ہو تو واجب ہو کہ امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کے قول کی اتباع کیجائے نہ حدیث کی اسواسطے کہ ہم جانتے ہیں شان میں حضرت امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کے یہ کہ باوجود صحیح ہونے احادیث کے آپ صاحبوں نے یہ دریافت فرمایا ہے کہ کس حدیث میں معارضہ ہے اور کس حدیث سے استنباط صحیح ہے یعنی یہ سب تحقیق کر کے اُن حضرات نے کسی مسئلہ میں حکم فرمایا ہے کہ ان ائمہ کا قول خلاف حدیث کے نہیں اور ان ائمہ کرام کی شان میں ہمارا گمان نہیں کہ ان ائمہ کو حدیث نہ پہنچی ہو اسواسطے کہ ان ائمہ کا زمانہ قریب ہوا ہے زمانہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان ائمہ کا علم وسیع تھا قاعدہ آٹھواں جس روایت کو راوی غیر فقیہ نے روایت کیا ہو اور وہ ایسی روایت نہیں کہ اسمیں رائے کو دخل ہو سکے تو اُس کو قبول کرنا واجب نہیں قاعدہ نواں عام قطعی ہے مانند خاص کے تو تخصیص نہیں ہو سکتی عام میں خاص کے ذریعہ سے مگر اُسوقت میں ایسی تخصیص ہو سکتی ہے کہ وہ خاص قطعی ہو تو یہ تخصیص بمنزلہ نسخ کے ہوگی البتہ جب عام مخصوص منہ البعض ہو تو تخصیص میں یہ شرط نہیں کہ خاص قطعی ہو روایت ہے حضرت عثمانؓ سے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص فوت ہوا اور وہ یہ جانتا ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود قابل پرستش کے سوا اللہ کے تو وہ بہشت میں داخل ہوگا روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ایمان سے مراد صرف تصدیق ہے اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْوُضُوْءُ مِنْ کُلِّ دَمٍ سَائِلٍ رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وضو لازم ہوتا ہے خون بہنے والے سے روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے اور استدلال کیا حنفیہ نے اس حدیث سے اس مسئلہ میں کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اُس نجاست کے نکلنے سے بھی جو غیر سبیلین سے خارج ہو قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَۃَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْھَا وَلٰکِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جاؤ پائخانہ کیلئے تو قبلہ کیطرف منہ کر کے نہ بیٹھو اور قبلہ کی طرف پیٹھ بھی کر کے نہ بیٹھو۔

حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ ہیں پھر حضرت عثمانؓ ہیں اور یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتی تھی اور آپ اسپارہ میں انکار نہ فرماتے تھے حاصل کلام بنا اس اعتراض کی صرف ایک روایت پر حضرت ابن عمر کے ہے اور وہ روایت مرجوح ہے اور اکثر روایات حضرت ابن عمرؓ کی دوسرے لفظ کے ساتھ وارد ہے تو صرف ایک روایت سے کہ وہ بھی مرجوح ہے اس اعتراض میں کیا فائدہ ہو سکتا ہے اور جو روایات دوسرے صحابہ سے علی الخصوص حضرت علی سے ہے اس کا کیا جواب ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ اصول مذہب ابی حنیفہ

علماء متاخرین نے بغرض محفوظ رہنے مذہب امام ابوحنیفہؒ کے چند قواعد جمع کئے ہیں اس غرض سے کہ اُن قواعد سے وہ لوگ رد کرتے تھے جملہ اُن اعتراضات کو جو اس بنا پر ہوتے تھے کہ مثلاً فلاں مسئلہ اس مذہب کا حدیث صحیح کے خلاف ہے **قاعدہ** اوّل خاص کے بارہ میں حکم ہے کہ وہ صاف طور پر بیان کیا ہوا ہے تو اُسکے ظاہر معنیٰ کے سوا دوسرے کوئی معنی نہیں کہا جا سکتا علماء متاخرین نے اس قاعدہ سے اِن امور کو رد کیا ہے فرضیت قراءۃ سورۂ فاتحہ کی نماز میں اور فرضیت تعدیل ارکان وغیرہ کی اور علماء کا بیان یہ ہے کہ لفظ اُسْجُدُوْا اور اِقْرَءُوْا کا خاص ہے اُسکا معنی صاف طور پر بیان کیا ہوا ہے تو اگر اسکے معنیٰ میں کچھ اور بڑھا کر بیان کیا جاوے تو یہ لازم آویگا کہ اُس کے ظاہر اصل معنی کے سوا کوئی دوسرا معنیٰ بیان لیا گیا **قاعدہ دوسرا** زیادت کتاب بمنزلہ نسخ کی ہے تو یہ زیادت نہ ہوگی مگر آیت صریح یا حدیث مشہور صریح ہو **قاعدہ تیسرا** حدیث مرسل مانند حدیث مسند کے ہے **قاعدہ چوتھا** ترجیح نہ ہوگی کسی حدیث کو بسبب کثرت راویوں کے بلکہ ترجیح بسبب فقہ راوی کے ہوگی **قاعدہ پانچواں** جرح قابل قبول نہیں مگر جب اسکی تفسیر کیجائے اور یہ قاعدہ اُس سبب سے ثابت ہے کہ جرح و تعدیل اکثر اجمالی ہے **قاعدہ چھٹا** ابن ہمامؒ نے اپنی بعض کتاب میں لکھا ہے جس روایت کو صحیح کہا امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے اور ان لوگوں نے جو اُنکے مانند ہوئے تو ہم لوگوں پر واجب نہیں کہ ہم لوگ اُسکو قبول کریں اور کس طرح ہم لوگ اُسکو قبول کر سکتے ہیں اسواسطے کہ اکثر راویوں میں لوگوں نے اپنے اجتہاد کی بنا پر اختلاف کیا ہے کسی راوی کے بارہ میں بعضے نے جرح کیا ہے اور بعضے نے تعدیل کی ہے تو ممکن ہے کہ جس راوی کو لوگوں نے مجروح کیا ہو وہ ہمارے امام کے نزدیک عادل ہو اور ایسا ہی یہ بھی ممکن ہے کہ جس راوی کو لوگوں نے ضعیف کہا ہو یا اسکے بارہ میں وضع حدیث کی تہمت لگائی ہو وہ راوی ہمارے امامؒ کے نزدیک مستوجب اُس طعن کا نہ ہو تو ہم لوگوں پر واجب نہیں کہ ان لوگوں کا قول قبول کریں اور کسطرح ہم لوگ قبول

ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ خَرَّجَهَا خَيْثَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَاَحْكَامُ

یعنی روایت ہے عبد خیر سے کہ کہا انھوں نے کہ میں نے سنا حضرت علیؓ کو منبر پر فرماتے ہوئے کہ آپنے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا کہ کیا خبر نہ کردوں تم لوگوں کو اس امر کی کہ افضل اس امت میں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کون ہیں پھر آپنے فرمایا کہ افضل اس امت کے لوگوں میں حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر بعد حضرت ابوبکرؓ کے اور لوگوں میں افضل حضرت عمرؓ ہیں اور اگر میں چاہوں تو تیسرے صاحب کا بھی نام بتادوں یعنی انکا نام کہدوں جو بعد حضرت عمرؓ کے افضل ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ اپنے سکوت فرمایا بعد فرمانے کے یعنی آپ کی مراد یہ تھی کہ تیسرے صاحب آپ ہی ہیں اور ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ کہا ابوجحیفہ نے کہ فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہ کیا خبر نہ کردوں اس امر کی کہ افضل اس اُمت میں کون صاحب ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ افضل اس اُمت میں حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ ہیں پھر ایک دوسرے صاحب ہیں اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت علیؓ نے کہ انتقال نہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہانتک کہ جانا ہم لوگوں نے یہ کہ افضل ہم لوگوں میں سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکرؓ ہیں اور انتقال نہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہانتک کہ جانا ہم لوگوں نے یہ کہ افضل ہم لوگوں میں سے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حضرت عمرؓ ہیں اور انتقال نہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہانتک کہ جانا ہم لوگوں نے یہ کہ افضل ہم لوگوں میں سے بعد حضرت عمرؓ کے ایک اور صاحب ہیں اور حضرت علیؓ نے انکا نام ذکر نہ کیا یہ حدیث حافظ سلفی نے بیان کی ہے ایسا ہی ریاض النضرۃ میں ہے اور ریاض النضرۃ میں حدیث ابن عمر کی روایات میں ہے کہ روایت ہے ابن عمر سے کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کہا کرتے تھے کہ افضل امت محمدی میں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمرؓ ہیں پھر افضل حضرت عثمانؓ ہیں اور روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہا حضرت ابن عمرؓ نے کہ اجماع ہوا مہاجرین اور انصار کا اس امر پر کہ افضل اس امت کے لوگوں سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ ہیں اسی ترتیب پر جسطرح اب یہ حضرات بہ ترتیب خلیفہ ہوئے ہیں اور روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہا حضرت ابن عمرؓ نے کہ ہم لوگ کہا کرتے تھے حیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اُسوقت اصحاب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ تھے کہ افضل اس امت کے لوگوں سے بعد پیغمبر اس امت کے یعنی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

نہیں ہے دوسرے یہ کہ جو الفاظ حدیث میں حضرت ابن عمرؓ کے ہیں وہ بروایت صحابہؓ یعنی مانند انکے اور لوگوں کی روایت سے ثابت ہو حالانکہ یہ بھی خلاف واقع ہے بلکہ اصح الفاظ اس حدیث کے یہ ہیں جو امام بخاری نے روایت کی ہے عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کُنَّا نُخَیِّرُ بَیْنَ النَّاسِ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنُخَیِّرُ اَبَا بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ یعنی حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہملوگ فضیلت دیتے تھے بعض لوگوں کو بعض پر تو بہتر کہتے تھے حضرت ابوبکرؓ کو پھر آپکے بعد بہتر کہتے تھے حضرت عمرؓ کو پھر آپکے بعد بہتر کہتے تھے حضرت عثمانؓ کو اور ترمذی میں دونوں لفظ واقع ہیں اُسجگہ وہ اعتراض نہیں ہوسکتا اور اسقدر قیل وقال صرف روایت میں حضرت ابن عمرؓ کے ہے باقی اور سب ادلہ جو اس بارہ میں ہیں ہرگز یہ اعتراض نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ ان ادلہ کے الفاظ سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ ان صحابہ کو علی العموم امت کے سب لوگوں پر فضیلت ہے اور سب سے زیادہ تصریح اس امر کی حضرت علی کرم اللہ وجہ کی روایت میں عَنْ عَبْدِ خَیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا عَلَی الْمِنْبَرِ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَقَالَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّھَا خَیْرُھُمْ اَبُوْ بَکْرٍ وَخَیْرُھُمْ بَعْدَ اَبِیْ بَکْرٍ عُمَرُ وَلَوْ شِئْتُ عَنِ الثَّالِثِ فَسَمَّیْتُہٗ اَخْرَجَہٗ خَیْثَمَۃُ بْنُ سُلَیْمَانَ وَاَخْرَجَہٗ ابْنُ السَّمَّانِ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی وَفِیْ رِوَایَۃٍ ثُمَّ سَکَتَ بَعْدَ ذِکْرِھِمَا فَرَاَیْنَا اَنَّہٗ یَعْنِیْ نَفْسَہٗ اَخْرَجَ خَیْثَمَۃُ بْنُ سُلَیْمَانَ اَیْضًا وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَفْضَلِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ رَجُلٌ اٰخَرُ وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی عَرَفْنَا اَنَّ اَفْضَلَنَا بَعْدَہٗ اَبُوْ بَکْرٍ وَمَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی عَلِمْنَا اَنَّ اَفْضَلَنَا بَعْدَ اَبِیْ بَکْرٍ عُمَرُ وَمَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی عَرَفْنَا اَنَّ اَفْضَلَنَا بَعْدَ عُمَرَ رَجُلٌ اٰخَرُ وَلَمْ یُسَمِّہٖ اَخْرَجَہُ الْحَافِظُ السَّلَفِیُّ کَذَا فِیْ رِیَاضِ النَّضْرَۃِ وَفِیْ رِیَاضِ النَّضْرَۃِ فِیْ رِوَایَاتٍ حِسَانٍ اِبْنِ عُمَرَ وَعَنْہُ قَالَ کُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ اَفْضَلُ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ بَعْدَہٗ اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالْحَافِظُ فِی الْمُوَافِقَاتِ وَعَنْہُ قَالَ اِجْتَمَعَ الْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ عَلٰی اَنَّ خَیْرَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّھَا اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ بِھَیْئَتِہِ الْاٰنَ وَعَنْہُ قَالَ کُنَّا نَتَحَدَّثُ فِیْ حَیٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ اَوْفَرُ مَا کَانُوْا اَنَّ خَیْرَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّھَا اَبُوْ بَکْرٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جب ثابت ہوا کہ اہلسنت کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضرت علیؓ افضل ہیں ان لوگوں میں جو بعد حضرت عثمانؓ کے باقی رہے تو اس سے معلوم ہوا کہ ابن عمرؓ کی مراد یہ نہیں ہے اپنی ان احادیث سے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے باب ثلثہ میں کہ حضرت علیؓ افضل ہوئے بعد حضرت عثمانؓ کے اور اس مدعا کیلئے دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں بعض طریقہ سے آیا ہے کہ پس کہا ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے کہ یا ابا عبدالرحمن پس حضرت علیؓ یعنے آپ کی فضیلت کیسی ہے تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ حضرت علیؓ اہلبیت سے ہیں اہلبیت کی فضیلت پر قیاس نہ کیا جائیگا حضرت علیؓ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک چنانچہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی تابعداری کی اُنکی ذریات نے ایمان میں تو ملا دیا ہمنے اُنکے ساتھ اُنکی ذریات کو اور حضرت فاطمہؓ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں درجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت علیؓ ساتھ حضرت فاطمہؓ کے ہیں بیان کیا اس حدیث کو علی بن نعیم مصری نے یہ مضمون ریاض النضرہ کی عبارت مذکورہ کا ہے اور اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ کلام سے حضرت ابن عمرؓ کے یہ مقصود ہے کہ رد ہو جاوے کلام اس شخص کا جس نے کلام سے حضرت ابن عمرؓ کے سمجھا ہے کہ ایسا نہیں کہ حضرت علیؓ کو فضیلت ہے اور لوگوں پر بعد حضرت عثمانؓ کے تو حضرت ابن عمرؓ کے کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ امر تھا کہ صحابہ ان تین صاحبوں میں سے بہ ترتیب ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے تھے اور آئندہ سکوت کرتے تھے اور درحقیقت بعد حضرت عثمانؓ کے اور صحابہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ افضل ہیں اسواسطے کہ آپ اہلبیت سے ہیں اور اہلبیت کو صحابہ پر قیاس نہ کرنا چاہیئے۔ البتہ بعض فضیلت میں کہ اُسمیں نص سے فضیلت بعض دوسرے صحابہ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ثابت ہے اُسکا قائل ہونا چاہیئے باقی اور سب صحابہؓ میں آپکو افضل جاننا چاہیئے۔ اور اکثر مسائل ہیں کہ زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو اس سے بحث نہ ہوئی یہ مسئلہ بھی منجملہ اُن ہی مسائل کے ہیں اور لفظ اَحَدٌ کا بعد لایقاس بہم کے ریاض النضرہ میں موجود نہیں تا وہ جائے استدلال ہو سکے اور جو کچھ صاحب رسالہ نے لکھا ہے کہ اَرْشَدَنَا اِلٰی مَنْعٍ عَظِیْمٍ مُتَوَجِّهٌ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَدِلَّةِ الْمُتَمَسَّكِ بِهَا عَلٰی اَفْضَلِیَّةِ الثَّلَاثَةِ یعنی ہدایت کی ہم کو طرف منع عظیم کے یہ متوجہ ہے جمیع ادلہ پر جس سے افضل ہونا صحابہ ثلثہ کا ثابت کیا جاتا ہے تو صاحب رسالہ کا یہ کلام دو امر پر مبنی ہے ایک تو لفظ اَحَدٌ کا اسجگہ موجود ہو حالانکہ وہ موجود

صلی اللہ علیہ وسلم دہم فی ذلک ابو عمر وغلط غلطا ظاہرا فمن تامہ یعنی الخلاف
فی تفضیل علی علی ابی بکر وذلک انہ ذکر فی کتابہ تعریضا لا تصریحا انہ کان
من جملۃ من یعتقد ذلک ابو سعید و ابو سعید ممن روی عنہ علی ان ابا بکر خیر الامۃ
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یعتقد فی علی انہ خیر من ابی بکر وقد روی
عن علی ذلک واذا تقرر ان اہل السنۃ اجمعوا علی ذلک علم ان ابن عمر لم یرد
باحادیث المتقدم ذکرہا فی باب الثلاثۃ نفی الافضلیۃ علی بعد عثمان ویدل علی ذلک
انہ قد جاء فی بعض طرق تلک الاحادیث فقال رجل لابن عمر یا ابا عبد الرحمن فعلی قال ابن
عمر علی من اہل البیت لا یقاس بہم علی مع رسول اللہ فی درجتہ الی اللہ عز وجل یقول والذین
امنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم وفاطمۃ مع رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی درجتہ وعلی مع فاطمۃ علیہما السلام
اخرجہ علی بن نعیم المصری انتہی موضع الحاجۃ منہ

یعنی اجماع ہے اہلسنت متقدمین و متاخرین کا جو اہل فقہ و الحدیث سے ہوئے ہیں اسپر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں ان لوگوں سے جو بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے باقی رہے اور اس مسئلہ میں اختلاف نہیں بلکہ اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں کون صاحب افضل ہوئے اور بعض متقدمین کا اسمیں اختلاف ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکر صدیق میں کس صاحب کو زیادہ فضیلت ہے اور ذکر کیا اس اختلاف کو ابو عمر و بن عبد البر نے کتاب الصحابہ میں اور کہا ابو القاسم عبد الرحمن بن خباب سعدی نے اپنی کتاب حجۃ السلف ہذہ الامۃ میں بیان میں اس امر کے کہ علماء سلف نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا ہے کہ وہم ہو گیا اس مسئلہ میں ابو عمرو کو اور اُسے ظاہر غلطی ہو گئی یعنی علمائے محققین میں سے کوئی اس کا قائل نہیں کہ حضرت علیؓ کو فضیلت ہے حضرت ابوبکرؓ پر اور ابو عمرو کی غلطی اسوجہ سے کہی جاتی ہے کہ ابو عمرو نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے تعریضاً نہ صراحۃً یہ کہ اس خیال کے لوگوں میں سے ایک ابو سعید ہوئے یعنی ابو سعید کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت علیؓ کو فضیلت ہے حضرت ابوبکرؓ پر حالانکہ ابو سعید ان لوگوں سے ہیں جن لوگوں نے خود روایت کی ہے حضرت علیؓ سے کہ حضرت ابوبکرؓ افضل ہیں امت میں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو کس طرح ابو سعید کا یہ اعتقاد رہا ہوگا کہ حضرت علیؓ افضل ہیں حضرت ابوبکرؓ سے حالانکہ خود ابو سعید نے روایت کی حضرت علیؓ سے کہ حضرت ابوبکرؓ افضل ہیں امت میں بعد

ہوتی ہے بسبب اُسکے تخییل اشباح معانی کی جیساکہ ہوتی ہے تخییل خواب میں اور بسبب الہام ملائکہ کے پھر قرار پاتی ہے عزیمت نفس کی اُسپر کہ اُن اشباح سے راحت ہوگی یا قرار پاتی ہے وہ عزیمت اس پر کہ ان اشباح سے تکلیف ہوگی پھر حاصل ہوتی ہے راحت یا تکلیف اسی عزیمت سے اور خیال کرنے سے نفس کے اُن اشباح کو حقیقت عجیبہ جس کی تعبیر ہوتی ہے ساتھ ظاہر کرنے باغ کے باغہائے جنت سے یا غار کے غارہائے دوزخ سے۔

اصل ۲۔ جب ارادہ ہوگا اللہ تعالیٰ کا بعد فنا کرنے عالم کے اور حادث ہونے قیامت کے اس امر کا کہ جمع کریں لوگوں کو اور اسکا سبب بہت ہے وہ سب ضبط کرنا ناممکن ہے علی الخصوص اس مختصر میں اسکی گنجائش نہیں تو اللہ تعالےٰ کا فیض ارواح پر ہوگا من قبیل مثال نوع انسان کے اور حادث ہونے ہیئت کے عالم میں جس سے قوت ہوتی ہے ارواح میں اور کمال ہوتا ہے ارواح کو تو اسوقت عود کر آویگی ارواح میں صحت اُسکی اور دفع ہوجاویگی خرابی اُس سے تو اُسوقت ارواح کو جسم طیار ہوگا اس وقت اجسام بطور اس درخت کے ہونگے جو کاٹ دیا گیا ہو اور صرف پھیڑی درخت کی باقی رہ گئی ہو پھر کبھی بارش ہو اور مناسب ہوا چلے تو اس پھیڑی سے شاخیں اور شگوفہ اور پتے طبعی طور پر نکلیں تو اُس وقت اگر بدن ارضی ہوگا جس کو کچھ مناسبت نفس ناطقہ اور نسمہ ہوائیہ سے رہیگی تو روح کے لئے وہ بدن بمنزلہ سواری کے جانور کے ہوجاویگا اور روح کا تعلق اُس بدن کے ساتھ ہوگا ورنہ خالق حقیقی اس روح کیلئے بدن مناسب پیدا فرماویگا **اصل** ۳ جب حشر میں لوگ جمع کئے جاوینگے اور قوی ہو جاویگا ان اجسام میں حکم مثال اور شبہ مثل انسانیہ کا اور غالب ہوگا حکم نوع کا تو اسوقت حساب مناقشہ ہوگا **اصل** ۴۔ سر انواع تعذیب و تنعیم میں یہ ہے کہ خواہش ہوتی ہے نفس کی کہ ہمکو حاصل ہو کمال ہر طرح کا قوی جسمانیہ اور روحانیہ میں پھر ہر قوت کو جس چیز سے لذت حاصل ہوتی ہے وہ چیز حاصل ہو جاوے تو ہمکو کمال راحت ہو بسبب حاصل ہوجانے اُن سب چیزوں کے جنسے تمام قوتوں کو لذت اور آرام حاصل ہو واللہ اعلم

مسئلہ تفضیل۔ ریاض النضرہ میں ساتویں فصل میں لکھا ہے احوال میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے۔ وَقَدْ اَجْمَعَ اَهْلُ السُّنَّةِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ مِنْ اَهْلِ الْفِقْهِ وَالْاَثَرِ اَنَّ عَلِيًّا اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ عُثْمَانَ رض وَهٰذَا مِمَّا لَمْ يُخْتَلَفْ فِيهِ وَاِنَّمَا اخْتَلَفُوْا فِيْ عَلِيٍّ رض وَعُثْمَانَ رض وَاَلَّفَ بَعْضُ السَّلَفِ فِيْ عَلِيٍّ رض وَاَبِيْ بَكْرٍ رض ذَكَرَهُ اَبُوْ عُمَرَ وبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِيْ كِتَابِ الصَّحَابَةِ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْخَبَّابِ السَّعْدِيُّ فِيْ كِتَابِهِ الْمُسَمّٰى بِالْحُجَّةِ بِسَلَفِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِيْ تَسْمِيَتِهِمُ الصِّدِّيْقَ بِخَلِيْفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

شرط ہے واسطے تقوم اُس حقیقت کے اور تحصل اس حقیقت کے اور ظہور احکام اُس حقیقت
کے مانند مصلحات باقیہ و امثال متجددہ کے اس مضمون میں نہایت غور درکار ہے اسواسطے کہ یہ
مسئلہ دقیق ہے اور مقام غور ہے اصل معنی موت کا جدا ہو جانا دم کا ہے بدن سے نہ جدا ہونا نفس
کا ہے دم سے تو یہ مضمون یاد رکھنا چاہیئے اصل مجب خاصیت سے اس مطلع کے یہ ہے کہ وہ دم میں
سرایت کرتا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ وہ مجرد محض ہو ولیکن تقوم اُسکا صرف بسبب دم کے ہوتا ہو اور وہ
مانند اُس انسان کے ہوتا ہے جس کا ہاتھ پاؤں کٹا ہوا اور اعضاء رئیسہ کٹے ہوں جو معنی صورت
انسان کا ہے اصل چیزیں عالم میں بوجہ اقتضائے حکمت الٰہیہ کے ہیں مثلاً محال ہونا خلا کا اسواسطے
کہ انسان جب چوستا ہے شیشی کو تو اس سے ہوا خارج ہوتی ہے حتیٰ کہ جب نہیں باقی رہتی گنجائش
تخلخل کی اور اس سے زائد تخلخل نامناسب ہو واسطے حقیقت ہوا کے تو اسوقت وہ شیشی ٹوٹ
جاتی ہے اور ایسا ہی جب شیشی میں پھونکتے ہیں حتیٰ کہ جب نہیں باقی رہتی گنجائش واسطے زائد تکاثف
کے یعنی تکاثف اس حد تک پہنچ جاتا ہو جو حکم میں طبیعت ہوائیہ کے ہے تو اسوقت میں بھی شیشی
ٹوٹ جاتی ہے اور اس سے سمجھنا چاہیئے کہ امراض اگرچہ تحلیل کرتے ہیں دم کو لیکن تا بقاء حیات
ایسی حالت طبیعت انسانیہ کی نہیں ہو جاتی کہ ناممکن ہو جاوے تعلق دم کا ساتھ اس طبیعت
انسانیہ کے تو جب طبیعت انسانیہ اسقدر تحلیل ہو جاتی ہے کہ ناممکن ہو جاتا ہو تولد دم
کا تو اُسوقت انسان مرجاتا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ طبیعت انسانیہ اسقدر تحلیل ہو جاوے کہ محال
ہو جاوے تعلق دم کا ساتھ اُسکے اور باوجود اسکے وہ انسان زندہ رہو اگر یہ شبہ ہو کہ حیوان ارضی جو
حیوان زمین کے اندر رہتے ہیں اُنکے بدن کے ساتھ تعلق دم کا نہیں ہوتا تا اُنکے بدن میں بھی غشا
یعنی وہ پردہ ہو جو دم لینے کیلئے ضرور ہے تو کیا ایسا پردہ انکے بدن میں بھی ہوتا ہے یا نہیں تو اس شبہ
کا جواب یہ ہے کہ جہانتک ہم کو علم ہے یہ امر ہے کہ جو چیز واجب ہے طبیعت کے لئے کلیۃً وہ
حکم میں طبیعت کے ہے اصل دم بعد موت کے حال ہوتی ہے واسطے قوی کے چنانچہ شیخ ابو علی اور
شیخ ابو نصر کا یہ قول ہے کہ نفس کا تعلق جسم ہوائی کیساتھ ہوتا ہے تا اُسکے ذریعہ سے تخیل و توہم ہو سکے
تو ایسا ہی ہم کہتے ہیں کہ باقی رہجاتی ہے قوت حس مشترک کی نفس میں اور حاصل ہوتے ہیں نفس کو علوم سمعیہ و
بصریہ بمنزلہ حدس کے نتیجہ میں اور بمنزلہ اوہام کے جو پیدا ہوتے ہیں مشاہدۂ قرائن سے۔
اصل جب تک نفس عالم برزخ میں رہیگا اُس پر عذاب یا اُسکو تنعم یعنی آرام چند وجوہ سے ہوتا
رہیگا یعنی بسبب ادراک عقلی و وہمی کے اور بسبب ظاہر ہونے صورتوں اور اشکال کے کہ لاحق

رسالہ معاد جسمانی

پاک ہے اللہ جس نے پیدا کیا انسان کو مٹی سے اور قرار دیا نسل اسکی کو پشت کے پانی سے یعنی منی سے کہ وہ ناچیز پانی ہے پھر برابر کیا انسان کو اور پھونکی اس میں اپنی روح سے پھر ہوا وہ انسان ظاہر طور پر مخاصمت کرنیوالا اور واسطے اسکے پیدا کیا اسکو اور صادر ہوا کلمہ تیرے رب کا البتہ بھروں گا جہنم جن اور آدمی سے حمد کرتے ہیں ہم اللہ کی خوشی اور رنج میں یعنے ہر حال میں اور شکر کرتے ہیں ہم اللہ کی سختی اور آسانی میں اور درود بھیجتے ہیں اپنے پیغمبر سردار انبیاء اور آپکی آلؑ اور اصحابؓ پاک پر بعد حمد و صلوٰۃ کے جاننا چاہیئے کہ زیادہ ہوا اختلاف معاد روحانی و جسمانی میں اور گمان کر لیا ہر شخص نے جو اسکے دل میں گذرا اور جو امر نص صادق سے ثابت ہوا اس سے چشم پوشی کر لی بلکہ گمان کیا ان لوگوں نے امر صحیح کو اپنی عقل و وہم میں ایک امر افترا کیا ہوا۔ اور سمجھا امر صحیح کو دور عقل سے اور خلاف عقل کے اور قسم ہے اپنی عمر کی کہ یہ امر معاد روحانی و جسمانی میرے نزدیک امر ظاہر ہے ثابت ہے دلائل عقلیہ تامہ سے اور مراد میری دلائل عقلیہ سے وہ قواعد نہیں جسکو وضع کیا قوم نے موافق اپنی عقل کے اور کیونکر یہ میری مراد ہو سکتی ہے حالانکہ اکثر باریکی اس قوم کے کاملین پر ظاہر نہ ہوئی۔ بلکہ مراد میری اُن قواعد سے وہ ہے جو مطابق ہو نفس الامر کے باعتبار عقل کے اور حاصل کلام تشریح اُس کلام کی موقوف ہے تمہید پر چند اصول کے اور اُسکو جناب والد صاحب نے اپنی کتابوں میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے تو جس شخص کو منظور ہو وے کہ تفصیل اُن اصول کی دریافت کرے تو چاہیئے کہ اُن تصانیف کو دیکھے جو اقوال صادقہ سے مالا مال ہیں۔ اصل حقیقت انسانیہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ وہ اصل ہی واسطے نفس کلیہ کے مدبر ہے واسطے نسمہ کے اور نسمہ ایک حالت ہے بدنمیں مدبر ہے واسطے اس بدن کے حال ہے واسطے قویٰ کے اصل فصل قریب واسطے انسان کے وہ فیض ہے جو قائم ہے ساتھ صورت حیوانیہ کے شان سے اس فیض کے ہے اتساع قویٰ ثلثہ یعنی قلبؓ و عقلؓ و نفسؓ کا اور تحصیل انسان کا صرف بسبب نفس کے ہے جو حال ہے واسطے ان قویٰ کے اور باقی چیزیں مانند شرائط کے ہیں واسطے وجود ابتدائی انسان کے اصل وہ اصل جس کے سبب سے زید زید ہے اور عمرو عمرو ہے باعتبار تحقیق کے یہ مشخصات نہیں بلکہ یہ مشخصات مانند مصلح کے ہیں کہ بسبب اُسکے یہ نفس زید کا ہوا اور وہ نفس عمرو کا ہوا اور اس سے ظاہر ہوا کہ جو حرکت کم میں ہوتی ہے موضوع اُسکا شخص انسان ہے کہ متقوم ہے نفس حقیقت واحدہ سے ساتھ کسی مادہ مبہمہ کے اور مادہ صرف

اور اس کے والدین کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اگرچہ وہ کافر ہوں۔

خواص الحمد۔ الحمد للہ اصل شکر ہے اور واقعہ ردِّ ناقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کلمہ یعنی الحمد للہ فرما کر شکر ادا فرمایا چنانچہ روایت کی اسکو طبرانی نے نواس بن سمعان سے اور خواص سے الحمد کے یہ ہے کہ یہ قائم مقام دعا کے ہے چنانچہ ترمذی وغیرہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفْضَلُ الدُّعَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے اور بہترین دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہے اور خواص سے الحمد کے یہ بھی ہے کہ یہ پُر کر دیگا میزان کو یعنی پُر کر دیگا نیکی سے میزان کے پلہ کو قیامت میں اور یہ بھی حدیث میں وارد ہے کہ اَلتَّوْحِیْدُ ثَمَنُ الْجَنَّۃِ وَالْحَمْدُ ثَمَنُ کُلِّ نِعْمَۃٍ یعنی توحید قیمت ہے بہشت کی اور حمد قیمت ہے کل نعمت کی اور یہ بھی حدیث میں ہے کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُبْدَءُ فِیْہِ بِحَمْدِ اللّٰہِ فَھُوَ اَقْطَعُ یعنی جو امر ذیشان شروع نہ کیا جاوے ساتھ حمد اللہ کے تو وہ ناقص رہیگا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص بوقت چھینک کے کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ مَا کَانَ[1] تو اس شخص کے دانت اور کان میں درد نہ ہوگا اور یہ بھی حدیث مرفوع میں آیا ہے واثلہ بن اسقع سے کہ جو شخص بوقت چھینک کے فوراً الحمد للہ کہے تو اس کے حق میں یہ کہنا اس امر کیلئے باعث ہو جاویگا کہ امراض شکم سے اسکو شفا ہووے اور بوقت روانہ کرنے لشکر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماتی تھی کہ لَاَشْکُرَنَّ اللّٰہَ حَقَّ شُکْرِہٖ یعنی البتہ شکر کرونگا اللہ تعالےٰ کا جو حق اُس کے شکر کرنے کا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کلمہ پر اکتفا فرمایا یعنی صرف الحمد للہ فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ الحمد للہ کہنے سے اللہ تعالیٰ کا کامل شکر ادا ہو جاتا ہے۔

---

[1] ترجمہ۔ شکر ہے اللہ کا کہ وہ پروردگار ہے اور شکر ہے ہر حال میں جو حال ہووے۔

ہر علم وفن کی عربی، فارسی، اُردو درسی وغیر درسی عمدہ چھپی ہوئی کتابیں
اور ہر قسم کے بہترین قرآن شریف وحمائل شریف معرا و مترجم اور قواعد بغدادی وپارہ ہائے قرآن مجید
پتہ ذیل میں سے جہاں سے آپ کو سہولت ہو بکفایت طلب فرمائیے

حاجی محمد سعید تاجر کتب
نمبر ۸۵ و ۲۰ ویلسلی اسٹریٹ (خلاصی ٹولہ) کلکتہ ۱۳

حاجی محمد سعید تاجر کتب
مطبع مجیدی و مالک
کانپور

زبانیہ یعنی مؤکلان دوزخ سے نجات ہو جاویگی یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول سے ثابت ہے اور بسم اللہ سکھانے سے براءت لکھدی جاتی ہے دوزخ سے حق میں معلم کے اور حق میں لڑکے کے جو بسم اللہ سیکھے اور حق میں اُس لڑکے کے والدین کے یہ ثابت ہے بروایت حضرت ابن عباسؓ کے اور یہ حدیث مرفوع ہے اور بسم اللہ مفید ہے دفع بلا کے لئے بھی جب کوئی شخص دریا کی موج میں پڑ جاوے اور کہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ تو موج سے نجات پاویگا یہ حضرت علیؓ کی روایت میں ہے اور یہ حدیث بھی مرفوع ہے اور یہ جو حدیث ہے كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَا يُبْدَءُ فِيْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَهُوَ اَقْطَعُ یعنی جو امر ذیشان نہ شروع کیا جاوے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے تو وہ ناتمام رہیگا تو یہ حدیث بروایت صحیح حضرت ابوہریرہؓ سے ثابت ہے اور یہ حدیث بھی مرفوع ہے اور عطا سے روایت ہے کہ جب گدھا رات کو بولے تو یہ کہنا چاہیئے بسم اللہ الرحمن الرحیم اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور یہ بھی ثابت ہے کہ بسم اللہ مہر ہو جاتی ہے اسباب اور کپڑا اور دیگر اشیا نفیس پر تاجن کا اثر اُس اسباب وغیرہ میں نہو سکے اور جو شخص بسم اللہ پڑھتا ہے اُسکو چار ہزار نیکی ملتی ہے اور چار ہزار درجہ حاصل ہوتا ہے اور چار ہزار گناہ اسکے دور کر دیے جاتے ہیں اور دیلمی کی روایت سے ثابت ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت نقل کی ہے تَنَوَّقَ رَجُلٌ فِيْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَغُفِرَ لَهٗ یعنی ایک شخص کا ذکر ہے کہ انھوں نے معمول کر لیا بسم اللہ الرحمن الرحیم کا اکثر اوقات میں پس وہ بخش دیے گئے۔ اور بروایت حضرت ابن عباسؓ بطریق مرفوع ثابت ہے کہ با بسم اللہ کی دراز لکھنا چاہیئے تا سین کی شوشہ میں مل نہ جاوے اور دیلمی نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہؓ کو جو کاتب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے فرمایا يَا مُعَاوِيَةُ اَلْقِ دَوَاةً وَحَرِّفِ الْقَلَمَ وَاَنْصِبِ الْبَاءَ وَفَرِّقِ السِّيْنَ وَلَا تُعَوِّرِ الْمِيْمَ وَحَسِّنِ اللّٰهَ وَمُدَّ الرَّحْمٰنَ وَجَوِّدِ الرَّحِيْمَ یعنی اے معاویہ رکھو دوات کو اور بناؤ قلم اور دراز لکھو با کو اور جدا کرو سین کو اور ناقص نہ لکھو میم اور بہتر لکھو اللہ اور کھینچ کر لکھو رحمٰن اور بہتر لکھو رحیم اور ابوداؤد نے ایک کتاب میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرچہ کاغذ کا زمین پر گرا دیکھا تو ایک جوان سے جو آپکے ہمراہ تھا فرمایا لُعِنَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا یعنی اُس پر لعنت ہے جس نے یہ فعل کیا ہے۔ بسم اللہ کو جب رکھو تو مقام مناسب میں رکھو یعنی مقام محترم میں رکھو اور خطیب نے بروایت انسؓ بطریق مرفوع ذکر کیا ہے کہ جو شخص کوئی کاغذ زمین سے اٹھالیوے جس میں بسم اللہ لکھا ہو تو وہ شخص لکھا جاتا ہے نزدیک اللہ کے صدیقین سے

جب انکو مقصود ہوتا ہے کہ جان کسی جانور کی غیر خدا کے نام پر دیویں چنانچہ فاتحہ وقل و درود پڑھنا یہ طریقہ متعین ہے واسطے پہنچانے ماکولات ومشروبات کے ارواح کو خواہ مقصود ثواب رسانی ہو خواہ بہ نیت تقرب غیر اللہ کے ہو اور بقصد دفع شر و بارادۂ چاپلوسی وتملق غیر اللہ کے ہو البتہ بوقت ذبح ذکر کرنا نام خدا کا اس صورت میں مفید ہوگا جب پہلے قصد تقرب غیر خدا کا دل سے دور کردیوے اور یہ مشتہر کردیوے کہ میں اس کام سے باز آیا اب یہ نکتہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سورہ میں یعنی سورۂ بقرہ میں لفظ بہ کا لفظ لغیر اللہ پر مقدم ہے اور سورۂ مائدہ وانعام ونحل میں لفظ بہ کا لفظ لغیر اللہ سے موخر ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ باتصل فعل کے ذکر کیجاوے دیگر متعلقات پر مقدم ہے اسواسطے کہ با اس مقام میں واسطے تعدیہ فعل کے ہے مانند ہمزہ وتضعیف کے یعنی فعل لازم باکے ذریعہ سے متعدی ہوسکتا ہے جیسا کہ یہ بھی متعدی بنانیکا طریقہ ہے کہ فعل لازم کے مصدر کے شروع میں ہمزہ لے آویں یعنی وہ فعل باب افعال سے ذکر کریں یا فعل لازم میں تضعیف کریں یعنے عین کلمہ مشدد کرکے باب تفعیل سے وہ فعل ذکر کریں تو جب منظور ہو کہ فعل لازم با کے ذریعہ سے متعدی بنایا جاوے تو چاہیئے کہ حتی الامکان با متصل فعل کے مذکور ہووے اور یہ آیت اس مقام میں یعنی سورۂ بقر میں اول مرتبہ مذکور ہوئی ہے تو اس مقام میں با اپنی اسی اصل کے مطابق متصل فعل کے مستعمل ہوئی ہے اور دوسری صورتوں میں کہ محل انکار ومقام سرزنش ہے ذبح بقصد غیر اللہ با پر مقدم مذکور ہوا ہے اور اسیوجہ سے باقی سورتوں میں جملہ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ کو موقوف رکھا اسواسطے کہ یہ جملہ شروع قرآن میں معلوم ہوچکا ہے اور یہ چار چیز جو اس آیت میں مذکور ہوئی ہے یعنی مردار وخون دگوشت خوک اور وہ جانور جو غیر خدا کا قرار دیکر ذبح کریں یہ چار چیز اس جنس سے ہے جو ہر فرقہ پر ہر حال میں حرام ہے اور اس جنس سے نہیں جو کسی پر حرام ہو اور کسی پر حلال ہو مانند مال زکوٰۃ وصدقات کے کہ غنی پر اسکا لینا حرام ہے اور فقیر کے لئے حلال ہے اور یہ چار چیز اس جنس سے بھی نہیں جو کسی حال میں حرام ہو اور کسی حال میں حلال ہو مانند دوائے گرم سمی مضر کے کہ محرور مزاج کیلئے حرام ہے اور اسی کے مزاج میں جب برودت آجاوے تو اسکے لئے یہ دوا حلال ہوجاویگی البتہ بحالت اضطرار ان چیزوں کا کھانا باوجود حرمت کے معاف ہوجاتا ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَمَنِ اضْطُرَّ الخ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فائدہ جو کام بسم اللہ کہکر شروع کیا جاوے اس میں برکت ہوگی یہ مسئلہ حضرت جابرؓ کی روایت سے ثابت ہے اور بسم اللہ میں انیس ۱۹ حرف ہیں وہ سبب ہے اس امر کے لئے کہ اسکی برکت سے انیس ۱۹

فوائد تفسیر وحدیث

جاوے کہ فلان گائے نام پر فلاں کے ہی اور فلاں بکرا نام پر فلاں کے ہی اور وہ جانور خدا کا نام لیکر ذبح کیا جاوے تو اب گوشت اُس جانور کا حلال نہو جاویگا اور یہ کہنا کہ اُہِلَّ سے مراد ذُبِحَ ہے خلاف عقل اور خلاف عرف کے ہی بزمانۂ نزول قرآن شریف جو لغت عرب کی تھی اور جو عرف وہاں کا تھا اُس لغت اور عرف میں ہرگز اہلال بمعنی ذبح نہیں آیا ہے نہ کسی شعر میں ایسا ہی نہ کسی عبارت میں بلکہ اہلال کا معنی لغت عرب میں یہ ہے بلند کرنا آواز کا اور شہرت دینا چنانچہ اہلال اس معنی میں بھی آیا ہے لڑکے کا بوقت پیدائش اوّل مرتبہ آواز بلند کرنا اور اہلال بمعنی تلبیہ حج وغیرہ بھی مستعمل ہے اور اگر کہا جاوے اہلت لِلّٰہ تو ہرگز اسکا معنی ذبحت لِلّٰہ مفہوم نہوگا اور اگر اہلال بمعنی ذبح کہا جاوے تو یہ قباحت بھی ہے کہ اگر اُہِلَّ بمعنی ذُبِحَ کہا جاوے تو ذُبِحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ معنی اس آیت کا ہوگا اور ذُبِحَ بِاسْمِ غَیْرِ اللّٰہِ معنی اس آیت کا نہوگا اور جو لوگ ایسے جانور کو حلال کہتے ہیں اُنکا بیان یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ وہ جانور حرام ہے جو ذبح کیا گیا ہو نام سے غیر اللہ کے تو جو جانور نام سے اللہ کے ذبح کیا گیا ہو وہ حرام نہ ہوگا اگرچہ قبل ذبح کے نام سے غیر اللہ کے پکارا گیا ہو۔ حالانکہ وہ لوگ اس آیت کا جو معنی کہتے ہیں ذُبِحَ بِاسْمِ غَیْرِ اللّٰہِ وہ معنی کسی صورت میں ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس آیت میں اہلال کو بمعنی ذبح کے کہنا اور لغیر اللہ کی جگہ میں باسم غیر اللہ بتانا گویا کلام الٰہی میں تحریف کرنا ہے اور تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ لَوْ اَنَّ ذَبَحَ ذَبِیْحَۃً وَقَصَدَ بِذَبْحِہَا التَّقَرُّبَ اِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ صَارَ مُرْتَدًّا وَذَبِیْحَتُہٗ ذَبِیْحَۃُ مُرْتَدٍّ اِنْتَہٰی یعنی علماء کا اسپر اجماع ہے کہ ذبح کیا کسی نے کوئی ذبیحہ اور قصد کیا اُسی ذبح سے تقرب غیر اللہ کا تو وہ شخص مرتد ہو جاویگا اور اسکا ذبیحہ مانند ذبیحہ مرتد کے ہوگا۔ یہ مضمون تفسیر نیشاپوری کی عبارت مذکورہ کا ہے اور کفار زمانۂ جاہلیت میں جب مکہ معظمہ کا قصد کرتے تھے تو جب وہ اپنے مکان سے باہر ہوتے تھے تو راہ میں بتوں کو پکارتے تھے اور جب مکہ معظمہ میں پہنچتے تھے تو طواف خانۂ کعبہ کا کرتے تھے تو یہ طواف اُنکا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہرگز قابل قبول نہوتا تھا۔ اسواسطے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِہِمْ ھٰذَا پس چاہیئے کہ کفار نزدیک نہ جاویں مسجد حرام کے بعد اس سال کے تو اس مقام میں بھی ایسا ہی ہے کہ جب پکار دیا اور مشتہر کیا کہ یہ جانور نام پر فلان کے ہی اور اُسکو اُس فلاں کیواسطے قرار دیتا ہوں اور بوقت ذبح نام سے خدا کے ذبح کرایا تو اب یہ امر موجب اُس جانور کی حلت کا نہ ہوگا اور سر اس مسئلہ کا یہ ہے کہ عوام کا یہ خیال ہے کہ ہر حال میں طریقہ ذبح کا یہی ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کیا جاوے تو وہ لوگ اسی طریقہ سے اسحال میں بھی ذبح کرتے

اہلال کا معنی ذبح کرنا ہوا سے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا

خبث پیدا ہوگیا جو زیادہ خبث مردار سے ہے اسواسطے کہ مردار کی جان جانے کیوقت ذکر نام خدا کا نہ ہوا اور جان اس جانور کی ملک غیر خدا کی قرار دیکر مار ڈالا اور یہ عین شرک ہے اور جب یہ خباثت اس جانور میں سرایت کرگئی تو اب وہ جانور ذکر سے نام خدا کے حلال نہیں ہوسکتا مانند سگ وخوک کے کہ اگر وہ بنام خدا بھی ذبح کیا جاوے تو حلال نہیں ہوسکتا اور سر اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جان کو واسطے غیر جان آفریں کے نثار کرنا درست نہیں اور ماکولات ومشروبات ودیگر اموال کو بھی بطور صدقہ کے دینا بہ نیت تقرب لغیر اللہ کے حرام اور شرک ہے لیکن ثواب ان چیزوں کا جو دینے والے کو ہوتا ہے وہ کسی غیر کو پہنچانا جائز ہے اسواسطے کہ جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو بخش دیا جاوے جیسا کہ جائز ہے کہ اپنا مال کسی غیر کو دیدیا جاوے اور جان جانور کی آدمی کی ملکیت نہیں کہ وہ کسی غیر کو بخش سکتا ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ مال دینا اسواسطے بھی باعث ثواب ہے کہ آدمی اس سے منتفع بہ ہوتا ہے اور جو لوگ فوت ہوگئے ہیں وہ اس جہان سے مفارقت کے بعد اس قابل نہ رہے کہ کسی خاص مال سے منتفع بہ ہوویں طریقہ انکو نفع پہنچانے کا شرع میں یہ قرار پایا ہے کہ مال مستحقین صدقہ کو دیا جاوے اور اسکا ثواب میت کو پہنچایا جاوے اور جان جانور کی ہرگز قابل انتفاع زندگی میں آدمی کے نہیں تو بعد مرنے کے بھی وہ قابل انتفاع نہ ہوگی البتہ قربانی طرف سے میت کے کرنا حدیث میں آیا ہے لیکن مراد اس سے بھی یہی ہے کہ دینا جان کا یعنی ذبح کرنا واسطے خدا کے ہوتا ہے اور ثواب اسکا میت کو بخشدیا جاتا ہے نہ یہ کہ خاص ذبح کرنا واسطے میت کے ہوتا ہے اور بعضے جہال مسلمان اس مسئلہ میں کج فہمی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بلاشبہ جائز ہے کہ گوشت پکایا جائے اور بنام میت کے دیدیا جاوے تو یہی مراد ہماری اسوقت بھی ہوتی ہے جب جانور بنام میت کے ذبح کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو سمجھانیکے لئے صرف ایک نکتہ کافی ہے کہ اُسے کہا جاوے کہ تم جب نذر مانتے ہو کہ جانور بنام غیر خدا ذبح کرینگے تو اگر عوض اُس جانور کے گوشت اسی قدر خرید لو اور اسکو پکاؤ اور فقراء کو کھلادو تو تمھارے نزدیک وہ نذر ادا ہوجاویگی یا نہیں اگر نذر ادا ہوجاویگی ہے تو البتہ سچ کہتے ہو کہ تمھارا مقصود ذبح سے یہی ہے کہ گوشت کھلا کر میت کو ثواب رسانی کردیجاوے تمھاری کوئی دوسری نیت نہیں اور اگر بصورت مذکورہ تمھارے نزدیک نذر ادا نہ ہوگی تو بیشک ایسی نذر میں تمھاری نیت یہی ہوتی ہے کہ خاص ذبح کرنا بہ نیت تقرب غیر خدا کے ہوگا اور اس سے شرک صحیح لازم آتا ہے اور یہ آیت چار جگہ قرآن شریف میں وارد ہوئی اس آیت کے لفظ میں غور کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فرمایا ہے مَاذُبِحَ لِغَيْرِ اللَّهِ نہ فرمایا تو جب یہ مشتہر کیا جاوے اور پکار دیا

وَاخْتَلَفُوْا فِی التَّغَنِّیْ الْمُجَرَّدِ قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّهٗ حَرَامٌ مُطْلَقًا وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ لَا بَاْسَ بِاَنْ یَّتَغَنّٰی لِیَسْتَفِیْدَ بِهِ الْقَوَافِیْ وَالْفَصَاحَةَ وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ بِجَوَازِ التَّغَنِّیْ لِدَفْعِ الْوَحْشَةِ اِذَا کَانَ وَحْدَهٗ وَلَا یَکُوْنُ عَلٰی سَبِیْلِ اللَّهْوِ وَاللَّعِبِ مَالَ السَّرَخْسِیُّ اِنْتَهٰی

یعنی اختلاف ہے غنا بلا مزامیر میں بعضے علماء کا قول ہے کہ غنا بلا مزامیر بھی حرام ہے مطلقاً اور بعضے علماء کا قول ہے کہ اس غنا میں مضائقہ نہیں جو قافیہ معلوم ہونے کی غرض سے ہو یا یہ مقصود ہو کہ فصاحت حاصل ہووے اور بعضے علماء کا قول ہے کہ وہ غنا جائز ہے جو دفع وحشت کیلئے ہو اور تنہائی میں ہو کوئی دوسرا نہ ہو اور بطریق ہو ولعب کے بھی نہ ہو اور سیطرف میلان ہے علامہ سرخسیؒ کا یہ مضمون معنی شرح کنز الدقائق کی عبارت مذکورہ کا ہے اور بدائع میں یہ لکھا ہے وَالسَّمَاعُ فِیْ اَوْقَاتِ السُّرُوْرِ تَاْکِیْدًا لِلسُّرُوْرِ مُهِیْجًا لَهٗ مُبَاحٌ اِذَا کَانَ ذٰلِکَ السُّرُوْرُ مُبَاحًا کَالْغِنَاءِ فِیْ اَیَّامِ الْعِیْدِ وَفِی الْعُرْسِ وَفِیْ وَقْتِ قُدُوْمِ الْغَائِبِ وَوَقْتِ الْوَلِیْمَةِ وَالْعَقِیْقَةِ وَعِنْدَ وِلَادَةِ الْوَلَدِ وَعِنْدَ خِتَانِهٖ وَعِنْدَ حِفْظِ الْقُرْاٰنِ اِنْتَهٰی

یعنی سماع مباح ہے جو بوقت خوشی ہو بخیال زیادتی سرور کے بشرطیکہ وہ خوشی مباح ہو مثلاً غنا جائز ہے ایام عید میں اور شادی میں اور بوقت آنے کسی شخص کے غیر جگہ سے اور بوقت طعام ولیمہ اور عقیقہ میں اور بوقت ولادت لڑکے کے اور ختنہ میں اور بوقت خوشی حفظ قرآن شریف کے یعنی ان اوقات میں غنا جائز ہے یہ مضمون بدائع کی عبارت مذکورہ کا ہے۔

سوال۔ معنی آیہ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ کا کیا ہے اور مصداق اس آیت کا کیا ہے

جواب۔ اللہ تعالےٰ کا جو یہ کلام پاک ہے وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جانور حرام ہے جو پکارا گیا ہو اور مشتہر کیا گیا ہو کہ یہ جانور لغیر اللہ ہے یعنی غیر خدا کے لئے ہے خواہ وہ غیر بت ہو یا کوئی روح خبیث ہو کہ بطریق بھوگ کے اسکے نام پر جانور دیویں یا جن ہو جو کسی گھر پر مسلط ہو اور وہاں کے لوگوں کو ایذا دیتا ہو اور بغیر جانور دیے ایذا رسانی سے باز نہ آتا ہو یا توپ دانہ کرنے نہ دیوے خواہ وہ غیر خدا پیر ہو اس طریق سے کوئی جانور قرار دے دیویں تو ان سب صورتوں میں وہ جانور حرام ہوگا اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰهِ یعنی جو شخص جانور ذبح کرے بغرض تقرب غیر خدا کے تو وہ شخص ملعون ہے خواہ بوقت ذبح نام خدا کا لیوے یا نہ لیوے اسواسطے کہ جب اس نے مشتہر کر دیا کہ یہ جانور واسطے فلاں کے ہے تو بوقت ذبح نام خدا کا لینے میں فائدہ نہیں اس واسطے کہ وہ جانور منسوب ہو گیا ساتھ غیر خدا کے اور اس جانور میں ایک طرح

قرابت نسب کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جسقدر بنی عبد المطلب قریب ہیں اُس قدر کوئی دوسرا قریب نہیں تو اگر کسی شخص کا یہ کلام ہے کہ فضیلت ہے اولاد شیخین کو اولاد عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تو اگر اُسکی مراد یہ ہے کہ یہ فضیلت باعتبار شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے یعنی شفاعت حق میں اولاد شیخین کے پہلے ہوگی اور اُنکے بعد اولاد عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی تو یہ مراد اوپر کی حدیث سے صراحۃً باطل ہے اور اگر اُسکی کوئی دوسری مراد ہے تو چاہیئے کہ وہ بیان کرے تا اُسمیں کلام کیا جاوے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا خاص طور پر حق میں اولاد حضرت عباسؓ کے کی ہے چنانچہ یہ مضمون سوال میں مذکور ہے ظاہر اسے معلوم ہوتا ہے کہ تفضیل شیخین کی نزاع باعث ہوئی ہے تفضیل اولاد شیخین کی نزاع کیلئے اور یہ امر صراحۃً باطل ہے واسطے کہ یہ لازم نہیں کہ افضل کی اولاد بھی افضل ہو مگر اُس صورت میں یہ ہو سکتا ہے جبکہ فضیلت باعتبار قرابت نسب کے دیجاوے اور یہ یہاں اول ہی سے مفقود ہے

مسئلہ دربارۂ سرود و غنا یعنی راگ کے جو ساتھ دف کے ہو روایات حنفیہ اس بارہ میں مختلف ہیں ارجح و اقوی یہ روایت ہے جو دلائل سے ثابت ہے اور مطابق احادیث کثیرہ کے ہے اور وہ احادیث کتب معتبرہ میں مشہور ہیں کہ سرود و غنا یعنی راگ جو بلا مزامیر ہو مباح ہے اور دف مزامیر سے مستثنی ہے واسطے کہ دف کا سننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات صحیحہ سے ثابت ہے تو عالم محقق کو چاہیئے کہ اُن ہی روایتوں کے موافق فتوی دیوے اور بزرگان چشتیہ نے سماع غنا کا اسی طور پر فرمایا ہے کہ وہ غنا بلا مزامیر و آلات ہوتا تھا چنانچہ شیخ ابن ہمام نے فرمایا ہے قَيَّدَ حُرْمَةَ التَّغَنِّي بِمَا إِذَا كَانَ فِي اللَّفْظِ مَا لَا يَحِلُّ كَصِفَةِ الْمُذَكَّرِ وَالْمَرْأَةِ الْمُعَيَّنَةِ الْحَسَنَةِ وَوَصْفِ الْخَمْرِ الْمُبَيِّنِ إِلَيْهَا وَالدَّيْرِيَّاتِ وَالْحَانِيَّاتِ وَهِجَاءِ مُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ لَا إِذَا أَرَادَ إِنْشَادَ الشِّعْرِ لِلِاسْتِشْهَادِ أَوْ لِيَتَعَلَّمَ فَصَاحَتَهُ وَبَلَاغَتَهُ نَعَمْ إِذَا قِيلَ ذَلِكَ عَلَى الْمَلَاهِي مُنِعَ وَإِنْ كَانَ مَوَاعِظَ وَحِكَمًا لِأَلَاتِ تَغَنِّيهَا لَا لِذَلِكَ التَّغَنِّي انتہی یعنی صرف وہ غنا حرام ہے جس میں الفاظ ناجائز ہوں مثلاً ناجائز تعریف مرد کی ہو یا تعریف گانے والی حسینہ کی ہو یا تعریف شراب کی ہو جو برانگیختہ کرتی ہے طرف عورت مذکورہ کے یا تعریف زنان بتخانہ کی ہو یا بیان مادہ جانور کا ہو جو بحالت شہوت ہوتی ہے یا ہجو مسلمان یا کافر ذمی کی ہو تو وہ غنا حرام ہے اور یہ حرام نہیں کہ شعر پڑھا جاوے کسی مدعا کی دلیل میں اور یہ بھی حرام نہیں کہ شعر پڑھا جاوے بغرض سیکھنے فصاحت و بلاغت کے البتہ منع ہے شعر پڑھنا بغرض لہو و لعب کے اگرچہ اس میں نصیحت ہو اور حکمت ہو آلات تغنی کی نہ نفس تغنی کی یہ مضمون شیخ ابن ہمام کی عبارت مذکورہ کا ہے اور مغنی شرح کنز الدقائق میں لکھا ہے۔

لوگوں میں زیادہ پرہیزگار ہے اور ایسا ہی احادیث مشہورہ سے بھی ثابت ہے مثلاً حدیث شریف میں ہے کہ سب آدمی اولاد حضرت آدم علیہ السلام کی ہیں اور حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے کسی کو فضیلت کسی دوسرے پر نہیں مگر باعتبار دین و تقویٰ کے تو یہ ممکن ہے کہ باعتبار دین و تقویٰ کے اولاد ارذال کو فضیلت ہو جائے اولاد اشراف پر اور کیا خوب مضمون اس شعر کا ہے ؎

حسن زبصرہ بلال از حبش صہیب زروم + زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست۔ یعنی حضرت حسنؒ بصرہ میں پیدا ہوئے اور حضرت بلالؓ حبش میں پیدا ہوئے اور حضرت صہیبؓ روم میں پیدا ہوئے اور خاک مکہ معظمہ سے ابوجہل پیدا ہوا یہ کیا عجیب بات ہے اور شرع میں یہ تفضیل ثابت ہے یعنی شرعاً یہ بات ثابت ہے کہ فضیلت باعتبار تقویٰ کے ہوتی ہے اور دو قسم کی تفضیل اور بھی ہے کہ بعض احکام شرعیہ میں اسکا اعتبار ہے پہلی قسم کفو ہونا ہے دربارۂ نکاح کے اور تمام قریش اس میں برابر ہیں چنانچہ کتب فقہ میں مرقوم و مشہور ہے قُرَیْشٌ کُلُّھُمْ اَکْفَاءٌ بَعْضُھَا لِبَعْضٍ یعنی قریش سب برابر ہیں بعض قریش کفو ہیں بعض قریش کے اور قریش کے سوا جو دوسرے لوگ ہیں وہ کفو قریش کے نہیں دوسری قسم تفضیل کی باعتبار شرافت قریب ہونے قرابت نسب کے ہی ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اس قسم کی فضیلت بنی ہاشم کو ہے ان لوگوں پر جو لوگ بنی ہاشم کے سوا ہیں اور اسیوجہ سے ثابت ہوا کہ خمس غنیمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوی القربیٰ کا جو حصہ ہوتا ہے وہ بنی ہاشم میں صرف کرنا چاہیئے اور مال زکوٰۃ بنی ہاشم پر حرام ہے اور بنی عبدالمطلب کو اُن لوگوں پر جو لوگ بنی عبدالمطلب کے سوا ہیں ایک طرح کی دوسری شرافت ہے جو حدیث میں وارد ہے کہ مَا مِنْ اَحَدٍ لَہٗ یَدٌ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ وُلْدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِلَّا اَنَا اُکَافِیْ بِھَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یعنی کسی شخص کا احسان جو ایسے کسی شخص پر ہوگا جو بنی عبدالمطلب سے ہو تو میں ضرور اسکی مکافات قیامت میں کرونگا اور شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بنی عبدالمطلب کے حق میں پہلے ہوگی بہ نسبت دوسرے لوگوں کے چنانچہ حدیث میں ہی اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ مِنْ اُمَّتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ مِنْ قُرَیْشٍ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ میں پہلے شفاعت اپنی امت میں سے اپنے اہلبیت کی کرونگا پھر اُنکے بعد پہلے شفاعت ان لوگوں کی کرونگا جو قریش میں سے ہونگے اور اُنکی قرابت ہمارے ساتھ زیادہ قریب ہوگی پھر اسی طرح میری شفاعت درجہ بدرجہ قریش میں ہوتی رہیگی کہ بعد شفاعت کے جو لوگ باقی رہجاوینگے پھر اُن لوگوں میں جو قرابت میں مجھ سے زیادہ قریب ہوگا اُسکی شفاعت کرونگا اور ظاہر ہے کہ باعتبار

عباس اور انکی اولاد کے هٰذا عَمِّیْ وَصِنْوُ اَبِیْ وَهٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَیْتِیْ اَسْتُرُهُمْ مِنَ النَّاسِ کَسَتْرِیْ اِیَّاهُمْ بِمَلَاءَتِیْ هٰذِهٖ یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ یعنی حضرت عباسؓ چچا میرے ہیں اور بھائی میرے باپ کے ہیں اور وہ لوگ میرے اہل بیت ہیں حفاظت کروں ان لوگوں کی اور لوگوں سے جس طرح حفاظت کرتا ہوں میں ان لوگونکی اپنی چادر میں اور سوا اس حدیث کے اور بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کو لفظ اہل بیت سے تعبیر فرمایا ہے اور کیا فرماتے تھے صاحبان قرن اول وثانی جو صحابہؓ وتابعین سے ہوئے ہیں شان میں عبداللہؓ وفضلؓ بن عباسؓ کے اور شان میں محمد وعبدالرحمنؓ فرزندان حضرت ابوبکرؓ کے اور ہر زمانہ میں عجم میں جو بلاد اسلامیہ ہوئے ان مقامات میں سوا ہندوستان کے اولاد حضرت عباسؓ کو لفظ سادات سے تعبیر کرتے آئے ہیں اور کیا کہتے ہیں مدعیان حدیث مسئلہ زکوٰۃ و خمس میں کہ باجماع امت اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واولاد اعمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اس مسئلہ میں قطعی طور پر ہمیشہ ایک ہی حکم ہے اور مسئلہ فضیلت خلفائے راشدین کا اور یہ کہ یہ فضیلت قطعی یا غیر قطعی ہے اور اجماع سے ثابت ہوئی ہے یا غیر اجماع سے ثابت ہوئی ہے اور معنی اس فضیلت کا اور اقوال صحابہ وتابعین وعلمائے مجتہدین کے اس بارہ میں یہ سب باستیعاب کتب عقائد میں مذکور ہے اس فضیلت کو اس مدعا سے کچھ تعلق نہیں اور یہ فضیلت اس مدعا کیلئے دلیل بھی نہیں ہوسکتی مسائل حق وہ ہیں جو اصول ثلثہ سے ثابت ہیں اور اس میں کسی ایک جانب کی رعایت نہیں آپ حضرات اس سوال کا جواب بیان فرماویں اللہ تعالےٰ آپ صاحبوں کو اس کا اجر مرحمت فرماوے۔

جواب تفضیل کی یعنی فضیلت دینے کی دو قسم ہے تفضیل انواع واصناف بریکدیگر یعنی فضیلت دینا ایک نوع اور ایک صنف کو دوسرے نوع اور دوسرے صنف پر وتفضیل اشخاص بریکدیگر یعنی فضیلت دینا ایک شخص کو دوسرے شخص پر قسم اول تفضیل فیمابین اولاد شیخین واولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ممکن ہے اور تفضیل اشخاص کی فیمابین انکے اس کا عدم ثبوت قطعی ہے بلکہ ایسی تفضیل اشخاص غیر میں بھی ثابت نہیں تو مناسب ہے کہ قسم اول تفضیل میں بحث کیجاوے تو جاننا چاہیئے کہ تفضیل باعتبار ثواب ودرجات آخرت کے موافق نصوص قطعیہ کے باعتبار نسب کے نہیں بلکہ ایسی تفضیل باعتبار تقویٰ واحتیاط کے ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ یعنی زیادہ بزرگ تم لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم

اِس مسئلہ کا اعتقاد نہ ہو اور وہ اس مسئلہ کو نہ جانے تو اُس کے اسلام میں کچھ نقصان لازم نہیں آتا لیکن اولیاء اللہ جو قائل توحید وجودی کے گذرے ہیں اُنکی تحقیر واہانت وتکفیر وتضلیل نہ کرنا چاہئے اور عوام کے حق میں یہی بہتر ہے کہ اس مسئلہ میں نفی واثبات سے سکوت اختیار کریں اور اسمیں بحث وتکرار نہ کریں اسواسطے کہ ہر شخص کی عقل میں یہ مسئلہ نہیں آتا اور باعث فساد عقیدہ کا ہو جاتا ہی اور کتاب بلبل باغ نبیؐ کے اشعار میں ایسے الفاظ ہیں جسطرح کے الفاظ مثنوی مولانا جلال الدین رومی میں ہیں اور جسطرح کے الفاظ شیخ فرید الدین عطار اور فخر الدین عراقی اور دیگر بزرگان نے فرمایا ہی لیکن چاہئے کہ ایسے الفاظ عوام کی مجلس میں نہ کہے جاویں تاکم فہمی سے عوام فتنہ میں نہ پڑ جائیں اور لفظ حقیقۃ الحقائق کا اصطلاحات قدمائے صوفیہ سے ہی اور یہ لفظ شرع میں وارد نہیں اور فرقہائے اہل سنت کے ہر دو فرقے کے بعض الفاظ اصطلاحی ہوئے اور شرع میں وارد نہیں مثلاً واجب الوجود اصطلاح متکلمین اہلسنت کی ہے اور وجود مطلق اصطلاح صوفیہ اہلسنت کی ہی اور یہ لفظ قیصری اور فرغانی اور مولانا جامیؒ ایسے بزرگان نے استعمال کیا ہی اور یہ الفاظ شرع میں وارد نہیں تو اطلاق ان الفاظ کا اگرچہ بدعت ہی مگر سیئہ نہیں اسواسطے کہ ایسے ایسے علماء نے باوجود دیانت وتقویٰ کے ان الفاظ کو استعمال کیا ہی اور شاہ محمد رمضان صاحب کہ لوگوں کو نماز روزہ میں مشغول کرتے ہیں اور دختر کشی اور حرام جاننا اہل قرابت وبرادران چچازاد کے ساتھ نکاح کرنے کو اور رسوم کفران سب امور سے وہ منع کرتے ہیں یہ بہت بہتر ہے اُنکے اُس فعل میں مانع نہ ہونا چاہی بلکہ اس امر میں کوشش کرنا چاہئے کہ احکام شرعیہ رواج پاویں اور مشتہر ہو ویں اس واسطے کہ اسمیں بہت ثواب ہے کہ سنت کو رواج دیا جاوے اور بدعت دور کی جاوے والسلام۔

سوال کیا فرماتے ہیں محققین کتاب وسنت واجماع اس مسئلہ میں جو دربارۂ فضیلت اولاد شیخین واولاد اعمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی آن صاحبوں کی فضیلت ہمارے نزدیک ثابت ہے لیکن سوال دربارۂ فضیلت اولاد کے ہے اور یہ ظاہر ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ یعنی بزرگ ترین تم لوگوں میں سے نزدیک اللہ کے وہ ہے جو تم لوگوں میں زیادہ پرہیزگار ہو لیکن کلام فضیلت میں نسب کے ہی بعضے علماء اولاد شیخین کو اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت دیتے ہیں تو اصول ثلاثہ یعنی کتاب وسنت واجماع میں سے اُنکے کون سی دلیل اس مدعا پر ہے حالانکہ بالاجماع لفظ ذوی القربیٰ میں اولاد اعمام داخل ہے اور احادیث صحیحہ میں وارد ہے حق میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ اَلْعَبَّاسُ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عباسؓ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں اور یہ بھی حدیث میں وارد ہے حق میں حضرت

سورہ حجرات

قدم جادۂ اعتدال سے باہر رکھے اور تضلیل و تکفیر ایک جماعت کثیر صوفیہ کی کرے تو البتہ وہ بھی مستوجب طعن اور ملامت کا ہوگا اور یہی خلاصہ اس مسئلہ کا ہے لیکن یہ امر کہ حال میاں رمضان صاحب کا کیا ہے تو ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ اگر پابند شرع کے ہیں اور نماز و روزہ و تلاوت قرآن و ذکر و خوف و ذکر و رجاء و تقویٰ و صلاح کی فہمائش کرتے ہیں تو وہ الحاد اور زندقہ سے بہت دور ہیں اور اگر معاذ اللہ پابند شرع کے نہیں اور زندقہ کی فہمائش کرتے ہیں تو البتہ قابل تضلیل و تکفیر ہیں اور کتب فقہ میں مذکور ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں چند وجوہ ہوں جو موجب کفر ہوں اور ایک وجہ عدم کفر کی ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ میلان جانب عدم کفر کے کرے سوائے اس صورت کے جبکہ وہ قائل خود تصریح وجہ کفر کی کرتا ہو چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہو اِذَا کَانَ فِی الْمَسْئَلَۃِ وُجُوْہٌ تُوْجِبُ الْکُفْرَ وَوَجْہٌ وَاحِدٌ یَمْنَعُ فَعَلَی الْمُفْتِیِّ اَنْ یَّمِیْلَ اِلٰی ذٰلِکَ الْوَجْہِ اِلَّا اِذَا صَرَّحَ بِاَرَادَۃٍ تُوْجِبُ الْکُفْرَ فَلَا یَنْفَعُہُ التَّاْوِیْلُ حِیْنَئِذٍ ثُمَّ اِنْ کَانَ نِیَّۃُ الْقَائِلِ الْوَجْہَ الَّذِیْ یَمْنَعُ التَّکْفِیْرَ وَھُوَ مُسْلِمٌ وَاِنْ کَانَ نِیَّتُہُ الْوَجْہَ الَّذِیْ یُوْجِبُ التَّکْفِیْرَ لَا یَنْفَعُہُ فَتْوَی الْمُفْتِیْ اِنْتَھٰی یعنی جب مسئلہ میں چند وجوہ ہوں جو موجب کفر ہوں اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ اسی ایک وجہ کی جانب میلان کرے سوا اس صورت کے کہ قائل تصریح کر دے اپنے ارادہ کی جو موجب کفر ہو تو اس وقت میں اس کے حق میں تاویل مفید نہ ہوگی تو اگر نیت قائل کی مانع کفر ہو تو قابل تسلیم ہوگی اور اگر نیت قائل کی موجب تکفیر ہو تو اس کے حق میں تاویل مفید نہ ہوگی یہ مضمون فتاوے عالمگیری کی عبارت مذکورہ کا ہے۔

جواب نامۂ حافظ مصہری صاحب عنایت نامہ سامی نے شرف ورود فرمایا جو دربارۂ اس مناقشہ کے ہی جو درمیان محمد رمضان صاحب و مولوی نور محمد صاحب کے دربارۂ توحید وجودی اور انکار اسکے ہوا ہے مہربان من قائلان توحید وجودی اکثر اولیاء اللہ سے ہوئے ہیں اور وہ خواص اہل سنت و جماعت سے ہر طریقہ میں گذرے ہیں چنانچہ ایک خط بنام مولوی نور محمد صاحب کے قبل اسکے لکھا گیا ہے مشتمل اوپر نام نامی بعضے حضرات کے جو منجملہ ان بزرگوں کے گذرے تو جو شخص قائل توحید وجودی کا ہو اس کو کافر کہنا اور اسکے پیچھے نماز پڑھنے سے پرہیز کرنا اور اسکے ساتھ مناکحت نہ کرنا اور اسکا ذبیحہ نہ کھانا ہرگز گوارا نہیں بلکہ اسکو مسلمان اور اہلسنت سے جاننا چاہیئے اور جو معاملات فیمابین مسلمانان اہلسنت کے ہیں انکا برتاؤ اسکے ساتھ کرنا چاہیئے مثلاً ابتدا السلام و جواب سلام و جواب[1] عطسہ و عیادت مریض و جنازہ و دعائے مغفرت و رحمت ایسے معاملات میں ان سے پرہیز نہ کرنا چاہیئے البتہ یہ اعتقاد یعنے اعتقاد توحید وجودی کا ضروریات عقائد اسلام سے نہیں اگر کسی کو

[1] جواب عطسہ سے یہ مراد ہے کہ جب چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو دوسرے کو یرحمک اللہ کہنا چاہیئے ۱۲ منہ

اور شمس الدین تبریزی اور سہروردیہ میں شیخ فریدالدین عطار اور چشتیہ میں سید محمد گیسو دراز اور سید جعفر مکی اور نقشبندیہ میں حضرت خواجہ عبیداللہ اور ملا نورالدین جامی اور ملا عبدالغفور لاری اور حضرت خواجہ باقی باللہ کابلی اور شیخ عبدالرزاق کاشی اور شمس الدین فغانی اور قیصری اور سعیدالدین فرغانی وغیرہ گذرے اور تصانیف ان سب بزرگوں کی موجود اور مشہور ہیں اور حضرات صوفیہ کی دوسری جماعت نے اُن سب اشارات کو تاویل حکایت یا شکر پر محمول کیا ہے اور انکار وحدت وجود کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ وحدت وجود بعضے اوقات سالک کو نظر آتی ہے اگرچہ وہ حقیقت میں نہیں چنانچہ آفتاب کی روشنی میں سب ستارے بے نور ہو جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے حالانکہ نفس الامر میں موجود رہتے ہیں اور انمیں روشنی بھی رہتی ہے لیکن دن میں بسبب غلبہ نور آفتاب کے ستاروں کی روشنی مضمحل ہو جاتی ہے اور ایسا ہی ہے حال چراغ کا مشعل کے سامنے تو جن لوگوں نے توحید کی صرف راہ ناپی ہے اُنکی توحید صرف شہود اور نظر میں ہے وجود میں نہیں اور یہی ہے مذہب شیخ علاؤالدین سمنانی کا اور یہی ہے مذہب دوسری جماعت کا بھی جو قدم امام سے ہوئی ہے اور مذہب امام ربانی اور اُنکے تابعین کا بھی یہی ہے اور ان سب حضرات نے اس عقیدے کے اثبات میں رسالے اور تصنیفات لکھی ہیں چنانچہ آپکو معلوم ہوگا تو ہم لوگ کہ بعد اس اختلاف کے ہوئے کسی ایک جانب یقین نہیں کر سکتے ہمکو یہی مناسب ہے کہ جیسا یہ سمجھتے ہیں کہ مذاہب اربعہ میں حق دائر ہے اور یہ کہتے ہیں کہ مثلاً مذہب حنفی صواب ہے اور اسمیں احتمال خطا کا نہیں ہے اور اس کے سوا اور مذہب مثلاً مذہب شافعی و مالکی خطا ہے اُسمیں احتمال صواب کا ہے ایسا ہی حضرات صوفیہ کا یہ وجود مذہب ہے توحید وجودی اور توحید شہودی تو یہ مناسب نہیں کہ ان دونوں مذہب میں سے ایک کو صحیح جانیں اور دوسرے کو گمراہی سمجھیں اسواسطے کہ اس میں تضلیل و تکفیر اکثر علماء و مشائخ کبار کی لازم آویگی اور اگر کوئی شخص ایک جانب بھی پیروی کرنے کیوجہ سے غلو کو راہ دیوے اور فرق مراتب سے نظر اٹھالیوے اور قدم جادۂ اعتدال سے باہر رکھے اور عابد کو معبود اور حادث کو قدیم سمجھے اور ملوث کو منزہ اور حرام کو حلال اور نجس کو طاہر جانے تو وہ شخص بیشک ملحد و زندیق ہو جاویگا حاصل کلام یہ کہ جیسا اختلاف درمیان سُنّی و رافضی و خارجی کے ہے اسطرح کا اختلاف ان دو مذاہب میں صوفیہ کے نہیں کہ موجب کسی ایک جانب کی تضلیل و تکفیر کا ہو بلکہ یہ اختلاف مثل اختلاف مذاہب اربعہ کے ہے البتہ اگر کوئی شخص قائلانِ توحید وجودی میں سے قدم جادۂ اعتدال سے باہر رکھے اور اپنا عقیدہ الحاد و زندقہ تک پہونچادے تو البتہ وہ گمراہ ہو جاویگا اور ایسا ہی اگر کوئی شخص قائلان توحید شہودی میں سے

حصول قوت اور نبیذ کو پینا بہ نظر تلہی ان دونوں صورتوں میں فرق ہے۔

جواب نامۂ مولوی نور محمد صاحب فقیر عبدالعزیز بعد ابلاغ سلام مسنون کے التماس کرتا ہے کہ رقیمہ کریمہ نے شرف ورود فرمایا جو دربارہ استفسار مسئلہ توحید وجودی و توحید شہودی و انکار اقاویل وحشت ناک میاں رمضان شاہ کے ہے مہربان من حقیقۃ الامر یہ ہے کہ صوفیہ کرام کا یہ قدیم مسئلہ ہے وہ حضرات اس مسئلہ کی جانب اشارہ فرمایا کرتے تھے ایسے طور پر کہ اسمیں تاویل کا احتمال ہووے اس میں حکایت کی تاویل بھی کر سکتے تھے اور اسکو محمول سکر پر بھی کر سکتے تھے چنانچہ آپ نے خود چند بزرگوں سے نقل فرمایا ہے لیکن جبکہ سلف صوفیہ کا طبقہ گذر گیا اور ہجرت نبویہ سے پانسو برس گذرے تو حضرات صوفیہ کے دو فرقے ہوگئے انمیں سے ایک جماعت کثیر نے سلف کے اشارات کو حقیقت پر محمول کیا اور وہ لوگ اس امر کے قائل ہوئے کہ وجود واحد مراتب وجوب و امکان و قدیم و حادث و مجرد و جسمانی و مومن و کافر و نجس و طاہر میں ظاہر ہے لیکن باوجود اسکے ہر مظہر کیلئے حکم جداگانہ ہے اور فرق احکام مظاہر میں ضرور ہے مومن کے بارہ میں حکم رہائی کا ہے اور کافر کے بارہ میں حکم قتل اور قید کا ہے اور علی ہذا القیاس جمیع صفات متضادہ کے بارہ میں ایسا ہی ہے کہ ہر صفت کے لئے حکم جداگانہ ہے چنانچہ کسی عارف کا یہ کلام ہے ؎ ہر مرتبہ از وجود حکمی دارد + چوں فرق مراتب نہ کنی زندیقی یعنی وجود کے ہر مرتبہ کے لئے حکم جداگانہ ہے۔ اگر تو فرق مراتب نہ کرے تو زندیق ہے اور اسی فرق کی بنا پر احکام ظاہر شریعت کے مبنی ہیں چنانچہ زن منکوحہ حلال ہے اور زن اجنبیہ حرام ہے اور باپ واجب التعظیم ہے اور کافر سرکش واجب التحقیر ہے اور فرق احکام میں نہ کرنا اور صرف وحدت وجود کی جانب لحاظ رکھنا خلاف شرع ہے اور الحاد و زندقہ ہے اس جماعت صوفیہ کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ وجود عین ذات حق ہے اور ظہور وجود کا مظاہر مختلفہ میں ہے لیکن باوجود اسکے وجود مرتبہ احدیت میں پاک اور منزہ نقائص سے ہے اور متصف ساتھ کمالات کے ہے اور نقصان مراتب کثرت کا اس وجود میں عائد نہیں ہوتا چنانچہ آفتاب کی شعاع نجاست پر پڑتی ہے مگر باوجود اسکے وہ نجس نہیں ہوتی اور انسان کی حقیقت کلیہ نے مسلمان و کافر و صالح و فاسق و عالم و جاہل میں ظہور کیا مگر باوجود اس کے اُس نے خود نقصان قبول نہ کیا اور یہی مذہب اکثر حضرات صوفیہ اور علماء نامدار نے اختیار کیا ہے اور اس باب میں رسالے اور کتابیں لکھی ہیں ان حضرات میں زیادہ معتبر یہ اصحاب ہوئے یعنی قادریہ میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور شیخ صدرالدین قونوی اور شیخ عبدالکریم جیلی اور شیخ عبدالرزاق جھجانوی اور شیخ امان پانی پتی۔ اور کبرویہ میں مولانا جلال الدین رومی

ممنوعات احرام میں ہو اور نذر خاص اللہ کی اور کفارہ میں جنایات منہیات کے یہ سب بھی حرام ہو جاوے تو غیر کو دینا اگر حلال ہے تو یہ سب ذبیحہ حرام کیونکر ہوگا اور غیر کو دینا اگر حرام ہے تو حکم شرعی کا مدار ایسے ذبیحہ پر کیونکر ہوگا اسواسطے کہ حرام کا اعتبار نہیں قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اسیواسطے وہ ذبیحہ حرام ہے جو امرا کی تعظیم کیلئے ہو تو مجیب کے اس قول سے بھی نہایت تعجب ہے اور اسکی دو وجہ ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ سید احمد کبیر امرا میں داخل ہیں یا نہیں تو اگر مجیب یہ کہے کہ سید احمد کبیر امراء میں داخل ہیں تو پھر اسکی کیا وجہ ہوگی کہ جو گائے سید احمد کبیر کی تعظیم کے لئے ذبح کیجاوے وہ حرام نہیں یعنی اس سے لازم ہوگا کہ وہ گائے حرام ہو جاوے حالانکہ مجیب نے ظاہر طور پر تفسیر احمدی سے نقل کیا ہے کہ وہ گائے حلال ہے اور شروع فتویٰ میں بھی یہی کہا ہے کہ ایسی گائے حلال ہے اور اگر مجیب یہ کہے کہ سید احمد کبیر امراء میں داخل نہیں تو پھر اسکی کیا وجہ ہوگی کہ امراء کے لئے جو گائے نذر مانی جاوے اور انکی تعظیم کے لئے ذبح کیجاوے تو وہ گائے تو حرام ہوگی اور حقیر لوگوں کے لئے جو گائے نذر مانی جائے اور انکی تعظیم کے لئے ذبح کیجاوے وہ گائے حلال ہوگی الحاصل ظاہر طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مجیب کا یہ کلام خبط ہے اور دوسری وجہ اس امر کی کہ مجیب کا یہ کلام باعث تعجب ہے یہ ہے کہ جو گائے مثلاً سید احمد کبیر کی تعظیم کے لئے ذبح کیجاتی ہے اسکا گوشت دولت اور رقاص کو (دولتیا ۱۲) دیا جاتا ہے اور وہ لوگ وہ گوشت پکاتے ہیں اور وہ گوشت ذابح اور غیر ذابح کھاتے ہیں تو مجیب (نانبے والے ۱۲) کے قول کے موافق وہ گائے کیونکر حرام ہوگی جب کہ ذابح بھی اسکے کھانے میں شریک ہوتا ہے قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ جب اس شخص نے یہ فتویٰ دیا کہ ذبیحہ مذکورہ حرام ہے تو یہ شخص حلال کو حرام کہنے کی وجہ سے گمراہ ہوا تو مجیب کا یہ کلام بھی غلط ہے اسواسطے کہ حضرت امام اعظمؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ سوسمار حرام ہے تو مجیب کے قول کے مطابق امام شافعیؒ کے نزدیک تحریم حلال کا طعن حضرت امام اعظمؒ کی شان میں لازم آویگا اور حضرت امام شافعیؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ طاؤس حرام ہے تو مجیب کے قول کے مطابق لازم آتا ہے کہ حنفی کے نزدیک حضرت امام شافعیؒ کی شان میں تحریم حلال کی طعن ہووے اور نعوذ باللہ من ذالک اس غلط کلام سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ صاحبان ضلالت پر تھے تو مجیب جو جواب اس اعتراض کا دیگا وہی ہمارا جواب بھی مجیب کا اعتراض دفع کرنیکے لئے کافی ہوگا۔ قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ نیت کو حل و حرمت میں اشیاء کے دخل نہیں تو نہایت تعجب ہے کہ مجیب نے باوجود ادعائے دانش و علم کے مختصرات اصول پر بھی نظر نہ ڈالی اور اسکو یہ مثال معلوم نہ ہوئی ضَرَبَ الْیَتِیْمَ تَادِیْبًا وَاِیْذَاءً اور اس نے کتب حنفیہ میں یہ فرق نہ دیکھا کہ نبیذ کو پینا بغرض

میں لکھا ہے کہ روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قبور شہدا کے پاس تشریف لیجاتے تھے اور وہاں یہ فرماتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ اور خلفائے اربعہ کا بھی ایسا ہی معمول تھا قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ جو ذبیحہ واسطے تعظیم غیر اللہ کے ہو وہ حرام ہی اور ذبح کرنیوالا مرتد ہے اور اس ذبح سے اسکی عورت کو طلاق بائن ہوجاتا ہی تو جاننا چاہیئے کہ یہی بعینہ مذہب اُن علما کا ہے جو ایسے ذبیحہ کی حرمت کے قائل ہیں تو مجیب نے حق کیطرف رجوع کیا اور اُسنے حق کا اقرار لیا یا بے اختیار اُسکی زبان پر حق جاری ہوا قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ جو ذبیحہ واسطے تعظیم غیر اللہ کے ہو وہی مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ہے تو اس قول سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ مجیب نے اُن علماء کے قول کیجانب رجوع کیا جو ایسے ذبیحہ کی حرمت کے قائل ہیں اور مجیب کا اب یہ خیال ہوا کہ نذر کی گائے داخل ہے مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں تو یہ امر قابل یاد رکھنے کے ہے قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ فقہا کا اس امر پر اجماع ہے کہ جو ذبیحہ واسطے تعظیم غیر اللہ کے ہو اور جو ذبیحہ واسطے تعظیم اللہ کے ہو اُن دونوں ذبیحہ میں فرق یہ ہے کہ اگر وہ ذبیحہ کھانے کیلئے دیا جاوے تو وہ ذبح واسطے تعظیم اللہ کے ہوگا اور اُسکے گوشت سے فائدہ مہمان وغیرہ کو ہوگا اور اسی واسطے ذبیحہ قصاب کا حلال ہے اور وہ ذبیحہ بھی حلال ہے جو طعام ولیمہ وغیرہ میں صرف کرنیکے لئے ہو اور جو ذبیحہ کھانیکے لئے نہ دیا جاوے بلکہ کسی غیر کو دیدیا جاوے تو وہ ذبح واسطے تعظیم غیر اللہ کے ہے تو وہ ذبیحہ حرام ہوگا تو مجیب کو چاہیئے اس اجماع کے ثبوت کیلئے فقہا کے اقوال کو نقل کرے ورنہ اسکا دعویٰ قابل سماعت نہیں قولہ یعنی مجیب نے جو یہ کہا ہے کہ وہ ذبیحہ کھانے کیلئے دیا جاوے تو مجیب کی اس سے مراد کیا ہے اگر یہ مراد ہے کہ ذبح سے یہ مقصود ہو کہ ذبیحہ کو ذبح کرنیوالا خود کھاوے تو اس سے قصاب کا ذبیحہ خارج ہوجاتا ہے بلکہ اکثر ذبیحہ خارج ہوجاتا ہے جو اس غرض سے ہوتا ہے کہ طعام ولیمہ یا اعراس میں صرف کیا جاوے اسواسطے کہ ایسی ذبیحہ سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ ذبح کرنیوالا خود کھاوے اور نہ یہ ضرور معمول ہے تو مجیب کا جو یہ قول ہے کہ ذبح واسطے تعظیم اللہ کے ہوگا اور اُس گوشت کا فائدہ واسطے مہمان وغیرہ کے ہوگا۔ یہ سہو ظاہر ہے اسواسطے کہ مہمان کا کھالینا ذابح کا کھالینا نہیں تو اس سے یہ غلط لازم آتا ہے کہ ذبیحہ قصاب کا اور وہ ذبیحہ جو طعام ولیمہ یا اعراس میں صرف کرنے کے لئے ہوتا ہے وہ حرام ہوجائے اور اس قسم میں داخل ہوجاوے اور قسم اول میں داخل نہ ہووے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ذبیحہ قصاب کا حلال ہے اور وہ ذبیحہ بھی حلال ہے جو طعام ولیمہ یا اعراس میں صرف کرنے کے لئے ہو اور اگر یہ مراد ہے کہ غیر کھاوے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ سب ذبیحہ یعنی جو ذبیحہ جزائے

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو مجیب کا یہ طعنہ ہرگز صحیح نہیں قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ یہ لوگ اپنے بزرگوں کا عرس فرض جانکر کرتے ہیں تو یہ بھی مجیب کی صرف جہالت ہے اسواسطے کہ سوائے فرائض شرعیہ مقررہ کے کوئی شخص کسی دوسرے امر کو فرض نہیں جانتا البتہ یہ امور مستحسن ضرور ہیں یعنی زیارت قبور اور برکت حاصل کرنا زیارت قبور صالحین سے اور استمداد صالحین سے کرنا۔ تلاوت قرآن وثواب رسانی کے ذریعہ سے و دعائے خیر و تقسیم طعام وشیرینی یعنی یہ امور باتفاق علماء بہتر ہیں اور تعیین روز عرس کی صرف اسوجہ سے ہوتی ہے کہ وہ دن یادگار ہوتا ہے کہ اُسدن انھوں نے دار العمل سے دار الثواب میں انتقال فرمایا ورنہ جس دن یہ عمل کیا جاوے باعث فلاح وسبب نجات ہے اور خلف کو لازم ہے کہ اپنے سلف کے ساتھ اس طریقہ سے نیکی واحسان کریں چنانچہ احادیث میں مذکور ہے کہ ولد صالح اپنے باپ کیلئے دعا کرتا ہو اور یہ خیال نہایت جہالت ہو کہ تلاوت قرآن وثواب رسانی اہل قبور کی عبادت ہے البتہ مشابہت بت پرستوں کی ان امور میں پائی جاتی ہے یعنی قبر کو سجدہ کرنا اور اُسکا طواف کرنا اور اسطرح دعا کرنا کہ اے فلاں تم ایسا کرو تم ایسا کرو اور جو شخص ایسا نہیں کرتا تو وہ مستوجب طعن نہیں چنانچہ منثور سیوطی میں مرقوم ہو اَخْرَجَ ابْنُ مُنْذِرٍ وَابْنُ مَرْدُوْيَهِ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْتِیْ اَحَدًا کُلَّ عَامٍ فَاَتٰی ذَاتَ یَوْمٍ فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ اَیْنَ الصَّابِرُوْنَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ نَحْنُ قَدْ صَبَرْنَا فَاَیْنَ ثَوَابُنَا فَقَالَ الْجَنَّۃُ یَدْخُلُھَا الصَّابِرُوْنَ وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِی الدُّنْیَا فِی الْقُبُوْرِ وَابْنُ مَرْدُوْیَہِ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْتِیْ قُبُوْرَ الشُّھَدَآءِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ حَوْلٍ فَیَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ اِنْتَھٰی وَفِی التَّفْسِیْرِ الْکَبِیْرِ عَنْ رَسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَاْتِیْ قُبُوْرَ الشُّھَدَآءِ رَاْسَ حَوْلٍ فَیَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ وَالْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَۃُ ھٰکَذَا یَفْعَلُوْنَ اِنْتَھٰی یعنی حضرت انس رضؓ سے روایت ہو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جبل اُحد کے پاس ہر سال تشریف لیجاتے تھے تو جب غار کے منہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہنچتے تھے تو قبور شہدا کے پاس کھڑے ہو کر سلام کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ یعنی تم لوگوں کیلئے سلامتی ہو تم لوگوں کے صبر کے اجر میں پس کیا خوب ہوا انجام دار آخرت کا اور ابن جریر نے حدیث بیان کی روایت سے محمد بن ابراہیم کے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال تشریف لیجاتے تھے قبور شہدا کے پاس اور یہ فرماتے تھے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے اور تفسیر کبیر

آئندہ مذکور ہونگے اُن سے بلاشک ایسی ذبیحہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے تو اب حرمت کا اعتبار زیادہ بہتر ہوا اسواسطے کہ شک کرنیوالے کے قول کا اعتبار نہیں قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ فرقہ شیعہ کو کافر مطلق کہتے ہیں تو مجیب کا یہ قول بھی غلط ہے اسواسطے کہ کوئی یہ نہیں کہتا کہ شیعہ بالاجماع کافر ہیں بلکہ شیعہ کے بارہ میں اختلاف ہے ماوراء النہر کے علماء حنفیہ نے شیعہ کو کافر کہا ہے اور مصر و عراق کے علماء حنفیہ نے ان لوگوں کو کافر نہیں کہا ہے بلکہ اُن علماء نے شیعہ کو بدعتی اور گمراہ قرار دیا ہے اور علماء شافعیہ نے بھی ان لوگوں کا کفر ثابت نہ کیا ہے بلکہ اُن علماء نے بھی شیعہ کو بدعتی اور گمراہ کہا ہے قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ یہ لوگ لڑکیوں وغیرہ کا نکاح شیعہ کیساتھ کردیتے ہیں تو یہ قول بھی غلط ہے اسواسطے کہ تزویج بنات وغیرہ سے یہ مراد ہے کہ کوئی شخص ولی یا مالک کسی عورت کے امور میں ہو اور وہ شخص اس عورت کا نکاح کسی کے ساتھ کردیوے اور اگر وہ شخص اس عورت کا ولی نہ ہو اور نہ وہ اس عورت کے امور میں مالک ہو بلکہ وہ عورت اُس شخص کے اقارب سے ہو مثلاً لڑکی کی لڑکی ہو اور اُسکا باپ زندہ ہو یا لڑکی چچا کی یا لڑکی ماموں کی ہو اور اُسکے دوسرے ولی موجود ہوں اور اس شخص کو اُس عورت اور اُسکے ولی کے بارہ میں جبر و ولایت کا استحقاق حاصل نہو اور اُس عورت کا نکاح کیا جاوے تو یہ ظاہر ہے کہ اُس شخص کیطرف نکاح کردینے کی نسبت نہیں ہوسکتی چنانچہ عرب کا یہ قول ہے کہ ہمارے پوتے ہمارے لڑکے ہیں اور ہمارے نواسے غیر کے لڑکے ہیں قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ یہ لوگ اپنے مسکن کو دارالحرب قرار دیتے ہیں اور پھر وہاں سے ہجرت نہیں کرتے تو جاننا چاہئے کہ جس دارالحرب سے ہجرت کرنا فرض ہے اُس سے مراد وہ دارالحرب ہے کہ کفار حربی وہاں کے باشندوں کو اظہار اسلام و روزہ و نماز جمعہ و جماعت و اذان و ختنہ کرنے سے منع کریں اور اگر ایسا نہو بلکہ وہاں کے مسلمان اظہار اسلام بے تامل کرتے ہوں اور جمعہ و جماعت قائم رکھتے ہوں اور وہاں احکام اسلام بے تامل بیان کرتے ہوں تو ایسے دارالحرب سے ہجرت کرنا فرض نہیں اور بتقدیر وجوب بھی ہجرت فی الفور واجب نہیں ہوجاتی بلکہ اُسوقت ہجرت واجب ہوگی جب کوئی پناہ کی جگہ پائی جاویگی اسواسطے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس مکہ معظمہ میں بعد ظہور نبوت کے اقامت فرمائی باوجود اسکے کہ کفار مکہ اظہار دعوت اسلام سے منع کیا کرتے تھے اور اہل اسلام کو مار پیٹ اور بُرا کہنے کی اذیت دیا کرتے تھے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے منع کیا کرتے تھے تو حق تعالےٰ نے انصار کو بعد تیرہ برس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ناصر و معین کیا اور مدینہ منورہ میں سکونت کے لئے جگہ ملی تو اُسوقت آنحضرت

بہ نیت تقرب ذکر کیا یا نہ کیا لیکن اگر ذبح کے وقت ذبح سے غیر کے تقرب کی نیت ہو تو ایسا ذبیحہ حرام ہے اور مجیب نے یہی اقرار کیا ہے قولہ یعنی اور مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اسواسطے کہ مراد ذکر خالص مجرد سے صرف ذکر باللسان ہے تو مجیب کے اس قول میں یہی ظاہر طور پر خلل ہے اسواسطے کہ مراد ذکر خالص مجرد سے اگرچہ ذکر لسانی ہے لیکن مجیب کی مراد خلوص و تجرد سے صرف یہی ہے کہ بوقت ذبح غیر کا ذکر زبان سے نہ ہو اور مجیب کی یہ مراد نہیں کہ بوقت ذبح کے تقرب غیر کی نیت بھی نہ ہو تب ذبیحہ حلال ہوگا تو مجیب کا یہ خیال غلط ہے اور مجیب نے عنایہ شرح ہدایہ کا جو قول نقل کیا ہے اُس قول کو یہاں کی نزاع سے کچھ واسطہ نہیں اسواسطے کہ کسی عاقل کو اس امر میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ وقت ذبح کے اللہ کا نام لینے میں یہ حکم ہے کہ ذکر لسانی خالص مجرد ہو ذکر غیر سے یعنی ہر عاقل یہ ضرور جانتا ہے کہ بوقت ذبح غیر اللہ کا نام نہ لینا چاہیئے بلکہ یہاں کی نزاع اس امر میں ہے کہ بوقت ذبح اللہ کا نام ذکر کیا جاوے لیکن اُس ذبح سے مقصود یہ ہو کہ غیر کا تقرب حاصل ہووے تو ایسے ذبیحہ میں شرعاً کیا حکم ہے قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ قول مفسرین سے ایسے ذبیحہ کی حلت ثابت ہوتی ہے تو مجیب نے تفسیر احمدی کا جو قول نقل کیا ہے وہ قول خلاف ہے اقوال سے جم غفیر فقہا کے جو انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ بیان کیا جاویگا تو مجیب کے قول کی تائید صرف قول سے تفسیر احمدی کے کسطرح ہو سکتی ہے حالانکہ وہ قول خلاف ہے علماء کبار کے اقوال سے اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ تفسیر احمدی میں جو یہ لکھا ہے کہ ایسا ذبیحہ حلال طیب ہے تو یہ بھی اشکال سے خالی نہیں اسواسطے کہ اسمیں شک نہیں کہ ایسے ذبیحہ کی حلت میں اختلاف ہے اور اس مسئلہ کے اولہ میں تعارض ہے تو یہ مقام محل شبہ ہوا اور اصول فقہ میں ثابت ہے کہ جب کسی امر کی حلت و حرمت میں شبہ ہو تو احتیاطاً اُسکی حرمت کا حکم لگا دیا جاوے گا چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور درمیان حلال اور حرام کے بعض اُمور مشتبہ ہیں ان اُمور کو اکثر لوگ نہیں جانتے تو جس نے پرہیز کیا ان امور مشتبہ سے اس نے بچا لیا اپنا دین اور اپنی عزت اور جو واقع ہوا اُمور مشتبہ میں تو وہ واقع ہوا حرام میں مانند اُس چرواہے کے جو چراتا ہے گرد کسی غیر کی چراگاہ محفوظ کے تو کچھ بعید نہیں کہ اُسکے جانور اُس چراگاہ میں پڑ جاویں قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اگر بنام خدا بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کیا جاوے تو ظاہر اوہ ذبیحہ حلال ہے اگرچہ دل میں نیت فاسد ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ لفظ ظاہر اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ذبیحہ کی حلت میں اُس کو بھی شک ہے اور اسیوجہ سے متقی کو اُسکے کھانے سے منع کیا ہے اور جم غفیر فقہا کے اقوال انشاء اللہ تم

گوشت صرف ہووے اور دوسری صورت میں یعنی جب خاص ذبح سے غیر اللہ کا تقرب ہونا منظور ہو تو یہ مقصود ہوتا ہے کہ بنفسہ خون کا بٹانا اس غرض سے ہو کہ اُس خون کے بٹانے سے غیر اللہ کا تقرب حاصل ہووے **قولہ** یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اہل کتاب جب ذبح کرے نام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تو وہ ذبیحہ حلال نہیں اور اگر وہ ذبح کرے اللہ تعالیٰ کے نام سے تو وہ ذبیحہ حلال ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو عین مذہب اُسی شخص کا ہے جو اس امر کا قائل ہے کہ وہ ذبیحہ حرام ہے جسکے ذبح سے غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو اسواسطے کہ جو حرمت کا قائل ہے اُسکا کلام یہ ہے کہ اگر کوئی شخص لوگوں کے سامنے یہ کہے کہ میں نے یہ نذر کی کہ گائے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے ذبح کروں اور اس شخص کی مراد اللہ سے سید احمد کبیر ہوں تو اُسکا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حلول کیا ہے سید احمد کبیر میں نعوذ باللہ من ذالک تو جو گائے وہ ذبح کریگا وہ حلال ہوگی اسواسطے کہ اُس شخص کی نیت میں خلل نہیں بلکہ اُسکی خالص نیت اللہ تعالیٰ کی تعظیم کیلئے ہے لیکن اسکا عقیدہ غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سید احمد کبیر میں حلول کیا ہے جیسا نصرانی کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کیا ہے اسواسطے کہ نصرانی کا یہ قول کہ اللہ مسیح ابن مریم ہیں تو نصرانی کا خطا معنوی میں ہے عنوان میں نہیں تو عنوان اُسکا حق ہے البتہ اُسکا معنون باطل ہے بخلاف اُس شخص کے جس نے یہ کہا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ گائے سید احمد کبیر کے لئے ذبح کروں تو اُس شخص نے خطا کی عنوان اور معنون دونوں میں جیسا کہ مثلاً ذبح کیا نصرانی نے نام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تو یہ بھی خطا ہے عنوان اور معنون دونوں میں۔ **قولہ** یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اس بیان سے کوتاہ نظروں کا قول دفع ہو گیا تو مجیب کے بیان سے ان لوگوں کا قول دفع نہیں ہوتا اسواسطے کہ ان لوگوں کی مراد نیت خبیثہ سے یہ ہے کہ نیت کرنے والے سے عنوان میں خطا ہو یہ مطلب نہیں کہ معنون میں خطا ہو **قولہ** یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ تیسری صورت ذبح کی یہ ہے کہ غیر اللہ کا نام جدا ذکر کیا جاوے اللہ تعالیٰ کے نام سے ظاہر اور باطن میں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس بیان کو یہاں کی نزاع سے کچھ تعلق نہیں اسواسطے کہ صاحب ہدایہ کا یہ قول اسبارہ میں ہے کہ ذکر لسانی مجرد ہو نیت تقرب غیر سے یعنی اس حال میں ذبیحہ کے حلال ہونے میں خلاف نہیں کہ ذبح کرنیوالے نے پہلے غیر اللہ کا نام لیا ہو لیکن ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہ لیوے اور نہ ذبح کیوقت غیر اللہ کے تقرب کی نیت ہو چنانچہ اُس کا بیان مفصل انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آویگا تو یہاں کی نزاع اس امر میں ہے کہ ذبح کے وقت غیر کا نام

کے تقرب کیلئے ہوگا قولہ مجیب کا یہ قول ہے کہ بلکہ ما قصد بہ التقرب الی غیر اللہ سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ اُسکا گوشت کسی غیر کو دیدیا جاویگا تو مجیب کی مراد غیر سے کیا ہے چاہیئے کہ وہ بیان کرے تا اس غیر میں ہم کلام کریں قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ جو ذبیحہ مثلاً اس غرض سے ہوتا ہے کہ مہمان وغیرہ اس کا گوشت کھاویں اور جو ذبیحہ اس غرض سے ہوتا ہے کہ غیر اللہ سے تقرب حاصل ہووے تو ان دونوں ذبیحہ میں نیت غیر اللہ کی ہوتی ہے تو مجیب کے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ جو ذبیحہ مثلاً مہمان کے لئے ہوتا ہے تو خاص اس ذبح سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ مہمان سے تقرب حاصل ہو بلکہ صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ مہمان اس ذبیحہ کا گوشت کھاوے تو معلوم ہوا کہ اس قائل کو شبہہ اسوجہ سے ہوا کہ ذبح اور مذبوح میں وہ فرق نہیں جانتا تو جاننا چاہیئے کہ ذبح سے مراد ہے خون بٹانا اور مذبوح سے مراد ہے ذبیحہ کا لحم وشحم یعنی گوشت اور چربی تو جب یہ مقصود ہو کہ خون بٹانے سے تقرب غیر اللہ کا حاصل ہووے تو ذبیحہ حرام ہو جاویگا اور جب یہ مقصود ہو کہ خون بٹانا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کیلئے ہو اور غیر کا تقرب گوشت کھلانے سے حاصل ہووے تو ذبیحہ حلال ہوگا اسواسطے کہ ذبح سے مراد خون بٹانا ہے مذبوح کے معنی خون بٹانا نہیں بلکہ مذبوح سے وہ چیز مراد ہے جو ذبح کے بعد حاصل ہوتی ہے یعنی لحم وشحم یعنی گوشت وچربی اور اسی بنا پر ہمنے یہ کہا کہ یہ بلا شبہ حلال ہے کہ بازار سے گوشت خرید لیا جاوے یا گائے یا بکری ذبح کیجاوے اس ارادہ سے کہ گوشت اور کھانا پکا کر فقراء کو کھلایا جاوے اور اسکا ثواب کسی میت کی روح کو پہنچایا جاوے یعنی اُسکے حلال ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور یہ امر کہ ایسی حالت میں صرف ثواب رسانی مراد ہوتی ہے اسوجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس میت کے نام سے کوئی خاص گائے معین نہیں کیجاتی اور نہ یہ اعلام کیا جاتا ہے کہ فلاں گائے فلاں میت کے نام پر ذبح کیجاوے گی بلکہ یہی خیال رہتا ہے کہ خواہ بازار سے گوشت خرید لیا جاوے یا گائے ذبح کیجاوے دونوں صورت میں ایک ہی بات ہے ہر حال میں ثواب رسانی کی نذر پوری ہو جاویگی قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ جو ذبیحہ اس غرض سے ہو کہ اُسکا گوشت کھلایا جاوے ان دونوں ذبح میں فرق کرنا دعویٰ بلا دلیل ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ان دونوں ذبیحہ میں فرق ہی وجہ فرق کی اوپر بیان ہوئی یعنی فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں خون بٹانا صرف اللہ تعالیٰ کے نام سے ہوتا ہے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ اُس خون بٹانے سے غیر کا تقرب حاصل ہووے بلکہ یہ مقصود ہوتا ہے کہ فقراء کو وہ گوشت کھلایا جاوے اور اُسکا ثواب کسی کی روح کو پہنچایا جاوے یا یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ گوشت کھانے کھلانے کے مصرف میں آوے مثلاً طعام ولیمہ یا اعراس میں وہ

آتی ہے اسواسطے کہ مجیب نے اُن چیزوں کا ذکر کیا ہے جو خاص کی گئی ہیں اور وہ حرام ہیں اُن کی تفصیل میں وما اہلّ بہ لغیر اللہ کو ذکر کیا ہے پھر اُسکے بعد یہ بھی ذکر کیا ہے وما قصد بہ التقرب الی غیر اللہ تو مجیب کے اس بیان میں تکرار لازم آتا ہے اور تخصیص اس فرد کی حدیث سے بھی ثابت نہیں ہو سکتی مگر جب حمل کیا جاوے اسی معنی پر یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ (وہ ملعون ہے جو ذبح کرے غیر اللہ کے لئے) مگر یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث سے ایسے ذبیحہ کی حرمت نہیں معلوم ہوتی ہے جو غیر اللہ کے لئے ذبح کیا جاوے بلکہ اس حدیث سے ایسے طریقہ ذبح کی حرمت سمجھی جاتی ہے جو ذبح غیر اللہ کے لئے ہو جیسا کہ ذبح کیا اس بکری کو جو غصب کی گئی ہو اور پھر اُس بکری کی قیمت اس کے مالک کو تاوان دیدیا یعنی اس حال میں وہ بکری جو ذبیحہ ہے وہ حرام نہوگی بلکہ اُسکو ذبح کرنا حرام ہوا قولہ یعنی یہ جو قول مجیب کا ہے کہ عام مخصوص منہ البعض شامل ہوتا ہے اپنے باقی افراد کو اگرچہ یہ شمول بطریق ظن کے ہو تو یہ بھی جاننا چاہئے کہ ایسے عام میں دوسری تخصیصات بھی جاری ہوتی ہیں جو دلائل ظنیہ سے ثابت ہوں مثلاً اخبار آحاد اور قیاس مجتہدین جس سے اس جانور کی حرمت ثابت ہوتی ہے جو غیر اللہ کی تعظیم کیلئے ذبح کیا جاوے تو اس آیت کو قیاسات مجتہدین کے معارضہ میں پیش کرنا مفید نہیں قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ لیکن داخل نہونا اُس جانور کا اُس میں جس سے غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو الخ تو یہ ظاہر ہے کہ مجیب کا یہ قول مخدوش ہے اسواسطے کہ ما اہل بہ لغیر اللہ اگر حمل کیا جاوے اُس پر جس سے مقصود ہو تقرب غیر اللہ کا کہ عدم دخول اُس جانور کا جو غیر اللہ کی تعظیم کے لئے ذبح کیا گیا ہو (وہ کہ قصد کیا جاوے اس سے تقرب غیر اللہ کا) وَمَا قُصِدَ بِہٖ التَّقَرُّبُ اِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ میں ظاہر نہیں قولہ یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ اسواسطے کہ وَمَا قُصِدَ بِہٖ التَّقَرُّبُ اِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ سے وہ ذبیحہ مراد ہے جس کے ذبح سے اُسکا گوشت کھانا مقصود نہ ہو تو مجیب کے اس قول پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ معنی ما قصد بہ التقرب لغیر اللہ کا معنی لغوی نہیں تو مجیب پر لازم ہے کہ یہ بیان کرے کہ کسوجہ سے یہ لفظ اس معنی پر دلالت کرتا ہے اور اگر مجیب اس اعتراض کا جواب نہیں دیسکتا تو یہ قول اس قابل ہے کہ مجیب ہی پر رد کردیا جاوے اور یہ قول کیوں مردود نہو اسواسطے کہ مثلاً قربانی سے مقصود ہوتا ہے کہ تقرب اللہ تعالیٰ کا حاصل ہووے اور یہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ اُسکا گوشت کھایا جاوے تو جبکہ اُس امر میں جس سے تقرب الی اللہ مقصود ہے یہ دونوں امر پائے جاتے ہیں یعنی قصد تقرب اور قصد کھانے کا گوشت کے اور باوجود اسکے کہ وہ امر تقرب الی اللہ کے لئے ثابت ہوتا ہے تو جس امر سے کہ غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو تو اس سے اگر یہ بھی مقصود ہو کہ اُسکا گوشت کھایا جاوے تو بطریق اولیٰ وہ امر غیر اللہ

کے لئے ہوگا اور اسی وجہ سے ذبیحہ قصاب کا حلال ہے اور وہ ذبیحہ بھی حلال ہے جو طعام ولیمہ وغیرہ میں صرف کرنیکے لئے ہو ایسا ہی بزازیہ میں مذکور ہے اور اگر وہ ذبیحہ جس کے لئے ذبح کیا جاوے اُسکو کھانے کیلئے اس ذبیحہ کا گوشت نہ دیا جاوے بلکہ یہ ارادہ ہو کہ وہ گوشت اس شخص کے سوا کسی غیر کو دیدیا جاویگا تو وہ ذبیحہ غیر اللہ کی تعظیم کیلئے ہوگا اور وہ ذبیحہ حرام ہوگا اور اسیوجہ سے وہ ذبیحہ حرام ہے جو اُمرا کی تعظیم کے لئے ذبح کیا جاوے ایسا ہی درمختار اور بزازیہ میں ہے تو جب اُن لوگوں نے یہ فتویٰ دیا کہ وہ ذبیحہ حرام ہے جو سوال میں مذکور ہے تو اُن لوگوں نے حلال کو حرام کیا اور وہ لوگ مصداق ضالین کے ہوئے یعنی گمراہ ہوئے اور بوجہ اس فتویٰ کے اُس ذبیحہ کا گوشت نہ نذر کرنے والے نے کھایا اور نہ کسی غیر نے کھایا تو ذبح کرنیوالا مرتد ہوگیا اور جن لوگوں نے حرمت کا فتویٰ دیا وہ لوگ مُضلّین میں داخل ہوئے یعنی گمراہ ہوئے اور سوا اسلام کے جو عبادات خالصہ ہیں اُن عبادات خالصہ کے سوا اور دوسرے اعمال کی صحت و فساد میں نیت کو کچھ دخل نہیں مثلاً نیت کو اشیاء کی حلت و حرمت میں کچھ دخل نہیں علی الخصوص اُس امر میں نیت کو کچھ بھی دخل نہیں جس میں صرف ذکر لسانی کا حکم ہو جیسا کہ یہ مسئلہ ہے جسکی تحقیق ہم یہاں کر رہے ہیں اور اسکا مفصل بیان اوپر مذکور ہوا ہے اس واسطے کہ نکاح بغیر نیت کے حرام نہیں ہو جاتا یا نکاح میں نیت زنا کی ہو تو وہ نکاح بھی حرام نہیں ہو جاتا اور زنا اسوجہ سے حلال نہیں ہو سکتا کہ یہ نیت ہو کہ اس زنا سے ولد صالح پیدا ہوئے اور عبادت میں فراغت حاصل ہوئے اور شراب اسوجہ سے حلال نہیں ہو سکتی کہ وہ شراب اس نیت سے پی جاوے کہ نماز اور جہاد کی قوت حاصل ہووے اور یہ جو حدیث ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ تو اس حدیث کی یہ تاویل ہے کہ اس حدیث میں مضاف محذوف ہے مَثَلاً ثَوَابُ الْاَعْمَالِ یا اس حکم سے بعض اعمال خاص کر لئے گئے ہیں۔ چنانچہ یہ مسئلہ اصول و فروع میں ثابت ہوا ہے وہاں دیکھنا چاہیئے۔ **جواب** اور اعتراضات تحریر فرمائے ہوئے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے اوپر کے جواب پر **قولہ** یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے کہ ذبح کرنیوالے کی نیت نہو الخ تو جاننا چاہیئے کہ ذبح کرنے والا ضرور ہے کہ وکیل اور نائب اس شخص کا ہوگا کہ اس شخص کی نیت ہے کہ وہ جانور غیر اللہ کی تعظیم کیلئے ذبح کیا جاوے تو اس موکل اور منیب کی نیت حل و حرمت میں تاثیر کریگی جیسا کہ قربانی میں ایسا ہی حکم ہے **قولہ** یعنی مجیب کا جو یہ قول ہے اور وہ کہ قصد کیا جاوے اس سے تقرب غیر اللہ کا الخ تو تخصیص اس فرد کی قرآن شریف سے ثابت نہیں ہو سکتی مگر اسوقت میں کہ اس معنی پر حمل کیا جاوے یہ قول اللہ تعالیٰ کا وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ مجیب کے اس قول میں تکرار لازم

بکرا وغیرہ جو بنام شیخ سدو کے ذبح کرتے ہیں تو اگر بوقت ذبح کے شیخ سدو کا نام لیا ہو تو اس بکرا وغیرہ کا گوشت مردار ہو جاتا ہے۔ وہ کھانا ناجائز ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ط یعنی اور مت کھاؤ وہ جانور جس پر ذکر نہ کیا جاوے نام اللہ کا اور یہ ذکر نہ کرنا فسق ہے اور اگر اس بکرا وغیرہ کو خدا کے نام سے بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کیا ہو تو اگرچہ دل میں نیت فاسد ہوتا ہم وہ کھانا ظاہراً حلال ہے لیکن متقی و پرہیزگار کو چاہئے کہ اسکو نہ کھاوے ورنہ جاہلوں کا یہ گمان ہوگا کہ ایسی نذر حلال ہے تو جاہل گمراہ ہونگے یہ مضمون مولانا محمد مبین کے کلام کا ہے لیکن جو گائے غیر اللہ کی نذر ہو اسکی حرمت کا فتویٰ انھیں لوگوں نے دیا ہے جنکا قول انکے فعل کے مطابق نہیں مثلاً وہ لوگ فرقہ شیعہ کو کافر مطلق بالاجماع کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ الآیۃ یعنی اور مت نکاح کرو مسلمان عورتوں کا مشرکین سے جب تک وہ ایمان نہ لاویں اور البتہ بندہ مومن بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ مشرک تمکو اچھا معلوم ہو تو وہ لوگ باوجود اسکے کہ شیعہ کو کافر مطلق کہتے ہیں اور اس آیت کیخلاف لڑکیوں وغیرہ کا نکاح شیعہ کیساتھ کر دیتے ہیں اور وہ لوگ اپنے مسکن کو دارالحرب قرار دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا یعنی کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ وہاں تم ہجرت کر جاتے تو اس کلام پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ دارالحرب سے ہجرت کرنا فرض ہے دارالحرب کہتے ہیں مگر اس آیت کے خلاف وہاں اقامت کئے رہتے ہیں ہجرت نہیں کرتے اور وہ لوگ اپنے بزرگوں کا عرس اپنے اوپر مثل فرض کے جانتے ہیں اور سال بسال مقبرہ پر لوگوں کا مجمع کرتے ہیں اور کھانا اور شیرینی وہاں لیجا کر تقسیم کرتے ہیں اور مقبرہ کو بت بنا دیتے ہیں جس کی پرستش کیجاتی ہے یہ نہایت تعجب کی بات ہے اور وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ حربی کا لیا کہ وہ مسلمانوں کے بارہ میں فتویٰ دیوے بلکہ وہ لوگ اس فتویٰ کی وجہ سے اس امر کے مصداق ہو جاتے ہیں کہ وہ لوگ خود گمراہ ہوئے اور اکثر لوگوں کو گمراہ کیا اسواسطے کہ جو ذبیحہ غیر اللہ کی تعظیم و اکرام کیلئے ہو وہ ذبیحہ حرام ہے اور ذبح کرنیوالا اس صورت میں مرتد ہو جاتا ہے اور اسکی عورت کو طلاق بائن ہو جاتی ہے اور فقہا کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ایک ذبیحہ وہ ہے جو غیر اللہ کی تعظیم و اکرام کے لئے ہو اور وہی ذبیحہ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اور دوسرا ذبیحہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم و اکرام کے لئے ہو ان دونوں ذبیحہ میں یہ فرق ہے کہ جس کے لئے وہ ذبیحہ ذبح کیا جاوے اگر اس ذبیحہ کا گوشت اس شخص کو دیا جائے تا وہ کھاوے تو یہ ذبیحہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا اور ان ذبیحہ کے گوشت کا فائدہ مہمان وغیرہ

سورۃ الانعام

سورۃ البقرہ

(وہ کہ پکارا جاوے واسطے غیر اللہ کے)

اگرچہ ذبح میں شرط نہیں لیکن نیت فاسدہ و خبیثہ ذبیحہ کو حرام کر دیگی اور ہدایہ میں مذکور ہے وَالنِّیَّۃُ اَنْ یَّقُوْلَ مَفْصُوْلًا عَنْہُ صُوْرَۃً وَّمَعْنًی بِاَنْ یَّقُوْلَ قَبْلَ التَّسْمِیَۃِ وَقَبْلَ اَنْ یَّضَعَ الذَّبِیْحَۃَ اَوْ بَعْدَہٗ وَھٰذَا لَا بَاْسَ بِہٖ صاحب ہدایہ کے اس قول تک وَالشَّرْطُ ھُوَ الذِّکْرُ الْخَالِصُ الْمُجَرَّدُ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ تیسری صورت ذبح کی یہ ہے کہ ذبح کرنیوالا غیر اللہ کا نام اسطرح ذکر کرے کہ غیر اللہ کا نام جدا ہو اللہ تعالیٰ کے نام سے باعتبار ظاہر اور باطن کے اسطرح سے کہ غیر اللہ کا نام بسم اللہ سے پہلے ذکر کرے خواہ غیر اللہ کا نام ذکر کرے جانور کو لٹانے سے پہلے یا جانور کو لٹانے کے بعد اور اسمیں مضائقہ نہیں۔ پھر صاحب ہدایہ نے اسی مقام میں کچھ اور عبارت کے بعد لکھا ہے کہ ذبیحہ کے حلال ہونیکے لئے شرط ہے کہ ذبح کے وقت خالص ذکر اللہ تعالیٰ کا کیا جاوے اور وہ ذکر مجرد ہو غیر اللہ کی نیت سے تو مراد اس ذکر خالص مجرد سے فقط ذکر باللسان ہے اسواسطے کہ اس بیان سے قبل صاحب ہدایہ نے لکھا ہے بِاَنْ یَّقُوْلَ قَبْلَ التَّسْمِیَۃِ الخ اپنے اس قول کی تفسیر میں صُوْرَۃً وَّمَعْنًی اور عنایہ میں صاحب ہدایہ کے قول مذکور کی شرح میں لکھا ہے۔ وَالْمَاْمُوْرُ بِہٖ ھٰھُنَا الذِّکْرُ عَلَی الذَّبْحِ وَالْمُرَادُ بِالذِّکْرِ الْمُتَعَدِّیْ بِعَلٰی الذِّکْرُ بِاللِّسَانِ تَقَرَّرَ وَاحْتَجَّ بِہِ الْمَالِکُ فِیْ حُرْمَۃِ مَتْرُوْکِ التَّسْمِیَۃِ نَاسِیًا فَلَا تَدْخُلُ الذَّبِیْحَۃُ تَحْتَ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اَیْضًا یعنی ذبیحہ کے حلال ہونیکے لئے حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام ذبح کے وقت ذکر کیا جاوے اور جو ذکر متعدی ساتھ علیٰ کے ہو اس سے مراد ذکر باللسان ہوتا ہے چنانچہ یہ اپنے مقام میں ثابت ہوا ہے اور یہی دلیل ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی انکے اس مسئلہ میں کہ وہ ذبیحہ حرام ہے جس کو ذبح کرنے کیوقت بھول سے اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو تو وہ ذبیحہ جو اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کیا جاویگا وہ ذبیحہ اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک میں بھی داخل نہو گا۔ وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ یعنی اور مت کھاؤ وہ جانور جس کے ذبح کیوقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہ کیا جاوے اور یہ مسئلہ مفسرین کے قول سے اسطرح ثابت ہوتا ہے کہ تفسیر احمدی میں مذکور ہے اِنَّ الْبَقَرَۃَ الْمُنْذُوْرَۃَ کَمَا ھُوَ الرَّسْمُ فِیْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَیِّبٌ لِاَنَّہٗ لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ غَیْرِ اللّٰہِ وَقْتَ الذَّبْحِ وَاِنْ کَانُوْا یَنْذُرُوْنَھَا لَھُمْ انتھی یعنی گائے نذر مانی ہوئی جیسا ہماری زمانہ میں رسم ہے حلال طیب ہے اسواسطے کہ اس گائے پر ذبح کرنیکے وقت نام غیر اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا اگرچہ وہ گائے غیر اللہ کی نذر مانی ہوئی رہتی ہو اور اس مسئلہ میں حق ظاہر صاف یہ امر ہے جسکو مولانا محمد مبین نے اپنے اس رسالہ میں لکھا ہے جو رسالہ نذر کے بیان میں ہے کہ نذر شیخ سدو کی اور ان کے مانند اوروں کی نذر حرام ہے اور

کی گئی ہوں اور اُن بعض خاص صورتوں میں دوسرا حکم ہو تو ایسے حکم عام کے بارہ میں یہ حکم ہے کہ بعد خاص کرنیکے اس حکم عام کے جو افراد باقی ہوں اُن سب باقی افراد کو وہ حکم عام شامل رہتا ہے۔ اگرچہ یہ شمول باعتبار ظن کے ہوتا ہے تو اس مقام میں جو صورتیں حرمت کی خاص کیگئی ہیں ان صورتوں میں وہ ذبیحہ داخل نہیں جو سوال میں مذکور ہوا اور یہ ظاہر ہے کہ جس ذبیحہ سے غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو اُسکے سوا اور جو باقی صورتیں حرمت کی اوپر مذکور ہوئیں اُن باقی صورتوں میں وہ ذبیحہ داخل نہیں جو سوال میں مذکور ہے لیکن حرمت کی صورتوں میں اوپر یہ صورت بھی مذکور ہے کہ جس سے غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو وہ بھی حرام ہے تو اب یہ امر ثابت کرنا ضرور ہے کہ جو ذبیحہ سوال میں مذکور وہ ایسا نہیں ہے کہ اس سے غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو تو البتہ اُس حال میں وہ ذبیحہ حلال ہوگا اور یہی ثابت کرنا منظور ہے تو اس امر کا بیان یہ ہے کہ جس ذبیحہ سے غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو اُس ذبیحہ سے وہ ذبیحہ مراد ہے جس کا گوشت کھانا مقصود نہ ہو بلکہ یہ مقصود ہو کہ گوشت کسی غیر کو دیدیا جاویگا چنانچہ اسکا مفصل بیان آئندہ آویگا اور جو ذبیحہ سوال میں مذکور ہے وہ ذبیحہ ایسا نہیں کہ اُسکا گوشت کھانا مقصود نہو اُس کا حلال ہونا حدیث سے اسطرح ثابت ہوتا ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ وہ سب ذبیحہ حلال ہے جو ذبیحہ مہمان کیلئے ہو یا بغرض طعام ولیمہ و اعراس یا ذبیحہ جو عقیقہ میں ذبح کیا جاوے یا بغرض تجارت ذبح کیا جاوے جیسا کہ مثلاً ذبیحہ قصاب کا ہوتا ہے تو ان صورتوں میں ذبیحہ اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کیا گیا اور اُسکے ذبح میں غیر اللہ کی بھی نیت ہے مثلاً مہمان کو کھلانا یا طعام ولیمہ میں لوگوں کو کھلانا اور جو صورت ذبیحہ کے سوال میں مذکور ہے اسمیں بھی ایسا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے وہ ذبح کیا گیا اور اُسکے ذبح میں غیر اللہ کی نیت بھی ہے مثلاً شیخ سدو وغیرہ کی نیت ہے تو اُس ذبیحہ میں اور اُن سب ذبیحہ میں جسکا حلال ہونا حدیث سے ثابت کیا گیا دونوں میں اس امر میں کچھ فرق نہیں کہ دونوں میں ذبیحہ اللہ تعالےٰ کے نام سے ذبح ہوا ہے اور غیر اللہ کی بھی نیت ہے اور ان دونوں امر میں فرق کرنا محض دعویٰ بلا دلیل ہے اور لیکن یہ امر کہ جو ذبیحہ سوال میں مذکور ہے اُسکا حلال ہونا فقہا کے قول سے ثابت ہے تو اس امر کا بیان یہ ہے کہ فتاویٰ سراجیہ میں لکھا ہے وَالْكِتَابِيُّ اِذَا ذَبَحَ بِاسْمِ الْمَسِيْحِ لَا يَحِلُّ وَلَوْ ذَبَحَ بِاسْمِ اللّٰهِ وَاَرَادَ بِهِ الْمَسِيْحَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَحِلُّ اہل کتاب جب ذبح کرے نام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تو وہ ذبیحہ حلال نہیں اور اگر اس اہل کتاب نے ذبح کیا نام سے اللہ کے اور اُسکی مراد اللہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو وہ ذبیحہ حلال ہے اور اس بیان سے کوتاہ نظروں کا یہ قول دفع ہو جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نیت

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص نذر مانے کہ یہ میرا کام میری حاجت کے موافق ہو جائے میں گائے سید احمد کبیر کی یا بکرا شیخ سدو وغیرہ کا دوں گا اور بعد پوری ہونے حاجت کے خدا کا نام لیکر گائے ذبح کرے اور اسکی نیت یہ ہو کہ اس گائے وغیرہ کی نسبت سید احمد کبیر اور شیخ سدو کے ساتھ ہے اور حدیث شریف میں ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی عمل کا دارومدار صرف نیت پر ہے اور یہ بھی حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا تمہاری صورتوں کو ولیکن اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے تمہارے دلوں کو اور تمہاری نیتوں کو اسی معلوم ہوتا ہے کہ عمل میں نیت کو ضرور دخل ہے وَنِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنی نیت مومن کی بہتر ہے اسکے عمل سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیت کو دخل ضرور ہے تو صورت مذکورہ میں کھانا گائے وغیرہ کا درست ہے یا نہیں اس کا جواب آپ علما بیان فرماویں۔ اللہ تعالےٰ اس کا اجر آپ صاحبوں کو مرحمت فرماوے۔

جواب بعضے علماء نے جواب دیا ہے کہ گائے وغیرہ صورت مذکورہ میں حلال ہے کھانا گائے وغیرہ کو درست ہے علی الخصوص اسوقت میں جبکہ ذبح کرنیوالے کی یہ نیت نہو کہ سید احمد کبیر وغیرہ کی تعظیم اس ذبح سے ہووے اور ایسا ہی معمول ہے کہ سید احمد کبیر وغیرہ کی گائے ذبح کرنے میں ذبح کے وقت سید احمد کبیر وغیرہ کی نیت نہیں ہوتی۔ لیکن یہ امر کہ وہ گائے حلال ہے اور اسکو کھانا جائز اسکا ثبوت قرآن شریف سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ کُنْتُمْ بِاٰیٰتِہٖ مُؤْمِنِیْنَ ۝ وَمَا لَکُمْ اَلَّا تَاْکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَقَدْ فَصَّلَ لَکُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ یعنی پس کھاؤ تم لوگ وہ جسپر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جاوے اگر تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان لائے ہو اور کیا تمہارا حال ہے کہ تم نہیں کھاتے وہ جسپر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جاوے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل فرمادی ہے اسکی جس کو حرام کیا ہے تمکو گوں پر تو یہ کلام پاک عام ہے اس سے عام طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جسپر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جاوے وہ حلال ہے پھر دوسری آیت میں بعض صورتیں خاص کر دی گئی ہیں کہ اُن خاص صورتوں میں حرمت کا حکم ہے اور وہ صورتیں یہ ہیں جانور مردار اور خون اور گوشت سؤر کا اور جسپر غیر اللہ کا نام پکارا جاوے اور گلا گھونٹا ہوا اور عصا سے جو مارنے سے مرجاوے اور جو جانور اوپر سے گر کر مرجاوے اور جس جانور کو دوسرا جانور سینگ سے مار ڈالے اور جس جانور کو درندہ جانور نے کھایا ہو اور وہ جانور جو بت پر ذبح کیا جاوے اور وہ جانور جس سے مقصود ہو کہ غیر اللہ سے تقرب حاصل ہووے اور جو حکم عام ایسا ہو کہ اسکی بعض صورتیں خاص

ہی زمین ہندوستان کی ابتدائی فتح میں ملکیت بیت المال کی تھی اور زمینداروں کو صرف یہی حق حاصل ہے کہ زمین کو بغرض تولیت و زراعت و حفاظت کے اپنے پاس رکھیں اس سے زیادہ زمینداروں کو زمین میں دخل نہیں اور یہی امر لفظ زمیندار سے بھی سمجھا جاتا ہے اور یہی امر صراحۃً ان امور سے بھی معلوم ہوتا ہے بغیر و تبدل زمینداری کا اور موقوف اور مقرر کرنا زمینداروں کو اور پھر ان زمینداروں میں سے بعض زمیندار کو خارج کر دینا اور بعض زمیندار کو برقرار رکھنا اور بعض آراضی افغاناں و بلوچان و سادات و قدوانیاں کو بصیغہ زمینداری دیدینا تو اس صورت میں کل آراضی ہندوستان کی ملکیت بیت المال کی ہوئی اور زمینداروں کو کاشت کرنیکے لئے دیگئی اسطور پر کہ پیداوار کا نصف یا اس سے کم وہ دیا کریں اور باقی پیداوار وہ لیا کریں۔ تو جس قطعہ زمین کو بادشاہ وقت نے بطریق تابید حقیقی یا حکمی کے کسی شخص کو بخشدیا تو وہ زمین اس شخص کی ملکیت ہوگئی اور جس قطعہ زمین کو بادشاہ وقت نے بطریق ادرار و استحقاق کے کسی شخص کو دیا تو وہ زمین اس شخص کے پاس بطور عاریت کے ہوئی۔ البتہ بادشاہان قدیم کے فرمان کو دیکھنا چاہیئے تاتمیز ہو جائے کہ وہ کون زمین ہے جسکو بادشاہان قدیم نے بطریق تابید کے دیا تھا اور وہ کون زمین ہے جسکو بادشاہان قدیم نے بطریق ادرار و استحقاق کے دیا تھا پس اگر وہ زمین بمنظوری معافی خراج دیگئی ہو تو اس زمین میں خراج بھی واجب نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں آراضی بطور تملیک کے دی گئی اور گویا اسکا خراج بھی اس شخص کو دیدیا گیا جسکو وہ زمین دیگئی اور اگر صرف اراضی بطور تملیک دیگئی ہو بدون معافی خراج کے تو اس زمین میں خراج واجب ہو جاتا ہے اور پہلی صورت میں جس امام نے وہ زمین دی تھی اسکے بعد کے امام کیلئے جائز ہے کہ اس زمین کا خراج لیوے بہرکیف ہر حال میں یہاں کی زمین مشتبہ ہے اور یقیناً معلوم نہیں کہ کس طور پر یہانکی زمین بادشاہان قدیم نے رعایا کو دی تھی اللہ اعلم بعض معتبرین سے معلوم ہوا کہ اکثر قصبات میں جو زمین شرفا کے پاس ہے اسکو محدود کہتے ہیں اور وہ زمین آبادکی ہوئی ہے یعنی باجازت امام وقت اسکو آباد کیا اور اسکے مالک ہوئے اس امر کی دلیل یہ ہے کہ اس زمین میں وہاں کے زمینداروں کو کچھ دخل نہیں بلکہ وہ زمین شرفا کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہیں تو اس میں خود کاشت کریں اور اگر انکی خواہش ہو تو اپنی طرف سے دوسرے کو کاشت کے لئے دیویں تو ایسی زمین بحیثیت رقبہ کے البتہ قابل خرید و فروخت کے ہوئی اور زمین کا خراج امام وقت کی اجازت پر موقوف رہیگا۔ اور نذر لینا اس زمین کے بارہ میں اور منع کرنا دینے سے زمین معاش کو مہر وغیرہ میں اور ترجیح بعضے وارثوں کی بعضے پر جو معمول بادشاہان تیموریہ کا ہے ان امور سے ایسی زمین کی عدم مالکیت معلوم ہوتی ہے۔

سے آپ ہنکاتے ہونگے منافقین کو مانند ہنکانے اجنبی اونٹوں کے فرمایا راست گو نے جنکو اللہ تعالیٰ راست گو فرمایا یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے البتہ وہ نامراد رہا جس نے افترا کیا۔

جواب جو کچھ دفع تعارض میں روایت تحریر فرمائی ہے کہ بسبب اختلاف محل کے حکم مختلف ہوا ہے یہ بہت واقعی اور بجا ہے بلکہ فقیر کے دل میں یہ گذرتا ہے کہ بدون اختلاف محل کے بھی تعارض نہیں اسواسطے کہ وجہ اعطا دونوں روایت میں مختلف ہے روایت جواز خرید و فروخت میں مقید ساتھ انعام موبد کے ہے خواہ تابید حقیقۃً ہو مثلاً فرمان میں جب تابید کی تصریح ہو یا تابید حکماً ہو مثلاً جب فرمان میں تابید کا ذکر نہ ہو اور روایت منع خرید و فروخت میں اعطا بوجہ ادرار و استحقاق مقید ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تقید منافی ہے تابید کے پس اگر امام وقت بیت المال کی زمین کسی طرح کی ہو بطریق انعام موبد کے کسی شخص کو بخشدیوے تو وہ زمین اس شخص کی ملکیت ہو جاویگی اور امام وقت وہی زمین بطریق ادرار و استحقاق کے کسی شخص کو بخشدیوے تو وہ زمین اُس شخص کے پاس بطور عاریت کے رہیگی تو ان دونوں صورتوں میں تعارض نہیں اسواسطے کہ وجہ اعطا دونوں صورتوں میں مختلف ہے اگرچہ محل ایک ہی ہو اور بر بنائے اس تقریر کے اعتبار احتمالات عقلیہ کی چار صورتیں متصور ہوتی ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ امام بیت المال کی زمین کسی کو بطریق تابید کے دیدیوے خواہ تابید حقیقۃً ہو یا حکماً ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ امام وہ زمین بطریق ادرار و استحقاق کے دیوے اور تیسری صورت یہ ہے کہ امام کوئی زمین کافر ذمی یا مسلمان کی بطریق تابید دیوے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ امام وہ زمین بطریق ادرار و استحقاق کے دیوے لیکن تیسری صورت محض احتمال عقلی ہے اور وہ خلاف ہے پس صرف تین صورت باقی رہی منجملہ اُنکے ایک صورت میں رقبہ زمین کا مملوک اُس شخص کا ہو جاتا ہے اور باقی دو صورت میں اُس شخص کو صرف یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اُس زمین کا خراج یا عشر لیا کرے لیکن یہ مشکل ہے کہ اس ملک میں جو رواج ہے وہ ان قواعد کے مطابق نہیں اسواسطے کہ زمیندار ان ہر جگہ اپنی ملکیت کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس ملک میں کوئی ایسی زمین نہیں جو بیت المال کی ملکیت ہو اور ایسا ہی اس ملک میں کوئی ایسی زمین بھی نہیں جسکو موات یعنی شرعاً غیر آباد کہیں اور نہ کوئی ایسی زمین ہے جو لاوارث ہونے کی وجہ سے بیت المال میں داخل ہوئی ہو اور نہ کوئی ایسی زمین ہے جو مال خراج سے خریدی گئی ہو اور اگر ان اقسام کی زمین ہو تو اُسکی امتیاز نہیں پس یہ حکم کسی جگہ معین میں جاری نہیں ہو سکتا مگر بر بنائے اسکے جو حضرت شیخ جلال تھانیسری قدس اللہ سرہ نے اپنے رسالہ میں اختیار فرمایا ہے کہ سواد عراق کہ حضرت فاروق رضی اللہ کے زمانہ میں فتح ہوا تھا اُس کی زمین بیت المال کی ملکیت تھی ویسا

دو جملے ہیں ایک جملہ یہ ہے اَمَا وَاللّٰہِ لَتَرِدُ عَلَیْہِ الْحَوْضَ اور دوسرا جملہ یہ ہو وَمَا اَرٰی اَنْ تَرِدَہٗ ان دونوں جملوں میں صریح تناقض ہے علاوہ اس کے یہ امر بھی ہے کہ اس حدیث کو ابویعلیٰ موصلی نے اپنے مسند میں روایت کیا ہے اور ابویعلیٰ موصلی محدث معتبر ہوئے ہیں اور اس روایت سے یہ وہم نہیں ہوتا کہ معاویہ سے مراد امیر شام ہیں بلکہ اس روایت میں نام معاویہ بن حدیج کا واقعہ ہے تو بموجب اس روایت کے یہ درست نہیں کہ حضرت معاویہؓ امیر شام نے حضرت علیؓ کو برا کہا اور ایسے ہی جو الفاظ کہ خلاف قاعدہ عربیت کے ہیں وَمَا اَرٰی وہ بھی اس روایت میں نہیں پائے جاتے۔ اکثر اشکال اس روایت سے دفع ہو جاتا ہے اور روایت ابویعلی کی یہ ہے۔ عَنْ عَلِیِّ بْنِ طَلْحَۃَ مَوْلٰی بَنِیْ اُمَیَّۃَ قَالَ حَجَّ مُعَاوِیَۃُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ وَحَجَّ مَعَہٗ مُعَاوِیَۃُ بْنُ حُدَیْجٍ وَکَانَ مِنْ اَسَبِّ النَّاسِ لِعَلِیٍّ قَالَ فَمَرَّ فِی الْمَدِیْنَۃِ وَحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ وَنَفَرٌ مِنْ اَصْحَابِہٖ جُلُوْسٌ فَقِیْلَ لَہٗ ھٰذَا مُعَاوِیَۃُ بْنُ حُدَیْجٍ السَّابُّ لِعَلِیٍّ قَالَ فَاَتٰی رَسُوْلُ الْحَسَنِ فَقَالَ اَجِبْ قَالَ مَنْ قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ یَدْعُوْکَ فَاَتَاہُ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ فَقَالَ الْحَسَنُ اَنْتَ مُعَاوِیَۃُ بْنُ حُدَیْجٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَنْتَ السَّابُّ لِعَلِیٍّ قَالَ فَکَاَنَّہٗ اسْتَحْیٰی فَقَالَ لَہُ الْحَسَنُ اَمَا وَاللّٰہِ لَئِنْ وَرَدْتَ عَلَیْہِ الْحَوْضَ وَمَا اَرَاکَ اَنْ تَرِدَہٗ لَتَجِدَنَّہٗ مُشَمِّرَ الْاِزَارِ عَنْ سَاقٍ یَذُوْدُ عَنْہُ الْمُنَافِقِیْنَ ذَوْدَ غَرِیْبَۃِ الْاِبِلِ قَالَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی اِنْتَہٰی

یعنی روایت ہے علی بن طلحہ مولی بنی امیہ سے کہ انھوں نے کہا کہ حج کیا معاویہؓ بن ابی سفیان نے اور حج کیا ساتھ آپکے معاویہ بن حدیج نے اور معاویہ بن حدیج حضرت علیؓ کو بہت برا کہا کرتے تھے کہا راوی نے پس آئے معاویہ بن حدیج مدینہ منورہ میں اور حضرت امام حسن بن علیؓ اور آپکے چند اصحاب بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت امام حسنؓ سے کہا گیا کہ یہ معاویہ بن حدیج ہیں حضرت علیؓ کو برا کہا کرتے ہیں راوی کا بیان ہے کہ موافق حکم حضرت امام حسنؓ کے آپکے قاصد معاویہ بن حدیج کے پاس آئے اور کہا چلو تو معاویہ بن حدیج نے کہا کس کے پاس چلیں تو قاصد نے کہا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تمکو طلب فرماتے ہیں تو معاویہ بن حدیج حضرت امام حسنؓ کے پاس آئے اور آپ کو سلام کیا تو حضرت امام حسنؓ نے فرمایا کہ کیا تم معاویہ بن حدیج ہو تو انھوں نے کہا کہ ہاں کہا راوی نے کہ پس حضرت امام حسنؓ نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ کیا تم حضرت علیؓ کو برا کہا کرتے ہو راوی نے کہا کہ گویا یہ سن کر معاویہ بن حدیج شرمندہ ہوئے پھر اُنسے حضرت امام حسنؓ نے کہا کہ آگاہ رہو قسم ہے اللہ کی البتہ اگر وارد ہو گے آپکے سامنے حوض پر اور میرا گمان نہیں کہ تم وہاں وارد ہو گے تو آپکو پاؤ گے ازار سمیٹے ہوئے پنڈلی

عہ آگاہ رہو قسم ہے اللہ کی البتہ وارد ہو گے حضرت علیؓ کے سامنے حوض پر عہ اور میرا یہ گمان نہیں کہ حوض پر جاؤ گے ۱۲

نماز میں قبلہ رو کھڑا ہونا ایمان کے خاصہ سے ہی خواہ خاصہ شاملہ ہو یا خاصہ غیر شاملہ ہو اسواسطے اہل شرع نے ایمان کی تعبیر اہل قبلہ کے لفظ کے ساتھ کی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہی کہ میں منع کیا گیا قتل سے نمازیوں کے اور اس حدیث میں مراد نمازیوں سے مسلمان ہیں حالانکہ نص قرآن شریف سے صراحۃً ثابت ہی کہ اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جن لوگوں نے تصدیق کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن سب امور میں جنکے بارے میں معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنگ کرنا ماہ حرام میں بند کرنا ہے اللہ تعالیٰ کی راہ سے اور کفر کرنا ہے اس کی شان میں اور کفر کرنا ہے مسجد حرام کی شان میں اور نکال دینا مسجد حرام کے لوگوں کو زیادہ بُرا ہی نزدیک اللہ تعالیٰ کے یہ مسئلہ قابل غور ہے۔

سوال۔ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ عَاصِمٍ فِی السُّنَّۃِ عَنْ حَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ اَنَّہٗ قَالَ لِمُعَاوِیَۃَ اَنْتَ السَّابُّ لِعَلِیٍّ اَمَا وَاللّٰہِ لَتَرِدُ عَلَیْہِ الْحَوْضَ وَمَا اَرٰی اَنْ تَرِدَہٗ فَتَجِدُہٗ مُشْتَمِرَ الْاِزَارِ عَنْ سَاقٍ یَّذُوْدُ عَنْہُ الْحَدِیْثُ۔

جواب۔ ترجمہ اس حدیث کا اسطور پر ہے کہ قَالَ لِمُعَاوِیَۃَ اَنْتَ السَّابُّ لِعَلِیٍّ اَمَا وَاللّٰہِ لَتَرِدُ عَلَیْہِ الْحَوْضَ یعنی کہا حضرت امام حسنؓ نے معاویہ سے کہ تمھیں ہو کہ بُرا کہتے ہو حضرت علی کو آگاہ رہو قسم ہے خدا کی البتہ تم وارد ہوگے سامنے حضرت علیؓ کے حوض کوثر پر اُسکا حاصل یہ ہے کہ تمکو آپکے ساتھ کام پڑیگا اور آپکے محتاج تم ہوگے بسبب تشنگی قیامت کے اور پانی کیلئے آپکے پاس جاؤگے تو تم کو کیا مناسب ہی کہ آپ کو بُرا کہتے ہو وَمَا اَرٰی اَنْ تَرِدَہٗ اور مجھکو گمان نہیں کہ تم حوض پر وارد ہوگے اسواسطے کہ اس بُرا کہنے سے تم فاسق اور بدعتی ہوئے اور فاسق اور بدعتی حوض پر وارد نہ ہوسکیں گے فَتَجِدُہٗ مُشْتَمِرَ الْاِزَارِ تو پاؤگے حضرت علیؓ کو ازار سمیٹے ہوئے یہ جملہ معطوف ہی اس جملہ پر لَتَرِدُ عَلَیْہِ الْحَوْضَ اور تقدیر اس کلام کی یہ ہی لَتَرِدُ عَلَیْہِ الْحَوْضَ فَتَجِدُہٗ مُشْتَمِرَ الْاِزَارِ یعنی وارد ہوگے حضرت علیؓ کے حضور میں حوض کوثر پر تو پاؤگے آپکو ازار سمیٹے ہوئے یَذُوْدُ عَنْہُ آپ ہنکاتے ہونگے یعنی دور کرتے ہونگے غیروں کو چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہی وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِہِمُ امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدٰنِ یعنی پایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن لوگوں کے پیچھے دو عورتوں کو کہ وہ ہانکتی تھیں اونٹ کو گایا اِلَّا الْمُنَافِقُوْنَ یعنے نہ آنے پاوینگے منافقین حوض کے پاس ذُوْدَ غَرِیْبَۃِ الْاِبِلِ یعنی مانند ہنکانے شتران بیگانہ کے وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی البتہ اس نے اپنا مطلب نہ پایا جس نے افترا کیا اس لفظ میں تناقض لفظی و معنوی ہے چنانچہ اس حدیث میں یہ

سورہ قصص

یعنی اگر یہ شبہ ہو کہ کیا دلیل ہے اس امر پر کہ مراد اہل قبلہ سے وہی لوگ ہیں جو تصدیق کریں جمیع ضروریات دین کی تو اہل قبلہ کے لفظ سے یہ کہاں سمجھا جاتا ہے تو ہم اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ اس امر پر دلیل یہ ہے کہ کفر اور ایمان میں تقابل عدم وملکہ کا ہے اسواسطے کہ کفر سے مراد عدم ایمان ہے اور جن دو چیزوں میں عدم وملکہ کا تقابل ہوتا ہے ان دونوں چیزوں میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا باعتبار خصوص موضوع کے اور اگرچہ ممکن ہے کہ ان دو چیزوں میں واسطہ ہو باعتبار واقع کے مانند اعمیٰ وابصر کے اسواسطے کہ جسکی شان سے ابصر ہے وہ ضرور ہے کہ اعمیں یا اعمیٰ ہو یا ابصر ہو ان دونوں امر میں سے کسی ایک امر سے وہ خالی نہیں ہوسکتا اور اس امر میں کچھ شبہ نہیں کہ کتب کلام وعقائد وتفسیر وحدیث میں ایمان کی تعبیر یہ ہے کہ ایمان تصدیق ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن امور میں جو بداہۃً معلوم ہووے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا ہے اور یہ تصدیق اُس شخص کیطرف سے ہے جسکی شان سے یہ ہو کہ وہ تصدیق کرسکتا ہے تو مفہوم کفر کا یہ ہوا عدم تصدیق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن امور میں جو بداہۃً معلوم ہوں کہ اُن کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور یہی مفہوم کفر کا بعینہٖ وہ ہے جو ہمنے ذکر کیا کہ جو شخص ضروریات دین سے کسی ایک امر کا بھی منکر ہووے تو اس شخص میں کفر پایا جاویگا البتہ عدم تصدیق کے چار مراتب ہیں تو اس اعتبار سے کفر کی بھی چار قسمیں ہوئیں پہلی قسم کفر کی جہل ہے اور کفر جہل سے مراد تکذیب ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صراحۃً ان امور میں جسکے بارہ میں معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا ہے اور یہ عقیدہ باطل ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعوی میں کاذب تھے نعوذ باللہ من ذالک اسیطرح کا کفر ابوجہل کا کفر تھا اور جو کفار اسکے مانند ہوئے انکا کفر بھی ایسا ہی تھا۔ اور دوسری قسم کفر کی کفر جحود وعناد ہے اور اس قسم کے کفر سے مراد تکذیب ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی باوجود اس علم کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوی میں صادق ہوئے اور اسیطرح کا کفر اہل کتاب کا کفر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جن لوگوں کو ہمنے کتاب دی یعنی جو لوگ اہل کتاب سے ہیں وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا وہ لوگ اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں اور یہ بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ان کافروں نے انکار کیا اس امر کا حالانکہ اس امر کا صحیح ہونا یہ لوگ یقیناً جانتے ہیں یہ انکار صرف بے انصافی اور تکبر سے ہے اور اسیطرح کا کفر ابلیس کا کفر بھی ہے اور تیسری قسم کفر کی کفر شک ہے جیسا کہ اکثر منافقین کا کفر تھا اور چوتھی قسم کفر کی کفر تاویل ہے اور کفر تاویل سے مراد یہ ہے یعنی حمل کرنا کلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے معنے پر جو فی الواقع اس کلام کا معنے نہو یا محمول کرنا اُس کلام کو تقیہ اور رعایت مصلحت پر یا ایسا ہی کسی اور امر غلط پر اس کلام کو حمل کرنا اور چونکہ

متواتر ہیں ہے اس امر کو بغور سمجھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔ فَإِنْ قِيلَ مَا الدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ هُمُ الْمُصَدِّقُونَ بِجَمِيعِ ضَرُورِيَّاتِ الدِّينِ أَيُّ دَلَالَةٍ بِلَفْظِ أَهْلِ الْقِبْلَةِ قُلْنَا الدَّلِيلُ عَلَيْهِ أَنَّ الْكُفْرَ يَتَقَابَلُ الْإِيمَانَ تَقَابُلَ الْعَدَمِ وَالْمَلَكَةِ إِذِ الْكُفْرُ عَدَمُ الْإِيمَانِ وَالْمُتَقَابِلَانِ بِالْعَدَمِ وَالْمَلَكَةِ لَا يَكُونُ بَيْنَهُمَا وَاسِطَةٌ بِالنَّظَرِ إِلَى خُصُوصِ الْمَوْضُوعِ وَإِنْ أَمْكَنَ بَيْنَهُمَا وَاسِطَةٌ بِالنَّظَرِ إِلَى الْوَاقِعِ كَالْعَمَى وَالْبَصَرِ فَإِنَّ الَّذِي مِنْ شَأْنِهِ الْبَصَرُ لَا يَخْلُو عَنْ أَحَدِهِمَا وَلَا شُبْهَةَ أَنَّ الْإِيمَانَ مَفْهُومُهُ الشَّرْعِيُّ الْمُعَبَّرُ بِهِ فِي كُتُبِ الْكَلَامِ وَالْعَقَائِدِ وَالتَّفْسِيرِ وَالْحَدِيثِ هُوَ تَصْدِيقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا عُلِمَ مَجِيئُهُ بِهِ ضَرُورَةً عَمَّا مِنْ شَأْنِهِ ذَلِكَ لِيُخْرِجَ الصَّبِيَّ وَالْمَجْنُونَ وَالْحَيَوَانَاتِ وَالْكُفْرُ عَدَمُ الْإِيمَانِ عَمَّا مِنْ شَأْنِهِ ذَلِكَ التَّصْدِيقُ فَمَفْهُومُ الْكُفْرِ هُوَ عَدَمُ تَصْدِيقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا عُلِمَ مَجِيئُهُ بِهِ ضَرُورَةً وَهُوَ بِعَيْنِهِ مَا ذَكَرْنَا مِنْ أَنَّ مَنْ أَنْكَرَ وَاحِدًا مِنْ ضَرُورِيَّاتِ الدِّينِ اتَّصَفَ بِالْكُفْرِ نَعَمْ عَدَمُ التَّصْدِيقِ لَهُ مَرَاتِبُ أَرْبَعٌ فَيَحْصُلُ لِلْكُفْرِ أَيْضًا أَقْسَامٌ أَرْبَعَةٌ الْأَوَّلُ كُفْرُ الْجَهْلِ وَهُوَ تَكْذِيبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَرِيحًا فِيمَا عُلِمَ مَجِيئُهُ بِهِ مَعَ الْعِلْمِ بِكَوْنِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَاذِبًا فِي دَعْوَاهُ وَهَذَا هُوَ كُفْرُ أَبِي جَهْلٍ وَأَضْرَابِهِ وَالثَّانِي كُفْرُ الْجُحُودِ وَالْعِنَادِ وَهُوَ تَكْذِيبُهُ مَعَ الْعِلْمِ بِكَوْنِهِ صَادِقًا فِي دَعْوَاهُ وَهُوَ كُفْرُ أَهْلِ الْكِتَابِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَقَوْلِهِ تَعَالَى وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا وَكُفْرُ إِبْلِيسَ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ وَالثَّالِثُ كُفْرُ الشَّكِّ كَمَا كَانَ لِأَكْثَرِ الْمُنَافِقِينَ وَالرَّابِعُ كُفْرُ التَّأْوِيلِ وَهُوَ أَنْ يَتَحَمَّلَ كَلَامَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى غَيْرِ مَحْمِلِهِ أَوْ عَلَى التَّقِيَّةِ وَمُرَاعَاةِ الْمَصَالِحِ وَنَحْوِ ذَلِكَ وَلَمَّا كَانَ التَّوَجُّهُ إِلَى الْقِبْلَةِ مِنْ خَوَاصِّ مَعْنَى الْإِيمَانِ سَوَاءٌ كَانَ شَامِلَةً أَوْ غَيْرَ شَامِلَةٍ عَبَّرُوا عَنِ الْإِيمَانِ بِأَهْلِ الْقِبْلَةِ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ نُهِيتُ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّينَ وَالْمُرَادُ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ أَنَّ نَصَّ الْقُرْآنِ عَلَى أَنَّ أَهْلَ الْقِبْلَةِ هُمُ الْمُصَدِّقُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَمِيعِ مَا عُلِمَ مَجِيئُهُ بِهِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللهِ فَلَيْتَأَمَّلْ

اَوْ کَوْنَ الْاَذَانِ مَسْنُوْنًا فَقَدْ کَفَرَ لِمَا یَدُلُّ عَلَیْہِ قَالَ مَانِعِی الزَّکٰوۃِ فِیْ صَدْرِ الْاِسْلَامِ نَعَمْ فِیْ بَعْضِہَا یَکُوْنُ کُفْرَ اَنَاوِیْلِیًّا لٰکِنَّ التَّاوِیْلَ غَیْرُ مَسْمُوْعٍ فِیْ اَمْثَالِ ہٰذِہِ الْاُمُوْرِ الْجَلِیَّۃِ کَمَا لَمْ یُسْمَعْ تَاوِیْلُ مَانِعِی الزَّکٰوۃِ مُتَمَسِّکِیْنَ بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُمْ وَکَمَا لَمْ یُسْمَعْ تَاوِیْلُ الْحَرُوْرِیَّۃِ فِیْ اِنْکَارِ التَّحْکِیْمِ مُتَمَسِّکِیْنَ بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ وَاَمَّا الشَّیْعَۃُ خَلْقُ الْقُرْاٰنِ اَوْ اِنْکَارُ الرُّؤْیَۃِ اَوْ اِنْکَارُ الْعِلْمِ بِالْجُزْئِیَّاتِ عَلَی الْوَجْہِ الْجُزْئِیِّ مَعَ الْقَوْلِ بِثُبُوْتِ الْعِلْمِ عَلٰی وَجْہٍ کُلِّیٍّ فَلَا یَنْبَغِی الْاِقْدَامُ عَلَیْہِ اِذْ لَیْسَ مُخَالِفُ ہٰذِہِ الْاَحْکَامِ مَنْصُوْصًا نَصًّا جَلِیًّا لَا فِی الْکِتٰبِ وَلَا فِی السُّنَّۃِ الْمُتَوَاتِرَۃِ ہٰذَا وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

سورۂ توبہ

یعنی حاصل کلام یہ کہ علما کا قول ہے کہ ہم کافر نہیں کہتے اُسکو جو اہل قبلہ سے ہو یہ کلام مجمل ہے اپنے عموم پر باقی ہے لیکن اس کلام میں بہت تفصیل ہے اور بحث اس امر میں ہے کہ کون لوگ اہل قبلہ سے ہیں اور کون لوگ اہل قبلہ سے نہیں تو کیوں بعضے فقہانے مبالغہ کیا کہ اس شخص کو کافر کہدیا جو منکر ہو اُن بعض مسائل اجتہادیہ کا جو بعض قوم کے نزدیک مشہور ہیں اور بعض قوم کے نزدیک مشہور نہیں مثلاً حرام ہونا پہننا کسم کا رنگا ہوا اور مانند اسکے اور جو امور ہیں اُنکا وہ منکر ہے اور یہ مذہب نہایت کیک ہے اور لیکن جسنے تفریق کی درمیان اصول و فروع کے پس کافر کہا ایک میں نہیں دوسرے میں تو اگر اُسکی مراد نفس اعمال ہے تو یہ بہتر ہے اور اگر اُسکی مراد اعتقاد وجوب اعمال وسنیت اعمال ہے تو اس حال میں اُسکا خیال صحیح نہیں اسواسطے کہ اسمیں شبہ نہیں کہ وہ شخص کافر ہے جو ان امور میں سے کسی امر کا منکر ہو زکوٰۃ کا واجب ہونا اور عمد کا ایفا واجب ہونا اور پنجوقتی نماز کا واجب ہونا اور اذان کا مسنون ہونا اسواسطے کہ مانعین زکوٰۃ سے شروع اسلام میں جہاد کیا گیا البتہ منجملہ ان امور کے بعض امور کے انکار سے کفر تاویلی لازم آتا ہے لیکن تاویل ایسے ظاہر امور میں قابل سماعت نہیں جیسا کہ مانعین زکوٰۃ کی تاویل نہ سنی گئی کہ ان لوگوں نے اپنے مدعا کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک پیش کیا اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُمْ اور حروریہ کی تاویل انکار تحکیم میں نہ سنی گئی کہ ان لوگوں نے اپنے مدعا کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک پیش کیا اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ یعنی صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کا اعتبار ہے لیکن جو شخص قرآن شریف کو مخلوق کہے یا انکار کرے اللہ تعالیٰ کی رویت سے یا انکار کرے علم بالجزئیات سے بطریق جزئی مگر وہ قائل ہو ثبوت علم کا بطریق کلی تو ایسے شخص کی تکفیر کی جرأت نہ کرنی چاہیئے اسواسطے کہ ان احکام کی مخالف کیلئے نص جلی میں کوئی صاف حکم نہیں نہ بظاہر قرآن شریف میں ہے اور نہ حدیث

سورۂ یوسف

یا نفل ہو اُسکی مثال یہ ہے واجب ہونا محبت اہلبیت کی یعنی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کی اور صاحبزادیوں کی اور واجب ہونا جمعہ اور عیدین کا اور تیسرا امر منجملہ اُن تین امور کے اجماع قطعی ہے مثلاً خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اور خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اور ایسے ہی اور جو امور ہیں اور اسمیں شبہ نہیں کہ جو شخص ایسے اُمور کا منکر ہو اُسکا ایمان قرآن شریف اور پیغمبروں پر صحیح نہیں اسواسطے کہ جب اُسکا عقیدہ یہ ہے کہ جو امر خطا ہے اُسپر امت کا اجماع قطعی ہوا ہے تو وہ شخص اپنی خیال میں اس اُمت کے تمام لوگوں کو گمراہ سمجھتا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اُسکو انکار ہے اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک سے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے بارہ میں فرمایا کہ جسقدر امتیں ہوئی ہیں تمسب لوگ بہترین امت ہو تو اللہ تعالیٰ نے تو اس اُمت کو بہترین اُمت فرمایا اور اُسکے خلاف اُس شخص کا خیال ہے کہ اس اُمت کے لوگ گمراہ ہوے کہ غلط امر کو اُن لوگوں نے صحیح سمجھ لیا اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ اُس شخص کو اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک سے بھی انکار ہے وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کے بارہ میں عتاب فرمایا جس شخص کو سیدھی راہ معلوم ہو جاوے اور پھر وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ کے سوا کوئی دوسری راہ اختیار کرے اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ اُس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے انکار ہے لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ یعنی میری اُمت کے لوگونکا اجماع گمراہی پر نہوگا تو جو شخص اِن اُمور کا منکر ہو وہ اہل قبلہ سے نہ سمجھا جاویگا وَقَدْ عَرَّفَ بَعْضُهُمْ ضَرُوْرِیَّاتِ الدِّیْنِ بِاَنَّهَا اُمُوْرٌ یَّشْتَرِكُ فِیْ مَعْرِفَتِهَا الْمُتَدَیِّنُوْنَ بِدِیْنِ الْاِسْلَامِ وَغَیْرُ الْمُتَدَیِّنِیْنَ بِهٖ یعنی بعض علماء نے ضروریات دین کی یہ تعریف کی ہے کہ ضروریات دین وہ امور ہیں جنکو وہ لوگ بھی جانتے ہیں جو پابند دین اسلام کے ہیں اور وہ لوگ بھی جانتے ہیں جو دین اسلام کے پابند نہیں۔

وَبِالْجُمْلَةِ فَلَهُمْ لَا نُكَفِّرُ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ كَلَامٌ مُّجْمَلٌ بَاقٍ عَلٰی عُمُوْمِهٖ لٰكِنْ لَهٗ تَفْصِیْلٌ طَوِیْلٌ وَالشَّاْنُ فِیْ مَعْرِفَةِ مَنْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ وَمَنْ لَیْسَ مِنْهُمْ فَلَمْ یَعْذُرِ الْفُقَهَاءُ قَدِیْمًا وَالْغُوَاةُ فِیْ تَكْفِیْرِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَ الْمَسَائِلِ الْاِجْتِهَادِیَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ عِنْدَ قَوْمٍ دُوْنَ قَوْمٍ كَحُرْمَةِ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَهُوَ مَذْهَبُ رَكِیْكٌ جِدًّا وَاَمَّا مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الْاُصُوْلِ وَالْفُرُوْعِ فَكَفَّرَ فِیْ اِحْدَاهُمَا دُوْنَ الْاُخْرٰی فَاِنْ اَرَادَ نَفْسَ الْاَعْمَالِ فَنِعْمَ وَمَرْحَبًا وَاِنْ اَرَادَ اِعْتِقَادَ وُجُوْبِهَا وَسُنِّیَّتِهَا فَلَا اِذْ لَا شُبْهَةَ فِیْ اَنَّ مَنْ اَنْكَرَ وُجُوْبَ الزَّكٰوةِ اَوْ وُجُوْبَ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ اَوْ وُجُوْبَ الصَّلٰوةِ الْخَمْسِ

سورہ آل عمران
سورہ نساء

الدین منحصرۃ عندھم فی ثلاثۃ مدلول الکتاب بشرط ان یکون نصا صریحا لا یمکن
تاویلہ کتحریم الامھات والبنات وتحریم الخمر والمیسر واثبات العلم والقدرۃ
والارادۃ والکلام لہ تعالیٰ وکون السابقین الاولین من المھاجرین والانصار
مرضیین عند اللہ تعالیٰ وانہ لا یجوز اھانتھم والاستخفاف بھم ومدلول السنۃ
المتواترۃ لفظا او معنی سواء کان من الاعتقادیات او من العملیات فی سواء کان
فرضا او نفلا کوجوب محبۃ اھل البیت من الازواج والبنات والجمعۃ والعیدین
والجمع علیہ اجماعا قطعیا کخلافۃ الصدیق والفاروق ونحو ذلک ولا شبھۃ ان من
انکر امثال ھذہ الامور لم یصح ایمانہ بالکتاب والنبیین اذ فی تخطیۃ الاجماع
القطعی تضلیل لجمیع الامۃ فیکون انکارا بقولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس
وقولہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل
المؤمنین وبقولہ علیہ السلام لا یجتمع امتی علی الضلالۃ
وھو متواتر معنوی فلا یکون منکر ھذہ الامور من اھل القبلۃ

یعنی بلکہ تحقیق یہ ہے کہ مراد اہل قبلہ سے وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین کے منکر نہوں اور اہل قبلہ سے وہ لوگ مراد نہیں جو محض نماز میں قبلہ رو کھڑے ہوتے ہیں چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ یہ نیکی نہیں کہ پھیرو تم اپنا منہ طرف پورب اور پچھم کے بلکہ نیکی اس شخص نے کی جو ایمان لایا اللہ پر اور دن آخرت پر آخر آیت تک یعنے اور نیکی کی اس شخص نے جسنے وہ کام کیا جسکی تفصیل اس آیت میں آخر آیت تک مذکور ہے تو جو شخص ضروریات دین سے منکر ہو گیا وہ اہل قبلہ سے باقی نہ رہا اسواسطے کہ ضروریات دین علما کے نزدیک تین امور میں منحصر ہیں ایک امر یہ ہے کہ مدلول کتاب یعنی صریح معنی کسی آیت قرآن شریف کا بشرطیکہ وہ نص صریح ہو اسکی تاویل ممکن نہو مثلاً حرام جاننا ماں اور بیٹی کو اور حرام جاننا شراب اور جوا کو اور یہ ثابت کرنا کہ اللہ تعالیٰ میں صفت علم اور قدرت اور ارادہ اور کلام کی ہے اور یہ جاننا کہ سابقین اولین مہاجرین و انصار پسندیدہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہیں اور یہ عقیدہ رکھنا کہ ان صاحبوں کی اہانت جائز نہیں اور ان صاحبوں کی شان میں کوئی کلمہ خفیف کہنا جائز نہیں یعنی یہ امور ضروریات دین سے ہیں اسواسطے کہ یہ امور نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہیں اور دوسرا امر منجملہ ان تین امور کے یہ ہے کہ مدلول سنت یعنی جو امر حدیث متواتر سے صراحۃً مفہوم ہو وہ حدیث متواتر باعتبار لفظ کے ہو یا صرف بہ اعتبار معنے کے متواتر ہو خواہ وہ امر متعلق اعتقاد کے ہو یا متعلق عمل کے ہو اور خواہ وہ امر فرض ہو

اپنے بعضے مسائل کے سبب سے کافر ہیں سو اب ان دونوں قول میں مطابقت کرنے کی ضرورت نہیں اسواسطے کہ یہ دونوں قول ایک ہی شخص کے قول نہیں ہیں وَلَا یَخْفٰی اَنَّ الْجَوَابَ الْاَوَّلَ تَخْصِیْصٌ وَتَقْیِیْدٌ لِلْکَلَامِ بِلَا دَلِیْلٍ فَالْجَوَابُ الثَّانِیْ مَبْنِیٌّ عَلٰی اِخْتِلَافِ الْقَائِلِیْنَ بِالْقَوْلَیْنِ وَهُوَ خِلَافُ الْوَاقِعِ بَلِ الْقَائِلُوْنَ بِتِلْکَ الْقَاعِدَةِ هُمُ الَّذِیْنَ یُکَفِّرُوْنَ بِخَلْقِ الْقُرْاٰنِ وَسَبِّ الشَّیْخَیْنِ وَقِدَمِ الْعَالَمِ وَنَفْیِ الْعِلْمِ بِالْجُزْئِیَّاتِ اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ یعنی ظاہر ہے کہ جواب اول میں تخصیص و تقلید ہی کلام کی بغیر دلیل کے اور دوسرے جواب کی بنا اسپر ہے کہ دونوں قول کے قائل دو شخص ہیں حالانکہ یہ بھی خلاف واقع ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ اس قاعدہ کے قائل وہی لوگ ہیں جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص کافر ہے جو یہ کہے کہ قرآن شریف مخلوق ہے یا وہ شیخین کو برا کہے یا وہ شخص اس امر کا قائل ہو کہ عالم قدیم ہے یا وہ شخص علم بالجزئیات کی نفی کرے یا اسیطرح کا اُسکا کوئی اور عقیدہ فاسد ہو قَالَ السَّیِّدُ فِیْ شَرْحِ الْمَوَاقِفِ اِعْلَمْ اَنَّ عَدَمَ تَکْفِیْرِ اَهْلِ الْقِبْلَةِ مُوَافِقٌ لِکَلَامِ الشَّیْخِ الْاَشْعَرِیِّ وَالْفُقَهَاءِ لٰکِنَّا اِذَا فَتَّشْنَا عَقَائِدَ فِرَقِ الْاِسْلَامِیِّیْنَ وَجَدْنَا مِنْهَا مَا یُوْجِبُ الْکُفْرَ قَطْعًا کَالْعَقَائِدِ الرَّاجِعَةِ اِلٰی وُجُوْدِ اِلٰهٍ غَیْرِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اَوْ اِلٰی حُلُوْلِهٖ فِیْ بَعْضِ اَشْخَاصِ النَّاسِ اَوْ اِلٰی اِنْکَارِ نُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ اِلٰی ذَمِّهٖ اَوْ اِسْتِخْفَافِهٖ اَوْ اِلٰی اِسْتِبَاحَةِ الْمُحَرَّمَاتِ وَاِسْقَاطِ الْوَاجِبَاتِ الشَّرْعِیَّةِ اِنْتَهٰی یعنی کہا سیّد نے شرح مواقف میں کہ جاننا چاہیئے کہ عدم تکفیر اہل قبلہ کی اس قول کے موافق ہے جو قول شیخ اشعری اور فقہا کا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا لیکن ہم نے جب تفتیش کی کہ اہل اسلام کے فرقوں کے کیسے کیسے عقائد ہوئے تو ہمنے ایسا پایا کہ منجملہ اُن عقائد کے بعض عقائد سے قطعاً کفر لازم آتا ہے مثلاً جن عقائد کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالےٰ کے سوا کوئی دوسرا خدا بھی ہے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں میں حلول کیا ہے یا اُن عقائد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار ثابت ہوتا ہے یا اُن عقائد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت یا توہین ہوتی ہے یا ان عقائد سے محرمات کو مباح جاننا اور واجبات شرعیہ کو ساقط کر دینا ثابت ہوتا ہے یعنی ایسے عقائد سے ضرور کفر لازم آتا ہے بَلِ التَّحْقِیْقُ اَنَّ الْمُرَادَ بِاَهْلِ الْقِبْلَةِ هُمُ الَّذِیْنَ لَا یُنْکِرُوْنَ ضَرُوْرِیَّاتِ الدِّیْنِ لَا مَنْ یُّوَجِّهُ وَجْهَهٗ اِلَی الْقِبْلَةِ فِی الصَّلٰوةِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اِلٰخِ فَمَنْ اَنْکَرَ ضَرُوْرِیَّاتِ الدِّیْنِ لَمْ یَبْقَ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ لِاَنَّ ضَرُوْرِیَّاتِ

لڑکی یا لڑکا پیدا ہووے تو وہ بھی مالک کی ملک میں داخل ہو جاویگا مالک کیلئے وہ لڑکی بھی بغیر نکاح کے حلال ہوگی بشرطیکہ اُسکی ماں کے ساتھ اُسکے مالک نے کبھی جماع نہ کیا ہو اور ایک چوتھی قسم بھی غلام اور کنیزک کی ہے اسمیں اختلاف ہے اس قسم کا معاملہ صرف بعض علما کے نزدیک جائز ہے اور وہ قسم یہ ہے کہ مسلمان بوقت اشد ضرورت تنگی و گرسنگی اپنی اولاد کو فروخت کرے تو اسبارہ میں صاحب محیط کا قول موافق نقل فتح القدیر و شارح ہدایہ کے ہے یعنی اُنکے نزدیک اس قسم کے غلام اور کنیزک کے بارہ میں بھی ملک ثابت ہو جاتی ہے لیکن فتوی اس پر نہیں بلکہ زیادہ صحیح یہ امر ہے کہ ایسی حالت میں بقصد ثواب کے اُسکو خرید کرے تاکہ وہ عذاب گرسنگی سے رہائی پاوے لیکن اُسکو اپنا غلام اور کنیزک نہ سمجھے اور غلام و کنیزک کا معاملہ اسکے بارہ میں نہ کرے اسکی خرید و فروخت جائز نہیں اور ایسی لڑکی بغیر نکاح کے حلال نہیں۔

مسئلہ۔ قَالَ فِی شَرْحِ الْعَقَائِدِ وَالْجَمْعُ بَیْنَ قَوْلِهِمْ لَا یُکَفَّرُ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ وَقَوْلِهِمْ یُکَفَّرُ مَنْ قَالَ بِخَلْقِ الْقُرْاٰنِ اَوِ اسْتِحَالَةِ الرُّؤْیَةِ اَوْ سَبِّ الشَّیْخَیْنِ اَوْ لَعْنِهِمَا وَاَمْثَالُ ذٰلِكَ مُشْكِلٌ اِنْتَهٰی۔ یعنی شرح عقائد میں لکھا ہے کہ علما کے ان دونوں قول میں مطابقت مشکل ہے ایک قول تو ہے کہ ایسے کسی شخص کو کافر نہ کہنا چاہیئے کہ جو اہل قبلہ سے ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس شخص کو کافر کہنا چاہیئے جس نے یہ کہا کہ قرآن شریف مخلوق ہے یا یہ کہا کہ اللہ تعالی کی رویت محال ہے یا اُسنے شیخین کو بُرا کہا یا شیخین پر لعنت کی نعوذ باللہ من ذلک اور ایسا ہی جو لوگ اسکے مانند ہوں انکو بھی کافر کہنا چاہیئے یہ مضمون شرح عقائد کی عبارت مذکورہ کا ہے وَقَالَ الْمُحَقِّقُ شَمْسُ الدِّیْنِ الْخَیَالِیُّ فِیْ حَاشِیَةِ قَوْلِهٖ وَمِنْ قَوَاعِدِ اَهْلِ السُّنَّةِ اَنْ لَّا یُکَفَّرَ مَعْنٰی هٰذِهِ الْقَاعِدَةِ اَنْ لَّا یُکَفَّرَ فِی الْمَسَائِلِ الْاِجْتِهَادِیَّةِ اِذْ لَا نِزَاعَ فِیْ تَکْفِیْرِ مَنْ اَنْکَرَ ضَرُوْرِیَّاتِ الدِّیْنِ ثُمَّ اِنَّ هٰذِهِ الْقَاعِدَةَ لِلشَّیْخِ الْاَشْعَرِیِّ وَبَعْضِ مُتَابِعِیْهِ وَاَمَّا الْبَعْضُ الْاٰخَرُ فَهُمْ یُوَافِقُوْهُمْ وَهُمُ الَّذِیْنَ کَفَّرُوا الْمُعْتَزِلَةَ وَاسْتَمَرَّ عَلٰی ذٰلِكَ فِیْ بَعْضِ الْمَسَائِلِ فَلَا حَاجَةَ اِلَی الْجَمْعِ لِعَدَمِ اتِّحَادِ الْقَائِلِ اِنْتَهٰی یعنی علامہ شمس الدین خیالی نے لکھا ہے حاشیہ میں اس قول کے وَمِنْ قَوَاعِدِ اَهْلِ السُّنَّةِ اَنْ لَّا یُکَفَّرَ کہ معنے اس قاعدہ کا یہ ہے کہ کافر نہ کہا جاوے مسائل اجتہادیہ میں اسواسطے کہ اس امر میں نزاع نہیں کہ اس شخص کو کافر کہنا چاہیئے جس شخص نے انکار کیا ضروریات دین سے اور اس مقام میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ قاعدہ شیخ اشعری اور اُنکے بعض تابعین کے نزدیک ہے لیکن دوسرے بعض علما کے نزدیک یہ قاعدہ ثابت نہیں اور وہ علما وہ ہیں کہ اُنکا قول یہ ہے کہ معتزلہ اور شیعہ

ف ۱ اور قواعد اہلسنت کے یہ ہے کہ کافر نہ کہا جاوے

ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کیا تیسرا طور یہ ہے کہ ان دونوں قسموں سے کسی قسم کی کنیزک کسی شخص کے پاس ہو وے اور وہ شخص اس کنیزک کا نکاح کسی اجنبی مرد کے ساتھ کر دیوے تو جو بچہ اُس کنیزک سے پیدا ہوگا وہ بچہ بھی اُس شخص یعنی کنیزک کے مالک کی ملک میں داخل ہوگا اُس شخص کیلئے جائز ہوگا کہ اس بچہ کو فروخت کرے یا ہبہ کرے البتہ وہ شخص اگر اُس کنیزک کا نکاح اپنی اولاد میں سے کسی کے ساتھ کر دیوے یا اپنے بھائی کے ساتھ اُسکا نکاح کر دیوے تو ان دونوں صورتوں میں جو بچہ اُس کنیزک سے پیدا ہوگا وہ بچہ آزاد ہو جاویگا اُس بچہ کو فروخت کرنا اور ہبہ کرنا ناجائز ہے اور ایسا ہی اگر خود مالک اپنی کنیزک کے ساتھ وطی کرے اور اس سے بچہ پیدا ہو تو وہ بچہ بھی آزاد ہو جاویگا اس بچہ کو فروخت کرنا اور ہبہ کرنا ناجائز ہے اور انسان کے فروخت کرنیکا دو طور دوسرا بھی ہے بعض علمانے اسکو جائز کیا ہے اور اکثر علمانے منع کیا ہے ایک طور یہ ہے کہ بوقت گرسنگی و قحط مسلمان اپنے بچہ کو فروخت کرے اور کوئی دوسرا اُسکو خرید کرے چنانچہ زمانہ حضرت یوسف علیہ السلام میں اہل مصر نے قحط میں اپنے کو اور اپنی اولاد کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ فروخت کیا تھا اسطور کی بیع کو ملا الہداد شارح ہدایہ نے جائز کہا ہے اور اسبارہ میں کتاب محیط سے انھوں نے نقل کیا ہے لیکن اکثر علما اس امر کو جائز نہیں رکھتے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم خاص زمانہ حضرت یوسف علیہ السلام میں تھا اب منع ہو گیا۔ دوسرا طور یہ ہے کہ ہندو اور دیگر کفار جو دار الاسلام میں ہوں اور بادشاہ وقت کی وہ فرمانبردار ہوں وہ اپنی اولاد فروخت کریں تو اس قسم کی بیع امام شافعی کے نزدیک جائز ہے مگر حنفی مذہب میں ناجائز ہے۔

مسئلہ۔ یہ مکروہ ہے کہ مرد پائجامہ اور لنگی اور ازار ٹخنے کے نیچے تک پہنے۔

مسئلہ۔ مونچھ کا بال اگر لب سے نیچے ہو جاوے تو اسکو کاٹنا نہایت مؤکد ہے قریب واجب کے ہے اور اگر لب سے نیچا نہو اوپر بڑھا ہو تو اس کو کاٹنا واجب نہیں مگر جب خوف ہووے کہ شاید مونچھ کا بال نیچے آجاوے تو وہ بھی کاٹنا مؤکد قریب واجب کے ہے اس واسطے کہ جب مونچھ کا بال زیادہ بڑھ جاتا ہے تو وہ نیچے بھی آجاتا ہے اور منھ میں جاتا ہے۔

مسئلہ غلام و کنیزک حلال شرعاً صحیح مذہب کے موافق تین قسم کے ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ مسلمان کا کوئی گروہ جو ملک کفار میں نہ ہو بطریق تاخت ملک کفار میں جاوے اور انکی اولاد قید کر لاوے دوسری قسم یہ ہے کہ کفار حربی اپنی اولاد کو فروخت کریں اور مسلمان اُنکو خرید کر کے لے آویں بشرطیکہ اُنکا مالک فروخت کرے تیسری قسم یہ ہے کہ ان دونوں قسم کی کنیزک اپنے مالک کے لئے بغیر نکاح حلال ہے لیکن خاص اُس صورت میں کہ مالک کے سوا کسی دوسرے سے اُسکا نکاح کیا جاوے اور اُس کے

فلاں نام رکھتے ہیں یعنی اس سے پرہیز چاہیئے واللہ اعلم۔

سوال کوئی شخص گائے یا بکرا یا مرغ کسی شہید یا ولی کے نام پر ذبح کرے یا صرف مالیدہ یا شیرینج بہ نیت نیاز کسی بزرگ کے پکاوے اور نیک لوگوں کو کھلاوے ان دونوں مسئلوں میں کیا حکم ہے اور نیاز و نذر کا کھانا فقرا و مساکین کیلئے جائز ہے اور غنی اور مالدار کے بارہ میں کیا حکم ہے۔

جواب ذبح کرنا جانور کو بنام غیر خدا حرام ہے وہ غیر خدا خواہ پیغمبر ہو خواہ ولی ہو خواہ شہید ہو خواہ غیر انسان ہو اور اگر بقصد تقرب کے ان لوگوں کے نام پر جانور ذبح کیا جاوے تو وہ جانور حرام و مردار ہو جاتا ہے اور ذبح کرنیوالا مرتد ہو جاتا ہے اس فعل سے پرہیز لازم ہے چنانچہ تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری اور دوسری تفسیروں میں مذکور ہے قَالَ الْعُلَمَاءُ لَوْ اَنَّ مُسْلِمًا ذَبَحَ ذَبِيْحَةً وَّقَصَدَ بِذَبْحِهِ التَّقَرُّبَ اِلٰى غَيْرِ اللّٰهِ صَارَ مُرْتَدًّا وَذَبِيْحَتُهٗ ذَبِيْحَةُ مُرْتَدٍّ اِنْتَهٰى یعنی علما نے کہا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کوئی جانور ذبح کرے اور اسکے ذبح سے تقرب غیر اللہ کا مقصود ہو تو وہ مسلمان مرتد ہو جاویگا اور اسکا ذبیحہ مانند ذبیحہ مرتد کے ہو جاویگا یہ مضمون کتب تفاسیر کی عبارت مذکورہ کا ہے اور اگر کوئی شخص مالیدہ اور شیرینج کسی بزرگ کے فاتحہ کیلئے پکا کر کھلاوے اور اس سے اس بزرگ کی روح کو ثواب پہنچانا مقصود ہو تو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں یہ جائز ہے اور جو کھانا اللہ تعالےٰ کی نذر ہو اسکا کھانا مالدار کیلئے حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی نذر کا کھانا وہ ہے کہ مثلاً کوئی کہے کہ اگر فلاں بیمار اچھا ہو جاوے یا میرا فلاں شخص جو مسافرت میں ہے وہ آجاوے یا میرا فلاں کام ہو جاوے تو خدا کی نذر اسقدر کھانا میرے ذمہ ہو جاویگا تو یہ اللہ تعالیٰ کی نذر ہوئی اور اگر کوئی چیز کسی بزرگ کے نام پر فاتحہ کیجاوے تو اسکا کھانا مالدار کے لئے جائز ہے واللہ اعلم۔

سوال۔ یہ جائز ہے یا نہیں کہ آدمی کو بیچا جاوے۔

جواب ایسی بیع تین طور پر شرعاً جائز ہے اوّل یہ کہ کوئی گروہ کفار کی بادشاہ وقت کی فرمانبرداری نہ کرتی ہو اور جزیہ اور خراج دینسے ان لوگوں کو انکار ہو اور ایسے کفار کے بچے اور عورت کو غلام اور لونڈی بنا کر کے لے آویں جیسا کہ مرہٹہ اور سکھ اور راجپوت دور دست اور مردمان کوہستان ہیں اور ان کو فروخت کریں تو اس طور کی بیع بلاشبہ و بالاتفاق جائز ہے دوسرا طور یہ ہے کہ اسی قسم کے کفار مثلاً کوہستانی اور دیگر قوم مذکورین اپنی اولاد فروخت کریں اور سوداگر انکو خرید کر کے لے آویں تو اس طور کی بیع میں اختلاف ہے بعضے علماء نے اسکو جائز کہا ہے اور بعضے علما نے ناجائز کہا ہے لیکن زیادہ صحیح اور زیادہ قوی یہ ہے کہ اس طور کی بیع بھی جائز ہے چنانچہ حضرت ہاجرہ کی بیع اسی طور پر ہوئی تھی کہ ان کو بادشاہ مصر نے قبطیوں سے خرید کیا تھا اور ان کو حضرت سارہ زوجہ حضرت

جواب اس مسئلہ کی تین صورت ہے اول یہ کہ کوئی ایک دن مقرر کریں اور اُسدن صرف ایک ایک شخص یا دو دو شخص کرکے جاکر قبر کی زیارت کرآویں زیادہ آدمی ایک ہی دفعہ بہیئت اجتماعیہ نہ جاویں تو اسقدر روایات سے ثابت ہے چنانچہ تفسیر درمنثور میں منقول ہے کہ ہر شروع سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقابر میں تشریف لیجاتے تھے اور دعا واسطے مغفرت اہل قبور کے کرتے تھے اسقدر ثابت ہے اور مستحب ہے دوسری صورت یہ ہو کہ بہیئت اجتماعیہ مردان کثیر جمع ہوویں اور ختم قرآن شریف کریں اور شیرینی یا کھانا فاتحہ کریں اور اسکو حاضرین میں تقسیم کریں ایسا معمول زمانہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائے راشدین میں نہ تھا لیکن ایسا کرنے میں مضائقہ بھی نہیں اس واسطے کہ اسمیں کوئی بُرائی نہیں بلکہ اسمیں احیاء اموات کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تیسری صورت یہ ہو کہ لوگ کوئی ایک دن مقرر کرلیتے ہیں اور اُس دن لباسہائے فاخرہ ونفیس پہنکر عید کے مانند خوشی و خرمی قبروں کے پاس جمع ہوتے ہیں اور رقص مزامیر و دیگر بدعات ممنوعہ کرتے ہیں مثلاً قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور قبروں کا طواف کرتے ہیں تو یہ طریقہ حرام اور ممنوع ہے بلکہ بعض لوگ کفر تک پہنچ جاتے ہیں اور یہی مراد ہے ان دونوں حدیثوں سے وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بنالینا اور اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے پروردگار نہ بنا دینا میری قبر کو بت کہ اُسکی پرستش کی جاوے یہ دونوں حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

سوال بزرگان وخواجگان کی غلامی کا اگر کوئی شخص اقرار کرے حالانکہ وہ انکا زرخرید نہیں تو یہ جائز ہی یا ناجائز

جواب لفظ غلام دو معنے میں مستعمل ہوتا ہی ایک بمعنی مملوک زرخرید دوسرے بمعنی خادم تو جب غلام کی نسبت مالک کیساتھ کیجاتی ہے تو اس سے مقصود معنی اول ہوتا ہے اور لوگوں کا یہ فعل یعنی غلامی کی نسبت بزرگان کے ساتھ باعتبار معنے اول کے کرنا غلط ہے اسواسطے کہ یہ لوگ بزرگان کے زرخرید نہیں ہوتے البتہ باعتبار دوسرے معنی کے یعنی بمعنی خادم کے ایسی نسبت کرسکتے ہیں لیکن اس لفظ میں فعل ناجائز کا وہم ہوتا ہے اسواسطے اہل اسلام کو چاہیئے کہ ایسا لفظ استعمال نہ کریں کیونکہ شرک جسطرح عبادت وقدرت میں ہوتا ہے ویسا ہی شرک نام رکھنے میں بھی ہوجاتا ہی اور ایسا نام رکھنا شرک تسمیہ میں ہے اس سے بھی پرہیز لازم ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ ترجمہ قرآن مسمے بہ فتح الرحمن میں اس آیت کے ترجمہ کے بعد لکھا ہی کہ اس سے معلوم ہوا کہ شرک تسمیہ میں بھی ایک قسم کا شرک ہے چنانچہ اس زمانہ میں بعض لوگ غلام فلاں وعبد

چیز معدوم معین ہے اسکا ہبہ باطل ہے جو مسئلہ سوال میں مذکور ہے اُسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی آزاد عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میں نے اپنا نفس تم کو ہبہ کر دیا اور بخشدیا تو اس صورت میں اُس مرد کا نکاح اس عورت کے ساتھ منعقد ہو گیا حالانکہ اس صورت میں ہبہ حقیقی نہیں ہوتا تو جو مسئلہ سوال میں مذکور ہے وہ بھی ایسا ہی ہے اب یہ امر بیان کرتا ہوں کہ جب یہ عقد عقد اباحت ہوا تو اُسکا حکم یہ ہے کہ جب تک روپ داس گسائیں راہن نے اس اباحت کو فسخ نہ کیا اور اس سے برگشتہ نہوا اور وہ مطالبہ سے منافع اور پھل کے سکوت اختیار کئے رہا اسوقت تک میاں باقی شاہ کے واسطے مباح اور جائز تھا کہ منافع اور پھل سے فائدہ اٹھاویں اور مباح چیز میں تاوان نہیں ہوتا اور روپ داس گسائیں راہن کو استحقاق تھا کہ بارہ سال کے اندر جب چاہتا اُسوقت اباحت مذکورہ کو فسخ کر دیتا اسواسطے کہ عاریت اور اباحت کے قائم رہنے کیلئے کوئی وقت معین نہیں اس مسئلہ میں جو کچھ فقیر کے ذہن میں آیا وہ یہی ہے۔ واللہ اعلم روایت اباحت کی یہ ہے کہ کتاب درمختار میں لکھا ہے اَبَاحَ الرَّاهِنُ لِلْمُرْتَهِنِ اَكْلَ الثِّمَارِ اَوْ سُكْنَى الدَّارِ اَوْ لَبَنَ الشَّاةِ الْمَرْهُوْنَةِ فَاَكَلَهَا لَمْ يَضْمَنْ وَلَهُ مَنْعُهُ اِنْتَهٰى یعنی مباح کر دیا راہن نے مرتہن کے یہ امر کہ مرتہن شئے مرہونہ کا پھل کھاوے یا جو گھر رہن ہو اُسمیں مرتہن رہے یا مرتہن بکری مرہونہ کا دودھ اپنے مصرف میں لے آوے پھر مرتہن نے پھل اور دودھ کھایا تو مرتہن پر یہ عائد نہوگا کہ پھل اور دودھ کا تاوان راہن کو دیوے اور راہن کو اختیار ہے کہ جب چاہے اُن اُمور سے مرتہن کو منع کر دیوے اور کتاب خزانۃ المفتیین میں لکھا ہے وَلَوْ رَهَنَ شَاةً وَاَبَاحَ لِلْمُرْتَهِنِ اَنْ يَّشْرَبَ لَبَنَهَا كَانَ لِلْمُرْتَهِنِ اَنْ يَّشْرَبَ لَبَنَهَا وَلَا يَكُوْنُ ضَامِنًا وَعَلٰى هٰذَا جَمِيْعُ الثِّمَارِ وَالزِّيَادَةِ اِنْتَهٰى یعنی اگر بکری رہن رکھی اور مرتہن کیلئے مباح کر دی کہ وہ اس بکری کا دودھ کھاوے تو مرتہن کیلئے جائز ہو جاویگا کہ اس بکری کا دودھ کھاوے اور پھر مرتہن پر یہ عائد نہوگا کہ وہ دودھ کا تاوان راہن کو دیوے۔

سوال۔ سرود یعنی راگ کا شغل قبر پر جائز ہے یا نہیں۔

جواب جب سرود یعنی راگ کا شغل مزامیر اور آلات لہو کے ساتھ ہو تو منع اور حرام ہے قبر کے پاس ہو یا دوسری جگہ ہو مزامیر اور آلات لہو کی حرمت کتب حدیث و فقہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے البتہ جب صرف راگ ہو یا دف کے ساتھ ہو تو جائز ہے بشرطیکہ قبر کے پاس نہو اور اگر قبر کے پاس ہووے تو بدعت ہے اس سے پرہیز چاہیئے۔

سوال سوال میں کوئی ایک دن مقرر کر لینا اس غرض سے کہ خاص اُس دن بزرگوں کی قبر کی زیارت کی جاوے جائز ہے یا ناجائز ہے۔

کہ یہ ہبہ معدوم کا ہے اور ہبہ معدوم کا ناجائز ہے م وَهِبَةُ لَبَنٍ فِي ضَرْعٍ وَصُوفٍ عَلَى غَنَمٍ وَزَرْعٍ وَنَخْلٍ فِي أَرْضٍ وَثَمَرٍ فِي نَخِيلٍ كَالْمُشَاعِ ش أَيْ لَا يَجُوزُ هٰذِهِ الْهِبَاتُ م وَنُمَاءُ الرَّهْنِ كَوَلَدِهِ وَلَبَنِهِ وَصُوفِهِ وَثَمَرِهِ لِلرَّاهِنِ هٰذَا فِي شَرْحِ الْوِقَايَةِ یعنی ان چیزوں کا ہبہ ناجائز ہے دودھ جبتک وہ جانور کے تھن میں رہے اور صوف یعنی بھیڑی کا بال جبتک وہ بال بھیڑی کے بدن میں ہو اور زراعت اور درخت یہ دونوں چیزیں جبتک زمین میں لگی رہے اور خرما جب تک درخت پر ہو جیسا کہ ہبہ مشاع کا یعنی چیز مشترک کے حصہ کا ہبہ قبل تقسیم کے ناجائز ہے یعنی ان سب چیزوں کا ہبہ ناجائز ہے اور شے مرہونہ میں جو کچھ زیادتی ہو مثلاً اسکا بچہ اور دودھ اور صوف یعنی بال اور اس کا پھل ہووے تو یہ سب حق راہن کا ہے ایسا ہی شرح وقایہ میں لکھا ہے ظاہر ابحر کے مطابق یہ جواب درست لکھا ہے اس جواب میں لفظ ہبہ کیجانب نظر کیا ہے لیکن فقیر کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں موافق رواج وعادت کے لفظ ہبہ سے مراد اباحت سمجھنا چاہئے یعنی ایسی صورتوں میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ راہن کی اجازت ہوتی ہے کہ مرتہن شے مرہونہ سے نفع اٹھاوے تو روپ داس گسائیں راہن نے جو باقی شاہ مرتہن کو منافع اپنی زمین مرہونہ کا اور پھل درختوں کا دیدیا تو اس سے مراد یہ تھی کہ روپ داس گسائیں راہن نے یہ اجازت دیدی ہے کہ باقی شاہ مرتہن زمین مرہونہ کے منافع اور درختوں کے پھل سے فائدہ اٹھاوے اور اس امر کیلئے ایک دلیل یہ ہے کہ اصول فقہ میں ثابت ہے کہ اَلْعَادَةُ مُحَكَّمَةٌ یعنی عادت حکم کرنیوالی ہے ایسا ہی کتاب اشباہ والنظائر میں موجود ہے اور باعتبار عرف وعادت کے یہی امر مروج ہے کہ راہن کہہ دیتا ہے کہ شے مرہونہ کا منافع مرتہن کیلئے مباح ہے تو اس مسئلہ میں بھی عرف وعادت کے موافق ایسا ہی سمجھنا چاہئے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ بھی اصول فقہ میں ثابت ہے کہ اَلْعِبْرَةُ فِي الْعُقُودِ لِلْمَعَانِي لَا لِلْأَلْفَاظِ یعنی معاملات میں جو الفاظ مستعمل ہوں تو ان معاملات میں ان الفاظ سے جو اصل مقصود ہوا کرتا ہو اسی کا اعتبار ہوگا صرف الفاظ کیجانب لحاظ نہوگا اور اسیواسطے یہ کہتے ہیں کہ ہبہ بالعوض کے بارہ میں فی الواقع حکم بیع کا ہے اور معاملہ کفالت میں یعنی معاملہ ضمانت میں جب اصیل کو بری کردیویں تو اسکو حوالہ کہتے ہیں اور حوالہ میں جب اصیل کو بری نہ کریں تو اسکو کفالت کہتے ہیں تو جب روپ داس گسائیں راہن نے یہ کہا تھا کہ ہمنے منافع اور پھل ہبہ کردیا ہے اور ظاہر ہے کہ منافع اور پھل سال بسال جدید ہوا کرتا ہے بالفعل موجود نہیں رہتا تا ہبہ اسکا صحیح ہووے اور معدوم بھی نہیں تا ہبہ باطل ہوجاوے جیسا کہ دودھ جبتک تھن میں ہو اور صوف یعنی بال جبتک بھیڑ کے بدن میں ہو اور بچہ جبتک شکم میں ہو کہ یہ سب

سے یہ کہدے کہ تم لوگوں میں سے جو زیادہ لائق ہو اُسکو سجادہ نشین اور خلیفہ مقرر کردو یا قاضی کو چاہئے کہ ان لوگوں میں سے چند شخصوں کو منتخب کرے اور ان لوگوں سے یہ کہدے کہ تم لوگ مشورہ کرو اور باہمی مشورہ سے جو شخص قابل اس کام کے معلوم ہو اُسکو اس کام پر سجادہ نشین مقرر کردو مگر تین طریقہ سجادہ نشین مقرر کرنیکا جو اوپر مذکور ہوا ہے منجملہ اُنکے کسی طریقہ سے جب کوئی شخص سجادہ نشینی اور خلافت کیلئے متعین ہوچکا ہو اور پھر کوئی دوسرا شخص اُسکے ساتھ اس امر میں نزاع کرے تو البتہ قاضی کو چاہئے کہ پہلے شخص کے دعوے کی سماعت کرے اور گواہان معتبر کی شہادت لیوے جب اُنکی شہادت سے ثابت ہوجاوے کہ تین طریقہ مذکورۂ بالا میں کسی طریقہ سے قرار پاچکا ہے کہ یہ شخص سجادہ نشینی اور خلافت کے لئے متعین کیا جاوے تو چاہیئے کہ قاضی اسی شخص کو سجادہ نشین اور خلیفہ مقرر کردیوے اور اگر کوئی دوسرا شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ شخص نااہل ہے اور بہتر خصلت کو تغیر اور تبدل کرتا ہے تو قاضی اس امر کی تحقیقات کرے اس امر کا صدق اور کذب دریافت کرے پھر اُسکے نزدیک اگر مناسب معلوم ہووے تو پہلے شخص کو معزول کردے اور یہ حکم دے کہ تین طریقہ مذکورہ بالا کے موافق کوئی دوسرا شخص سجادہ نشین اور خلیفہ مقرر کیا جاوے حاصل کلام ان اُمور میں وراثت جاری نہیں اور میت نے جو چیز اپنی مملوکہ چھوڑی ہو اسی میں وراثت جاری ہوتی ہے اور اگر مثلاً دو شخص میں سے ہر ایک شخص دعویٰ کرے کہ سابق سجادہ نشین نے متعین کیا تھا کہ اُسکے بعد ہم سجادہ نشین مقرر کئے جاویں یا ہر ایک کا یہ دعویٰ ہو کہ اس جماعت کے لوگوں کا اس امر پر اتفاق ہوا ہے کہ ہم سجادہ نشین مقرر کئے جاویں یا ہر ایک کا یہ دعویٰ ہو کہ اس طریقہ کے صاحبان اور اشخاص تجربہ کار کا اس امر پر اتفاق ہوا ہے کہ ہم سجادہ نشین مقرر کئے جاویں تو چاہیئے کہ قاضی گواہان معتبر کی شہادت لیوے پھر جو امر حق معلوم ہووے اس کے مطابق فیصلہ کردیوے۔

سوال روپ داس گسائیں نے موازی چند بیگہ اپنی زمین باقی شاہ کے پاس رہن رکھا اور روپ داس گسائیں نے اقرار کیا کہ اس آراضی کا منافع اور اسمیں جسقدر درخت ہیں اُن سب درختوں کا پھل جو کچھ ہو وہ سب بخوشی و رضامندی بلا جبر و اکراہ میں نے باقی شاہ مرتھن کو دیدیا ہے اور ہبہ کردیا ہے اور یہ اقرار اُسوقت تک کیلئے ہے جبتک انفکاک رہن نہ ہووے اب بارہ برس کے بعد روپ داس گسائیں جو راہن ہے باقی شاہ مرتھن سے طلب کرتا ہے کہ مجکو اس زمین کا منافع اور پھل کی قیمت دلوا شرعاً اسبارہ میں کیا حکم ہے آپ صاحبان علم اس مسئلہ کا جواب دیویں اللہ تعالےٰ آپ صاحبونکو اسکا اجر مرحمت فرماوے

جواب شرعاً یہ حکم ہے کہ وہ آراضی مرہونہ اور پھل مع منافع و درختان روپ داس گسائیں کا حق ہوتا ہے اور باقی شاہ مرتہن کا کوئی حق منافع اور پھل میں نہیں اور ہبہ منافع اور پھل کا ناجائز ہے اسواسطے

اُس وقف کا متولی ان لوگونمیں سے ایسے کسی ایک شخص کو قرار دیدیوے جو عادل اور امانتدار ہو اور نذر و نیاز جو روزانہ درگاہ میں آوے وہ بقدر حاجت کے ولی کی اولاد اور درگاہ کے خدام کے مصارف میں صرف کرنا چاہیئے اور کسی ایک شخص کو جو امانتدار ہو متولی مقرر کر دینا چاہیئے کہ وہ نذر و نیاز کو جمع کیا کرے اور بطور مناسب تقسیم کر دیا کرے اور منجملہ اولاد کے جو لوگ زندہ ہوں اُنمیں اور خدام میں تقسیم کرنا چاہیئے یہ تقسیم ان لوگوں کی تعداد کے اعتبار سے ہوگی مانند تقسیم خمس غنیمت کے ذوی القربیٰ میں البتہ جن لوگوں کی حاجت زیادہ ہو یا وہ لوگ درگاہ میں زیادہ خدمت کرتے ہوں یا اُنکے باعث سے خلائق کا مرجع زیادہ ہو تو تقسیم میں ایسے لوگوں کو ترجیح دینے میں کچھ مضایقہ نہیں جیسا کہ مثلاً جہاد میں کوئی شخص کسی مشکل کام کو انجام کر دیوے تو اسکو اُسکے معمولی حصہ کے علاوہ خمس غنیمت سے کچھ زیادہ بھی دیا جاوے تو اس امر میں کچھ حرج نہیں اور سجادہ نشینی اور خلافت کا دو معنے ہے ایک معنے یہ ہے کہ سجادہ نشینی اور خلافت سے مراد وہ ریاست ہے جسکے ذریعہ سے اُن اُمور کا منصب حاصل ہووے یعنی نذر و نیاز جمع کرنا اور اُسکے مستحقین میں تقسیم کرنا اور خدام کو معزول اور مقرر کرنا اور باعتبار مصلحت کے کوئی امر مقدم کرنا اور کوئی امر موخر کرنا اور اس منصب میں وراثت کا حکم نہیں ہو سکتا بلکہ جو لوگ نذر و نیاز کے مستحق ہوں اُن لوگوں کے اتفاق رائے سے کوئی شخص اس منصب پر مقرر کیا جاویگا اور اگر وہ لوگ کسی ایک شخص کے بارہ میں اتفاق رائے نہ کریں تو حاکم عادل اپنی رائے سے کسی شخص کو اس منصب پر مقرر کر دیگا دوسرا معنے سجادہ نشینی اور خلافت کا یہ ہے بیعت لینا یعنے مرید کرنا اور اذکار کی تعلیم کرنا اور جمعہ و جماعت قائم کرنا اور حلقۂ ذکر و اشغال کو ترتیب دینا اور یہ منصب بھی موروثی نہیں بلکہ یہ منصب اس کام کی لیاقت پر موقوف ہے اور یہ امر کہ کس شخص میں اس منصب کی لیاقت ہے تو بقیاس خلافت کبریٰ کے اس امر کے دریافت کرنیکا بھی تین طریقہ ہے پہلا طریقہ یہ ہے کہ سابق سجادہ نشین نے کسی شخص کو اپنا خلیفہ قرار دیا ہو اور اخذ بیعت اور تلقین اذکار و اوراد کیلئے اپنے حضور میں اُسکو اجازت اور اذن دیدیا ہو اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سابق سجادہ نشین کے خلفا اور مریدان اور اُسکے پیر کا اتفاق اور اجماع ہو کہ فلاں شخص کو سجادہ نشینی اور خلافت دیجاوے تیسرا طریقہ یہ ہے کہ شوریٰ ہووے یعنی چند شخص تجربہ کار اور اُس طریقہ کے لوگ باہم مشورہ کریں اور یہ تجویز کریں کہ اس بزرگ کی اولاد یا خلفا میں سے کون شخص اس قابل ہے کہ سجادہ نشین مقرر کیا جاوے پھر جو شخص اس قابل معلوم ہو اس کو سجادہ نشین مقرر کریں اور دعوے اس سجادہ نشینی اور خلافت کا ابتداءً قاضی سماعت نہ کرے بلکہ جن لوگوں میں نزاع ہو اُن لوگوں

کہ لا اراکم تستخلفون علیاً مع صغر سنہ وحداثۃ عمرہ لان ترجیح الاکبر علی الاصغر مع تساوی العلم والقراءۃ والہجرۃ امر معلوم لکم فی الامامۃ الصغری فتقیسون علیہ الامامۃ الکبری یعنی میں تم لوگوں کو ایسا نہیں دیکھتا کہ خلیفہ مقرر کروگے علیؓ کو ایسی حالت میں کہ انکا سن کم ہے اور انکی نئی عمر ہے اسواسطے کہ تم لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ امامت صغریٰ میں زیادہ عمر والے کو ترجیح ہے کم سن پر اُس صورت میں کہ وہ دونوں شخص برابر ہوں علم اور قرارۃ اور ہجرت میں تو اسی امر پر امامت کبریٰ کو بھی قیاس کروگے تیسرا جواب وہ ہے جو میں نے اپنے حضرت شیخ سے یہ حدیث پڑھنے کیوقت سُنا ہے وہ جواب میرے نزدیک زیادہ مرجح ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ یہ کلمہ اشارہ ہے اس امر کیطرف کہ باوجود اسکے کہ آپکو اپنے زمانہ خلافت میں استحقاق کامل خلافت کا حاصل ہوگا مگر اس امر پر اُمت کا اتفاق نہوگا اسواسطے کہ سب اہل شام اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور اصحاب جمل کا اتفاق آپکی اتباع پر نہوا۔

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اولیا کے مقابر جو ہندوستان میں ہیں ان کے متعلق مواضع اور آراضی ہے اس غرض سے کہ اسکی آمدنی درگاہ کے مصارف میں صرف ہو اور وارد وصادر کی مہمانی وغیرہ کا سامان اُس سے مہیا کیا جاوے اگر کسی ولی کے اہل خاندان چاہیں کہ اُس ولی کے مقبرہ کے متعلق جو مواضع اور آراضی ہے تو اسکو باہم تقسیم کرلیویں اور فرائض کے مطابق اپنا اپنا حصہ لے لیویں تو شرعاً وہ لوگ ایسا کرسکتے ہیں یا نہیں اور اگر وہ لوگ باہم تقسیم نہیں کرسکتے تو کون شخص اُسکا متولی ہوگا کہ اُسکی خبرگیری کرے اور جو کچھ نذر و نیاز کی روزانہ آمدنی درگاہ میں ہوتی ہے اُسمیں فرائض جاری ہوسکتا ہے یا نہیں اور اگر ولی کے خاندان سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا اور بھائی حقیقی باہم نزاع کریں اور یہ نزاع سجادہ نشینی یعنے خلافت کے بارہ میں ہو تو ان لوگوں میں سے سجادہ نشینی کا مستحق کون ہوگا سجادہ نشینی اور خلافت کا دعویٰ قاضی وقت سماعت کرسکتا ہے یا نہیں اور اگر قاضی ایسے دعویٰ کی سماعت نہیں کرسکتا تو یہ نزاع کسطرح رفع کیجاوے اور سجادہ نشین کون شخص مقرر کیا جاوے۔

جواب جو مواضع اور آراضی اس غرض کیلئے متعین ہے کہ اُسکی آمدنی درگاہ اور وارد وصادر کے مصارف میں صرف ہووے تو ولی کے اہل خاندان کا یہ استحقاق نہیں کہ اُسکو بطور فرائض کے باہم تقسیم کرلیویں اور اپنا اپنا حصہ لے لیویں بلکہ ان لوگوں کو چاہیئے کہ اپنی طرف سے ایک شخص کو متولی مقرر کردیویں تا اُس مواضع وغیرہ کی آمدنی وہ متولی موافق حاجت کے تقسیم کیا کرے البتہ اگر ولی کی اولاد محتاج ہیں اور وہ درگاہ کے خدام اور متعلقین میں سے بھی ہیں تو ان لوگوں کا بھی حصہ بقدر اُنکی حاجت کے ہوگا اور اگر وہ لوگ باہمی نزاع کے سبب سے ایک شخص کو متولی قرار نہ دیویں تو حاکم عادل کو چاہیئے کہ

وجہ فرق کی یہ ہے کہ اہل قبور سے استمداد بطور دعا کے ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کریں تا ہمارا مطلب حاصل ہووے اور ستیلا وغیرہ کی پرستش جو لوگ کرتے ہیں اُنکا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ انکو مستقل طور پر حاجت روائی کا اختیار ہے اور یہ قادر مطلق ہیں اور یہ خالص کفر ہے نعوذ باللہ من ذلک۔

سوال کسی مرد صالح کی وفات ہوتی ہے تو لوگ اُنکا نام لیکر کہا کرتے ہیں کہ فلاں صاحب ولی ہیں یہ امر اہلسنت وجماعت کے عقیدہ کیخلاف ہے یا نہیں اسواسطے کہ عقیدۂ اہلسنت وجماعت کی دس خصلتیں ہیں منجملہ اُنکے ایک خصلت یہ ہے کہ کسی شخص کو قطعی اور یقینی طور پر بہشتی یا دوزخی نہ کہنا چاہیئے۔

جواب کسی بزرگ کو اُنکی زندگی میں اور وفات کے بعد جو ولی کہتے ہیں تو اُسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ولی کے افعال اور اقوال اُنسے صادر ہوا کرتے تھے اور ولی کی صفتیں اُنمیں ظاہر تھیں البتہ اہلسنت کے عقیدے کیخلاف یہ ہے کہ قطعی اور یقینی طور پر کہا جاوے کہ فلاں شخص یقیناً بہشتی ہے اسواسطے کہ علام الغیوب کے سوا کسی کو کسی دوسرے کے باطن اور خاتمہ کا حال معلوم نہیں اور اِمساک عَنِ الشَّهَادَتَيْنِ سے یہی مراد ہے کہ قطعی اور یقینی طور پر یہ نہ کہنا چاہیئے کہ فلاں شخص بہشتی ہے اور نہ یہ کہنا چاہیئے کہ فلاں شخص دوزخی ہے البتہ اسقدر کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص بہشتی کا کام کرتا ہے ہمکو امید ہے کہ اسکی نجات ہو جاویگی اور فلاں شخص دوزخی کا کام کرتا ہے ہمکو خوف ہے کہ اُسپر عذاب ہوگا چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے حق میں ایسا ہی فرمایا اسوقت کہ ام العلا نے اُنکے حق میں قطعی بہشتی ہونے کی شہادت دی جاننا چاہیئے کہ عشرۂ مبشرہ یعنی دس صحابہ کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہشتی فرمایا تو اُن صاحبوں کو قطعی طور پر ضرور بہشتی کہنا چاہیئے۔

سوال حدیث میں ہے اِنْ تُؤَمِّرُوْا عَلِيًّا وَلَا اُرَاكُمْ فَاعِلِيْنَ اسمیں لَا اُرَاكُمْ فَاعِلِيْنَ کا لفظ وارد ہے یہ لفظ مخالفین ذکر کیا کرتے ہیں اس غرض سے کہ اُنکا مذہب ثابت ہو اور اُسکا جواب بخوبی دیا نہیں نہیں گذرتا سو اس جواب کے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ مقدر نہیں ہے کہ علیؓ کو بلا فصل یعنی لوگ خلیفہ اول مقرر کرینگے

جواب لفظ لَا اُرَاكُمْ فَاعِلِيْنَ کا تین معنی ہے پہلا معنے یہ ہے اور یہ معنے اہل کلام نے کہا ہے لَا اُرَاكُمْ تَسْتَخْلِفُوْنَ الْمَفْضُوْلَ مَعَ وُجُوْدِ الْاَفْضَلِ اَغْنِي الشَّيْخَيْنِ فَاِنَّ خِلَافَةَ الْمَفْضُوْلِ مَعَ وُجُوْدِ الْاَفْضَلِ وَاِنْ جَازَ عِنْدَ الْبَعْضِ لٰكِنَّهٗ تَرْكُ الْاَوْلٰى فَلَا تَقْدِرُوْنَ عَلَيْهِ یعنے میں تم لوگوں کو ایسا نہیں دیکھتا کہ خلیفہ مقرر کروگے مفضول کو باوجود موجود ہونے افضل کے یعنی باوجود ہونے شیخین کے اسواسطے کہ خلافت مفضول کی اگرچہ بعض کے نزدیک جائز ہے باوجود موجود ہونے افضل کے مگر یہ امر بہتر نہیں پس ایسے امر پر تم لوگ اقدام نہ کروگے دوسرا جواب یہ ہے اور یہ جواب شراح حدیث نے کہا ہے

بت پرست لوگ شفاعت کا معنی جانتے ہی نہیں اور نہ ان لوگوں کو شفاعت کا خیال ہوتا ہی شفاعت سے مراد سفارش ہے اور سفارش سے مقصود یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے مطلب کے لئے کسی تیسرے شخص سے کہے اور بت پرست لوگ ایسا نہیں سمجھتے اور نہ وہ لوگ بت سے یہ کہتے ہیں کہ تم ہماری سفارش اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں کرو اور ہمارا مطلب اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے حاصل کرادو بلکہ وہ لوگ خاص بتوں سے اپنا مطلب چاہتے ہیں اور یہ جو اُس بت پرست نے کہا کہ اہل قبور کو جیسا تم جانتے ہو ویسا ہی کنھیا اور کالکا کی تصویر کو ہم بھی سمجھتے ہیں تو یہ بھی غلط در غلط ہے اسواسطے کہ یہ ثابت ہی کہ اگرچہ بعد موت کے بدن قبر میں دفن کر دیا جاتا ہی مگر اُس بدن کے ساتھ روح کا تعلق ضرور رہتا ہی اس واسطے کہ ایک مدت دراز تک اُس بدن میں روح رہ چکی ہے اور بت پرست لوگ اپنے معبودوں کی قبر کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ خود تصویروں اور پتھروں اور درختوں اور دریاؤں کو قرار دیتے ہیں کہ یہ فلاں کی تصویر ہے حالانکہ اُسکی روح کو اس چیز سے کچھ تعلق نہیں رہتا اور ایسا بھی نہیں کہ وہ چیز وہاں چلائی گئی ہو تو ایسے محض فرضی قرارداد کا کچھ اعتبار نہیں البتہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے لوگوں کی مراد پوری کر دیتا ہے تو بت پرستوں کو خیال ہوتا ہی کہ بتوں سے یہ فائدہ حاصل ہوا ہی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہی بندوں کی حالت جانتا ہے اللہ تعالیٰ کو منظور ہی کہ دنیا میں لوگونکی حاجت روائی بالکل موقوف نہ کر دیجاوے چاہے کوئی کسی سے اپنے مطلب کیلئے خواستگار ہووے مگر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے تو وہ مطلب پورا کر دیتا ہے مثلاً باپ مہربان اپنے چھوٹے بچے کی حاجت جانتا ہے جب وہ لڑکا خدمتگار اور اپنی دایہ سے کوئی چیز مانگتا ہے تو وہ چیز اُس لڑکے کو اُسکا باپ دیدیتا ہے حالانکہ خدمتگار اور دایہ کے اختیار میں وہ چیز نہیں رہتی ایسا ہی حال بتوں کا ہے بلکہ اصول شرع کے موافق یہ ہے کہ جب اہل قبور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں سفارش کرتے ہیں کہ فلاں شخص کا مطلب حاصل ہو تو جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہی تو وہ مطلب حاصل ہوتا ہے اور سوال میں یہ جو مذکور ہے کہ جب یہ ثابت ہوا کہ اہل قبور سے استمداد جائز ہے تو بعض مسلمان ضعیف الاعتقاد سیتلا و مسانی وغیرہ کی پرستش سے کیونکر باز آوینگے تو جاننا چاہیئے کہ اہل قبور سے استمداد اور سیتلا مسانی وغیرہ کی پرستش میں چند وجوہ سے فرق ہی پہلی وجہ یہ ہے کہ جن اہل قبور سے استمداد کیجاتی ہے اور اُنکا حال معلوم ہے وہ اہل قبور صالحین اور بزرگان دین سے ہوگئے ہیں اور سیتلا اور مسانی موہوم محض ہیں اُنکا وجود معلوم نہیں بلکہ بت پرستوں نے اُنکا صرف فرضی خیال کر لیا ہی دوسری وجہ فرق کی یہ ہے کہ اگر بالفرض سیتلا اور مسانی کا کبھی وجود بھی تھا تو یہ قسم سے ارواح خبیثہ شیاطین کے ہونگے کہ خلق کی ایذا رسانی پر کمر باندھی ہے اُنکو ارواح پاک انبیا اور اولیا سے کیا مناسبت ہی تیسری

ان لوگوں سے حاجت روائی ہوتی ہے تو بتوں سے بھی اکثر حاجت روائی ہو جاتی ہے اور اگر تم لوگ یہ کہو کہ ہم لوگ اہل قبور سے صرف یہی کہتے ہیں کہ خدا سے ہمارے واسطے شفاعت کرو تو میں بھی بتوں سے ایسی ہی شفاعت چاہتا ہوں تو جب ثابت ہوا کہ اہل قبور سے استمداد جائز ہے تو بعض مسلمان ضعیف الاعتقاد یستلا اور مسانی وغیرہ کی پرستش سے کیوں باز آوینگے

جواب اس سوال کے چند مقامات میں شبہ واقع ہو گیا ہے ان مقامات سے خبردار ہو جانا چاہیئے اُس وقت انشاء اللہ تعالیٰ اس سوال کا جواب بفضلہ تعالیٰ بخوبی واضح ہو جاویگا اوّل یہ کہ مدد چاہنا دوسری چیز ہے اور پرستش دوسری چیز ہے عوام مسلمان میں نقصان ہے کہ وہ لوگ خلاف شرع طور پر اہل قبور سے مدد چاہتے ہیں مگر وہ بھی پرستش نہیں کرتے اور بت پرست لوگ بت سے مدد بھی چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں پرستش سے مراد یہ ہے کہ کسی کو سجدہ کرے یا کسی چیز کی عبادت کی نیت سے اُس چیز کا طواف کرے یا بطریق تقرب کے کسی کے نام کا وظیفہ کرے یا اُسکے نام سے کوئی جانور ذبح کرے یا اپنے کو کسی کا بندہ کہے اور جو جاہل مسلمان اہل قبور کیساتھ ایسا کوئی امر کرے یعنے مثلاً اہل قبور کو سجدہ کرے تو وہ فی الفور کافر ہو جاویگا اور اسلام سے خارج ہو جاویگا دوسرا یہ امر اس سوال میں قابل لحاظ ہے کہ مدد چاہنا دو طور پر ہوتا ہے ایک طور یہ ہے کہ کوئی مخلوق دوسری مخلوق سے مدد چاہے جیسے امیر اور بادشاہ سے نوکر اور فقیر اپنی حاجتوں میں مدد چاہتے ہیں اور عوام الناس ایسا ہی اولیاء اللہ سے یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارا فلان مطلب حاصل ہو جاوے اس طور سے مدد چاہنا شرعاً زندہ اور مردہ سب سے جائز ہے اور دوسرا طور مدد چاہنے کا یہ ہے کہ جو چیزیں خاص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں مثلاً لڑکا دینا یا پانی برسانا یا بیماریوں کو دفع کرنا یا عمر زیادہ کرنا یا ایسی اور چیزیں جو خاص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں ایسی چیزوں کیلئے کسی مخلوق سے کوئی شخص التجا کرے اور اس شخص کی نیت یہ نہو کہ وہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارا یہ مطلب حاصل ہو تو یہ حرام مطلق ہے بلکہ کفر ہے اور اگر کوئی مسلمان اولیاء اللہ سے اس ناجائز طور سے مدد چاہے یعنی اُن کو قادر مطلق سمجھے خواہ وہ اولیاء اللہ زندہ ہوں یا وفات پائی ہو تو وہ مسلمان اسلام سے خارج ہو جاویگا بت پرست لوگ بھی اسی ناجائز طور سے اپنے معبودان باطل سے مدد چاہتے ہیں اور اس امر ناجائز کو وہ لوگ جائز جانتے ہیں اور اس سوال میں یہ جو مذکور ہے کہ بت پرست نے کہا کہ میں بھی اپنے بتوں سے صرف شفاعت چاہتا ہوں جیسا تم لوگ پیغمبروں اور اولیاء اللہ سے سفارش چاہتے ہو تو یہ کلام بھی مکر و فریب سے خالی نہیں اسواسطے کہ بت پرست لوگ ہرگز شفاعت نہیں چاہتے بلکہ

دارالاسلام میں یہ تین شرطیں پائی جاویں پہلی شرط یہ ہے کہ اُس دارالاسلام میں کفار کے احکام جاری اور شائع ہوجاویں وہاں اسلام کا حکم باقی نہ رہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ دارالحرب کے ساتھ وہ دارالاسلام متصل ہوجاوے اُن دونوں مقامات کے درمیان میں اسلام کا کوئی شہر نہو اور تیسری شرط یہ ہے کہ اُس دارالاسلام میں کوئی مسلمان امن کیساتھ باقی نہ رہے اُس امن کے ذریعہ سے جو اسکو سابق میں اسلام کے سبب سے حاصل تھا اور نہ وہاں کوئی کافر ذمی امن کے ساتھ باقی رہ جاوے اُس امن کے ذریعہ سے جو سابق میں اسکو حاصل ہوا تھا اور صورت اس مسئلہ کی تین طور پر ہے یا یہ کہ کفار حربی کا غلبہ کسی دارالاسلام میں ہوجاوے یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہوجاویں نعوذ باللہ من ذٰلک اور ان لوگونکا غلبہ ہوجاوے اور وہ لوگ احکام کفر کو جاری کردیویں یا کسی جگہ کے کفار ذمی عہد شکنی کریں اور وہاں اُنکا غلبہ ہوجاوے تو دارالاسلام ان صورتونمیں دارالحرب نہوجاویگا البتہ دارالاسلام اُس حالت میں دارالحرب ہوجاویگا کہ وہاں وہ تین شرطیں پائی جائیں جنکا ذکر اوپر ہوا ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جب کسی مقام میں کفر کے احکام شائع ہوجاویں تو وہ مقام صرف اسی ایک شرط کے پائے جانیسے دارالحرب ہوجاویگا دوسری شرط کی ضرورت نہیں اور یہی حکم قیاس کے موافق ہے اور یہ بھی فتویٰ عالمگیری میں باب الجمعہ میں مذکور ہے کہ جن شہروں میں والیان ملک کفار ہیں تو وہاں اہل اسلام کیلئے جائز ہے کہ جمعہ قائم کریں اور وہاں کے اہل اسلام جس شخص کو قاضی ہونے پر راضی ہوجاوینگے وہی شخص شرعاً قاضی ہوجاویگا مگر اہل اسلام پر واجب ہے کہ کوئی مسلمان والی ملک تلاش کریں ایسا ہی معراج الدرایہ میں ہے یہ مضمون فتاویٰ عالمگیری کی عبارت مذکورہ کا ہے۔

سوال۔ کوئی بت پرست بت سے مدد چاہتا تھا کسی عالم نے اُسکو منع کیا کہ شرک مت کر تو بت پرست نے کہا کہ اگر میرا عقیدہ یہ ہو کہ بت خدا کا شریک ہے اور اسوجہ سے اسکی پرستش کروں تو البتہ یہ شرک ہے اور اگر میرا اعتقاد یہ ہے کہ بت مخلوق ہے اور اُسکی پرستش کروں تو یہ کیوں شرک ہوگا تو اس عالم نے فرمایا کہ کلام مجید میں متواتر آیا ہے کہ غیر خدا سے مدد نہ چاہو تو بت پرست نے کہا کہ آدمی ایک دوسرے سے کیوں سوال کرتے ہیں تو عالم نے کہا کہ آدمی زندہ ہیں اُنسے سوال منع نہیں اور تیرے بت مثلاً کنھیا اور کالکا وغیرہ مردہ ہیں یہ کسی چیز پر قادر نہیں تو بت پرست نے کہا کہ تم لوگ اہل قبور سے مدد اور شفاعت چاہتے ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ تم لوگ بھی شرک کرتے ہو حاصل کلام تم لوگ اہل قبور کو جیسا جانتے ہو ویسا ہی ہم لوگ کنھیا اور کالکا کی تصویر کو سمجھتے ہیں ظاہرا نہ اہل قبور میں کچھ قوت ہے نہ بت میں ہے اور اگر تمھارا کلام یہ ہے کہ اہل قبور میں باطنی قوت ہے اس وجہ سے

مَالًا مُبَاحًا اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ بِخِلَافِ الْمُسْتَامِنِ مِنْهُمْ لِاَنَّ مَالَهٗ صَارَ مَحْظُوْرًا بِعَقْدِ الْاَمَانِ اِنْتَهٰى
یعنی ہدایہ میں لکھا ہے کہ مسلمان اور کافر حربی کے درمیان دارالحرب میں سود حرام نہیں اس مسئلہ میں
خلاف ہے امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کا ان دونوں صاحبوں کی دلیل یہ ہے کہ جو کافر دارالاسلام میں
مسلمانوں سے امن لیکر رہتا ہووے تو وہاں اُس کافر اور مسلمان کے درمیان سود کا معاملہ ناجائز ہو وہی حکم
کافر حربی کے بارہ میں دارالحرب میں ہوگا یعنے دارالحرب میں کافر حربی اور مسلمانوں کے درمیان سود کا معاملہ
ناجائز ہوگا اور ہماری دلیل یہ حدیث شریف ہے کہ مسلمان اور کافر حربی کے درمیان دارالحرب میں سود
حرام نہیں اور یہ دلیل بھی ہے کہ دارالحرب میں کفار حربی کا مال مباح ہوتا ہے تو جس طور سے وہ مال
مسلمان لے لیوے یہی حکم ہوگا کہ اس مسلمان نے مال مباح لیا ہے بشرطیکہ وہ مال لینے میں عہد شکنی نہووے
بخلاف اُس کافر کے جو مسلمانوں سے پناہ لیکر دارالاسلام میں ہو اس واسطے کہ اُس کافر کو پناہ دیدی
جاتی ہے اسوجہ سے اُسکا مال لے لینا منع ہو جاتا ہے۔ وَفِی الْعَالَمْگِیْرِیَّةِ مِنْ بَابِ اِسْتِیْلَاءِ
الْكُفَّارِ اِعْلَمْ اَنَّ دَارَ الْحَرْبِ تَصِیْرُ دَارَ الْاِسْلَامِ بِشَرَائِطَ وَاحِدٍ وَّهُوَ اِظْهَارُ
حُكْمِ الْاِسْلَامِ فِیْهَا قَالَ مُحَمَّدٌ فِی الزِّیَادَاتِ اِنَّمَا تَصِیْرُ دَارَ الْاِسْلَامِ دَارَ الْحَرْبِ عِنْدَ اَبِیْ
حَنِیْفَةَ بِشَرَائِطَ ثَلٰثَةٍ اَحَدُهَا اِجْرَاءُ اَحْكَامِ الْكُفَّارِ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِشْتِهَارِ وَاَنْ لَّا یُحْكَمَ فِیْهَا
بِحُكْمِ الْاِسْلَامِ وَالثَّانِیْ اَنْ تَكُوْنَ مُتَّصِلَةً بِدَارِ الْحَرْبِ لَا یَتَخَلَّلُ بَیْنَهُمَا بَلْدَةٌ مِّنْ بِلَادِ الْاِسْلَامِ
وَالثَّالِثُ اَنْ لَّا یَبْقٰی فِیْهَا مُؤْمِنٌ وَّلَا ذِمِّیٌّ اٰمِنًا بِالْاَمَانِ الْاَوَّلِ الَّذِیْ كَانَ ثَابِتًا قَبْلَ اِسْتِیْلَاءِ
الْكُفَّارِ لِلْمُسْلِمِ بِاِسْلَامِهٖ وَالذِّمِّیِّ بِعَقْدِ الذِّمَّةِ وَصُوْرَةُ الْمَسْئَلَةِ عَلٰی ثَلٰثَةِ اَوْجُهٍ اِمَّا
اَنْ یَّغْلِبَ اَهْلُ الْحَرْبِ عَلٰی دَارٍ مِّنْ دَارِنَا اَوِ ارْتَدَّ اَهْلُ مِصْرٍ وَغَلَبُوْا وَاَجْرَوْا اَحْكَامَ
الْكُفْرِ اَوْ نَقَضَ اَهْلُ الذِّمَّةِ الْعَهْدَ وَتَغَلَّبُوْا عَلٰی دَارِهِمْ فَفِیْ كُلٍّ مِّنْ هٰذِهِ الصُّوَرِ
لَا تَصِیْرُ دَارَ الْحَرْبِ اِلَّا بِثَلَاثِ شَرَائِطَ وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ بِشَرْطٍ وَّاحِدٍ لَا غَیْرُ وَهُوَ
اِظْهَارُ اَحْكَامِ الْكُفْرِ وَهُوَ الْقِیَاسُ اِنْتَهٰی اَیْضًا فِی الْعَالَمْگِیْرِیَّةِ مِنْ بَابِ الْجُمُعَةِ بِلَادٌ
عَلَیْهَا وُلَاةُ كُفَّارٍ یَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِیْنَ اِقَامَةُ الْجُمُعَةِ وَیَصِیْرُ الْقَاضِیْ
قَاضِیًا بِتَرَاضِی الْمُسْلِمِیْنَ وَیَجِبُ عَلَیْهِمْ اَنْ یَّلْتَمِسُوْا وَالِیًا مُّسْلِمًا كَذَا فِیْ مِعْرَاجِ الدِّرَایَةِ اِنْتَهٰی
یعنی فتاوی عالمگیری میں باب استیلاء الکفار میں لکھا ہے کہ دارالحرب صرف ایک شرط پائے جانے
سے دارالاسلام ہو جاتا ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ اس دارالحرب میں اسلام کا حکم ظاہر کر دیا جاوے امام محمدؒ نے
زیادات میں لکھا ہے کہ دارالاسلام امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اُسوقت دارالحرب ہو جاتا ہے جب اُس

ہے تو جائز ہے یا نہیں کہ اہل اسلام اُن نصاریٰ سے سود لیویں

سوال دیگر جس جگہ کفار کی عملداری ہے وہاں جب جمعہ پڑھ لیا جاوے تو اُس دن کے ظہر کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے یا نہیں۔

سوال دیگر اہل اسلام ضرورت کی وجہ سے کفار کو روپیہ دیتے ہیں اور اُنسے سود لیتے ہیں یا کفار سے قرض لیتے ہیں اور انکو سود دیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ دارالحرب ہونیکی شرطیں روایات فقہیہ میں مذکور ہیں اُن روایتوں کو ملاحظہ کرنا چاہیئے چنانچہ وہ شرطیں اس جواب میں کچھ لکھی جاوینگی خیال کرنا چاہیئے کہ وہ شرطیں اگر نصاریٰ کے ملک میں پائی جاتی ہیں تو وہ ملک دارالحرب ہو اور جب کوئی چیز پائی جاتی ہے تو اسکے لوازم بھی ضرور پائے جاتے ہیں تو جب نصاریٰ کا ملک دارالحرب ہوا تو اس ملک میں کفار سے سود لینا اور کفار کو سود دینا بھی جائز ہوا اسواسطے کہ ہدایہ میں مذکور ہے وَلَا رِبٰوا بَیْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِیِّ فِیْ دَارِ الْحَرْبِ یعنے مسلمان اور کافر حربی کے درمیان دارالحرب میں سود حرام نہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ روایات میں جو حکم مطلق ہوتا ہے وہ عام ہوتا ہے تو دونوں صورت یعنی سود لینا اور سود دینا حرمت کی نفی میں داخل ہوئی لیکن مسلمانوں کو چاہیئے کہ کافر حربی کو سود دینے میں احتیاط کرے بیضرورت کافر حربی کو بھی سود نہ دیوے اور دارالحرب میں جمعہ قائم کرنیکے بارہ میں یہ حکم ہے کہ اگر دارالحرب میں کسی جگہ مسلمان حاکم کفار کیطرف سے مقرر ہوئی تو درست ہے اُس حاکم کی اجازت سے جمعہ قائم کیا جاوے اور اگر مسلمان حاکم نہووے تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ جو شخص امانت دار اور دیانتدار ہو اُسکو رئیس مقرر کردلیویں تا اُس رئیس کی اجازت سے اُسکے سامنے نماز جمعہ و عیدین قائم کیجاوے اور جس نابالغ کا ولی نہو اُسکا نکاح کیا جاوے اور لاوارث مال اور یتیموں کی حفاظت کیجاوے اور جب کسی میت کے ترکہ کی تقسیم میں نزاع ہو تو ترکہ اُس میت کے وارثوں میں اُنکے حصوں کیمطابق تقسیم کیا جاوے مگر اس رئیس کو امور ملکی میں تصرف اور دخل نہوگا اور اگر دارالحرب میں کسی جگہ کفار کیطرف سے مسلمان حاکم مقرر نہو اور نہ مسلمانوں نے کسی شخص امانتدار کو وہاں رئیس قرار دیا ہو تو وہاں چاہیئے کہ بعد ادا کرنے نماز جمعہ کے چار رکعت فرض اس نیت سے پڑھے کہ وہ آخر ظہر پڑھتا ہوں جسکا وقت میں نے پایا مگر اُسکو میں نے نہ پڑھا تا جمعہ کے وقت کا فرض یقیناً ادا ہو جاوے فِی الْهِدَايَةِ لَا رِبٰوا بَیْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِیِّ فِیْ دَارِ الْحَرْبِ خِلَافًا لِاَبِیْ یُوْسُفَ وَالشَّافِعِیِّ لَهُمَا اَنَّ الْاِعْتِبَارَ بِالْمُسْتَاْمِنِ مِنْهُمْ فِیْ دَارِنَا وَلَنَا قَوْلُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا رِبٰوا بَیْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِیِّ فِیْ دَارِ الْحَرْبِ وَلِاَنَّ مَالَهُمْ مُبَاحٌ فِیْ دَارِهِمْ فَبِاَیِّ طَرِیْقٍ اَخَذَهُ الْمُسْلِمُ اَخَذَهٗ

فائدہ ہوتا رہیگا تو اس صورت میں لازم آتا ہے کہ ہنڈوی کرانیوالا سود لیتا ہے تو اس معاملہ کے جواز کی ترکیب یہ ہے کہ مثلاً اگر منظور ہو کہ سو روپیہ کی ہنڈوی کرائی جاوے اور شرط قرار پاوے کہ اسمیں سے ساہوکار پانچ روپیہ واپس دیدیگا اور ایسے معاملہ میں جو روپیہ واپس ہوتا ہے اسکو بھرت کہتے ہیں تو اس معاملہ کے جواز کی صورت یہ ہے کہ سو روپیہ میں سے دس روپیہ ہنڈوی کرانیوالا اپنے پاس رکھ لیوے اور باقی نوے روپیہ ساہوکار کو دیدیوے اور اس دس روپیہ میں سے پانچ روپیہ کا پیسہ توڑا وے اور وہ پیسہ بھی ساہوکار کو دیدیوے اور باقی پانچ روپیہ خود لے لیوے اور ساہوکار پورا سو روپیہ اس شخص کے پاس پہنچا دیوے جس کے پاس وہ روپیہ پہنچانے کی شرط ہو تو اس معاملہ میں ایسا ہوا کہ گویا پانچ روپیہ کا پیسہ دیا گیا اور اسکے عوض میں دس روپیہ لیا گیا اور خلاف جنس ہونیسے اس معاملہ میں کچھ قباحت نہیں مثلاً عام طور پر ایک روپیہ کا سولہ گنڈا پیسہ ملتا ہے اور بوقت ضرورت آٹھ گنڈا پیسہ ایک روپیہ دیکر لیا جاوے تو یہ سود نہیں اسواسطے کہ سود یہ ہے کہ کوئی چیز دیجاوے اور اسکے عوض دوسری چیز اسی کی ہم جنس کم یا زیادہ لیجاوے اور باقی اور شرطیں بھی سود کی پائی جاویں تو ایسے معاملہ میں سود ہوتا ہے اور جب کوئی چیز دیجاوے اور اسکے عوض غیر جنس چیزوں میں سے کوئی دوسری چیز کم یا زیادہ لیجاوے تو یہ سود نہیں اور ہنڈوی کی کراہت دفع ہونیکی علمانے ایک اور تدبیر لکھی ہے کہ ساہوکار سے پہلے ہنڈوی کا ذکر نہ کیا جاوے صرف بطور قرض کے ساہوکار کو روپیہ دیا جاوے اور اس کے بعد ساہوکار سے کہا جاوے کہ یہ قرض فلاں شخص کو فلاں شہر میں ادا کردو اور اسی مضمون کی تحریر ساہوکار سے لکھوالیوے اسواسطے کہ ہنڈوی مکروہ ہے صرف اس وجہ سے کہ ہنڈوی کرانے والے کو اس قرض سے فائدہ ہوتا ہے یعنی راہ میں روپیہ کے نقصان ہونیکا خطرہ نہیں رہتا اور قرض میں جب قرض خواہ کے نفع کی شرط ہوتی ہے تو اس معاملہ میں سود کا شبہ ہو جاتا ہے اور جب ایسے نفع کی شرط نہوئی تو اسمیں سود کا شبہ بھی نہیں یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ معاملہ ہو کہ ساہوکار کو جسقدر روپیہ دیا جاوے اسی قدر روپیہ ساہوکار اس شخص کے پاس پہنچا دیوے جس شخص کے پاس روپیہ پہنچانے کی شرط ہو تو ایسے معاملہ میں بھی ہنڈوی کرانے میں کراہت ہے اس واسطے کہ ہنڈوی کرانیوالے کو روپیہ بطور قرض کے دینے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ راہ میں اس روپیہ کے نقصان ہونیکا خطرہ نہیں رہتا تو ایسے معاملہ میں سود کا شبہ ہوتا ہے اسواسطے علمانے یہ ترکیب لکھی ہے کہ پہلے ہنڈوی کا ذکر نہووے تا قرض سے فائدہ لینے کی شرط قرض میں نہووے اور شبہ سود کا نہو اور بلا کراہت یہ معاملہ ہنڈوی کا صحیح ہو جاوے۔

سوال۔ تمام ملک نصاریٰ کا بالاتفاق دارالحرب ہے یا نہیں اور اگر تمام ملک نصاریٰ کا دارالحرب

جاوے تو اس صورت میں سود ہونیکا شبہ نہیں اور باقی دونوں صورت میں صراحۃً سود ہے دوسری صورت یعنی جب ہنڈوی کے کاغذ میں روپیہ بڑھا کر لکھدیا جاوے قباحت یہ ہے کہ ہنڈوی کرانیوالا سود لیتا ہے تیسری صورت یعنی جب ہنڈوی کے کاغذ میں روپیہ کم کرکے لکھا جاوے یہ حرج ہے کہ ہنڈوی کرانیوالا سود دیتا ہے لیکن بہت آسان کیفیت ہے کہ ان دونوں صورت میں بھی ایسے طور سے معاملہ کیا جاوے کہ سود نہ دینا لازم اور نہ لینا لازم آوے مثلاً اگر منظور ہو کہ سو روپیہ کی ہنڈوی کرالی جاوے اور شرط قرار پاوے کہ ہنڈوی کے عوض میں ساہوکار کو دس روپیہ دیا جاوے تو چاہیے کہ اٹھاونے روپیہ ساہوکار کو دیا جاوے اور بارہ روپیہ کا پیسہ ساہوکار کے ہاتھ فروخت کیا جاوے اس شرط پر کہ اس بارہ روپیہ کے پیسہ کی قیمت ساہوکار سے صرف دو روپیہ لیجاوے گی تو اب ساہوکار کے ذمہ ہنڈوی کرنیوالے کا سو روپیہ بطور قرض کے ہو گیا اب اس ساہوکار سے کہدیا جاوے کہ سو روپیہ فلاں شخص کے پاس فلاں مقام میں تم پہنچادو تو ایسی حالت میں یہ بھی ہوا کہ ساہوکار کو دس روپیہ ہنڈوی کے عوض میں دیا گیا اور اسمیں کوئی قباحت بھی نہ ہوئی یعنے غیر جنس ہونیکے سبب سے سود دینا لازم نہ آیا اور یہ حدیث صحیح مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے کہ ایک شخص خیبر سے آیا اور وہ خرمالے آیا وہ خرما نہایت خوب اور نفیس تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا خیبر میں سب خرما ایسا ہی ہوتا ہے تو اس شخص نے عرض کیا کہ لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا لَنَاْخُذُ ھٰذَا صَاعًا بِصَاعَیْنِ یعنی نہیں یا رسول اللہ خیبر میں سب خرما اسیطرح کا نہیں ہوتا بلکہ وہاں دوسرے طرح کا بھی خرما ہوتا ہے وہ خرما دو صاع دیتے ہیں اور اسکے عوض میں عمدہ خرما ایک صاع خریدتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عَیْنُ الرِّبٰوا لَا تَفْعَلْ ھٰذَا یعنی یہ عین سود ہے کسی چیز کو اسکے ہم جنس سے زیادہ یا کم خریدنا ایسا کام نہ کیا کرو بَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاھِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاھِمِ جَنِیْبًا یعنے بلکہ ایسا کیا کرو کہ خراب خرما کو دراہم کے عوض میں فروخت کیا کرو اور پھر ان دراہم سے بہتر خرما خرید لیا کرو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب معاملہ خرید و فروخت میں غیر جنس کا واسطہ ہو جاوے تو زیادہ یعنی یا دینے میں سود لازم نہیں آتا یعنی مثلاً کوئی چیز دوسیر اسکے غیر جنس کے عوض فروخت کیجاوے اور پھر وہ چیز غیر جنس دیکر وہی سابق چیز ایک سیر خرید کی جاوے تو اس سے سود کا معاملہ لازم نہیں آتا اور اگر یہ معاملہ ہو کہ مثلاً ساہوکار کو سو روپیہ دیا جاوے کہ وہ ساہوکار سو روپیہ اس شخص کے پاس پہونچا دیوے جسکے پاس روپیہ بھیجنا منظور ہے اور یہ شرط قرار پاوے کہ ساہوکار سو روپیہ میں سے روپیہ دینے والے کو کچھ واپس دیدیگا اور اسکو بھرت کہتے ہیں اور ساہوکار سو روپیہ پورا اس شخص کے پاس پہنچا دیگا جس کے پاس وہ روپیہ پہنچانے کی شرط ہے یعنی ایسا معاملہ اس صورت میں ہوتا ہے جب ساہوکار کو روپیہ لینے کی غرض ہوتی ہے مثلاً ساہوکار کی غرض ہو کہ جبتک روپیہ اسکے پاس رہیگا اس روپیہ سے ساہوکار کو

ہنڈوی کا مسئلہ

سوال ہنڈوی کرانا جائز ہے یا مکروہ ہے

جواب کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ہنڈوی کرانا مکروہ ہے اور ہنڈوی کو سُفتجہ اور سفاتج کہتے ہیں چنانچہ شرح وقایہ میں لکھا ہے وَیُکْرَہُ السُّفْتَجَۃُ وَھِیَ اِقْرَاضٌ لِسُقُوْطِ خَطَرِ الطَّرِیْقِ فِی الْمُغْرِبِ السُّفْتَجَۃُ بِضَمِّ السِّیْنِ وَفَتْحِ التَّاءِ اَنْ یَّدْفَعَ مَالًا بِطَرِیْقِ الْاِقْرَاضِ لِیَدْفَعَ اِلٰی صَدِیْقِہٖ فِیْ بَلَدٍ اٰخَرَ وَاِنَّمَا یُقْرِضُہٗ لِسُقُوْطِ خَطَرِ الطَّرِیْقِ یعنی مکروہ ہے سُفتجہ یعنی ہنڈوی اور ہنڈوی سے مراد یہ ہے کہ مال کسی کو بطور قرض کے دیا جاوے اس غرض سے کہ وہ مال اُس شخص کے ذریعہ سے کسی ایسے شخص کے پاس پہنچ جاوے جس کے پاس وہ مال بھیجنا منظور ہو اور راہ میں وہ مال نقصان نہ ہووے مغرب میں لکھا ہے کہ سُفْتَجَۃ ساتھ ضمہ سین اور فتحہ تا کے یہ کہ کسی شخص کا دوست دوسرے شہر میں ہووے اور اُس شخص کو منظور ہو کہ کوئی مال اُس دوست کے پاس بھیجے تو اس احتیاط کے خیال سے کہ وہ مال راہ میں نقصان نہ ہو جاوے وہ مال کسی دوسرے شخص کو بطور قرض کے دیوے تاکہ وہ دوسرا شخص اس امر کا ذمہ دار ہو جاوے کہ وہ مال اس دوست کے پاس باحتیاط پہنچا دیوے گا۔ اور راہ میں وہ مال نقصان نہ ہوگا اور یہ معاملہ اس غرض سے ہوتا ہے تاکہ راہ میں اُس مال کے نقصان ہو جانے کا خطرہ باقی نہ رہے اب ہم یہ امر بیان کرتے ہیں کہ ایسا معاملہ ہنڈوی کا یہاں تین طور پر ہوتا ہے کہ جو ساہوکار اس شرط پر روپیہ لیتے ہیں کہ کسی دوسرے خاص شخص کے پاس باحتیاط وہ روپیہ پہنچا دیویں وہ ساہوکار کبھی ایسا کرتے ہیں کہ جسقدر روپیہ لیتے ہیں صرف اُسیقدر روپیہ ہنڈوی کے کاغذ میں لکھ دیتے ہیں نہ زیادہ لکھتے ہیں نہ کم لکھتے ہیں یعنی اُس سے اُن ساہوکار کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جسقدر روپیہ ہمنے لیا ہے اسیقدر کل روپیہ اُس شخص کے پاس پہنچا دینگے جسکے پاس منظور ہے کہ روپیہ پہنچ جاوے اور ہم یہ روپیہ پہنچانیکے عوض میں کچھ بطور اجرت کے نہ لیں گے اور اس غرض سے کہ یہ روپیہ جبتک ہمارے پاس رہیگا اس سے ہمکو فائدہ ہوگا ہم اسکے عوض میں کچھ دینگے بھی نہیں اور ساہوکار کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ جس قدر روپیہ لیتے ہیں اس سے زیادہ لکھدیتے ہیں یعنی ان لوگونکا مطلب ہوتا ہے کہ جب تلک روپیہ ہمارے پاس رہیگا اُس سے ہمکو فائدہ ہوتا رہیگا تو اُسکے عوض میں اسقدر روپیہ زیادہ اُس شخص کے پاس پہنچا دینگے جس شخص کے پاس وہ روپیہ پہنچ جانا منظور ہو اور کبھی ساہوکار ایسا بھی کرتے ہیں کہ روپیہ زیادہ لیتے ہیں اور ہنڈوی کے کاغذ میں اُس سے کم لکھتے ہیں یعنی ساہوکار کا مطلب ہوتا ہے کہ جسقدر روپیہ ہم نے لیا ہے اُسمیں سے اسقدر روپیہ پہنچانیکے عوض میں بطور اُجرت کے ہم لیں گے اور باقی اسقدر روپیہ اُس شخص کے پاس پہنچا دینگے جسکے پاس منظور ہے کہ یہ روپیہ پہنچ جاوے پہلی صورت میں یعنی ہنڈوی میں جب روپیہ پورا لکھدیا

اور یہ بیان اس قول میں ہے لِذَاكَ أَهِيبُ عِنْدِي الخ اور شیخ ولی کیجانب اس قول میں اشارہ کیا ہے مِنْ خَادِرٍ الخ اور گویا یہ اشارہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیجانب ہے اسواسطے کہ ولایت مطلقہ محمدیہ کے آپ ہی شیخ ہیں اور یہاں خادر کا لفظ ذکر کیا اور اُسکا وصف بالاختفا کہا اسواسطے کہ ولایت کا امر پوشیدہ ہوتا ہے اور اولیاء اللہ خفیہ ہوا کرتے ہیں اور شیخ کے شروط کیجانب اس قول میں اشارہ کیا ہے يَغْدُوْا الخ یعنی شیخ روح وقلب کی تربیت کرتا ہے اور قبائل کے تعلقات کو قطع کرتا ہے اور شیخ کی یہ شرط بھی ہے کہ وہ وسوسہ اور خطرات اور شبہات کو دفع کرے اور اس قصیدہ میں جو یہ قول ہے سِنَةُ تَظَلُّ سِبَاعُ الْجَوِّ ضَامِرَةً اس سے مراد یہ ہے کہ شیاطین انس وجن کی طاقت نہیں کہ وہ اس شخص کو گمراہ کریں جو اس طریقہ میں داخل ہوا دریہ جو قول ہے وَلَا يَمْشِي بِوَادِيهِ إِلَّا رَاجِيلُ یہ قول اشارہ ہے مرید کی شرط کیجانب کہ چاہئے کہ مرید عالی ہمت ہووے قاصر نہ ہو اور شیخ کی قوت سے فناء نفس کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور یہ بیان اس قول میں ہے وَلَا يَزَالُ بِوَادِيهِ أَخُو ثِقَةٍ الخ پھر مکرر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجیح بیان کی اس قول میں اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ ∴ مُهَنَّدٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ پھر رفقاء طریقت اور جلساء خانقاہ کیجانب اس قول میں اشارہ کیا ہے فِيْ عُصْبَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ الخ اور انکی صفات عظیمہ بیان کی منجملہ ان صفتوں کے یہ صفت بھی ہے جسکو اُن لوگوں کے بیان کرنے والے نے کہا ہے اور وہ صفت یہ ہے بِبَطْنِ مَكَّةَ یعنے بطن مکہ معظمہ میں جب وہ لوگ اسلام لائے یعنی طریقت میں وہ لوگ داخل ہوئے اور ان لوگوں نے شیخ کی بیعت قبول کی تو ان لوگوں نے مال وجاہ وطن وقبائل کو ترک کیا اور قطع علائق کیا اور یہی ہجرت حقیقیہ ہے لیکن وہ لوگ اُسوقت قاصر نہ رہے جب دشمنوں سے مقابلہ ہوا اور وہ دشمن نفس شیطان اور باقی دوسرے مخلوق میں سے تھے بلکہ مقابلہ کرنے میں اُن لوگوں کی ہمت عالی رہی اور نفس کے ساتھ مخاصمت کرنے میں ان لوگوں کو کچھ تامل نہ ہوا پھر اس قصیدہ میں ان لوگونکی یہ صفت بیان کی ہے کہ ان لوگوں نے لباس تقویٰ وشریعت کو اختیار کیا اور یہ بیان اس قول میں ہے لَبُوْسُهُمْ مِّنْ نَّسْجِ اور عزائم شریعت کیجانب اس قول میں اشارہ کیا بِيْضٌ سَوَابِغُ الخ اور نفی تکبر کیجانب اس قول میں اشارہ ہے لَا يَفْرَحُوْنَ الخ اور تکالیف شریعت پر صبر کرنے کیجانب اس قول میں اشارہ ہے وَلَيْسُوْا مَجَازِيْعًا الخ اور طریقت کے نشاط کیجانب اس قول میں اشارہ کیا يَمْشُوْنَ مَشْيَ الْجِمَالِ الزُّهْرِ الخ اور جن لوگوں کا ذکر اوپر ہوا ہے اُن لوگوں نے محبت کی تلوار سے اپنے نفسوں کو فنا کیا اور یہ بیان اس قول میں ہے لَا يَقَعُ الطَّعْنُ إِلَّا فِيْ نُحُوْرِهِمُ الخ اور سلوک کسبی کا یہ آخر درجہ ہے اور سلوک وہبی کے مدارج ابھی باقی رہ جاتے ہیں۔

معشوقہ محبوبہ کی رغبت ہوا کرتی ہے پھر اس قصیدہ میں سعاد کے عیوب کا ذکر ہے کہ تجربہ کے بعد عاقل پر ظاہر ہوتے ہیں اور اُن عیوب کا بیان اس قصیدہ میں اس شعر سے شروع ہوا ہے اَکْرِمْ بِهَا خُلَّةً الخ پھر سعادت ابدیہ حقیقیہ کے شوق کا بیان ہے اور یہ شوق اسوقت شروع ہوتا ہے جب اللہ تعالےٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات نوریہ معلوم ہوتی ہیں اور یہ بیان اس شعر سے شروع ہے اَمْسَتْ سُعَادُ بِاَرْضٍ الخ اور سعادت ابدیہ حاصل کرنے کیلئے چند شرائط ہیں وہ اس قصیدہ میں مذکور ہیں یعنی یہ کہ طالب بزرگ ہو اُسکا نفس پاکیزہ ہو اور یہ بیان اس قول میں ہے لَا تَبْلُغُهَا الخ اور یہ بھی ضرور ہے کہ طالب قوی ہو کہ وہ محنت اور ریاضت برداشت کرسکے اور یہ بیان اس قول میں ہے وَلَنْ یَّبْلُغَهَا اِلَّا غُذَافِرَةٌ اور چاہیئے کہ طالب عالی ہمت ہو اور یہ بیان اس قول میں ہے عُرِّضْتُهَا طَامِسَ الْاَعْلَامِ مَجْهُوْلٌ اور کشوف اور واقعات میں طالب کی بصارت کامل ہو اور یہ بیان اس قول میں ہے تَرْمِیْ الْغُیُوْبَ بِعَیْنَیْ مُفْرِدٍ لَّقِقٍ آخر اشعار تک پھر اس قصیدہ میں یہ بیان ہے کہ چاہیئے کہ طالب میں اللہ تعالیٰ کی جانب جذب ہو اور اللہ تعالیٰ کے شوق میں اُسکو وجد ہو جب یہ شرطیں طالب میں پائی جاویں تو اسکو سعادت ابدیہ حقیقہ حاصل ہوسکتی ہے اور اسی بنا پر یہ قول بھی ہے مستی ولہ شرط طریق افتادست نہ بے مست شدن کار کسے نکشادہ است یعنی راہ پانیکے لئے مستی اور بیخودی شرط ہے بغیر مست ہوئے کسی کام کا انجام نہوا ہے اور یہ امر اسطرح ثابت کیا کہ تشبیہ دی ناقہ کے دوڑنیکے ساتھ حرکات شتر مرغ کے اُسکا بچہ مرگیا ہو عین بوقت اشتداد حرارت دنیں تا اشارہ کرے طرف حرارت مطلب کے اور ختم کیا اس بیان کو اپنے اس قول میں عَنْ تَرَاقِیْهَا رَعَایِیْلٌ پھر اُس قصیدہ میں اس امر کا بیان شروع کیا ہے جو سالک سے حقوق شریعت و طریقت ادا کرنیمیں تقصیر ہوتی ہے اور اُس سے اُسکے دوستوں اور اقارب کو نفع نہیں ہوتا اور یہ بیان اس قول میں ہے تَسْعٰی الْوُشَاةُ جَنَابَیْهَا الخ اور یہ بیان اس قول میں بھی ہے وَقَالَ کُلُّ خَلِیْلٍ کُنْتُ اُمْلُهٗ پھر اس امر کا بیان شروع کیا جو سالک کی حالت اسوقت ہوتی ہے جب اسکو کامل توکل حاصل ہوتا ہے اور اُسکی التجا شیوخ کاملین سے رہا کرتی ہے اور وہ سالک توبہ اور استغفار میں مشغول رہتا ہے اور یہ بیان قصیدہ کے اس قول میں ہے اُنْبِئْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ الخ اور یہ بیان اس قول میں بھی ہے فَقَدْ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ مُعْتَذِرًا پھر اس قصیدہ میں اسطرف اشارہ کیا ہے کہ طالب کو چاہیئے کہ شیخ کیساتھ ادب کا لحاظ رکھے اور یہ بیان اس قول میں ہے لَقَدْ اَقُوْمُ مَقَامًا لَّوْ یَقُوْمُ بِهٖ اور تجدید بیعت کیطرف اس قول میں اشارہ کیا ہے حَتّٰی وَضَعْتُ یَمِیْنِیْ الخ پھر یہ بیان کیا کہ جب شیخ رسول ہو جامع احکام شریعت و طریقت کا تو ایسے شیخ کے ادب کی رعایت زیادہ ضرور ہے باعتبار حقوق اُس شیخ کے کہ صرف ولی ہو۔

عیب نہیں مثلاً حقیقت جسم کی جوہر قابل ابعاد ثلثہ ہو وہ حقیقت سگ و خنزیر میں نجس نہیں یعنی سگ و خنزیر کا جسم عوارض کے سبب سے نجس ہے اُسکی مثال یہ ہے کہ پانی بنفسہ پاک ہو مگر پانی میں جب نجاست پڑجاتی ہے تو وہ پانی ناپاک ہوجاتا ہے چنانچہ یہی مضمون اس شعر میں مذکور ہے ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی ۔ یعنے وجود کے ہر مرتبہ کیلئے ایک خاص حکم ہے اگر وجود کے مراتب میں تو فرق نہ کرے تو زندیق ہو پس اگر مخاطب عوام سے ہو تو اُسکے نزدیک یہ مسئلہ بیان نہ کرنا چاہیے بلکہ اس سے پرہیز واجب ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ سننے سے عوام ملحد اور زندیق ہوجاوینگے چنانچہ صحیح بخاری کے کتاب العلم میں ایک باب ہو اس باب میں یہ بیان ہو کہ شرعاً جائز ہے کہ بعضے مسائل علمیہ بعضے لوگونسے کہنا چاہیئے اور بعضے لوگونسے نہ کہنا چاہیے بخاری کے اس باب میں حضرت معاذؓ کی حدیث میں ہے۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِیْفُہٗ عَلَی الرَّحْلِ فَقَالَ یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْكَ قَالَ یَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْكَ ثَلٰثًا قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا اُخْبِرُ بِہِ النَّاسَ فَیَسْتَبْشِرُوْا قَالَ اِذًا یَّتَّكِلُوْا یعنی حضرت انسؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت معاذؓ ایک ہی اونٹ پر سوار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بن جبل تو حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ اے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خدمت کیلئے حاضر ہوں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ تو پھر حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ اے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خدمت کیلئے حاضر ہوں تین مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو پکارا اور تینوں مرتبہ حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ اے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم خدمت کیلئے حاضر ہوں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے سچے دلسے گواہی دیوے کہ سوا اللہ تعالےٰ کے دوسرا کوئی معبود قابل بندگی کے نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیغمبر خدا کے ہیں تو اسکی جزا یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کو اُسپر حرام کردیگا حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا لوگوں کو اسکی خبر نہ کردوں اس خبر سے لوگ خوش ہونگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سُن لینے سے اسی پر لوگ بھروسا کرلیں گے **تاویل قصیدہ بانت سعاد** اس قصیدہ کے شروع میں جو لفظ سعاد کا مذکور ہے اُس سے یہ چیزیں مراد ہیں دنیا کا مال و جمال اور دنیا کی لذتیں شروع قصیدہ میں سعاد کا اسقدر وصف مذکور ہے کہ کسی معشوقہ محبوبہ کا اعلیٰ درجہ کا وصف ہوسکتا ہے ظاہر ہو کہ اولاً ہر شخص کو ایسے

کا مسئلہ صراحۃً ثابت نہیں بلکہ علماء ظاہر نے ان ہی اقوال سے صوفیہ کا قول رد کیا ہی اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو کلام پاک ہی اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ اس کلام پاک سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اشیا میں غیریت ہی اسواسطے کہ محیط اُس چیز سے غیر ہوتا ہی جسپر اُسکا احاطہ ہوتا ہی ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک ہی کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر چیز آئندہ ہلاک ہوجاویگی اور یہ مراد نہیں کہ ہر چیز بالفعل ہلاک ہی یعنے اس سے یہ مقصود نہیں کہ ہر چیز بالفعل نیست و نابود ہے اس مدعا کے ثبوت کیلئے یہ دلیلیں ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ یعنی ہر نفس موت کے مزے کو چکھنے والا ہی اور یہ ظاہر ہے کہ ہر نفس بالفعل نیست و نابود نہیں بلکہ فی الحال موجود ہے البتہ آئندہ ہر نفس ہلاک ہوگا اور یہ بھی اللہ تعالےٰ کا کلام پاک ہے وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَہٗ اَجْمَعِیْنَ یعنے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ موسیٰ اور انکے ساتھ کے سب لوگونکو میں نے بچا لیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت وہ لوگ نیست و نابود نہ تھے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے کَمْ اَھْلَکْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِھِمْ یعنے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگونکے قبل اکثر زمانہ کے لوگونکو ہمنے ہلاک کیا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگونکے بارہ میں فرمایا ہے کہ ان لوگونکے قبل اکثر لوگ ہلاک کئے گئے وہ لوگ اپنے زمانہ میں نیست و نابود نہ تھے بلکہ اُسوقت اُن لوگوں کے قبل کے لوگ ہلاک ہوچکے تھے اور یہ جو کلام ہے کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہی اس کلام سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کی عبادت باطل ہے اس کلام سے یہ مقصود نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز بنفسہ باطل ہی اسواسطے کہ قرآن شریف میں ہے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا اے میرے پروردگار تو نے ان چیزوں کو باطل نہیں بنایا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ کوئی مخلوق باطل نہیں اور ایسا ہی جو یہ کلام ہی لَھَبَطَ عَلَی اللّٰہِ اس کلام پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر تملوگ نیچے کی ساتویں زمین تک رسّی لٹکاؤ تو وہاں بھی وہ رسی اللہ تعالیٰ پر پہونچے گی تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ رسی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری چیز ہے اور ایسا ہی یہ کلام بھی ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ منھ کسیطرف رہنے نے تو وحدت وجود کا مسئلہ اس کلام کے بھی خلاف ہے اسواسطے کہ وحدت وجود کی بنا اسپر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرف ہے نہ یہ کہ صرف ایک طرف ہے مثلاً صرف منھ کسیطرف ہی حاصل کلام ان اقوال سے وحدت وجود کا مسئلہ ثابت نہیں اس مسئلہ کا دارومدار حضرات صوفیہ کے صرف کشف و شہود پر ہے البتہ محققین صوفیہ نے اس مسئلہ کو ایسے طور پر ثابت فرمایا ہی کہ وہ بیان کسیطرح سے خلاف شرع نہیں محققین صوفیہ کا یہ کلام ہے کہ وجود مطلق جو عین ذات حق ہے اُسکے چند مراتب ہیں یعنی وجود مطلق کہیں مرتبہ واجب میں ہی اور کہیں مرتبہ ممکن و حادث و قدیم و مجرد و مادی جو مومن و کافر و سگ و خنزیر میں ہی اور وجود مطلق بنفسہ ان قیود سے مبرا ہے اور بذاتہ وجود مطلق میں بھی کچھ نقص و

سورۃ السجدہ سورۃ القصص سورۃ الشعرا سورۃ آل عمران سورۃ آل عمران

کے ساتھ متحد ہے تو اس کلام سے کفر لازم آتا ہے اور اگر اُس شخص کی مراد یہ ہے کہ تمام چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی صفتوں کا ظہور ہے جیسا کہ جب کوئی شخص آئینہ میں اپنی صورت دیکھتا ہے تو جو صفتیں اُسکی صورت کے متعلق ہوتی ہیں وہ صفتیں آئینہ میں ظاہر ہو جاتی ہیں تو ایسی حالت میں اس کلام سے کفر لازم نہیں آتا ہے لیکن اس کلام سے ایسے ایک امر کا گمان ہوتا ہے جو خلاف شرع ہے اسواسطے یہ کلام مجلسوں میں شائع کرنا مناسب نہیں علی الخصوص جب عوام کی مجلس ہو تو نہایت نامناسب ہے کہ یہ کلام وہاں شائع کیا جاوے اسواسطے کہ عوام باتوں میں غور نہیں کرتے یعنی اُنکا خیال ظاہر معنے کیجانب ہوتا ہے تو اس کلام سے عوام کا عقیدہ فاسد ہو جاویگا۔ فِی الْبُخَارِیِّ فِیْ کِتَابِ الْعِلْمِ عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ مَوْقُوْفًا وَرُوِیَ فِیْ بَعْضِ الْکُتُبِ مَرْفُوْعًا حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ یُّکَذَّبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ یعنی صحیح بخاری کی کتاب العلم میں ہے کہ روایت ہے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے موقوفاً اور بعض کتابوں میں یہ روایت مرفوع ہے کہ لوگوں سے ایسی باتیں کہو جس کو وہ لوگ سمجھ لیویں کیا تم لوگ اس سے خوش ہو کہ اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول نے جو بات نہیں کہی ہے وہ جھوٹی بات اللہ اور اُسکے رسول کی بات کہی جاوے یعنی جب عوام سے کوئی مشکل مسئلہ بیان کیا جاویگا اور وہ مسئلہ پیچیدہ عبارت میں کہا جاویگا تو ممکن ہے کہ وہ لوگ اُس مسئلہ کو غلط طور پر سمجھ لیویں اور غلط فہمی سے دوسرے لوگوں سے کہیں کہ اللہ اور رسول نے یہ بات فرمائی ہے حالانکہ وہ بات اللہ اور رسول کی نہ ہو مسئلہ وحدت وجود کا ذکر شرع میں صراحۃً نہیں مسئلہ وحدت وجود کی تصریح نہ قرآن شریف میں ہے نہ حدیث شریف میں ہے مسئلہ وحدت وجود کی بنا حضرات صوفیہ کے صرف کشف وشہود پر ہے اہل تصوف نے اس غرض سے کہ اُنکے کشف اور شہود کی تائید ہووے ثابت کیا ہے کہ مسئلہ وحدت وجود کا قرآن شریف اور حدیث شریف سے مفہوم ہوتا ہے مثلاً حضرات صوفیہ کے نزدیک مسئلہ وحدت وجود کا ان اقوال سے ثابت ہوتا ہے اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ یعنے آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں پر محیط ہے کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ یعنے اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاکت میں ہے اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ یعنے آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب چیز باطل ہے اِنَّکُمْ لَوْ دَلَّیْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَی الْاَرْضِ السَّابِعَۃِ السُّفْلٰی لَھَبَطَ عَلَی اللّٰہِ یعنی اگر تم لوگ نیچے کی ساتویں زمین تک رسی لٹکاؤ تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ پر پہنچے گی وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلَا یَبْزُقَنَّ اَمَامَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ قِبَلَ وَجْھِہٖ یعنے تم لوگوں میں سے جب کوئی شخص نماز پڑھے تو چاہیئے کہ وہ اپنے سامنے نہ تھوکے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ اُسکے منہ کے سامنے رہتا ہے حضرات صوفیہ کے نزدیک ان اقوال سے وحدت وجود کا مسئلہ ثابت ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان اقوال سے وحدت وجود

سورہ حم السجدہ سورہ قصص

کلام مبارک کا مضمون ہے یہ کلام شکستگی نفس کے بارہ میں وارد ہوا ایک شخص کسی فاضل معتبر کا قول نقل کرتا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب اوطاس سے واپس تشریف لائے تو یہ کلام اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس شخص کا یہ گمان ہے کہ جہاد اصغر سے مراد اوطاس سے رجوع کرنا ہے۔

جواب صوفیہ کی کتابوں میں یہ کلام اکثر پایا جاتا ہی اور یہ انکے نزدیک حدیث نبوی ہی بلکہ بعض علماء محدثین نے بھی یہ عبارت ذکر کی ہے اس غرض سے کہ اس عبارت سے ثابت ہوتا ہی کہ نفس کے ساتھ جہاد کرنا افضل ہے مگر مجکو یاد نہیں کہ حدیث کی کسی کتاب میں یہ عبارت میں نے دیکھی ہی بہرحال جہاد اکبر سے یہ مراد نہیں کہ جہاد سے فارغ ہوکر واپس آئے بلکہ جہاد اکبر سے یہ مراد ہی کہ نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کیا جاوے یہ تفسیر صوفیہ کے خیال کے مطابق ہے چنانچہ اس بیان کے لئے صحیحین کی یہ حدیث صحیح شاہد ہے اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ یعنی کامل مجاہد وہ ہی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے اس سے مراد یہ ہی کہ جب نفس کی خواہش ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں تکلیف برداشت نہ کیجاوے تو چاہیئے کہ ایسی حالت میں نفس کی خواہش کے موافق نکیا جاوے بلکہ نفس کی مخالفت کرنا چاہیئے اور چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کیجاوے ظاہر ہے کہ ایسے مقامات میں مسند الیہ معرف باللام ہوتا ہے صرف اس غرض سے کہ مسند الیہ کا فرد کامل سمجھا جاوے اسکی اکثر مثالیں ہیں ایک مثال یہ ہی اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَاجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ یعنی کامل مسلمان وہ ہے جس سے مسلمان سلامت رہیں یعنی مسلمانوں کو اس سے نقصان نہ پہونچے اور کامل مہاجر وہ ہی جو ان چیزوں سے پرہیز کرے جنکو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور جمیع علما کے خیال کیخلاف ہی کہ جہاد اکبر سے مراد جہاد سے فارغ ہوکر آنا ہی اور سلیقہ کتاب ذاتی و عبارت شناسی اس خیال سے بالکل متنفر ہی اس واسطے کہ مراجعت یعنی واپس آنا لفظ رجعنا سے مفہوم ہوتا ہی اور جہاد اصغر ابتدا کی غایت ہی اور جہاد اکبر انتہا کی غایت ہی اور دونوں غایت جس چیز کی غایت ہوتی ہی اس سے مغائر ہوا کرتی ہی اس سے یہ معلوم ہوا کہ دونوں جہاد اصغر اور جہاد اکبر مراجعت یعنی واپسی سے مغائر ہیں اس بیان کو بغور سمجھنا چاہیئے۔

سوال مسئلہ وحدت وجود میں علما کیا فرماتے ہیں جو مسلمان عاقل بالغ وحدت وجود کا اعتقاد رکھے اور یہ کہے ہمہ اوست یعنی سب وہی اللہ تعالیٰ ہے تو اس کلام سے وہ مسلمان کافر ہوجاویگا یا نہیں آپ علما اس مسئلہ کا جواب فرماویں اللہ تعالیٰ آپ صاحبوں کو اسکا اجر مرحمت فرماوے۔

جواب وحدت وجود اور ہمہ اوست کا ظاہر معنی خلاف شرع ہے جو شخص اسکا قائل ہو اگر اسکا اعتقاد ہو کہ حق تعالیٰ نے تمام چیزوں میں حلول فرمایا ہے یا اس شخص کا عقیدہ ہو کہ تمام اشیا اس ذات مقدس

شفیع ایک قطعۂ زمین خرید کرے اور وہ خریدار صرف دوسرا قطعۂ زمین خریدے یہ امام ابوحنیفہ کا قول اول ہے لیکن آپ کا آخر قول یہ ہے اور صاحبینؒ کا بھی یہی قول ہے کہ شفیع کو اختیار ہے کہ وہ صرف وہی قطعۂ زمین خرید کرے جس میں اس کا حق شفعہ ہوتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

سوال حضرت ابوبکر صدیقؓ کیطرف سے ایک کاغذ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ حضرت صدیقؓ نے فرمایا ہے کہ اس کاغذ میں جسکا نام ہے آپ انکی بیعت فرمالیں تو حضرت علے کرم اللہ وجہ نے فرمایا وَاِنْ کَانَ عُمَرَ یعنی اس کاغذ میں اگرچہ حضرت عمرؓ کا نام ہو تب بھی میں نے اُن کی بیعت قبول کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ اس امر کے لئے زیادہ قابل نہ تھے کہ آپ کی بیعت قبول کی جاتی چنانچہ ایسا ہی مقام میں کہا جاتا ہے اَکْرَمْتُ زَیْدًا وَاِنْ کَانَ جَاھِلًا یعنی میں نے زید کی تعظیم کی اگرچہ وہ جاہل ہے اور بھی اس کی اکثر مثالیں ہیں۔

جواب وَاِنْ کَانَ کے لفظ سے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی مراد یہ تھی کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ کی کامل اطاعت قبول کرلی حضرت عمرؓ احکام شرعیہ میں زیادہ تشدد فرماتے ہیں اور ایسے صاحبوں کی متابعت دشوار ہوتی ہے تاہم حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ہوگا کہ حضرت عمرؓ کی بیعت قبول کیجائے تب بھی میں نے آپکی بیعت قبول کرلی چنانچہ ایسا لفظ اسی معنی میں صحیح روایت سے اس حدیث میں بھی ہے لَا تَعُقَّنَّ وَالِدَیْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ عَنْ اَھْلِكَ وَمَالِكَ یعنی اپنے والدین کو رنج نہ دو اگرچہ وہ حکم کریں کہ تم اپنا اہل اور مال چھوڑ دو اور اسی حدیث میں اس قسم کے دوسرے الفاظ بھی ہیں لَا تُشْرِكَنَّ بِاللّٰہِ وَاِنْ حُرِّقْتَ اَوْ قُطِّعْتَ یعنی اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دو اگرچہ جلائے جاؤ یا ٹکڑے ٹکڑے کردیے جاؤ اور اس سوال کا یہ بھی جواب ہے کہ لفظ وَاِنْ کَانَ عُمَرَ کا احادیث کے کتب معتبرہ میں نہیں بلکہ اُسکے خلاف اسطرح ہے اِنَّ عَلِیًّا لَمَّا اُتِیَ بِالصَّحِیْفَۃِ مِنْ قِبَلِ الصِّدِّیْقِ لِیُبَایِعَ مَنْ فِیْھَا قَالَ لَا نَرْضٰی اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ عُمَرُ فَقَالَ الصِّدِّیْقُ وَھُوَ عَلٰی مِنْشَرِ بَتِہٖ کَاَنَّہٗ عُمَرُ ھٰکَذَا فِیْ اُسْدِ الْغَابَۃِ فِیْ مَعْرِفَۃِ الصَّحَابَۃِ یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف سے ایک کاغذ لکھا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہ کے پاس آیا اور آپ سے کہا گیا کہ اس کاغذ میں جسکا نام لکھا ہے اُسکی بیعت آپ قبول کرلیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا کہ میں اسپر راضی نہیں سوا اسکے کہ اگر حضرت عمرؓ کا نام اس کاغذ میں ہو تو البتہ میں نے آپکی بیعت قبول کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے بالاخانہ پر سے فرمایا کہ یہی خیال کرنا چاہیے کہ جسکا نام اس کاغذ میں ہے گویا وہ حضرت عمرؓ ہیں ایسا ہی اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں حضرت عمرؓ کے بیان میں ہے۔

سوال رَجَعْنَا مِنَ الْجِھَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِھَادِ الْاَکْبَرِ یہ کلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا آپ کے

ہے جو مال حرام ہے اور یہی قباحت اُس صورتمیں بھی لازم آتی ہو کہ قاضی یا کسی دوسرے حاکم کو رشوت دیجاوے دوسرا امر یہ ہے کہ سود دینے والا اس امر کیلئے باعث ہوتا ہے کہ دارالاسلام میں سود رواج پاوے اور علمانے یہ جائز قرار دیا ہے کہ بحالت اضطرار دارالاسلام میں بھی سود دیا جاوے غرضکہ سود لینے اور دینے میں بہت فرق ہے اگرچہ اصل گناہ دونوں امر میں ہے۔

سوال ایک حویلی فروخت کیجاتی ہے اُس میں چند مکانات ہیں اُس حویلی میں چند لوگوں کا حق شفعہ ہوتا ہے منجملہ اُن لوگوں کے ایک شفیع اپنا حق شفعہ چاہتا ہے اور باقی سب لوگوں نے اجازت دیدی ہے کہ وہ حویلی فروخت کیجاوے اور جو شفیع اپنے حق شفعہ کا خواستگار ہے اُس کو منظور نہیں کہ کل حویلی خرید کرے بلکہ اُس کی غرض ہے کہ صرف وہی مکان خرید کرے جو اُس کی زمین کے متصل ہے اور خریدار اس معاملہ پر راضی نہیں کہ حویلی متفرق فروخت ہو بلکہ خریدار شفیع سے کہتا ہے کہ تم کل حویلی خرید کرلو ورنہ شفعہ سے دست بردار ہو جاؤ تو کیا شفیع اس امر کا مستحق ہے کہ وہ کل حویلی خرید نہ کرے بلکہ صرف وہی مکان خریدے جو اُس کی زمین کے متصل ہے۔

جواب اس مسئلہ میں اختلاف ہے مختار الجوابات میں لکھا ہے کہ فتویٰ اسپر ہے کہ جب دو قطعہ زمین فروخت کیجاوے تو شفیع کا حق یہ ہے کہ جس قطعہ زمین میں اُسکا حق شفعہ ہوتا ہو وہی خرید کرے اور باقی خرید نہ کرے فِی مُخْتَارِ الْجَوَابَاتِ رَجُلٌ بَاعَ اَرْضَیْنِ وَاَرْضُ کُلٍّ مِّنَ الشَّفِیْعَیْنِ مُلَاصِقٌ بِاَحَدِ الْاَرْضَیْنِ کَانَ لِلشَّفِیْعِ اَنْ یَّاْخُذَ الْاَرْضَ الَّتِیْ تُلَاصِقُ اَرْضَهٗ دُوْنَ الْاُخْرٰی اِذَا کَانَ الْاٰخَرُ یَطْلُبُ شُفْعَةَ مَا کَانَتْ تُلَاصِقُ اَرْضَهٗ وَاِنْ کَانَ لَا یَطْلُبُ یُقَالُ لِهٰذَا الطَّالِبِ اِمَّا اَنْ تَاْخُذَ الْکُلَّ اَوْ تَدَعَ الْکُلَّ اِذَا لَمْ یَرْضَ الْمُشْتَرِیْ بِتَفْرِیْقِ الصَّفْقَةِ هٰذَا اَقْوَلُ بِحَنِیْفَةَ الْاَوَّلُ اَمَّا عَلٰی قَوْلِهِ الْاٰخِرِ وَهُوَ قَوْلُهُمَا اَنْ یَّاْخُذَ مَا کَانَ شُفْعَتُهٗ وَبِهٖ یُفْتٰی یعنی مختار الجوابات میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے دو قطعہ زمین فروخت کی اور اس معاملہ میں دو شخص کا حق شفعہ ہوتا ہے ایک شفیع کی زمین کسی ایک قطعۂ زمین کے ساتھ متصل ہے اور دوسرے شفیع کی زمین دوسرے قطعہ سے ملی ہوئی ہے تو ہر شفیع مستحق ہے کہ اُسکی زمین سے جو زمین متصل ہے وہی خرید کرے اور دوسرا قطعہ نہ خرید کرے یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ دوسرا شفیع بھی چاہتا ہو کہ دوسرا قطعہ زمین خرید کرے جو اُسکی زمین سے متصل ہے اور اُس میں اُسکا حق شفعہ ہوتا ہے لیکن جب دوسرا شفیع اپنے حق شفعہ کا خواستگار نہو تو جو شفیع اپنے حق شفعہ کا خواستگار ہوگا اس سے کہا جاویگا کہ تم سب زمین خرید کرو ورنہ سب زمین چھوڑ دو یہ حکم اس حالت میں ہوگا کہ خریدار اس امر پر راضی نہ ہو کہ

باطل پر ہیں اور فرقۂ ناجیہ کا عقیدہ اور عمل باطل نہیں مگر یہ بھی جاننا چاہئے کہ فرقۂ ناجیہ خاص وہی لوگ ہیں جنکے اعتقاد اور عمل میں ہرگز بدعت نہیں یہ مضمون جواب ثانی سے مفہوم ہوتا ہے یا یہ خیال کرنا چاہئے کہ صرف با عتبار اعتقاد کے فرق ہی یعنی فرقۂ غیر ناجیہ کا اعتقاد باطل ہے اور فرقۂ ناجیہ کا اعتقاد صحیح ہے تو یہ مضمون پہلے جواب کا حاصل ہوا اور اسی وجہ سے ہم نے شروع کلام میں کہا کہ پہلا جواب زیادہ مرجح اور قوی ہے۔

سوال دار الحرب کے کفار کو سود دینا درست ہے یا نہیں۔

جواب کتب فقہ کی عبارت عام ہے سود دینے اور لینے دونوں کو شامل ہے مثلاً کَرِبَوٰا بَیْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِیِّ فِیْ دَارِ الْحَرْبِ یعنے دار الحرب میں مسلمان اور حربی کافر کے درمیان سود کا معاملہ ناجائز نہیں اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اپنے رسالہ میں سود دینے کی توجیہ لکھی ہے وہ اسوقت فقیر کو یاد نہیں لیکن ظاہر ہے کہ کافر حربی سے سود لینا حلال ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ کافر حربی کا مال مباح ہی بشرطیکہ کافر حربی کا مال لینے میں عہد شکنی ہونیکا احتمال نہو یعنی ایسا معاملہ نہو کہ اس کافر حربی کیساتھ اہل اسلام نے عہد کر لیا ہو کہ اُسکا مال وغیرہ ناجائز طور پر نہ لیں گے اسواسطے کہ ایسی حالت میں اگر ناجائز طور پر اس کافر حربی کا مال لیا جاویگا تو عہد شکنی ہوگی تو جبکہ کافر حربی خود بخود اپنا مال سود میں دیوے تو وہ مال بلا شبہہ حلال ہے اور کفار حربی کو سود دینا بھی جائز ہے اسکی وجہ یہ ہی کہ مال حرام مسلمانوں کو کھلانا ناجائز ہے اور جو چیزیں ہمارے یہاں حرام ہیں اُنکو کفار حربی خود کھاتے ہیں تو اگر اُنکو کچھ بطور سود کے دیا جاوے تو صرف یہی لازم آویگا کہ جو چیز ہمارے یہاں حرام ہے کفار حربی اس معاملہ کے ذریعہ کھاوینگے اور جو کفار ذمی ہیں یعنی اہل اسلام سے پناہ لیکر دار الاسلام میں ہیں تو اگرچہ جو چیز ہمارے یہاں حرام ہے وہ چیز کفار ذمی کھاتے ہیں مگر کفار ذمی کو دار الاسلام میں سود دینا حرام ہے اسکا سبب یہ ہے کہ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ سود کے معاملہ کو دار الاسلام میں رواج دیتا ہے اور دار الحرب میں کافر کو سود دینے سے یہ نقص لازم نہیں آتا اسواسطے دار الحرب میں کافر کو سود دینا مباح ہے اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ سود دینا بالتبع حرام ہی اسواسطے کہ سود دینے میں کسی دوسرے کا مال نہیں لیا جاتا بلکہ اپنا مال دینا ہوتا ہے اور اگرچہ اپنا نقصان ہو تب بھی اپنا مال دینا مباح ہی علی الخصوص جب غرض ہو کہ مال دینے سے حاجت روائی ہو یا کسی کے ظلم سے محفوظ رہیں تو اس غرض سے اپنا مال دینے میں کچھ بھی حرج نہیں صرف دوم سے سود دینا حرام ہوا ہی اول امر یہ ہی کہ سود دینے والا غیر کو حرام کھلاتا ہے یعنی جب وہ سود دیتا ہے تو اس فعل حرام کا باعث ہوتا ہی کہ دوسرا شخص اُسکے ذریعہ سے سود کھاتا

متاخرین محققین نے امام غزالی کے اس جواب کی اصلاح کی ہے تقریر مذکورۂ بالا کے موافق اس جواب کو بھی قرار دیا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس جواب میں بھی اب کچھ خلل نہ ہوگا تیسرا جواب اس سوال کا یہ ہے کہ اس حدیث میں جو یہ عبارت ہے کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اسکا معنیٰ یہ ہے کہ ہر ایک فرقہ کا ہر ایک شخص دوزخ میں داخل کیا جاویگا تو اس عبارت کا مفہوم ایجاب کلی ہے اور اس عبارت کے بعد جو مستثنیٰ ہے اِلَّا وَاحِدَۃً اس سے مراد یہ ہے کہ ایجاب کلی اس ایک فرقۂ ناجیہ سے رفع کی گئی ہے اور ایجاب کلی کا رفع اس صورت میں بھی ہو جاتا ہے کہ اس کلی کیخلاف کوئی جزئی صادق ہو جاوے اور یہ امر ظاہر ہے تو اِلَّا وَاحِدَۃً کا معنی یہ ہوا کہ اس فرقۂ ناجیہ کا ہر ہر شخص دوزخ میں داخل نہ کیا جاویگا اگرچہ بعض اشخاص تقصیر اعمال کے سبب سے دوزخ میں داخل ہوں اب یہ شبہہ زائل ہو جاتا ہے فرقۂ ناجیہ اور فرقۂ غیر ناجیہ میں یہی فرق ہے کہ سب فرقۂ غیر ناجیہ کے کل اشخاص دوزخی ہونگے اور فرقۂ ناجیہ کے سب اشخاص دوزخ میں داخل نہ ہونگے اور باعتبار اعمال کے فرقۂ ناجیہ اور فرقۂ غیر ناجیہ میں فرق ممکن نہیں اسواسطے کہ اعمال سب فرقہ کے مشترک ہونگے تو فرقۂ ناجیہ اور فرقۂ غیر ناجیہ میں فرق یہی ہے کہ فرقۂ ناجیہ کا عقیدہ صحیح ہے اور فرقۂ غیر ناجیہ کے عقائد صحیح نہیں تو بالآخر اس جواب اور پہلے جواب کا حاصل ایک ہی ہوا اور سب جوابوں میں بہتر ایک دوسرا جواب ہے جو کتابوں اور حواشی میں مذکور نہیں اور اس جواب میں حدیث کا جو معنی کہا جاتا ہے وہ عرب کے استعمال قدیم کے موافق ہے اور اس استعمال کا ثبوت دوسری حدیثوں سے بھی ہوتا ہے اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں جو یہ عبارت ہے کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اس سے یہ مراد ہے کہ یہ سب فرقے باطل ہونگے لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں چیز آگ میں ہے اس سے اُن لوگوں کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ چیز باطل ہے چنانچہ حدیث صحیح میں ہے اَلْعَذَاءُ فِی النَّارِ اسکا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ زبان درازی آگ میں ہے اور اس سے اصل مراد یہ ہے کہ زبان درازی باطل ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا یعنی جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں تو اُس کے سوا کوئی دوسرا امر نہیں کہ وہ لوگ اپنے شکم میں آگ کھاتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ باطل حرام کھانا کھاتے ہیں اسواسطے کہ یہ ظاہر ہے کہ یتیم کا مال فی الواقع آگ نہیں اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہاں کھانے کا معنیٰ مجازی مراد ہے اسواسطے کہ اس آیت میں صاف مذکور ہے کہ اپنے شکم میں کھاتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ کھانے کا معنی مجازی مراد نہیں تو اس جواب میں جس حدیث کی تحقیق منظور ہے اُسکا معنیٰ یہ ہوا کہ اگرچہ کسی فرقۂ غیر ناجیہ کا صرف دو ایک عقیدہ باطل ہو تب بھی سمجھنا چاہیئے کہ سب فرقۂ غیر ناجیہ طریقہ

کے بارہ میں بھی یہی مراد ہے کہ اس اُمت میں بہتّر فرقے ہونگے اُن سب فرقوں میں فرق باعتبار عقائد کے ہوگا یعنی ایک فرقہ کا جو عقیدہ ہوگا اُسکے خلاف دوسرے فرقہ کا عقیدہ ہوگا علیٰ ہذا القیاس سب فرقوں کے عقائد مختلف ہونگے کسی فرقہ کا عقیدہ دوسرے فرقے کے عقیدہ کے موافق نہوگا انمیں بہتّر فرقے کے عقائد فاسد ہونگے وہ سب فرقے اپنے فاسد عقائد کے سبب سے دوزخی ہونگے اور ایک فرقہ کا عقیدہ صحیح ہوگا اور وہ فرقہ ناجیہ ہے وہ فرقہ اپنے عقیدہ کے سبب سے مستوجب دوزخ کا نہوگا بلکہ وہ فرقہ اپنے نفس عقیدہ کے اعتبار سے قابل نجات کے ہوگا اگرچہ ممکن ہے کہ اس فرقہ کے بعض گنہگار لوگ اپنے گناہ کے سبب سے کچھ دن دوزخ میں رہیں لیکن پھر وہ لوگ اپنے گناہوں کی سزا پاکر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہشت میں داخل کیے جاوینگے دوسرا جواب اس سوال کا یہ ہے اور یہ جواب حضرت امام غزالی نے اختیار فرمایا ہے اور محققین محدثین نے بھی یہ جواب پسند فرمایا ہے یہ جواب اسطور پر دیا گیا ہے کہ فرقہ ناجیہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو مطلقاً دوزخ میں داخل نہ کیے جاوینگے نہ بوجہ اپنے عقیدہ کے نہ بسبب اپنے عمل کے بلکہ قیامت کے دن بغیر عذاب کے وہ لوگ بہشت میں داخل کیے جاوینگے خواہ اُنکے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرماویگا یا بعوض گناہوں کے ان لوگوں کو صرف یہی تکلیف ہوگی کہ قیامت میں خوف ان لوگوں کو بھی رہیگا اور وہ لوگ تبرکی سختی میں مبتلا کیے جاوینگے یا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اُنکے گناہ نیست و نابود کردیے جاوینگے اور اس فرقہ کے لوگ صرف خواص اہلسنت ہونگے کہ عقیدہ اور عمل میں اُن لوگوں نے بدعت کی راہ اختیار نہ کی ہوگی اگرچہ احتمال ہے بعض تقصیرات فرعیہ اُن لوگوں سے بھی سرزد ہوئی ہونگی اور اس فرقہ کی یہ تفسیر جو حدیث میں ہے نہایت چسپاں ہے اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ یعنی فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہوں گے جو اس طریقہ پر ہوں گے جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں اسواسطے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں بھی بعض لوگوں سے طاعت میں قصور ہوا اور بعض گناہ سرزد ہوئے مگر اُس زمانہ میں بدعت نہ تھی نہ عقیدہ میں بدعت تھی نہ عمل میں بدعت تھی اور امام حجۃ الاسلام غزالیؒ نے اس جواب میں یہ قید بڑھادی ہے کہ فرقہ ناجیہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو بغیر حساب اور بغیر شفاعت کے بہشت میں داخل کیے جاوینگے لیکن اس صورت میں دائرہ نجات بہت تنگ ہوجاتا ہے اور حدیث شریف میں فرقہ ناجیہ کی تعریف یہ ہے اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ یہ بھی اس معنی سے مناسب نہیں اسواسطے کہ دلائل عقلیہ کیخلاف ہے کہ سب صحابہؓ بغیر حساب اور بغیر شفاعت کے بہشت میں داخل ہونگے اسواسطے

اعتبار کیا جاوے خواہ عمل کے ساتھ اعتقاد پر بھی لحاظ ہووے اور یہ امر ظاہر ہے اسواسطے کہ مثلاً یہ سب گنہگاران جدا جدا فرقہ ہیں یعنی داڑھی منڈانیوالے اور ریشمی کپڑا پہننے والے اور نماز ترک کرنے والے اور روزہ نہ رکھنے والے اور زکوٰۃ نہ دینے والے اور حج نہ کرنیوالے اور زانی اور لواطت کرنے والے اور شرابخور اور جوا کھیلنے والے اور چور اور ڈاکو وغیرہ گنہگاران یعنی با عتبار گناہوں کی قسموں کے اس اُمت میں تہتر فرقے سے کہیں زیادہ ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں یہ مقصود نہیں کہ با عتبار عمل کے اس اُمت کے صرف تہتر فرقے ہونگے بلکہ یہ مراد ہے کہ عقیدہ کے اعتبار سے اس اُمت کے تہتر فرقے ہونگے انمیں سے ایک فرقہ کے سوا باقی اور سب فرقے اپنے اپنے عقیدۂ فاسد کیوجہ سے دوزخی ہونگے یعنی اُنکے دوزخی ہونیکا سبب یہ ہوگا کہ اُنکا عقیدۂ فاسد ہوگا بخلاف ایک فرقۂ ناجیہ کے کہ اس فرقہ کا عقیدہ حق ہے اور اس فرقہ کے لوگ اپنے عقیدۂ کے سبب سے ہرگز دوزخی نہونگے اگرچہ ممکن ہے کہ اس فرقہ کے کچھ لوگ اپنے گناہوں کے سبب سے کچھ دن دوزخ میں سزایاب ہوویں دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمایا کہ میری اُمت کے لوگ تہتر فرقے ہونگے وہ سب دوزخی ہونگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنمیں سے ایک فرقے کو مستثنیٰ فرمایا یعنی اُن تہتر فرقوں میں سے ایک فرقہ دوزخی نہوگا بلکہ وہ فرقہ دوزخ سے نجات پاویگا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقہ کی نجات کا باعث کوئی ایسا امر ہے جو اس فرقہ کے تمام اشخاص میں بالاشتراک پایا جاتا ہے اور اعتقاد کے سوا کوئی دوسرا امر نہیں جو اس فرقہ کے تمام لوگوں میں بالاشتراک پایا جاتا ہو اسواسطے کہ اس فرقہ کے لوگوں کے اعمال مختلف ہیں تیسرا قرینہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقۂ ناجیہ کی یہ تعریف فرمائی اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ یعنی فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہونگے جو اس طریقہ پر ہونگے جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایک امر بعینہٖ مشترک ہے جو اس فرقۂ ناجیہ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب میں مشترک ہے اور ظاہر ہے کہ وہ امر مشترک عقیدے کے سوا کوئی دوسرا امر نہیں چوتھا قرینہ یہ ہے کہ اس حدیث کے شروع میں روایات صحیحہ میں یہ عبارت ہے اِفْتَرَقَتِ الْیَھُوْدُ عَلٰی اِحْدٰی وَسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً وَاِفْتَرَقَتِ النَّصَارٰی عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود میں اکہتر فرقے ہوئے اور نصاریٰ میں بہتر فرقے ہوئے اور میری امت میں تہتر فرقے ہونگے اور ظاہر ہے کہ مراد یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے فرقوں میں جو فرق ہے وہ فرق با عتبار اعتقاد کے ہے تو اس اُمت

ہووے تفسیر احمدی میں ان دونوں صورتوں کے فرق کیجانب لحاظ نہ کیا گیا حالانکہ ان دونوں صورتوں میں بہت فرق ہے یعنی جب کوئی جانور خالص اللہ تعالےٰ کے نام سے ذبح کیا جاوے اور یہ ہرگز منظور نہو کہ غیر اللہ سے تقرب حاصل ہو تو ذبیحہ حلال ہوگا اور اگر یہ نیت ہو کہ غیر اللہ کا تقرب حاصل ہووے تو اگرچہ ذبح کے وقت اللہ تعالےٰ کا نام لیکر ذبح کریں تب بھی وہ ذبیحہ حرام ہوگا۔

سوال قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ ثَلٰثَۃً وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَۃً یعنی فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت میں تہتر فرقے ہونگے ایک فرقہ کے سوا اور سب فرقے دوزخی ہونگے تو اس سے کیا مراد ہے کہ ایک فرقے کے سوا باقی سب فرقے دوزخی ہونگے اگر یہ مقصود ہے کہ باقی سب فرقے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے تو یہ نص اور احادیث قطعیہ کیخلاف ہے اسواسطے کہ اہل اسلام کا کوئی فرقہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیگا اور اگر یہ مراد نہیں کہ باقی سب فرقے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ کچھ دنوں اپنے گناہوں کے موافق دوزخ میں رہیں گے تو امر مسلم ہے لیکن اسحالت میں لازم آتا ہے کہ فرقۂ ناجیہ کا کوئی شخص دوزخ کے عذاب میں مبتلا نہوگا حالانکہ اس باب میں احادیث قطعیہ وارد ہیں کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ فاسق ہونگے وہ کچھ دن دوزخ میں رہیں گے۔

جواب یہ قدیم شبہہ ہے علمانے اس شبہہ کے پانچ چھ جواب دیے ہیں وہ سب شرح عقائد للاجلال اور اسکے حواشی میں مذکور ہیں اُن سب جوابوں کا خلاصہ تین جواب ہیں جواب اوّل یہ ہے جو سب جوابوں میں زیادہ قوی اور مرجح ہے اور یہ جواب محقق دوانی نے دیا ہے انھوں نے دوسری شق اختیار کی ہے اُس جواب کا حاصل یہ ہے کہ باقی اور سب فرقے اپنے عقیدے کے سبب سے دوزخ میں داخل کئے جاوینگے اور فرقۂ ناجیہ کا کوئی شخص اپنے عقیدہ کے سبب سے دوزخ میں داخل نہ کیا جاویگا اگرچہ ممکن ہے کہ اپنے گناہونکے سبب سے دوزخ میں داخل کیا جاوے بعض لوگوں نے اِس جواب پر اعتراض کیا ہے کہ حدیث شریف سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ باقی اور سب فرقے دوزخ میں جاوینگے کوئی ایسا قرینہ نہیں جس سے یہ مفہوم ہو کہ یہ مراد ہے کہ باقی اور سب فرقے اپنے عقیدہ کے سبب سے دوزخی ہونگے اور بغیر قرینہ کے کہنا جائز نہیں کہ اس حدیث میں من حیث الاعتقاد کا لفظ مقدر ہے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہاں چار قرینے ہیں جن سے اس حدیث کا مطلب کہا جاتا ہے کہ باقی اور سب فرقے اپنے عقیدہ کے سبب سے دوزخی ہونگے اوّل یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ ثَلٰثَۃً وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً یعنی میری اُمت کے لوگ تہتر فرقے ہونگے اور باعتبار عمل کے اس اُمت کے صرف تہتر فرقے نہیں بلکہ اس سے زیادہ ہیں خواہ صرف عمل کا

حاصل ہووے مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ غیر اللہ کا نام بطریق شرکت کے ذکر کیا گیا اور ظاہر اُمور میں حکم ظاہر کے موافق ہوتا ہے ایسی حالت میں نیت کا اعتبار نہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے نام سے جدا کر کے غیر اللہ کا نام لیا جاوے یعنی غیر اللہ کا نام نہ بطور عطف کے مذکور ہووے اور نہ اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ متصل مذکور ہووے تو یہ نہ مکروہ ہے نہ حرام ہے اسواسطے کہ اس صورت میں حرام طریقۂ ذبح کیساتھ مشابہت نہیں پائی جاتی مشابہت نظاہر میں ہے نہ باعتبار معنے کے ہو مثلاً ذبح کرنیوالا بسم اللہ کہے پھر ٹھہر جاوے پھر کچھ دیر کے بعد محمد رسول اللہ کہے اور یہ منظور نہ ہو کہ اس ذبح سے غیر اللہ سے تقرب حاصل ہووے تو یہ نہ مکروہ ہی نہ حرام ہے اب ظاہر ہوا کہ صاحب ہدایہ نے اس مسئلہ کا حکم لکھا ہے جسمیں نیت ہو کہ غیر اللہ سے تقرب حاصل ہووے اور غیر اللہ کا نام اللہ تعالےٰ کے نام کیساتھ متصل نہ مذکور ہو تو اس مسئلہ کو ہمارے مسئلہ سے کچھ واسطہ نہیں ہم اُس مسئلہ کا حکم بیان کرتے ہیں کہ ذبح سے منظور ہو کہ غیر اللہ سے تقرب حاصل ہووے اور یہ حرام ہے اور ہماری بیان سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ تفسیر احمدی میں ہدایہ کا یہی قول منقول ہے اور تفسیر احمدی میں اسی قول کے بنا پر لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں جو رسم ہے کہ اولیاء اللہ کیواسطے گائے نذر کیجاتی ہے یہ حلال وطیب ہے اسواسطے کہ اگرچہ اولیاء اللہ کیلئے گائے نذر کرتے ہیں مگر جب وہ گائے ذبح کرتے ہیں تو غیر اللہ کا نام نہیں لیتے یعنی صرف اللہ تعالیٰ کا نام اُسوقت ذکر کرتے ہیں اسواسطے وہ گائے حلال ہے تفسیر احمدی میں غفلت سے یہ مسئلہ اس طور پر غلط مذکور ہو گیا ہے صاحب ہدایہ نے جو تیسری صورت لکھی ہے اُسپر لحاظ نہوا وہ صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ غیر اللہ کا نام اسطور سے ذکر کیا جاوے کہ ظاہر میں بھی غیر اللہ کا نام اللہ تعالیٰ کے نام سے جدا رہے اور باعتبار معنے کے بھی جدا رہے تفسیر احمدی میں جو صورت مذکور ہے اُسمیں غیر اللہ کا نام اللہ تعالیٰ کے نام سے باعتبار معنی کے جدا نہیں اسواسطے کہ جب گائے کے بارہ میں اولیاء اللہ کے نذر کی نیت ہوئی تو اس سے خاص یہی منظور ہوا کہ اُس گائے کے ذبح کے وسیلہ سے اولیاء اللہ کا تقرب حاصل ہووے اور ذبح کیوقت تک یہی نیت رہی تو باعتبار معنی کے ہرگز غیر اللہ کا نام اللہ تعالیٰ کے نام سے جدا مذکور نہوا اسواسطے کہ اصول فقہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ نیت کا حکم عمل میں اُسوقت تک برابر رہتا ہے جبتک کہ وہ عمل تمام ہو جاوے صاحب ہدایہ نے تیسری صورت میں اُس مسئلہ کی تحقیق لکھی ہے جسمیں خالص اللہ تعالےٰ کا نام ذکر کیا جاوے اور ہمنے اُس مسئلہ کا حکم لکھا ہے جسمیں یہ منظور ہو کہ غیر اللہ سے تقرب حاصل

تو یہ مکروہ ہے اور ایسا ذبیحہ حرام نہیں مثلاً ذبح کے وقت کہے بِسْمِ اللّٰہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس صورت میں ذبیحہ حرام نہیں اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ غیر اللہ کی شرکت نہیں تو ایسا ذبح غیر اللہ کیواسطے نہوا البتہ مکروہ ہے اسواسطے کہ بظاہر غیر اللہ کا نام اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ لایا گیا تو بظاہر صورت حرام کی ہوئی دوسری صورت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ متصل غیر اللہ کا نام لیا جاوے اور غیر اللہ کا نام بطریق عطف اور شرکت کے مذکور ہووے مثلاً کہا جاوے بِسْمِ اللّٰہِ وَاسْمِ فُلَانٍ یَا بِسْمِ اللّٰہِ وَفُلَانٍ یَا بِسْمِ اللّٰہِ وَمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ساتھ کسرہ دال کے کہے اس صورت میں ذبیحہ حرام ہوجاویگا اسواسطے کہ اُس ذبیحہ پر غیر اللہ کا نام لیا گیا تیسری صورت یہ ہو کہ غیر اللہ کا نام اس طور سے ذکر کرے کہ غیر اللہ کا نام اللہ تعالیٰ کے نام سے ظاہر اور باطن میں جدا ہو اس طور پر کہ پہلے غیر اللہ کا نام ذکر کرے پھر اُسکے بعد جانور کو لٹاوے اور بسم اللہ کہے یا ذبح کیوقت غیر اللہ کا نام لیوے اس میں مضائقہ نہیں اسواسطے کہ روایت ہے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کے بعد فرمایا اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ ھٰذِہٖ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ مِمَّنْ شَھِدَ لَکَ بِالْوَحْدَانِیَّۃِ وَلِیْ بِالْبَلَاغِ یعنی اے میرے پروردگار تو قبول فرما اس ذبیحہ کو اُمت محمدیہ کیطرف سے کہ اُن لوگوں نے تیری وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دی اور ذبیحہ کے حلال ہونیکے لئے شرط ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کیا جاوے چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ ذبح کرنیکے وقت صرف اللہ تعالیٰ کا نام لینا چاہئے یہ مضمون ہدایہ کی عبارت مذکورۂ بالا کا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب ذبح سے مقصود ہووے کہ غیر اللہ کا تقرب حاصل ہووے تو ذبیحہ حرام ہوگا خواہ غیر اللہ کا نام مستقل طور پر کہا جاوے یا غیر اللہ کا نام بطور شرکت کے مذکور ہو دونوں صورتوں میں ذبیحہ حرام ہے البتہ جب نیت نہو کہ غیر اللہ کا تقرب حاصل ہووے مگر غیر اللہ کا نام ذکر کیا جاوے تو اس صورت میں تفصیل کی ضرورت ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ غیر اللہ کا نام متصل ذکر کیا جاوے مگر غیر اللہ کا نام بطریق عطف کے مذکور نہ ہو تو یہ مکروہ ہے مثلاً ذبح کے وقت کہے بِسْمِ اللّٰہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ تو ذبیحہ حرام نہوگا اسواسطے کہ اس صورت میں غیر اللہ سے تقرب حاصل ہونا مقصود نہیں مگر یہ مکروہ ہے صرف اسواسطے کہ اس صورت میں مشابہت اُس حرام طریقہ ذبح کے ساتھ ہوئی جسمیں ذبیحہ حرام ہوجاتا ہے اور وہ حرام طریقہ ذبح کا یہ ہے کہ ذبح سے منظور ہو کہ غیر اللہ کا تقرب حاصل ہووے اور اسی غرض سے غیر اللہ کا نام ذکر کیا جاوے اور اگر غیر اللہ کا نام اللہ تعالےٰ کے نام کیساتھ بطریق عطف کے مذکور ہو تو ذبیحہ حرام ہوگا اگرچہ اس صورت میں ذبح سے منظور نہیں کہ غیر اللہ کا تقرب

فیما ذکرنا من ان قصد التقرب الی غیر اللہ محرم للذبیحۃ سواء کان بطریق الاستقلال
او بطریق الشرکۃ نعم لو ذکر ذکرا مجردا عن غیر قصد التقرب الی غیر اللہ ففیہ تفصیل فان
ذکر موصولا لا معطوفا یکرہ مثلا ان یقول بسم اللہ محمد رسول اللہ واللھم تقبل من فلان
لا یحرم الذبیحۃ لعدم قصد التقرب الیہ وانما کرہ لاجل المشابہۃ فی ذلک بذکر اسم غیر اللہ
لقصد التقرب ولو ذکرہ معطوفا یحرم ایضا وان لم یکن فیہ معنی التقرب لکنہ
صریح فی الشرکۃ والصریح لا یحتاج الی النیۃ واذا ذکر مفصولا لا بطریق العطف
ولا بطریق الوصل لا یکرہ ولا یحرم لانتفاء المشابہۃ صورۃ ومعنی مثلا
ان یقول بسم اللہ وتوقف ثم قال محمد رسول اللہ من غیر قصد التقرب
الی غیر اللہ واذا عرفت معنی ھذا الکلام عرفت ان صاحب الھدایۃ
وضع المسئلۃ فیما اذا لم یکن المذکور مقرونا بقصد التقرب الی الغیر
ذکرا مجردا فھو بمعزل من مسئلتنا الموضوعۃ فیما قصد التقرب الی
غیر اللہ فانھا حرام مطلقا وعرفت ایضا ان ما وقع فی التفسیر الاحمدی
من تفریع قولہ علی ما وقع فی الھدایۃ ونقلہ فی ذلک التفسیر لما ذکرنا وھو
قولہ ومن ھھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی
زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ وقت الذبح وان کانوا
یذبحونھا لھم انتھی مبنی علی الغفلۃ عن قول صاحب الھدایۃ وھو قولہ
والثالثۃ ان یقول مفصولا عنہ صورۃ ومعنی فان الانفصال المعنوی کیف یتصور
اذا کان النذر للاولیاء فانہ عین التقرب الیھم فینتھی دائما الی وقت الذبح
فلا انفصال معنی اصلا لما تقرر فی قواعد الفقہ من استدامۃ النیۃ الی اخر
العمل وایضا مبنی علی عدم الفرق بین الذکر المجرد الذی وضع صاحب الھدایۃ
المسئلۃ فیہ وبین ما قصد بہ التقرب الی غیر اللہ الذی وضعنا المسئلۃ
فیہ واین ھذا من ذاک یعنے ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کوئی
دوسری چیز ذکر کیجاوے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ذبح کے وقت کہے اللھم تقبل من فلان یعنی اے
میرے پروردگار اس ذبیحہ کو فلاں شخص کیطرف سے قبول فرما تو اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں پہلی صورت
یہ ہے کہ دوسری چیز کو اللہ تعالیٰ کے نام کے بعد متصل ذکر کرے اللہ تعالیٰ کے نام پر اسکا عطف نہ کرے

کہ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ جانور حرام ہے جسپر آواز بلند کریں جب اُس جانور کو بت کیواسطے ذبح کریں تو مفسرین کا یہ قول صرف اُس بنا پر ہے جو مشرکین کی عادت سابق زمانہ میں تھی اور اسیوجہ سے تفاسیر قدیمہ میں کچھ فرق نہ کیا ہے اُس جانور میں جو غیر اللہ کے نام سے پکارا جاوے اور اُس جانور میں جو غیر اللہ کے تقرب کیلئے ذبح کیا جاوے اسواسطے کہ اُس زمانہ میں مشرکین کا خالص کفر تھا جب اُنکا ارادہ ہوتا تھا کہ کوئی جانور ذبح کریں کہ اُسکے ذبح سے غیر اللہ کا تقرب حاصل ہووے تو مشرکین وہ جانور غیر اللہ کا نام لیکر ذبح کرتے تھے اور یہ صریح کفر ہی پھر ایسے لوگ ہوئے کہ اپنے کو مسلمان جانتے تھے اور فی الواقع شرک کرتے تھے وہ لوگ کفر اور اسلام میں خلط کرتے تھے کبھی ایسا کرتے تھے کہ جانور ذبح کرتے تھے کہ اُس ذبح کے وسیلے سے غیر اللہ کا تقرب حاصل ہووے اور ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ذبح کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے طریقہ پر ذبح ہوا حالانکہ فی الواقع یہ بھی کفر ہے اُن لوگوں کا خیال تھا کہ ذبح کا یہی طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ذبح کیا جاوی خواہ منظور ہو کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کیلئے ذبح کیا جاوی یا غرض ہو کہ غیر اللہ کی تعظیم کیلئے ذبح کریں بعض گونیچ عادت اس زمانہ میں بھی جاری ہے ایسے لوگ مثلاً مشہور کرتے ہیں کہ فلاں شخص سید احمد کبیر کیواسطے گائے ذبح کرتا ہے اور اس میں اُسکا کچھ لحاظ نہیں ہوتا ہے کہ جب وہ گائے ذبح کیجاوے تو بوقت ذبح اللہ تعالےٰ کا نام لیکر ذبح کیا جاوے یا اُسوقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جاوے۔ وَاَمَّا مَا وَقَعَ فِی الْهِدَايَةِ وَغَيْرِهَا اَنْ يَّذْكُرَ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْئًا اٰخَرَ وَهُوَ اَنْ يَّقُوْلَ عِنْدَ الذَّبْحِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ وَهٰذِهٖ ثَلَاثُ مَسَائِلَ اِحْدٰهَا اَنْ يَّذْكُرَ مَوْصُوْلًا لَا مَعْطُوْفًا فَيَكْرَهُ وَلَا يَحْرُمُ الذَّبِيْحَةُ وَهُوَ الْمُرَادُ بِمَا قَالَ وَنَظِيْرُهٗ اَنْ تُقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ لِاَنَّ الشَّرِكَةَ لَمْ تُوْجَدْ فَلَمْ يَكُنِ الذَّبْحُ وَاقِعًا لَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ يُكْرَهُ لِوُجُوْدِ الْقِرَانِ صُوْرَةً فَيُتَصَوَّرُ بِصُوْرَةِ الْمُحَرَّمِ وَالثَّانِيَةُ اَنْ يَّذْكُرَ مَوْصُوْلًا عَلٰى وَجْهِ الْعَطْفِ وَالشَّرِكَةِ بِاَنْ يَّقُوْلَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاسْمِ فُلَانٍ اَوْ يَقُوْلَ بِسْمِ اللّٰهِ وَفُلَانٍ اَوْ بِسْمِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ بِكَسْرِ الدَّالِ فَيَحْرُمُ الذَّبِيْحَةُ لِاَنَّهٗ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَالثَّالِثَةُ اَنْ يَّقُوْلَ مَفْصُوْلًا عَنْهُ صُوْرَةً وَّمَعْنًى بِاَنْ يَّقُوْلَ قَبْلَ التَّسْمِيَةِ وَقَبْلَ اَنْ يَّضْجَعَ الذَّبِيْحَةَ اَوْ بَعْدَ الذَّبْحِ وَهٰذَا لَا بَاْسَ بِهٖ لِمَا رُوِيَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْدَ الذَّبْحِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ هٰذِهٖ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ مِّمَّنْ شَهِدَ لَكَ بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَلِيْ بِالْبَلَاغِ وَالشَّرْطُ هُوَ الذِّكْرُ الْخَالِصُ الْمُجَرَّدُ عَلٰى مَا قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ جَرِّدُوا التَّسْمِيَةَ اِنْتَهٰى فَاِنَّ الْهِدَايَةَ صَرِيْحٌ

مسلمانوں کو مشرکین الزام دیتے تھے کہ تملوگ مردار نہیں کھاتے ہو حالانکہ اُنکی موت محض حکم سے اللہ تعالےٰ کے ہوتی ہے اور اپنا ذبیحہ کھاتے ہو کہ اُسکو تم لوگ قتل کرتے ہو تو تم لوگ اللہ تعالیٰ کے مقتول سے اپنا مقتول اچھا جانتے ہو تو اللہ تعالےٰ نے اِسبات کا جواب فرمایا کہ مردار پر اللہ تعالےٰ کا نام نہیں لیا جاتا ہے اسواسطے وہ حرام ہے اور ایسا ہی وہ جانور بھی حرام ہے جو عصا سے مار ڈالا جاوے یا اُسکا گلا گھونٹا جاوے یا وہ اوپر سے گر کر مرجاوے تو یہ سب جانور اسواسطے حرام ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ذبح کا جو طریقہ مقرر فرمایا ہے اُس طور سے نہ ذبح کیے گئے اور ہمارا ذبیحہ اسواسطے حلال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق شرعی طور پر ذبح کیا جاتا ہے یعنی اس جانور سے خون نکالا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ذبح کیا جاتا ہے اور مردار شرعی طور پر اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ذبح نہیں کیا جاتا ہے اسواسطے وہ حرام ہے اسمیں اللہ تعالیٰ کے نام اور حکم کی عین تعظیم ہے اور مشرکین کا شبہہ محض مغالطہ دہیہ ہے کہ اہل اسلام جس جانور کو ذبح کرتے ہیں وہ مسلمانوں کا مقتول ہوتا ہے یہ شبہہ سراسر غلط ہے اسواسطے کہ ہر حال میں موت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے خواہ اہل اسلام ذبح کریں یا غیر اہل اسلام ذبح کریں یا بغیر ذبح کے خود مرجاوے اسواسطے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ سب کی موت صرف حکم سے اللہ تعالیٰ کے ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا یعنی اللہ تعالےٰ موت دیتا ہے جان کو جب اُسکی موت کا وقت آتا ہے اور اسیوجہ سے اہل سنت وجماعت کا اسپر اجماع ہے کہ مقتول اپنی موت سے مرتا ہے واللہ اعلم وَاَمَّا مَا وَقَعَ فِي الْبَيْضَاوِيِّ وَغَيْرِهٖ مِنَ التَّفَاسِيْرِ اَنَّهُمْ قَالُوْا وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اَيْ مَا رُفِعَ الصَّوْتُ بِهٖ عِنْدَ ذَبْحِهٖ لِلصَّنَمِ فَمَبْنِيٌّ عَلٰى مَا جَرٰى عَادَةُ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ وَلِذَا لَمْ يُفَرِّقُوْا فِي التَّفَاسِيْرِ الْقَدِيْمَةِ بَيْنَ مَا ذُكِرَ اسْمُ غَيْرِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَبَيْنَ مَا قُصِدَ بِذَبْحِهِ التَّقَرُّبُ اِلٰى غَيْرِ اللّٰهِ لِاَنَّ مُشْرِكِيْنَ ذٰلِكَ الزَّمَانِ كَانُوْا مُخْلِصِيْنَ فِي الْكُفْرِ وَكَانُوْا اِذَا قَصَدُوا التَّقَرُّبَ بِذَبْحِ بَهِيْمَةٍ اِلٰى غَيْرِ اللّٰهِ ذَكَرُوْا عَلَيْهَا عِنْدَ الذَّبْحِ اسْمَ ذٰلِكَ الْغَيْرِ بِخِلَافِ مُشْرِكِي الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّهُمْ يَخْلِطُوْنَ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْاِسْلَامِ فَيَقْصِدُوْنَ التَّقَرُّبَ بِالذَّبْحِ اِلٰى غَيْرِ اللّٰهِ وَيَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا وَقْتَ الذَّبْحِ فَالْاَوَّلُ كُفْرٌ صَرِيْحٌ وَالثَّانِيْ كُفْرٌ صُوْرَتُهٗ صُوْرَةُ الْاِسْلَامِ وَكَانُوْا يَعْتَقِدُوْنَ اَنَّ لَا طَرِيْقَ لِلذَّبْحِ اِلَّا هٰذَا سَوَاءٌ كَانَ لِلّٰهِ اَوْ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَقَدْ يَجْرِيْ هٰذِهِ الْعَادَةُ فِيْ زَمَانِنَا اَيْضًا فَاِنَّهُمْ يَشْتَهِرُوْنَ فُلَانٌ يَذْبَحُ بَقَرَةً لِاَجْلِ السَّيِّدِ اَحْمَدَ كَبِيْرٍ مَثَلًا سَوَاءٌ ذَكَرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا عِنْدَ اِمْرَارِ السِّكِّيْنِ اَوْلَا یعنی بیضاوی وغیرہ کتب تفاسیر میں مذکور ہے کہ مفسرین نے وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی تفسیر میں لکھا ہے

سورۂ نحل

الْمَسْفُوحُ وَمَعَ ذِكْرِ اسْمِ اللّٰهِ فَتَحْلِيلُ هٰذَا وَتَحْرِيمُ ذٰلِكَ عَيْنُ التَّعْظِيمِ لِأَمْرِ اللّٰهِ وَأَمَّا حَدِيثُ الْقَتْلِ فَمُغَالَطَةٌ وَّهُمِيَّةٌ لِأَنَّ الْكُلَّ مَقْتُولُ اللّٰهِ سَوَاءٌ كَانَ بِأَيْدِينَا أَوْ بِأَيْدِي غَيْرِنَا أَوْ مَاتَتْ حَتْفَ أَنْفِهَا إِذْ لَا مَوْتَ عِنْدَنَا إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ لِمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَلِذٰلِكَ أَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلٰى أَنَّ الْمَقْتُولَ مَيِّتٌ لِأَجَلِهِ اللّٰهُ أَعْلَمُ

یعنی اگر یہ شبہہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے اور کیا سبب ہے کہ تم لوگ نہیں کھاتے اُس کو جس پر اللہ تعالےٰ کا نام لیا جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ نے تفصیل فرمادی تم لوگوں کے لئے حرام چیزوں کی مگر بحالت اضطرار وہ حرام بھی کھانا بقدر جان بچانے کے جائز ہے اور یہ بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اور کھاؤ تم اُس کو جس پر اللہ تعالےٰ کا نام لیا جاوے۔ اگر تم لوگ اُسکی آیتوں پر ایمان لائے ہو اللہ تعالےٰ کا یہ کلام عام ہی ذبح سے اللہ تعالیٰ کا تقرب مقصود ہو یا غیر اللہ کا سب کو یہ کلام پاک شامل ہی تو سب حلال ہوا اس شبہہ کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ آیتیں عام ہیں اُنکی بعض صورتیں خاص کرلی گئی ہیں انکے باریمیں دوسری نص میں دوسرا حکم ہے وہ نص سورۂ مائدہ میں ہے اُسکا یہ حاصل ہے کہ حرام کیا گیا تم لوگوں پر مردار اور خون اور سُور کا گوشت اور جسپر غیر اللہ کا نام پکارا جاوے اور گلا گھونٹا ہوا اور عصا سے مارڈالا جاوے اور جو اوپر سے گر کر مرجاوے اور وہ جانور جسکو دوسرے جانور نے سینگ سے مارڈالا ہو اور وہ جسکو کھایا ہو درندہ نے مگر انمیں سے وہ جانور حلال ہے جسکو تم لوگ زندہ پاؤ اور اُسکو ذبح کرو اور وہ جانور بھی حرام ہے جو بتوں پر ذبح کیا جاوے تو اگر کسی مسلمان نے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر کسی بکری کا گلا گھونٹا تو وہ بکری حلال نہیں باوجودیکہ اُسپر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا اور اس صریح نص سے ثابت ہے کہ وہ بکری بھی حلال نہیں جسکو اللہ تعالےٰ کا نام لیکر کے کسی بت پر ذبح کیا اس غرض سے کہ اُس بُت سے تقرب حاصل ہو یا اُسکو کسی قبر کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ذبح کیا اس غرض سے کہ صاحب قبر سے تقرب حاصل ہو ان سب صورتوں میں حرمت کا مدار اسپر ہے کہ انمیں بعض صورتوں میں یہ غرض ہی کہ غیر اللہ کا تقرب حاصل ہو اور بعض صورتونمیں یہ خلل ہے کہ وہ جانور ذبح کے مشہور طریقہ کے موافق نہیں ذبح کیا گیا مثلاً تیز آلہ سے ذبح کرنا اور ایسا ہی بعض اُمور کہ ذبح کرنے میں اُس پر لحاظ ہونا چاہیئے اُسکا لحاظ نہ ہوا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ قرآن شریف میں جو ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حرام چیزوں کی تفصیل فرمادی ہے تو اس سے مراد وہ چیز ہی کہ اُسکی تفصیل دوسری آیتونمیں مثلاً سورۂ مائدہ وغیرہ میں ہے اور آیۂ مذکورہ وَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کا شان نزول یہ ہے کہ

سورہ الانعام

تو اگر باوجود اسکے ذابح کا یہ ارادہ ہو کہ اس ذبح سے غیر اللہ کی تعظیم اور عبادت ہو تو یہ کفر ہے پس اگر ذابح مسلمان ہوگا تو اس ذبح سے مرتد ہو جاویگا اور شیخ ابراہیم مروزی نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ جو ذبح کیا جاتا ہے بادشاہ کی پیشوائی کے وقت اس سے نزدیکی حاصل ہونے کے لئے ایسے ذبیحہ کے بارہ میں اہل بخارا نے حرمت کا فتویٰ دیا ہے اسواسطے کہ وہ ان ذبیحہ میں سے ہے جن پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا اور کہا رافعی نے کہ یہ ذبح بادشاہ کے آنے کی خوشی میں ہوتا ہے تو یہ ذبح مانند ذبح عقیقہ کے ہے جو لڑکے کی پیدائش کے سبب سے ہوتا ہے اور ایسی صورتوں میں حرمت کا حکم نہیں واللہ اعلم بالصواب فَإِنْ قِيلَ قَوْلُهُ تَعَالَى وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ عَلَيْهِ وَكَذَا قَوْلُهُ تَعَالَى وَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ عَامٌّ يَتَنَاوَلُ مَا قُصِدَ بِهِ التَّقَرُّبُ إِلَى اللَّهِ وَغَيْرَهُ فَيَكُونُ الْكُلُّ حَلَالًا قُلْنَا هَذِهِ الْآيَاتُ عَامَّةٌ مُخَصَّصَةٌ بِالنَّصِّ الْآخَرِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا مُسْلِمًا خَنَقَ شَاةً وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا لَا تَحِلُّ مَعَ أَنَّهُ ذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا وَلَوْ ذَبَحَ شَاةً عَلَى نَصْبٍ مِنَ الْأَنْصَابِ أَوْ عَلَى قَبْرٍ مِنَ الْقُبُورِ وَقَصَدَ بِهِ التَّقَرُّبَ إِلَى صَاحِبِ الْقَبْرِ أَوْ صَاحِبِ النَّصْبِ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا حَرُمَ بِهَذَا النَّصِّ الصَّرِيحِ وَمَدَارُ كُلِّ ذَلِكَ عَلَى قَصْدِ التَّقَرُّبِ إِلَى غَيْرِ اللَّهِ أَوْ تَغْيِيرِ الطَّرِيقِ الْمَشْرُوعِ فِي الذَّبْحِ مِنِ اسْتِعْمَالِ الْآلَةِ الْمُحَدَّدَةِ وَنَحْوِ ذَلِكَ فَعَلِمْنَا أَنَّهَا إِلَى قَوْلِهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ حَوَالَةٌ عَلَى مَا ذُكِرَ فِي الْآيَاتِ الْأُخَرِ كَالْمَائِدَةِ وَغَيْرِهَا وَكَانَ سَبَبُ نُزُولِ هَذِهِ الْآيَةِ شُبْهَةَ الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ كَانُوا يَقُولُونَ لِلْمُسْلِمِينَ بِطَرِيقِ الْإِلْزَامِ أَنْتُمْ لَا تَأْكُلُونَ الْمَيْتَةَ وَقَدْ قَتَلَهَا اللَّهُ وَتَأْكُلُونَ مَا تَقْتُلُونَ بِأَيْدِيكُمْ فَقَدْ رَجَّحْتُمْ مَقْتُولَكُمْ عَلَى مَقْتُولِ اللَّهِ فَأَجَابَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْ ذَلِكَ بِأَنَّ الْمَيْتَةَ لَمْ يُذْكَرْ مَعَهَا اسْمُ اللَّهِ فَلِذَلِكَ حُرِّمَتْ وَكَذَا الْمَوْقُوذَةُ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ لَمْ تُقْتَلْ عَلَى الْوَجْهِ الْمَأْذُونِ فِيهِ مِنَ اللَّهِ فَحُرِّمَتْ وَمَا قَتَلْنَاهُ بِأَيْدِينَا إِنَّمَا صَارَ حَلَالًا لِأَنَّ قَتْلَهَا وَقَعَ بِإِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى وَبِالْوَجْهِ الْمَشْرُوعِ بِحَيْثُ خَرَجَ مِنْهُ الدَّمُ

فی تفسیر ما اخرجہ عن قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ من لعن والدہ ولعن اللہ من
من ذبح لغیر اللہ فالمراد بہ ان یذبح باسم غیر اللہ کمن ذبح للصنم
او للصلیب او لموسی وعیسی علیہما السلام او للکعبۃ ونحو ذلک
وکل ھذا حرام ولا تحل ھذہ الذبیحۃ سواء کان
الذابح مسلما او نصرانیا او یھودیا کما نص علیہ الشافعی
واتفق علیہ اصحابنا فان قصد مع ذلک تعظیم المذبوح بغیر اللہ
والعبادۃ لہ کان ذلک کفرا فان کان الذابح مسلما قبل ذلک
صار بالذبح مرتدا او ذکر الشیخ ابراھیم المروذی عن اصحابنا ان ما
یذبح عند استقبال السلطان تقربا الیہ انہ افتی اھل بخارا بتحریمہ لانہ
مما اھل بہ لغیر اللہ وقال الرافعی ھذا انما یذبحونہ استبشارا بالقادم
فھو کذبح العقیقۃ بولادۃ المولود ومثل ھذا یجری فیہ التحریم واللہ اعلم

یعنی حدیث شریف میں ہے کہ لعنت ہو اللہ تعالیٰ کی اُس پر جس نے غیر اللہ کی تعظیم کے لئے ذبح کیا اس حدیث کو احمد نے روایت کیا اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ وہ ملعون ہو جسنے غیر اللہ کی تعظیم کے لئے ذبح کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا اور غرائب ابوعبید اور بستان الفقیہ اور کنز العباد میں ہے کہ جائز نہیں ہے ذبح کرنا گائے اور بکری کو قبروں کے نزدیک اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عقر یعنے قبروں کے نزدیک ذبح کرنا اسلام میں نہیں ایسا ہی سنن ابوداؤد میں ہے اور ایسا ہی نہیں جائز ہے ذبح نئی عمارت بنانیکے وقت اور مکان خریدنے کے وقت اسواسطے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا جن کے ذبیحہ سے اس بنا پر کہ اُس ذبح سے جن کی تعظیم مقصود ہوتی ہے تو حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے ذبیحہ کو باطل فرمایا اور اُس سے منع فرمایا اور ایسا ہی شافعیہ کی کتابوں میں ہے چنانچہ نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے کہ لعنت ہے اللہ تعالیٰ اُس پر جسنے اپنے باپ پر لعنت کی اور لعنت ہے اللہ تعالیٰ کی اُس پر جس نے غیر اللہ کی تعظیم کیلئے ذبح کیا تو اس سے یہ مراد ہے کہ ذبح کرے غیر اللہ کے نام سے مثلاً ذبح کرے بغرض تعظیم بت یا صلیب یا حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے یا کعبہ وغیرہ کی تعظیم کیلئے تو یہ سب حرام ہے اور ایسا ذبیحہ حلال نہیں خواہ ذابح مسلمان ہو یا نصرانی یا یہودی ایسا ہی امام شافعی نے تصریح کی ہے اور اسی پر ہمارے اصحاب کا اتفاق ہے

وَلَوْ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَوْ ذَبَحَ لِلضَّيْفِ لَا يَحْرُمُ لِاَنَّهٗ سُنَّةُ الْخَلِيْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاِكْرَامُ الضَّيْفِ اِكْرَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْفَارِقُ اَنَّهٗ اِنْ قَدَّمَهَا لِيَاْكُلَ مِنْهَا كَانَ الذَّبْحُ لِلّٰهِ وَالْمَنْفَعَةُ لِلضَّيْفِ اَوْ لِلْوَلِيْمَةِ اَوْ لِلذَّبْحِ وَاِنْ لَمْ يُقَدِّمْهَا لِيَاْكُلَ بَلْ يَدْفَعُهَا لِغَيْرِهٖ كَانَ لِتَعْظِيْمِ غَيْرِ اللّٰهِ فَيَحْرُمُ وَهَلْ يَكْفُرُ قَوْلَانِ بَزَّازِيَّةٌ وَشَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ قُلْتُ وَفِيْ صَيْدِ الْمُنْيَةِ اَنَّهٗ يُكْرَهُ وَلَا يَكْفُرُ وَاَنَّ اَسْوَءَ الظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ اَنَّهٗ يَتَقَرَّبُ اِلَى الْاٰدَمِيِّ بِهٰذَا النَّحْرِ وَنَحْوِهٖ فِيْ شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ عَنِ الذَّخِيْرَةِ وَنَظْمُهٗ فَقَالَ ؎ وَفَاعِلُ جَمْهُوْرُهُمْ قَالَ كَافِرٌ ۔ وَفَضْلٌ وَاِسْمٰعِيْلُ لَيْسَ يُكَفِّرُ ۔ هٰكَذَا فِيْ مَطَالِبِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْاَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِ

یعنے درمختار میں لکھا ہے کہ کوئی جانور ذبح کیا گیا امیر وغیرہ کسی سردار کے آنے کی خوشی میں تو وہ ذبیحہ حرام ہے کیونکہ اُسپر غیر اللہ کا نام پکارا گیا اگرچہ وہ جانور اللہ تعالےٰ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو اور اگر مہمان کیواسطے ذبح کیا تو وہ ذبیحہ حرام نہیں اسواسطے کہ یہ سنت حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی ہے اور مہمان کی تعظیم کرنا گویا اللہ تعالےٰ کی تعظیم کرنا ہے اور فرق ذبیحہ کے حلال اور حرام ہونے میں یہ ہے کہ اگر اس ذبح سے گوشت کا کھانا مقصود ہو تو ذبح اللہ تعالیٰ کی تعظیم کیواسطے ہوگا اور یہ مقصود ہوگا کہ مہمان کو اُس سے فائدہ ہو یا وہ گوشت طعام ولیمہ میں صرف ہوگا یا وہ گوشت فروخت کیا جاویگا تا اُس سے نفع حاصل ہو اور اگر وہ گوشت کھانے کیواسطے مہمان کو نہ دیا بلکہ کسی غیر کو دیدیا تو وہ ذبح غیر اللہ کی تعظیم کے لئے ہوا تو وہ ذبیحہ حرام ہوگیا اور ایسا ذبح کرنیوالا کیا کافر ہوجاوے گا اسمیں دو قول ہیں یہ بزازیہ اور شرح وہبانیہ میں ہے میں یہ کہتا ہوں کہ منیہ میں شکار کے بیان میں ہے کہ اس طور سے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہ ہوگا۔ اسواسطے کہ ہملوگ مسلمان کے بارہ میں یہ بدگمانی نہیں کرسکتے کہ مسلمان اس نیت سے ذبح کریگا کہ آدمی سے نزدیکی حاصل کرے اور ایسا ہی شرح وہبانیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے اور اس مسئلہ کو نظم میں بیان کیا ہے اُسکا یہ مضمون ہے ایسا ذبح کرنیوالا جمہور کے نزدیک کافر ہے اور فضل اور اسمٰعیل کے نزدیک کافر نہیں ایسا ہی مطالب المومنین اور اشباہ والنظائر میں ہے۔ وَفِي الْحَدِيْثِ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَيْضًا مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ غَرَائِبِ اَبِيْ عُبَيْدٍ وَبُسْتَانِ الْفَقِيْهِ وَكُنْزِ الْعِبَادِ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ ذَبْحُ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ عِنْدَ الْقُبُوْرِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا عَقْرَ فِي الْاِسْلَامِ يَعْنِيْ عِنْدَ الْقُبُوْرِ هٰكَذَا فِيْ سُنَنِ اَبِيْ دَاوٗدَ وَهٰكَذَا لَا يَجُوْزُ عَلَى الْبِنَاءِ الْجَدِيْدِ وَعِنْدَ شِرَاءِ الدَّارِ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ذَبَائِحِ الْجِنِّ بِنَاءً عَلٰى اَنَّهُمْ يَكْرَمُوْنَ ذَابِحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَهٰى عَنْهُ وَهٰكَذَا فِيْ كُتُبِ الشَّافِعِيَّةِ كَمَا قَالَ النَّوَوِيُّ فِيْ شَرْحِ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ

علیہ وسلم نے بادشاہ وقت کی بغاوت اور اُسکے ساتھ مقابلہ کرنیسے منع فرمایا اگرچہ وہ بادشاہ ظالم ہو تو یہ حکم اسوقت میں ہے کہ بادشاہ ظالم کا کامل تسلط ہوگیا ہو اور اُسکے تسلط میں کسی کو نزاع نہو کوئی اُسکا مزاحم نہو اور ابھی مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اور کوفہ کے لوگ یزید پلید کے تسلط پر راضی نہ تھے اور حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ صحابہ نے یزید کی بیعت قبول نہ کی تھی حاصل کلام حضرت امام حسینؓ اس غرض سے نکلے تھے کہ یزید کا تسلط دفع کریں یعنی اُسکا تسلط نہونے پاوے یہ غرض نہ تھی کہ اُسکا تسلط رفع کریں یعنی یہ امر نہ تھا کہ یزید کا کامل تسلط ہوگیا تھا اور آپکا یہ مقصود تھا کہ اُسکا تسلط اٹھا دیویں اور مسائل فقہیہ میں دفع و رفع میں فرق ظاہر مشہور ہے۔

سوال کسی شخص نے یہ نیت کی کہ اگر فلاں کام کا انجام میرے حسب خواہ ہوجاوے تو سید احمد کبیر کی گائے یا شیخ سدو وغیرہ کا بکرا میں دونگا پھر جب مراد اُسکی حاصل ہوئی تو اُسنے خدا کا نام لے کر گائے ذبح کی مگر اُس نے دلمیں سید احمد اور شیخ سدو کے ساتھ گائے کی نسبت کی اور یہ حدیث شریف میں ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی عمل کا دارومدار نیت پر ہے اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ یعنی اللہ تعالےٰ تم لوگونکی صورتوں کیطرف نہیں نظر کرتا بلکہ تملوگوں کے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے وَنِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنی مومن کی نیت اُسکے عمل سے بہتر ہے اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ نیت کو ضرور دخل ہے تو صورت مذکورہ میں ایسی گائے وغیرہ کا گوشت کھانا درست ہے یا نہیں۔

جواب یہ امر کہ ذبیحہ حلال ہے یا حرام اسکا دارومدار ذبح کرنیوالے کی نیت پر ہے اگر اُس کی یہ نیت ہو کہ اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں نزدیکی حاصل ہو یا یہ غرض ہو کہ اُسکا گوشت خود کھاوے یا یہ منظور ہو کہ وہ گوشت فروخت کیا جاوے اور اس سے نفع حاصل ہو یا اُس ذبح سے کوئی اور امر جائز مقصود ہو تو ان سب صورتوں میں وہ ذبیحہ حلال ہے اور ذبح سے اگر کوئی دوسری غرض فاسد ہے تو وہ ذبیحہ حرام ہے تفسیر نیشاپوری میں کلام پاک اللہ جل شانہ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی تفسیر میں یہ لکھا ہے قَالَ الْعُلَمَاءُ لَوْ اَنَّ مُسْلِمًا ذَبَحَ ذَبِیْحَۃً وَقَصَدَ بِذَبْحِهَا التَّقَرُّبَ اِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ صَارَ مُرْتَدًّا اَوْ ذَبِیْحَتُہٗ ذَبِیْحَۃُ مُرْتَدٍّ انتہی یعنے علما کا یہ قول ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی ذبیحہ کیا اور اُس ذبح سے اُسکا یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی دوسرے کی نزدیکی حاصل ہو تو وہ شخص مرتد ہوگیا اور اُسکا ذبیحہ مرتد کے ذبیحہ کے مانند ہوگیا وَفِی الدُّرِّ الْمُخْتَارِ ذَبْحُ لِقُدُوْمِ الْاَمِیْرِ وَنَحْوِہٖ کَوَاحِدٍ مِّنَ الْعُظَمَآءِ یَحْرُمُ لِاَنَّہٗ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ

اور صوفیہ کے اقوال کا یہی حاصل ہے اور پھر یہ قائل ان امور میں کیا کہے گا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سمجھا کہ آگ ہے اور وہ آگ یہ کہتی ہے اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ یعنے میں خدا ہوں سب جہان کا پروردگار اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند تعالےٰ نے فرمایا جو لوگ آپکی بیعت قبول کرتے ہیں فی الواقع وہ لوگ اللہ تعالےٰ کی بیعت قبول کرتے ہیں اللہ تعالےٰ کا ہاتھ اُن لوگوں کے ہاتھوں پر ہے اور یہ بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی یعنے جب آپنے تیر چلایا تو فی الواقع آپنے تیر نہ چلایا بلکہ اللہ تعالےٰ نے تیر چلایا ایسے ہی اور بھی نصوص ہیں حاصل کلام فرعون کا یہ مقولہ تھا مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ وَاَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی یعنے فرعون نے یہ کہا میں اپنے سوا تم لوگوں کا کوئی دوسرا خدا نہیں جانتا اور میں تم لوگوں کا بڑا پروردگار ہوں اور فرعون اپنے سوا دوسرے کے خدا ہونے کا ہرگز قائل نہ تھا اور صوفیہ کے اقوال مذکورہ کا یہ مفہوم ہے کہ ان کلمات کے قائل کو حضرت جناب رب العزت سے ایسی نسبت حاصل ہوئی کہ بعض وجوہ میں احکام کا مدار اتحاد پر ہو گیا صوفیہ کے اقوال مذکورہ اور فرعون کے کلام میں بہت فرق ہے۔

سوال خلافت کے بارہ میں یہ حدیث صحیح ہے اَلْخِلَافَۃُ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَۃً یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس برس تک رہیگی اور اسی حدیث کی بنا پر حضرت امام حسنؓ نے خلافت کو ترک فرمایا تو حضرت امام حسینؓ کا کیا دعوےٰ تھا کہ آپ مکہ معظمہ سے باہر تشریف لے گئے اور کربلا میں شہادت کی فضیلت سے مشرف ہوئے اور حدیث متواتر کے علاوہ مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں موجود ہے کہ اکثر بادشاہ ظالم ہونگے اور بہت ظلم کرینگے صحابہؓ نے عرض کیا اُس وقت کیا مسلمان بادشاہوں سے تعرض نہ کرینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کو مناسب نہیں کہ ایسے بادشاہِ وقت سے تعرض کریں جس کو تسلط کے ذریعہ سے سلطنت ملی ہو ورنہ خود وہ مسلمان ظالم اور باغی قرار دیے جاویں گے تو حضرت امام حسینؓ نے مخالف کیساتھ کیوں مقابلہ کیا اور یہ ظاہر ہے کہ تسلط کے ذریعہ سے یزید کی سلطنت ہو گئی تھی۔

جواب حضرت امام حسینؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت راشدہ کا دعویٰ نہ تھا اور اس غرض سے نہ نکلے تھے کہ خلافت کا دعویٰ کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس برس گذر جانے سے خلافت کا زمانہ گذر گیا تھا بلکہ حضرت امام حسینؓ کی یہ غرض تھی کہ ظالم کے ہاتھ سے رعایا کی رہائی ہو جاوے اور مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے مشکوٰۃ شریف میں جو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

بھی صرف بوجہ شکایت اخلاق تھی ایسا نہیں کہ حضرت امیرؓ کی لیاقت خلافت سے ان صحابہ کو انکار تھا کیونکہ خاص ان صحابہ سے حضرت امیرؓ کے مناقب میں اکثر روایتیں ہیں البتہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور محمد بن مسلمہؓ اور اسامہ بن زیدؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور دوسرے اکثر صحابہ پرہیزگار تھے وہ اہل اسلام کی لڑائی میں حضرت امیرؓ کیساتھ شریک ہوئے یہ عدم شرکت کمال احتیاط کیوجہ سے ہوئی اور حضرت امیرؓ نے بھی اُن صحابہ کو معذور سمجھا اور آپنے انکے حق میں یہ فرمایا هٰؤُلَآءِ قَعَدُوْا عَنِ الْبَاطِلِ وَلَمْ يَقُوْمُوْا مَعَ الْحَقِّ یعنے یہ صحابہ امر ناحق میں مدد کرنے سے بیٹھے اور امر حق میں مدد کرنے کے لیے بھی مستعد نہوئے لیکن یہ سب صحابہ حضرت امیر کے مناقب کو مشتہر کرتے رہے اور آپ کے فضائل کو شائع کرنے میں دریغ نہ کیا اور ہر ایک شخص کی بیعت ضرور نہیں اگر اکثر لوگ کسی خلیفہ کی بیعت قبول کرلیویں اور دوسرے بعض لوگ اس امر کو تسلیم کرلیں تو اس خلیفہ کی خلافت منعقد ہوجاتی ہے حاصل کلام اب جو نصوص جمع ہیں انکی بنا پر چاروں خلیفہ کی خلافت بلاشبہ نص سے ثابت ہے اگرچہ بوقت انعقاد نصوص کی بنا پر خلافت ثابت نہوئی کیونکہ فرصت کم تھی حادثہ ہوجانے کا خوف تھا لوگ پریشان خاطر تھے ان وجوہ سے نصوص کی تلاش نہ ہوئی اور ایسے اکثر مسائل ہیں کہ وہ صرف قیاس اور اجتہاد سے ثابت ہوئے پھر ان مسائل کے موافق نصوص مل گئے اور وہی احکام اُن نصوص سے ثابت ہوئے اُن ہی مسائل میں سے یہ مسئلہ خلافت کا بھی ہے۔

سوال قوم نواصب میں سے ایک شخص کا یہ مقولہ ہے کہ جب حضرت امیرؓ کی حکومت خراسان اور فارس میں ہوئی تو آپ دنیائے ناچیز کی حکومت پر ایسے مغرور ہوئے کہ آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا اور فرعون ملعون وغیرہ بعض دوسرے حکام نے بھی خدائی کا دعویٰ کیا تھا تو ان دونوں دعوے میں کیا فرق ہے۔

جواب یہ امر کہ جناب حضرت امیرؓ نے خدائی کا دعویٰ کیا سراسر جھوٹ اور بہتان ہے اس شخص کو چاہیے کہ پہلے یہ ثابت کرے کہ یہ دعویٰ کرنا صحیح نص سے ثابت ہے پھر اسکے جواب کا خواستگار ہو اور اگر اس شخص کی یہ مراد ہے کہ اولیاء اللہ سے بحالت وجد کلمات صادر ہوتے ہیں اُن کلمات کا صدور آپکی زبان مبارک سے بھی ہوا مثلاً أَنَا مُنْشِئُ الْأَرْوَاحِ أَنَا بَاعِثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ أَنَا يَدُ اللّٰهِ أَنَا وَجْهُ اللّٰهِ أَنَا الْقُرْآنُ النَّاطِقُ یعنے میں ارواح کا پیدا کرنیوالا ہوں میں ان لوگوں کا اٹھانے والا ہوں جو قبروں میں ہیں میں اللہ تعالےٰ کا ہاتھ ہوں میں اللہ تعالےٰ کا منہ ہوں میں قرآن ناطق ہوں تو اس امر کو اس شخص کے مدعا سے کچھ واسطہ نہیں یہ حماقت ہے کہ ان کلمات سے خدائی کا دعویٰ سمجھا جاوے ان کلمات سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ مظہر جناب الٰہی آپ کو بدرجہ کمال حاصل ہوا

یہ ظاہر ہے کہ حضرت امیرؓ کی خلافت میں مخالفین کو جو شبہ ہو اور اُس شبہ کا جواب اہل حق نے دیا ہے وہ جواب ضعیف ہو جاتا ہے کیونکہ حضرت ابانؓ مجتہد تھے اور باوجود اسکے آپنے تمام عمر حضرت امیرؓ کی بیعت قبول نہ کی اور اکثر صحابہ حضرت امیرؓ سے آزردہ خاطر ہوئے اور حضرت معاویہؓ کے پاس چلے گئے اور حضرت سعدؓ وقاص وغیرہ صحابہ کبار حضرت امیرؓ کی لڑائی میں شریک نہ ہوئے۔

جواب حضرت شاہ ولی اللہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ خلافت نص سے ثابت ہے تو اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ نفس الامر میں نصوص متواترہ سے یہ خلافت علی الترتیب ثابت ہے یہ مراد نہیں کہ خلافت بوقت انعقاد نص سے ثابت ہوئی کیونکہ بوقت انعقاد خلافت جس کو جو دلیل معلوم تھی اُس نے اسی دلیل کی بنا پر اپنی رائے ظاہر کی اور اُسکو بوجہ ضیق وقت فرصت نہ ملی کہ نصوص کو اُنکے معاون سے تلاش کرے اور حضرت صدیقؓ نے یہ جو فرمایا کہ فلاں فلاں دو صاحبوں میں سے جس کو اہل اسلام خلیفہ مقرر کر دیویں وہی خلیفہ ہو جاوے تو اس سے آپ کی غرض یہ تھی کہ اہل اسلام پر آپکا انصاف ظاہر ہو جاوے اور آپ اپنی خلافت کیلئے نص کا دعویٰ نہ کریں کیونکہ آپ کو یہ حدیث معلوم تھی یَابَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَکْرٍ یعنے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے سوا دوسرے کی خلافت سے اللہ تعالےٰ اور مسلمانوں کو انکار ہوگا اور حضرت ابوبکرؓ کو یقین تھا کہ آپ کو خلافت ہوگی اپنے لئے نص کے دعوی کی ضرورت نہیں یہ امر خود بخود ہو جاویگا اور حضرت فاروقؓ نے بوقت شہادت چھ صاحبوں کو نامزد کیا اور یہ فرمایا کہ اسلام کے مشورہ سے ان صاحبوں میں سے کوئی صاحب خلیفہ مقرر کئے جاویں تاکہ خلیفہ کی تقرری کے آپ ذمہ دار نہوں ورنہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ کا بارہا یہ اشارہ تھا کہ آپکے بعد حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوں اور حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کو خلافت ہو اور بوقت خلافت حضرت امیرؓ جو حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے ناخوشی کا کلمہ کہا تو ایسا اس وجہ سے ہوا کہ قاتلان حضرت عثمانؓ کے زور سے بیعت ہوئی تھی مگر نفس الامر میں ان دونوں صاحبوں کا یہ اعتقاد تھا کہ خلافت کے مستحق حضرت امیرؓ ہیں اور یہ جو قرار پایا ہے کہ خلافت اجماع سے ثابت ہوئی تو اس سے یہ مراد ہے کہ اکثر اہل حل وعقد کا اجماع خلافت پر ہوا اگر ایک آدمی کا خلاف ہوا تو اسمیں مضائقہ نہیں کیونکہ اکثر کے لئے حکم کل کا ہوتا ہے چنانچہ بوقت انعقاد خلافت حضرت ابوبکرؓ اجماع میں سعد بن عبادہ شریک نہوئے اور ابان بن عثمان مجتہد نہ تھے کہ اُن کا خلاف مضر ہو اور دو تین صحابہ مغیرہ بن شعبہؓ وغیرہ جو مجتہد نہ تھے صرف وہی حضرت امیرؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے آزردہ خاطر ہوئے اور حضرت معاویہؓ کے پاس چلے گئے ان صحابہ کی آزردگی

آیت کا ہو اور اُسکی یہ بھی صورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ظن غالب ہوا کہ فلاں فرد اُس آیت کے مفہوم میں داخل ہے کیونکہ جو اُمور اس آیت میں مذکور ہیں انمیں سے اکثر اُس فرد میں موجود ہیں اور کچھ خفیف فرق کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی احتمال ہوا کہ وہ فرد اُس آیت میں داخل نہیں تو ممکن تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کوئی حکم واجب رہا ہو علاوہ اسکے نفس الامر میں سجدۂ سہو اسوقت واجب ہوتا ہے جب کوئی فرض یا سنت ترک ہو جاوے تو یہ احتمال ہے کہ جس کو ہم لوگ واجب جانتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں سنت یا فرض رہا ہو اور وہ کبھی ترک ہو گیا ہو اور اسوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ سہو کا کیا اور یہ جو ہم لوگوں کا قول ہے کہ سجدہ سہو کا اسلئے کیا جاتا ہے کہ ترک واجب کا نقصان دفع ہو جاوے تو یہ ہم لوگ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ باعتبار علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل کلام یہ کہ حنفیہ کا یہ قول ہے کہ واجب کے ترک سے نماز میں نقصان ہو جاتا ہے تو اُس واجب کے عوض میں دو سجدے سہو کے کر لیتے ہیں کہ نماز میں جو نقصان ہوا ہے وہ دفع ہو جاوے یعنی نماز کامل ہو جاوے حنفیہ کا یہ قول باعتبار علم اُمت کے ہے بلکہ یہ قول خاص باعتبار عقیدہ حنفیہ کے ہے اور شافعیہ کے نزدیک سجدہ سہو کا اُس صورت میں واجب ہوتا ہے کہ کوئی فرض یا سنت ترک ہو جاوے تو جیسا کہ شافعیہ کا علم حنفیہ کے اس قاعدے کے موافق نہیں ویسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اس قاعدے میں شامل نہیں۔

سوال حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدثؒ نے خلافت کو نص سے ثابت کیا ہے یہ نص ہے اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ یعنی ائمہ قریش میں سے ہونگے تو جب بوقت خلافت سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے بارہ میں نزاع ہوئی تو صحابہ کبار نے اس نص سے سب انصار کو تسکین دی اسوقت حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ بن خطاب اور حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح میں سے جو صاحب خلافت کے قابل ہوں انکو اہل اسلام خلیفہ قرار دے دیویں وہی خلیفہ ہو جاوینگے پس اگر خلافت کے بارہ میں نص ہے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے ایسا کیوں فرمایا یعنے نص کے ہوتے ہوئے کسی کی رائے کو دخل نہیں تو حضرت صدیقؓ نے خلافت کو اہل اسلام کی رائے پر کیوں موقوف رکھا اور حضرت فاروقؓ نے بھی ایسا کیوں کیا کہ اسوقت چھ صاحبوں کو خلافت کے قابل تجویز فرمایا اور یہ کہا کہ انمیں سے کوئی ایک صاحب خلیفہ کئے جاویں اور حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے حضرت امیرؓ کی خلافت کیوقت طوعاً و کرہاً کیوں بیعت کی اور اگر یہ کہا جاوے کہ خلافت اجماع سے ثابت ہوئی تو

پڑھی تو اہل سنت کے نزدیک شیعہ کے کفر میں کیوں اختلاف ہے۔

جواب خوارج کا ایک ہی مذہب ہے اسوجہ سے اُنکے بارہ میں علما کا اختلاف نہیں کیونکہ باوجودیکہ خوارج کے چند فرقے ہیں مگر ان سب فرقہ کا ان مسائل میں اتفاق ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے ایمان کے وہ سب منکر ہیں اور آپکے بہشتی ہونے سے ان سب کو انکار ہے اور اُن سب کا یہ قول ہے کہ آپ میں خلافت کی لیاقت نہ تھی نعوذ باللہ من ذلک بخلاف شیعہ کے کہ اُنکے مذاہب میں اختلاف ہے بعض کا صرف یہی قول ہے کہ شیخین پر حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو فضیلت تھی اور بعض شیعہ نے اس پر زیادتی کی وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ شیخین اور آپکے اعوان خطا پر تھے اور بعض شیعہ ان صاحبوں کے بارہ میں فسق اور بدعت کی تہمت لگاتے ہیں حتیٰ کہ امامیہ کی ایک جماعت ان صاحبوں کے کفر کی قائل ہوگئی اس لئے شیعہ کے بارہ میں علما میں اختلاف ہوا شیعہ کے ان گروہوں میں سے پہلے گروہ کو بعض علما نے شیعہ قرار دیا ہے اور بعض علما نے یہ کہا ہے کہ دوسرے فرقہ کے لوگ شیعہ ہیں اور بعض علما نے تیسرے فرقہ کو شیعہ کہا ہے اب اسپر فتویٰ ہے اور اسی کو ترجیح ہے کہ یہ شیعہ بھی خوارج کے مانند احکام اخروی میں کافر ہیں اور تحفۂ اثنا عشریہ کی عبارت کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ خوارج بالاتفاق احکام اخروی میں کافر ہیں اور دنیوی احکام میں یہ احتمال ہے کہ خوارج بعض علما کے نزدیک مسلمان ہیں حتیٰ کہ خوارج اور اہل حق میں باہم نکاح جائز ہے اور انمیں ایک فرقے کے لوگ دوسرے فرقے کے وارث ہوسکتے ہیں ایسا ہی شیعہ کے بارہ میں بھی احکام اخروی میں اختلاف نہیں صرف احکام دنیوی میں اختلاف ہے تو فی الواقع شیعہ اور خوارج میں کچھ فرق نہیں۔

سوال یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی چیز واجب تھی کیونکہ واجب وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو اور سجدۂ سہو محض ترک واجب سے لازم آتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سجدہ سہو کا حکم نہ رہا ہوگا اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین مرتبہ سجدہ سہو کا کیا

جواب مسلم کی شرحوں میں مذکور ہے کہ بعض امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی واجب تھے کیونکہ اہلسنت کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مرتبہ اجتہاد کا بھی حاصل تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں بھی بعض احکام اجتہادیہ ظنی تھے اُسکی یہ صورت ہوئی کہ کسی آیت کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ظن غالب ہوا کہ اس آیت کا یہ معنے ہے اور کسی وجہ سے یہ بھی احتمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا کہ اُس معنی کے سوا کوئی دوسرا معنی اُس

سے روایت ہے کہ وہ مالک ہو جاوے گا حتی کہ وہ مسلمان مجبور کیا جاویگا کہ اُس لڑکے کو دارالاسلام میں لے آوے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اس امر پر وہ مجبور نہ کیا جاویگا اور امام کرخیؒ کا یہ قول ہے کہ اگر وہاں کے کفار کے نزدیک ایسی خرید و فروخت جائز ہو تو وہ بیع جائز ہو جاوے گی ورنہ وہ بیع جائز نہوگی ایسا ہی محیط میں ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار دارالحرب میں آزاد ہیں حالانکہ ایسا نہیں وہ لوگ دارالحرب میں غلام ہیں اگرچہ وہ کسی کی ملک میں نہیں یہ مسئلہ مستصفیٰ وغیرہ کے آزاد کے بیان احکام میں مذکور ہے۔

سوال۔ ایسے سید کے بارہ میں کیا حکم ہے جو بدعتی ہو یا فسق و فجور میں مبتلا ہو کفر کا کلمہ کہتا ہو۔

جواب اس مسئلہ کے جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ نص قرآنی اس بارہ میں کافی وشافی ہے فرمایا اللہ تعالےٰ نے قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ یعنے اللہ تعالےٰ حضرت نوح علیہ السّلام سے اُنکے لڑکے کے بارہ میں فرمایا کہ یہ تمھاری آل میں سے نہیں اس کے بارہ میں سفارش کرنا اچھا کام نہیں اور یہ صحیح روایت مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے اِنَّ اٰلَ اَبِیْ فُلَانٍ لَیْسُوْا بِاَوْلِیَائِیْ اِنَّمَا وَلِیِّیَ اللّٰهُ الخ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو فلاں کی آل میرے ولی نہیں میرا ولی صرف اللہ ہے الخ اور دوسری روایت میں ہے اِنْ اَوْلِیَائِیْ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ یعنے میرے ولی صرف پرہیزگار لوگ ہیں۔

سوال تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ دین کے جو اُمور ظاہر ہیں اُنکا منکر کافر ہے یہ امر احادیث سے ثابت ہے بلکہ آیات قطعیہ متواترہ سے اسکا ثبوت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے ایمان کا بڑا درجہ ہوا اور آپ بہشتی ہوئے اور جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے قابل ہوئے تو جو شخص ان باتوں کا منکر ہو وہ کافر ہے چنانچہ خوارج احکام اُخروی میں کافر ہیں اُنکے حق میں دعائے مغفرت نہ کیجاوے اور نہ اُنکے جنازہ کی نماز پڑھی جاوے تو اس صورت میں شیعہ کے بارہ میں بھی یہ حکم ہونا چاہیئے کہ وہ کافر ہیں کیونکہ جسقدر نصوص قطعیہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے حق میں ہیں اُنسے کہیں زیادہ نصوص قطعیہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کے حق میں ہیں اور ایک شخص کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عداوت تھی اُسکے جنازہ کی نماز خود حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ

پتۂ ذیل میں سے جہاں سے آپ کو سہولت ہو ہر قسم کی کتابیں بکفایت طلب فرمائیے

حاجی محمد سعید تاجر کتب
نمبر ۸۵ خلاصی ٹولہ کلکتہ ۳

حاجی محمد سعید تاجر کتب
و مالک مطبع مجیدی کانپور

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے زمانہ میں یہ حکم فرمایا تھا کہ فدک اور خیبر دار الحرب ہے حالانکہ ان مقامات میں اہل اسلام کے تجار بلکہ وہانکے بعض باشندے بھی وادی قریٰ میں مسلمان تھے اور فدک اور خیبر مدینہ منورہ سے نہایت متصل تھا باقی یہ مسئلہ کہ کفار حرب کے بارہ میں کیا حکم ہے آیا وہ آزاد ہیں یا غلام ہیں تو اس مسئلہ میں بھی روایتیں نہایت مختلف ہیں اکثر فقہا یہ لکھتے ہیں کہ کفار حربی کے غلام ہونے کی یہ صورت ہے کہ وہ مغلوب ہو جاویں اور زیر نگرانی دار الاسلام ہو جاویں تو وہ مسلمانوں کی ملک میں داخل ہو جاتے ہیں یعنے غلام ہو جاتے ہیں اور بعض فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کفار حربی اپنی خوشی سے یا مجبور ہو کر اپنی اولاد و اقارب کو فروخت کریں اس معاملہ کا اُن لوگوں میں رواج بھی ہو تو اُنکی اولاد اور اقارب غلام ہو جاویں گے اور حدیث شریف سے یہی مذہب قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اکثر غلاموں اور لونڈیوں کی خرید و فروخت اسی طور پر ہوئی مثلاً زید بن حارث اور سلمان فارسیؓ وغیرہ بعضوں کی بیع اسی طور پر ہوئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی مملوکیت تسلیم فرمائی تھی اور جامع الرموز میں لکھا ہے وَيُتَمَلَّكُ بِهِمَا أَيْ بِالْاِسْتِيلَاءِ وَالْإِحْرَازِ حُرُّ هُمْ لِلْاِسْتِيلَاءِ عَلَى مُبَاحٍ فَلَوْ أَهْدَى مَلِكٌ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ إِلَى مُسْلِمٍ هَدِيَّةً مِنْ أَحْرَارِهِمْ مَلَكَهُ إِلَّا إِذَا كَانَ ذَا قَرَابَةٍ لَهُ وَلَوْ دَخَلَ دَارَهُمْ مُسْلِمٌ بِأَمَانٍ ثُمَّ اشْتَرَى مِنْ أَحَدِهِمْ ابْنَهُ ثُمَّ أَخْرَجَهُ إِلَى دَارِنَا قَهْرًا مَلَكَهُ وَأَكْثَرُ الْمَشَائِخِ عَلَى أَنَّهُ لَا يَمْلِكُهُ فِي دَارِهِمْ وَهُوَ الصَّحِيحُ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَمْلِكُهُ حَتَّى يُجْبَرَ عَلَى إِخْرَاجِهِ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ لَا يُجْبَرُ وَقَالَ الْكَرْخِيُّ إِنْ كَانُوا يُبَيِّعُونَ جَوَازَ الْبَيْعِ فَالْبَيْعُ جَائِزٌ وَإِلَّا فَلَا كَمَا فِي الْمُحِيطِ وَفِيهِ اشْعَارٌ بِأَنَّ الْكُفَّارَ فِي دَارِهِمْ أَحْرَارٌ وَلَيْسَ كَذَلِكَ فَإِنَّهُمْ أَرِقَّاءُ فِيهَا وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِلْكٌ لِأَحَدٍ عَلَيْهِمْ عَلَى مَا فِي عِتَاقِ الْمُنْتَقَى وَغَيْرِهِ

یعنے کفار کے آزاد جب مغلوب ہو جاویں یا زیر حراست ہو جاویں تو وہ مملوک یعنی غلام ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ مباح چیز پر قبضہ کر لینا ہے تو اگر دار الحرب کے کسی بادشاہ نے کسی مسلمان کے پاس بطور تحفہ کے بھیجا اپنے آزادوں میں سے کسی آزاد کو تو وہ مسلمان اُس کافر کا مالک ہو جاویگا مگر جب اُس مسلمان اور اُس کافر میں کوئی قرابت ہو تو وہ مسلمان اُس کافر کا مالک نہو گا اور اگر دار الحرب میں کوئی مسلمان داخل ہوا کفار سے پناہ لیکر کے پھر اُس مسلمان نے وہاں کسی کافر سے اُسکا لڑکا خرید لیا پھر اُس لڑکے کو دار الاسلام میں جبراً لے آیا تو وہ مسلمان اُس لڑکے کا مالک ہو جاویگا اور اکثر مشائخ کے نزدیک یہ ہے کہ دار الحرب میں اُس لڑکے کا وہ مسلمان مالک نہو سکے گا اور یہی صحیح ہے اور امام محمدؒ

اَمِنًا بِالْاَمَانِ الْاَوَّلِ عَلٰی نَفْسِہٖ وَ دَارُ الْحَرْبِ تَصِیْرُ دَارَ الْاِسْلَامِ بِاِجْرَآءِ اَحْکَامِ الْاِسْلَامِ فِیْھَا اِنْتَھٰی یعنے دار الاسلام دار الحرب نہیں ہو سکتا مگر جب تین امور پائے جاویں وہاں مشرکین کے احکام جاری ہو جاویں اور وہ دار الاسلام دار الحرب سے مل جاوے اور وہاں کوئی مسلمان باقی نہ رہے اور نہ وہاں کوئی ایسا کافر ذمی رہ جاوے جو پہلے مسلمانوں سے پناہ لیکر رہا ہو اور اب بھی اسی پناہ کی وجہ سے ہو اور دار الحرب اُس حالت میں دار الاسلام ہو جاتا ہے کہ اہل اسلام کے احکام اُس میں جاری ہو جاویں اور کافی میں لکھا ہے اِنَّ الْمُرَادَ بِدَارِ الْاِسْلَامِ بِلَادٌ یَجْرِیْ فِیْھَا حُکْمُ اِمَامِ الْمُسْلِمِیْنَ وَیَکُوْنُ تَحْتَ قَھْرِہٖ وَبِدَارِ الْحَرْبِ بِلَادٌ یَجْرِیْ فِیْھَا اَمْرُ عَظِیْمِھَا وَتَکُوْنُ تَحْتَ قَھْرِہٖ اِنْتَھٰی یعنی دار الاسلام سے مراد وہ شہر ہیں جن میں مسلمانوں کے امام کا حکم جاری ہو اور وہ شہر اُس کے زیر حکومت ہو اور دار الحرب سے وہ شہر ہیں مراد ہیں جن میں اُن شہروں کے سردار کا حکم جاری ہو اور اُسکے زیر حکومت ہو یہ کافی کی عبارت کا ترجمہ ہے۔ اس شہر میں مسلمانوں کے امام کا حکم ہرگز جاری نہیں نصاریٰ کے حکام کا حکم بے دغدغہ جاری ہے اور احکام کفر کے جاری ہونے سے یہ مراد ہے کہ مقدمات انتظام سلطنت و بندوبست رعایا و تحصیل خراج و باج و عشر اموال تجارت میں حکام بطور خود حاکم ہوں اور ڈاکوؤں اور چوروں کی سزا اور رعایا کے باہمی معاملات اور جرموں کی سزا کے مقدمات میں کفار کا حکم جاری ہو اگرچہ بعض احکام اسلام مثلاً جمعہ و عیدین و اذان و گاؤکشی میں کفار تعرض نہ کریں لیکن ان چیزوں کا اصل اصول اُن کے نزدیک بیفائدہ ہے کیونکہ مسجدوں کو بے تکلف منہدم کرتے ہیں جب تک یہ اجازت نہ دیویں کوئی مسلمان اور کافر ذمی ان اطراف میں نہیں آسکتا مصلحتاً وارد ہیں اور مسافرین اور تاجروں سے مخالفت نہیں کرتے دوسرے امر مثلاً شجاع الملک اور ولایتی بیگم بلا اجازت اِنکے اِن شہروں میں نہیں آسکتے اور اس شہر سے کلکتہ تک ہر جگہ نصاریٰ کا عمل ہے البتہ دلہنے بائیں مثلاً حیدر آباد اور لکھنؤ اور رامپور میں انکا حکم جاری نہیں کیونکہ ان مقامات کے والیان ملک نے اِن سے صلح کرلی اور انکی فرمانبرداری منظور کرلی اور احادیث اور صحابہ کرامؓ اور خلفاء عظام کی رائے سے ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ بنی یربوع دار الحرب ہو حالانکہ جمعہ اور عیدین اور اذان اُنجگہ جاری تھا مگر وہاں کے لوگوں کو حکم زکوٰۃ سے انکار تھا اور ایسا ہی سماحہ اور اُسکے اطراف و جوانب کے بارہ میں یہ حکم تھا کہ دار الحرب ہو حالانکہ اُن شہروں میں مسلمان بھی تھے۔ علیٰ ہذا القیاس خلفاء کرام کے زمانہ میں بھی یہی طریقہ جاری رہا بلکہ حضرت

سوال جو شخص کفر کا کلمہ کہتا ہو اور وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ کفر کا کلمہ ہے یا نہیں تو وہ شخص کافر ہو جاتا ہے یا نہیں۔

جواب ایسے شخص کے کفر میں فقہا میں اختلاف ہے اور اس مسئلہ کی روایتیں خزانۃ الروایات وغیرہ میں مذکور ہیں بہر حال ایسے شخص کو اس قول سے توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔

سوال جو شخص علم اور علما کی اہانت کرے اُس کے بارہ میں کیا حکم ہے

جواب جو شخص دین اور علما کی اہانت کرتا ہے اس خیال سے کہ اس علم اور علما کے سبب سے امر باطل اختیار کیا جاتا ہے اور حق کی اہانت ہوتی ہے اور اُسکا یہ خیال ہے کہ یہ علم محض نزاع اور حق تلفی کے لئے موضوع ہے تو ایسا شخص کافر ہے اور اگر کوئی شخص علم نجوم یا اُسکے مانند دوسرے علم کی اہانت کرے تو اسمیں کوئی حرج نہیں اور جو علم ان علوم کے مانند نہیں اور وہ علم دین بھی نہ ہو تو اسکی اہانت سے کفر نہیں لازم آتا البتہ اُس کی اہانت بھی منع ہے اور اُسکی ممانعت اس علم کے مرتبہ کے موافق ہے اگر وہ ایسا علم ہے کہ اُس کی زیادہ فضیلت ہے مثلاً صرف و نحو تو جس قدر اُس علم کی اہانت منع ہے اُس قدر دوسرے علم کی اہانت منع نہیں جس کی فضیلت کم ہے۔

سوال جس شخص کو اُسکے ماں باپ نے عاق کر دیا ہو اُس کی بخشائش ہو گی یا نہیں۔

جواب عوام میں یہ مشہور ہے کہ عاق کرنا اُسکو کہتے ہیں کہ لڑکے کو اپنے نسب سے خارج کر دیا جاوے یہ بے اصل ہے اور اس سے لڑکے کے احکام سے لڑکا خارج نہیں ہو جاتا مثلاً ایسا نہیں کہ وہ لڑکا اپنے باپ کی وراثت سے محروم ہو جاوے اور شرع میں حقوق والدین سے یہ مراد ہے کہ والدین کو اذیت دیجاوے یہ گناہ کبیرہ ہے اور اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ گناہ کبیرہ کرنیوالا ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیگا تو جس نے اپنے والدین کو اذیت دی ہو وہ اُن حالتوں میں بخش دیا جاوے گا کہ اُسکے ماں باپ نے پہلے ہی معاف کر دیا ہو یا اُسوقت معاف کر دینگے جب اللہ تعالیٰ اُس شخص کی دوسری عبادتوں سے راضی ہو جاویگا اور اُسکے ماں باپ کو حکم فرماویگا کہ تم لوگ اُس کا قصور معاف کر دو یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاف کر دینے کے لئے فرما دینگے یا جب وہ شخص حقوق والدین کے عوض میں دوزخ کے عذاب کی سزا پا چکے گا واللہ اعلم بالصواب۔

سوال دارالاسلام دارالحرب ہو سکتا ہے یا نہیں۔

جواب معتبر کتابوں میں اکثر یہی روایت مختار ہے کہ جب تین شرطیں پائی جاویں تو دارالاسلام دارالحرب ہو جاتا ہے درمختار میں لکھا ہے۔ لَا تَصِيْرُ دَارُ الْاِسْلَامِ دَارَ الْحَرْبِ اِلَّا بِاُمُوْرٍ ثَلٰثَةٍ بِاِجْرَاءِ اَحْكَامِ اَهْلِ الشِّرْكِ وَبِاتِّصَالِهَا بِدَارِ الْحَرْبِ وَبِاَنْ لَّا يَبْقٰى فِيْهَا مُسْلِمٌ اَوْ ذِمِّيٌّ

کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب علما باخود ہا حق پر ہوئے بخلاف فرقۂ خلافیہ کے کہ اُن کے علما میں اصول میں اختلاف ہے کیونکہ فرقۂ خلافیہ کے علمایہ سے کوئی اس امر کا قائل ہے کہ ہمارے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ہوئی اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو پیغمبری ملی اور بعضے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہتے ہیں ع بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

سوال۔ اُس شخص کے بارہ میں کیا حکم ہے جو حدیث شریف سے انکار کرے۔

جواب اس مسئلہ میں چند احتمالات ہیں اوّل یہ کہ تمام حدیثوں سے انکار کرے یہ بعینہٖ کفر ہے دوسرے یہ کہ حدیث متواتر سے انکار کرے اور اُسمیں کچھ تاویل نہ کرے یہ بھی کفر ہے تیسرے یہ کہ حدیث صحیح سے جو قسم آحاد سے ہے انکار کرے اور یہ انکار خواہش نفسانی سے ہو اسوجہ سے کہ وہ حدیث طبیعت کے موافق نہو یا دنیوی مصلحت کے خلاف ہو یہ انکار گناہ کبیرہ ہے اور ایسا منکر بدعتی ہے یعنی بدعت سیئہ کرتا ہے چوتھے یہ کہ اسوجہ سے کسی حدیث سے انکار کرے کہ اُسکے خلاف کوئی دوسری قوی حدیث ہووے یا یہ کہ ناقل کے قول پر اسکو اعتماد نہو اسوجہ سے وہ شخص یہ سمجھتا ہو کہ فی الواقع یہ حدیث نہیں ہے اور اس خیال سے اُسکو اس حدیث سے انکار ہو اور یہ انکار خواہش نفسانی سے نہو اور نہ کسی دنیوی غرض سے ہو اور اپنے کلام کی سرسبزی بھی منظور نہو اور نہ کوئی دوسری غرض فاسد مقصود ہو بلکہ اسوجہ سے اُسکو انکار ہو کہ وہ حدیث اُسکے گمان میں علم اصول حدیث کے قواعد کیخلاف ہو یا کسی آیت قرآنی کیخلاف ہو یا ایسی ہی کوئی اور مناسب وجہ انکار کی اُسکے نزدیک ہو تو ایسے انکار میں کچھ حرج نہیں۔

سوال جس شخص کو فقہ کی کتاب سے انکار ہو اُسکے بارہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب اس مسئلہ میں بھی چند احتمال ہیں اوّل یہ کہ وہ شخص اگر مثلاً شافعی مذہب ہو اور اُس کو حنفی کی کتاب سے انکار ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں دوسرے یہ کہ جس کتاب سے اُسکو انکار ہو وہ کتاب معتبر اور مشہور نہو اس انکار میں بھی کچھ قباحت نہیں تیسرے یہ کہ اسوجہ سے اُسکو انکار ہو کہ یہ کتاب علم دین کی کتاب ہی یہ بعینہٖ کفر ہے چوتھے یہ کہ اس وجہ سے انکار ہو کہ اہل سنت کی یہ کتاب ہے تو وہ شخص بدعتی ہے کیونکہ اُس کو اس وجہ سے انکار ہے کہ اُسکا یہ اعتقاد ہے کہ یہ کتاب صحیح نہیں اگرچہ یہ کتاب اہلسنت کی احادیث صحیحہ کے مطابق ہے بخلاف اُس صورت کے کہ شافعی مذہب کو حنفی کی کتاب سے انکار ہو کہ شافعی کے نزدیک اُس کے مذہب کو حنفی کے مذہب پر ترجیح ہوتی ہے اُس کا یہ اعتقاد نہیں ہوتا کہ حنفیہ کے اصول و فروع باطل ہیں۔

اُن سے کہلاتے ہیں تا نکاح حالتِ اسلام میں منعقد ہو علمائے متاخرین نے جو احتیاطاً یہ امر عقد نکاح میں بڑھا دیا ہے یہ فی الواقع برکت اسلامی سے خالی نہیں جن لوگوں کو اسلام سے بہرہ نہیں ان لوگوں کو اس کا کیا لطف ملے کیا یہ معلوم نہیں کہ اموات کی تلقین اکثر فرقہ خلافیہ کے نزدیک جائز ہے اس امر کا سبب اُن لوگوں کے نزدیک کیا ہے کیونکہ کل فرقہ اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایمان بعد البعث درست نہیں اور بعث سے مراد انتقال روحانی ہے۔

سوال۔ اُمت کی شفاعت صرف حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماویں گے یا اصحابؓ کبار بھی شفاعت کر سکیں گے اور صحابہ کبارؓ کی تابعداری میں کیا فائدہ ہے اور ان صاحبوں کی عداوت میں کیا نقصان ہے۔

جواب۔ امور دنیا اور آخرت میں شفاعت سے یہ مراد ہے کہ گناہوں اور فعل حرام کی معافی کے لئے سوال کیا جاوے اور از روئے لغت کے شفاعت کا لفظ عام ہے شفاعت جرمی اور شفاعت ذنوبی دونوں کو شامل ہے شفاعت جرمی ایک شخص دوسرے کے بارہ میں اور تابع متبوع کے حق میں کر سکتا ہے اور شفاعت ذنوبی بواسطہ کسی وسیلے کے اور بلا واسطہ بھی حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماوینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کیلئے مرید کے واسطے مرشد واسطہ ہو سکے گا اور متعلم کے واسطے استاد شفاعت کا واسطہ ہو سکے گا۔ اور صحابہ کرام کی تابعداری نص سے ثابت ہے چنانچہ اس آیہ کریمہ سے وہ ثابت ہوتی ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ یعنی تابعداری کرو اللہ کی اور تابعداری کرو رسول کی اور اُن لوگوں کی تابعداری کرو جو تم لوگوں میں سے صاحبان امر ہوں اور یہ حکم اس حدیث صحیح سے بھی ثابت ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہؓ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جن کی پیروی تم لوگ کروگے سیدھی راہ پاؤگے تو جو لوگ صحابہؓ کبار کی تابعداری کریں گے وہ لوگ سیدھی راہ پاویں گے اور جو لوگ صحابہ کبار سے عداوت رکھیں گے اُنکے بارہ میں یہ ثابت ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

سوال اس امر کا کیا سبب ہوا کہ مفتیوں یعنی امام اعظم وغیرہ علیہم الرحمۃ کے اقوال میں اختلاف ہوا۔

جواب علما میں اس وجہ سے اختلاف ہوتا ہے کہ بعض علما کا عمل ظاہر آیت اور حدیث پر ہوتا ہے اور بعض علما آیت اور حدیث میں تاویل کرتے ہیں تو یہ اختلاف فی الواقع اصول میں اختلاف نہیں ہوتا بلکہ سلف کا یہ قول ہے اِخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ رَحْمَۃٌ یعنے علماء کے اختلاف میں رحمت ہے اس

یہ آیتیں ہیں۔ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ ۚ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ۝ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۝ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ

پھر جس پر جادو کا اثر ہو اُس پانی میں سے کچھ اُسکو پلایا جاوے اور اس پانی سے اُسکا ہاتھ پاؤں دھلوایا جاوے اور یہ بہتر ہے کہ اُس پانی سے وہ غسل کرایا جاوے یہ عمل یکشنبہ یعنے اتوار کے دن کرے ایسا ہی چند مرتبہ اتوار کے دن یہ عمل کیا جاوے انشاء اللہ تعالیٰ جادو کا اثر دفع ہو جاویگا

سوال۔ بیعت اصل میں کیا ہے اور بیعت قرآن شریف سے ثابت ہے یا حدیث شریف سے۔

جواب بیعت کا معنیٰ لغت میں معاہدہ اور معاقدہ ہے اور متکلمین کی اصطلاح میں عہد کرنا ہے اور صوفیہ کی اصطلاح میں بیعت اسکو کہتے ہیں کہ عقیدت کا ہاتھ مرشد کے ارشاد کے ہاتھ کیساتھ منعقد کیا جاوے تو اگر اس سوال سے یہ مقصود ہے کہ متکلمین کے نزدیک بیعت کیا ہے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بیعت صحابہ کبار نے کی تھی اور وہ بیعت خلفاء راشدین کی خلافت کے بارہ میں ہوئی تھی اس سے یہ مقصود تھا کہ صحابہ کبار نے یہ عہد کیا کہ ہم لوگ خلافت کے احکام کو جاری کریں گے اور یہ بیعت آیہ کریمہ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ سے ثابت ہے اور اگر اس سوال سے یہ مراد ہے کہ بیعت صوفیہ کے نزدیک کیا ہے تو اُس بیعت سے یہ مراد ہے کہ مرید اپنا عقیدت کا ہاتھ مرشد کے ارشاد کے ہاتھ کے ساتھ منعقد کرتا ہے اور یہ انعقاد مرشد کے واسطہ سے مرشد کے مرشد کے ساتھ ہوتا ہے اور علیٰ ہذا القیاس یکے بعد دیگرے یہ انعقاد حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ کے ساتھ ہو جاتا ہے اور بواسطہ حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ کے اس بیعت کا انعقاد حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو جاتا ہے اور یہ بیعت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے۔

سوال عقد نکاح کے وقت زوجین کو کلمہ اور ایمان مجمل اور ایمان مفصل کی تعلیم کرتے ہیں اس سے کیا فائدہ ہے آیا یہ منظور ہوتا ہے کہ زوجین کو یہ چیزیں معلوم ہو جاویں یا یہ غرض ہوتی ہے کہ ان چیزوں کی تعلیم پانے سے عقد نکاح مستحکم ہو جاوے۔

جواب شرعاً مومن اور کافر کے درمیان نکاح منعقد نہیں ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ لاعلمی سے یا سہواً کفر کا کلمہ اکثر صادر ہو جاتا ہے اور لوگوں کو اس امر کی خبر نہیں ہوتی اس وجہ سے علماء متاخرین جو محتاط ہیں احتیاطاً یہ کرتے ہیں کہ ایمان مجمل اور مفصل کی صفت زوجین کے سامنے کہتے ہیں اور

جماع کیا تو عورت سے اسکو کامل فائدہ حاصل ہو گیا اور مہر کہ بمنزلہ قیمت کے ہے وہ واجب الادا ہو گیا پھر اگر دوسری مرتبہ جماع کا اتفاق نہ ہو یا دوسری خدمتیں عورت سے نہ لیجاویں یا عورت شوہر کے گھر میں نہ رہے تو ان وجوہ سے مہر کے وجوب میں کچھ نقصان نہیں لازم آتا بلکہ زنا اور لعان سے بھی مہر نہیں ساقط ہوتا البتہ نان و نفقہ اس وجہ سے شوہر پر لازم ہوتا ہے کہ عورت شوہر کے گھر میں پابند رہتی ہے تو اگر عورت گھر سے بلا اجازت شوہر کے نکلے تو نفقہ اور کپڑا پانیکا اُس کا حق شوہر پر واجب نہیں رہتا فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ نفقہ پابندی کے عوض میں لازم ہوتا ہے اگر کسی شخص کو کسی کام میں مشغول کریں تو اس شخص کو اُس کام سے یا اس کام کے مالک سے نفقہ ملنا چاہیئے۔ چنانچہ جو شخص زکوٰۃ تحصیل کرنے پر مقرر رہتا ہے اسکو نفقہ مال زکوٰۃ سے دیا جاتا ہے اور قاضی اور مفتی اور محتسب کو مسلمانوں کے بیت المال سے نفقہ ملتا ہے علیٰ ہذا القیاس اور بھی لوگوں کے نفقہ کا یہی حکم ہے۔

سوال۔ آسیب اور جادو کے دفع ہونے کی ترکیب عنایت ہو۔

جواب۔ آسیب زدہ کے لئے یہ عمل مفید ہے کہ کڑوا تیل یعنی سرسوں کا تیل تانبے کے برتن میں رکھے اور چودہ مرتبہ آیت قطب پڑھے اور ہر مرتبہ اُس تیل پر دم کرے اور آیت قطب یہ ہے ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ط يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ط قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ط يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ط يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ یہ آیت پارہ لن تنالوا البر سورہ آل عمران میں ہے پھر وہ تیل آسیب زدہ کے تمام بدن میں اس طرح مالش کیا جاوے کہ ایک بال کی جگہ بھی باقی نہ رہ جاوے اور یہ خیال رکھا جاوے کہ وہ تیل زمین پر نہ رکھا جاوے اور اس تیل میں ہاتھ نہ ڈالا جاوے یعنی برتن میں سے وہ تیل مثلاً چمچہ سے نکال کر ہاتھ میں مالش کیواسطے لیوے یا برتن سے ہاتھ پر گرا لیا جاوے اور جو شخص پہلے دن تیل لگاوے وہی ہر روز مالش کرے اور کوئی ایک وقت مقرر کر لیا جاوے اُسی وقت ہر روز مالش کی جاوے انشاء اللہ تعالیٰ آسیب دفع ہو جاوے گا۔ اور جادو کو دفع کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ دریا کا پانی یا کوئی دوسرا جاری پانی گھڑے میں منگایا جاوے اور سورۂ قل اعوذ برب الفلق اور سورہ قل اعوذ برب الناس اور جادو دفع کرنے کی آیتیں لکھکر کے اُس گھڑے میں ڈال دیا جاوے اور جادو دفع کرنے کی

بغیر اذن زوجہا یبطل مہرہا ونفقتہا وکسوتہا وفی الذخیرۃ اذا خرجت امرأۃ مع المحارم بغیر اذن الزوج ودخلت فی بیت الوالدین وغیرہم یبطل مہرہا ونفقتہا وکسوتہا وسکناہا وعن الطحاوی فی قول محمد بن الحسن الشیبانی الفتوی علیہ کذا فی فتاوی صدر الشہید وفی النہایۃ شرح الہدایۃ اذا خرجت المرأۃ من بیت زوجہا باعیۃ بلا اذن زوجہا وصاحبہا وذہب من قریۃ الی قریۃ اخری سقطت نفقتہا ومہرہا من ذمۃ زوجہا ہذا النقل من التجنیس فی شرح الہدایۃ من الذخیرۃ امرأۃ اذا خرجت من بیت زوجہا مع غیر المحرم بغیر اذن الزوج ودخلت بیت الوالدین او غیرہما بطل مہرہا ونفقتہا وکسوتہا وسکناہا فی المحیط وعلیہ الفتوی کذا فی المضمرات یعنی تحفۃ الفقہا میں لکھا ہے کہ جب عورت بلا اجازت شوہر کے گھر سے نکلی تو اُس کا مہر اور نفقہ اور کپڑا پانے کا حق باطل ہوگیا اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ جب عورت بغیر محرم کے بلا اجازت شوہر کے باہر نکلی اور اپنے والدین یا کسی دوسرے کے گھر میں گئی تو اُس کا مہر اور نفقہ اور کپڑا اور رہنے کے لئے مکان پانے کا حق باطل ہوگیا۔ حسامیہ میں لکھا ہے کہ جب عورت گھر سے بغیر محرم کے بلا اجازت شوہر کے باہر نکلی تو اُسکا مہر اور نفقہ اور کپڑا اور رہنے کیلئے مکان پانے کا حق باطل ہوگیا اور طحاوی سے روایت ہے محمد بن شیبانی کے قول میں کہ اسی پر فتویٰ ہے ایسا ہی فتاوی صدر الشہید میں ہے اور نہایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ جب عورت بغاوت سے بلا اجازت اپنے شوہر اور اپنے مالک کے باہر نکلی اور ایک موضع سے دوسرے موضع میں گئی تو اُسکا نفقہ اور مہر اُسکے شوہر کے ذمہ سے ساقط ہوگیا یہ نقل تجنیس سے ہے شرح ہدایہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جب عورت بغیر محرم کے شوہر کے گھر سے بلا اجازت شوہر کے نکلی اور اپنے والدین یا کسی دوسرے کے گھر میں گئی تو اُس عورت کا مہر اور نفقہ اور کپڑا اور رہنے کیلئے مکان پانے کا حق باطل ہوگیا محیط میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے ایسا ہی مضمرات میں ہے۔

جواب۔ فقہ کی روایتیں ملاحظہ سے گذریں جو اس بارہ میں ہیں کہ جب عورت شوہر کے گھر سے بلا اجازت شوہر کے نکلی تو اُس کا مہر ساقط ہوگیا مہربان میرے ان یوں پر فتویٰ نہیں یہ روایتیں قواعد شرح وستون کے خلاف ہیں اسواسطے کہ عورت کے مہر کو فقہا نے دین صحیح لکھا ہے اور فقہا کا یہ قول لَیْسَ لِلدَّیْنِ لَا یَسْقُطُ اِلَّا بِالْاَدَاءِ اَوْ بِالْاِبْرَاءِ یعنی دین مہر بھی اور سب دیونکے مانند ہے وہ ساقط نہیں ہوسکتا سوا اسکے کہ شوہر ادا کردیوے یا عورت معاف کردے اور اس امر کا سبب فقہا نے یہ لکھا ہے کہ کل مہر پہلے مرتبہ کے جماع کے عوض میں ہوتا ہے جب ایک مرتبہ شوہر نے

لَهٗ ج وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّآ اَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ اَنَا بِكَ وَاِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

یعنی میں نے متوجہ کیا اپنا منہ اُس ذات پاک کیطرف جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا درانحالیکہ میں توحید کرنیوالا ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں بیشک میری نماز اور میری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت اللہ تعالےٰ کے واسطے ہے جو سب جہان کا پروردگار ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور مجکو اس توحید کا حکم کیا گیا اور میں اول مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے پروردگار تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور میں تیرا بندہ ہوں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہ کا اقرار کیا تو میرے سب گناہوں کو بخشدے گناہوں کا بخشنے والا تیرے سوا کوئی دوسرا نہیں اور بہترین خصلتوں کیلئے مجکو تو ہدایت کر بہترین اخلاق کیلئے تیرے سوا کوئی دوسرا ہدایت نہیں کرتا میں حاضر ہوں تیرے حکم کی تعمیل کیواسطے اور تیرے حکم کی تعمیل میں مدد کرنیکے لئے سب بہتر اُمور تیرے اختیار میں ہیں اور بُرائی تجھ میں نہیں میں تیرے حکم سے ہوا اور تیری طرف متوجہ ہوں تو صاحب برکت ہے اور تو برتر ہے تجھسے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

سوال۔ مطالب دنیوی کے حصول کے لئے کیا پڑھنا چاہیئے۔

جواب۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (کافی ہے ہم کو اللہ اور بہتر ہے وہ وکیل) پانچسو مرتبہ اول و آخر درود شریف دس مرتبہ پڑھنا چاہیئے انشاء اللہ تعالےٰ مقصد حاصل ہو جاوے گا اور حکام کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا منظور ہو تو یا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ بِالْخَيْرِ (اے پھیرنے والے دلوں کے بھلائی کیطرف) دوسو مرتبہ نماز عشاء کے بعد پڑھنا چاہیئے اور یَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ (اے پورا کرنیوالے ضرورتوں کے) بھی ایکسو مرتبہ پڑھنا اِس غرض کے لئے مجرب ہے اور اگر خصم خواجگان حصول مطلب کے لئے پڑھے تو بہتر ہے اور یَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ بھی پڑھنا چاہیئے۔

سوال۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی مرضی کیخلاف اپنے شوہر کے گھر سے باہر نکلے اور شوہر کی ممانعت کا کچھ خیال نکرے اور اُس نافرمانی سے اُس کو اذیت پہونچاوے تو اس عورت کا مہر اور نفقہ اور کپڑا اور رہنے کے لئے مکان پانے کا حق باطل ہو جاتا ہے یا شوہر کے ذمہ باقی رہتا ہے علمائے بنارس نے یہ لکھا ہے کہ جب عورت اپنے شوہر کے گھر سے نکلے تو اُسکا مہر اور نفقہ اور کپڑا اور رہنے کے لئے مکان ملنے کا حق باطل ہو جاتا ہے كَمَا فِيْ تُحْفَةِ الْفُقَهَاءِ اِذَا خَرَجَتِ الْمَرْاَةُ عَنِ الْبَيْتِ

سوال۔ اگر کوئی شخص شرعی طور پر قرض لیوے اور اُس سے مسجد بناوے پھر رشوت وغیرہ ناجائز ذریعہ سے مال حاصل کرے اور اُس مال سے اُس قرض کو ادا کرے تو ایسی مسجد بنانا شرعاً درست ہے یا نہیں۔

جواب ایسی مسجد بنانا درست ہے شرعاً اسکے بارہ میں مسجد کا حکم ہوگا ایسی مسجد بنانے میں ثواب کی امید ہے اسواسطے کہ قرض کے مال سے وہ شخص اس مسجد کو بناوے گا اگرچہ اس قرض کو خبیث مال سے ادا کرے لیکن جب وہ شخص قرض ادا کرے گا اس وقت اس مال کے خبث کا اثر اُس پہلے مال میں نہ ہوگا جو قرض لیا گیا تھا واللہ اعلم۔

سوال۔ اگر نکاح کرنے والا اہلسنت وجماعت سے ہو اور منکوحہ کا مذہب امامیہ ہو تو ایسے مرد اور عورت میں مذہب اہل سنت وجماعت کے موافق نکاح جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ مرد سنی اور عورت شیعہ میں نکاح کا حکم اسپر موقوف ہے کہ شیعہ کافر ہیں یا نہیں مذہب حنفی میں اسپر فتویٰ ہے کہ فرقہ شیعہ کے بارہ میں مرتد کا حکم ہے ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے تو اہل سنت وجماعت کے لئے یہ درست نہیں کہ شیعہ عورت سے نکاح کریں اور مذہب شافعی میں دو قول ہیں ایک قول کی بنا پر شیعہ کافر ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لوگ فاسق ہیں ایسا ہی صواعق محرقہ میں مذکور ہے لیکن قطع نظر اس سے اس فرقہ کے ساتھ نکاح کرنے میں طرح طرح کا بہت فساد ہوتا ہے مثلاً بد مذہب ہونا اہل خانہ اور اولاد کا اور ایک ساتھ بسر کرنے وغیرہ میں باہمی اتفاق نہ ہونا تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ واللہ اعلم

سوال۔ جب لوگ نماز کیواسطے کھڑے ہوں تو یہ جائز ہے یا نہیں کہ وہ لوگ پہلے قرآن شریف کی آیتیں وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى[1] وغیرہ اور استغفار پڑھیں۔

جواب۔ یہ ثابت ہے کہ یہ آیتیں اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ آخر تک دوسری دعا کے ضمن میں پڑھی جاویں اور اُس دعا میں استغفار بھی ہو بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں اور دعا کو تحریمہ کے بعد پڑھتے تھے اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ جب لوگ نماز کے واسطے کھڑے ہوں تو اسکو پڑھیں اور وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى کو پڑھنا ان دو رکعتوں کے پہلے ثابت ہے جو بعد طواف کعبہ کے پڑھی جاتی ہیں مشکوٰۃ شریف میں یہ دونوں روایتیں موجود ہیں وہ آیت اور دعا یہ ہے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ

[1] اور اختیار کرو تم لوگ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ ۱۲

وہ چادر لے لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسکی ضرورت بھی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس چادر کو بطور لنگی کے پہنے ہوئے اپنے اصحاب کے پاس تشریف لے آئے حاضرین مجلس میں سے ایک صحابی نے اُس چادر کی بڑی تعریف کی اور یہ کہا کہ مجکو اسے دیدیجئے یہ چادر بہت بہتر ہے لوگوں نے اُنسے کہا کہ آپنے یہ اچھا نہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چادر مانگی اور آپ یہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال کو رد نہیں فرماتے انھوں نے کہا خدا کی قسم میں نے یہ چادر اس غرض سے نہیں مانگی ہے کہ بالفعل اسکو میں اپنے مصرف میں لے آؤں اس غرض سے مانگی ہے کہ میرے کفن میں یہ چادر کام آوے سہیلؓ نے کہا کہ وہ چادر اُنکے کفن کے کام آئی۔

سوال کسی شخص نے رشوت وغیرہ ناجائز اُمور سے کوئی مکان بنایا یا کوئی موضع خرید کیا اور ایک مدت تک اُس مکان اور موضع پر وہ قابض رہا وہ شخص چاہتا ہے کہ اُس مکان اور موضع کو فروخت کرے تو اس مکان اور موضع کی قیمت اُس شخص کیواسطے حلال ہے یا نہیں۔

جواب رشوت کا مال بلاشبہہ حرام اور خبیث ہے لیکن جب اُس شخص نے اس مال کو بدل ڈالا اور اُس مال سے مکان بنایا تو اُس مکان کا وہ مالک ہوگیا اُسکے لئے یہ جائز ہے کہ اُس مکان کو فروخت کرے لیکن اس مال میں خبث ہے اسواسطے کہ وہ مال کسب حرام سے حاصل ہوا۔ حاصل کلام جو چیز خریدکیجاوے وہ اس شرط سے خریدار کی ملکیت میں آویگی کہ وہ چیز بیچنے والے کی ملکیت میں رہی ہو اور یہ امر یہاں ثابت ہے اور مال کا حلال اور حرام ہونا کسب کے حلال اور حرام ہونے پر موقوف ہے جب کسب حرام ہوا تو مال بھی حرام ہوا اگرچہ اس شخص کی ملکیت میں تغیر واقع ہوا رشوت کا یہ مال بھی اس مال کے مانند ہے جو زنا کے عوض ملا ہو یا کاہن یعنے نجومی اور برہمن کو بطور نذر کے دیا گیا ہو اس غرض سے کہ وہ غیب کی باتیں بتلاوے البتہ اگر وہ شخص وہ مال قرضخواہ کو دیوے تو قرضخواہ کے حق میں وہ مال حلال ہوجاویگا ایسا ہی اگر کسی دوسرے معاملہ میں کسی کو کچھ دینا ضرور ہو اور وہ مال دیا جاوے تو وہ مال لینے والے کے حق میں حلال ہوجاتا ہے اور کسب حرام کرنیوالے کے حق میں اُس مال کا خبث باقی رہتا ہے لیکن احیاء العلوم کی روایت کے موافق یہ حکم ہے کہ اگر وہ شخص اس فعل بد سے توبہ کرے تو وہ مال اس شخص کے حق میں بھی حلال ہوجاویگا بشرطیکہ اس شخص نے اس مال کو اُسکے مالک کی رضامندی سے لیا ہو اور کسی کی حق تلفی نہ کی ہو ورنہ جو چیز غصب سے ملی ہو اسکے حلال ہونیکے لئے یہ شرط ہے کہ اس چیز کا مالک اُسپر راضی ہوجاوے کہ جس نے غصب کیا وہ اس مال کو بطور ملکیت اپنے مصرف میں لے آوے۔

نماز کے احکام جو مردوں کیلئے ہیں وہی عورتوں کیواسطے بھی ہیں صرف چند اُمور میں فرق ہے اوّل یہ کہ عورتوں کو چاہیئے کہ اپنا تمام بدن ایسے کپڑے سے چھپاویں کہ بدن یا بال کا رنگ معلوم نہو اگر عورتیں ایسے باریک کپڑے سے بدن چھپاویں کہ بدن یا بال کا رنگ معلوم ہو تو بدن کا چھپانا ثابت نہو گا اور نماز صحیح نہوگی اور جسقدر کامل طور سے بدن چھپایا جاوے بہتر ہے یہانتک کہ ہاتھوں اور پاؤں کو بھی چھپانا بہتر ہے اور احتیاطاً یہ چاہیئے کہ تا امکان عورت اپنے دونوں قدم اور دونوں ہاتھوں کو چھپائے رکھے لیکن مُنہ ایسا نہ چھپاوے کہ نگاہ سجدہ کی جگہ پر نہ پڑے کہ سجدہ کی جگہ نظر نہ آوے دوسرے یہ کہ عورتوں کو چاہیئے کہ اذان اور تکبیر نہ کہیں عورتوں کے حق میں یہی سنت ہے کہ بغیر اذان اور تکبیر کے نماز پڑھیں تیسرے یہ کہ نماز شروع کرنیکے وقت عورتیں جب اللہ اکبر کہیں تو ہاتھوں کو کانوں تک نہ اٹھاویں بلکہ دونوں کاندھوں تک ہاتھوں کو اٹھاویں زیادہ بلند نہ کریں چوتھے یہ کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے نہ باندھیں بلکہ پستان کے نیچے رکھیں پانچویں یہ کہ بلند آواز سے کسی وقت کی نماز میں قراءت نہ پڑھیں اور نہ تکبیرات کو بلند آواز سے کہیں یہ سب آہستہ آہستہ کہیں کسی جگہ آواز بلند نکریں سلام بھی آہستہ کہیں چھٹے یہ کہ جب نماز میں بیٹھیں خواہ سجدہ کیواسطے خواہ التحیات پڑھنے کیلئے تو مردوں کی طرح بائیں پاؤں پر نہ بیٹھیں بلکہ عورتوں کیلئے یہ حکم ہے کہ دونوں پاؤں کو داہنی طرف نکال دیویں اور بائیں سُرین پر بیٹھیں ساتویں یہ کہ سجدہ میں سرین کو بلند نہ کریں بلکہ شکم رانوں سے سجدہ میں ملا رہنا چاہیئے اور ایسی حالتمیں یہ ضرور ہے کہ زانوسے سر ملا ہیگا مردوں کی طرح زانو سے سر جدا نہ رہے گا فقط۔

سوال۔ ہر مسلمان کے حق میں یہ سنت ہے یا نہیں کہ کفن کے واسطے کپڑا اپنے پاس رکھے بعض کا یہ قول ہے کہ ایک برس سے زیادہ کفن کا کپڑا نہ رکھنا چاہیئے جب ایک برس گذر جاوے تو وہ کپڑا کسی دوسرے کو دے دیوے اور دوسرا کپڑا کفن کے واسطے اپنے پاس رکھے۔

جواب اسمیں کچھ مضائقہ نہیں کہ مسلمان اپنے کفن کیواسطے کپڑا خرید کرے یا کسی سے لیوے اور اسکو اپنے پاس رکھے یہ صحیح بخاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور اسمیں بھی کچھ مضائقہ نہیں کہ ایک ہی کپڑا برسوں رہجاوے مگر ایسا پرانا نہو جاوے کہ مردہ کو اسمیں لپیٹنے سے اُسکے پھٹ جانیکا خوف ہو جب ایسا پرانا ہو جاوے تو اسکو فقیر کو دیدیوے یا اپنے مصرف میں لے آوے اسمیں کچھ مضائقہ نہیں صحیح بخاری میں سہلؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چادر بُنی ہوئی لے آئی اُسمیں حاشیہ بھی تھا اس عورت نے کہا کہ میں نے یہ چادر اپنے ہاتھ سے بُنی ہے اس امید سے یہ چادر لے آئی ہوں کہ آپ اسکو اپنے مصرف میں مشرف فرماویں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

پڑھے اور اُسکی نیت عبادت کی نہو بلکہ صرف اِس خیال سے پڑھے کہ قرآن شریف پڑھنا مباح ہے اور اُسپر اُجرت لیوے مثلاً دم کرے یا لکھکر تعویذ دیوے یا قرآن شریف کی بعض سورتوں کو اس غرض سے پڑھے کہ کوئی خاص دنیوی مطلب حاصل ہو یا قبر کا عذاب نہو یا خوش الحانی کیساتھ پڑھے اس غرض سے کہ زندہ یا مردہ کو سرور ہو یہ سب بھی بلا کراہت جائز ہے اور یہی اس حدیث سے مراد ہے اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا کِتَابُ اللّٰہِ یعنے جن چیزوں پر تم لوگ اجرت لیتے ہو اُنمیں سے زیادہ بہتر اللہ تعالےٰ کی کتاب ہے کہ اُسپر تم لوگ اجرت لو اور یہ جو واقعہ ہوا کہ کسی شخص کو بچھو یا سانپ نے کاٹا تھا اور کسی صحابی نے سورۂ فاتحہ پڑھکر اُسکو دم کیا اور اُسپر انھوں نے اجرت لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اُجرت کو جائز فرمایا یہ اجرت لینا بھی اسی قسم سے ہے سب سورتوں اور اُنکے احکام کو علیحدہ علیحدہ یاد رکھنا چاہیئے اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مختلف حدیثوں میں کچھ تعارض نہیں مثلاً عبادہ بن صامتؓ کی حدیث میں یہ ہے کہ عبادہ بن صامتؓ نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص نے مجکو کمان تحفہ بھیجا میں اُس شخص کو کتاب اور قرآن شریف پڑھاتا تھا اور یہ مال نہیں میں اُس کمان سے جہاد میں تیر چلاتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اگر تمکو یہ منظور ہے کہ تمھاری گردن میں آگ کا طوق ڈالا جاوے تو تم اُس کمان کو لینا منظور کرو اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ تعلیم کیوقت اجرت لینے کا خیال رہا ہو اور اسی نیت سے تعلیم کی ہو اور اسی قیاس پر دوسری حدیثوں کو بھی سمجھنا چاہیے واللہ اعلم بالصواب۔

سوال۔ حافظ شیرازیؒ کے اس شعر کے کیا معنے ہیں ؎

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ		چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند	

جواب۔ اس شعر سے اُس کی شرح واضح ہے۔

ہفتاد و دو فرقہ در رہت می پویند ای بے ماند	گم کردہ ترا ہر طرف می جویند۔ سرگردانند
بہتر فرقے تیری راہ میں دوڑتے ہیں۔ اے بے مثل	تجکو بھولے ہوئے ہر طرف ڈھونڈھتے ہیں۔ پریشان ہیں
سر رشتۂ حق بدست یک طائفہ ایست۔ درویشانند	باقی بہ تکلف سخنے میگویند۔ ایشانند
حق پر ایک گروہ ہے۔ وہ عارفین ہیں	اور باقی سب لوگ تکلف سے بات کہتے ہیں یہ بھولے ہوئے ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رسالہ نماز کے اُن احکام کے بیان میں جو خاصکر کے عورتوں کیلئے ہیں

ناجواز کا سبب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی بندگی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے حکم کے موافق آخرت میں اجر پانے کا مستحق ہوتا ہے اگر وہ شخص دنیا کے اجر کو مخلوق سے چاہے تو دو عوض اور دو اجر ایک آدمی کو ایک کام پر ملنا لازم آتا ہے جیسے کہ کوئی شخص ایک آدمی کا خاص نوکر ہو گیا تو یہ نہیں ہو سکتا کہ اسی زمانہ میں وہ آدمی دوسرے شخص کا بھی خاص نوکر ہو ایسا ہی ہدایہ میں لکھا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ وَلَا تَاْكُلُوْا بِهٖ یعنی پڑھو تم لوگ قرآن شریف کو اور مت کھاؤ اسپر اجرت جیسے کوئی شخص کسی آدمی کو اسواسطے نوکر رکھے کہ وہ آدمی قبر کے پاس قرآن پڑھا کرے کہ فقہانے کہا ہے اس پڑھنے سے کوئی ثواب کا مستحق نہ مردہ ہوگا اور نہ پڑھنے والا انتہیٰ تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص خالصاً للہ اپنے پڑھے ہوئے کا ثواب کسی دوسرے کو بخشدے یا اس دوسرے شخص کو ثواب پہنچانے کی غرض سے پڑھے اور عوض لینے کا خیال اُسکے دلمیں بالکل نہ گذرے اور وہ دوسرا آدمی اس پڑھنے کے عوض میں بعد پڑھنے کے یا درمیان پڑھنے کے پڑھنے والیکو کچھ دیوے یا اور کوئی احسان اس کے ساتھ کرے یا کوئی ایسا شخص ہو کہ برسوں کسی دوسرے شخص پر انعام اور احسان کرتا ہو اور وہ دوسرا شخص اُسکے عوض میں قرآن شریف اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ اور مانند اُس کے پڑھے اور اُسکا ثواب اُس شخص کو بخشدیوے یہ صورت بلاشبہہ جائز ہے بلکہ یہ مستحب ہے اسواسطے کہ احسان کے صلے میں احسان کرنا جائز ہے اور حدیث شریف میں ہے مَنْ صَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ الخ یعنی جو شخص تم لوگوں کے ساتھ احسان کرے تو تم بھی اُسکے صلہ میں اُسکے ساتھ احسان کرو لیکن اس امر میں بھی غور کرنا چاہیئے کہ اگر پڑھنے والے کی یہ نیت ہے کہ احسان کے صلہ میں احسان کرے تو یہ جائز اور مستحب ہے اور اگر اس نیت سے پڑھتا ہے کہ اس پڑھنے کے عوض میں آئندہ کچھ ملے تو فی الواقع یہ اجارہ ہے البتہ احسان کا صلہ جاننے میں حرج نہیں لیکن دونوں صورتوں میں جو فرق ہے اسکو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کی یہ خواہش ہے کہ علم دین حاصل کرے یا قرآن شریف یاد کرے یا کسی دوسری عبادت میں مشغول ہووے لیکن وہ تنگدست ہو اور کوئی صورت بسر اوقات کی اسکے لئے نہ ہو اور اسوجہ سے وہ ان اُمور میں فراغت کیساتھ مشغول نہ ہو سکے اور کوئی دوسرا شخص مالدار اُسکی بسر اوقات کا ذمہ دار ہو جاوے تا وہ شخص فارغ البال ہو کر عبادتوں میں مشغول ہووے تو اُسکی ہر عبادت پر دونوں شخص کو کامل اجر حاصل ہوگا فرمایا اللہ تعالےٰ نے لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا الخ اور عبادت میں مدد کرنے سے یہی مراد ہے جسکی فضیلت جابجا حدیثوں میں مذکور ہے لیکن اسپر اجرت کا اطلاق مجازاً ہوتا ہے پانچویں صورت یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن شریف

فرقہ نے یہ سمجھا کہ دوسرا فرقہ گمراہ ہے مثلاً شیعہ اور سنی کہ انمیں سے ہر ایک فرقہ کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے فرقہ کے لوگ گمراہ ہیں اسکا یہ جواب دیتا ہوں کہ ہم لوگ فرقۂ شیعہ کو اسوجہ سے گمراہ نہیں جانتے ہیں کہ ان احادیث کی تعیین مراد میں ان لوگوں سے غلطی ہوئی بلکہ اسوجہ سے اُن لوگوں کو گمراہ سمجھتے ہیں کہ جن حضرات کے بارہ میں شیعہ یہ کہتے ہیں کہ حدیثیں اُن صاحبوں کی شان میں نہیں ہیں اُن حضرات میں وہ صفتیں موجود تھیں جو ان احادیث میں مذکور ہیں مثلاً اُن صاحبوں کیوقت میں اسلام کو قوت اور عزت ہونا اور ان صاحبوں کی پیروی پر لوگوں کا متفق ہونا علاوہ انکے اور صفتیں جو ان حدیثوں کے طریقوں میں مذکور ہیں وہ سب صفتیں ان حضرات میں موجود تھیں اور اکثر شیعہ بھی اس امر کے قائل ہوئے کہ یہ صفتیں ائمۂ اطہار میں موجود تھیں تو جس فرقۂ شیعہ کا ایسا خیال ہو وہ گمراہ نہیں فقط تمام ہوئی تقریر مولانا شاہ **عبد العزیز صاحب محدث دہلوی** علیہ الرحمۃ کی **مسئلہ** حافظان قرآن شریف جو اجرت قرآن شریف کے پڑھنے پر لیتے ہیں اُسکی چند صورتیں ہیں اُن سب کو علٰحدہ علٰحدہ سمجھنا چاہیئے خلط نکرنا چاہیئے پہلی صورت یہ ہے کہ جو قرآن شریف پڑھے اُسکا ثواب کچھ روپے کے عوض کسی کے ہاتھ بیچڈالے اہلسنت کا اسپر اجماع ہے یہ صورت محض باطل ہے البتہ امامیہ میں اسکا رواج ہے بلکہ روزہ اور حج وغیرہما کے ثواب کو بھی وہ لوگ بیچتے ہیں اِس امر کے باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بیع کی حقیقت ہے مبادلہ مال کا ساتھ مال کے اور عبادت کا ثواب مال نہیں بلکہ حق ہے جو اس شخص کو موافق وعدہ اللہ تعالےٰ کے ثابت ہوتا ہے اور اس وعدہ کو خدا تعالیٰ آخرت میں پورا کریگا اور حقوق کی بیع خواہ وہ حق دنیاوی ہو خواہ اخروی جائز نہیں جیسے حق ولا اور حق وراثت اور حق راستہ گذرنے کا اور حق چھت پر رہنے کا اور مثل انکے عام حقوق کی بیع ناجائز ہے دوسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو قرآن شریف ختم کرنیکے لئے اجرت پر مقرر کریں اور اس سے مقصود یہ ہو کہ ختم کا ثواب اجرت دینے والے کو ہو یہ صورت حنفی مذہب میں ناجائز ہے اور شافعیؒ کے نزدیک اس حکم میں طول اور تفصیل ہے اور اس صورت کے ناجائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حنفی مذہب میں یہ قاعدہ کلیہ ہے جیسا کہ شرح وقایہ وغیرہ میں لکھا ہے اَلْاَصْلُ عِنْدَنَا اَنَّهٗ لَا یَجُوْزُ الْاِجَارَةُ عَلَی الطَّاعَاتِ وَ عَلَی الْمَعَاصِیْ لٰکِنْ لَمَّا وَقَعَ الْفُتُوْرُ فِی الْاُمُوْرِ الدِّیْنِیَّةِ یُفْتٰی بِصِحَّتِهَا لِتَعَلُّمِ الْقُرْاٰنِ وَالْفِقْهِ تَحَرُّزًا مِنَ الْاِنْدِرَاسِ یعنی اصل مذہب ہمارا یہ ہے کہ نہیں جائز ہے اُجرت طاعات پر اور نہ گناہوں پر لیکن چونکہ امور دینیہ میں فتور واقع ہوا اس لئے اجرت کے جائز ہونیکا فتویٰ دیا جاتا ہے واسطے سیکھنے قرآن شریف اور فقہ کے تا یہ علوم مٹ نہ جاویں اور طاعات پر خواہ نفل ہوں یا فرض اجرت کے

تو بیفائدہ کلام طویل ہو جاویگا اور ناظرین کو تکلیف ہوگی لیکن بہ منشا اسکے کہ جو چیز کامل طور پر حاصل نہیں کیجاتی وہ قطعاً چھوڑ بھی نہیں دیجاتی آجگہ سائل کے کلام میں صرف تین خلل بیان کرتا ہوں اوّل یہ کہ اس کلام سے یہ لازم آتا ہے کہ خفی اور مشکل اور مجمل اور متشابہ جو مقابلہ میں ظاہر اور نص اور مفسر اور محکم کے ہے یہ قسمیں شارع کے کلام میں نہوں حالانکہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ شارع کے کلام میں یہ قسمیں موجود ہیں دوسرے یہ کہ یہ قسمیں خفی اور مشکل اور مجمل اور متشابہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں موجود ہیں اور جناب رسالت پناہ کی یہ شان تھی کہ آپ امر حق کو ظاہر کرتے تھے اور اللہ تعالےٰ کے کلام کے معنی بیان فرماتے تھے۔ تو سائل کے خیال کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ لازم تھا کہ آپ ایسے کلام کی توضیح فرمادیتے اور ایسے کلام کے خفا اور اشکال اور اجمال اور تشابہ کو زائل فرماتے حالانکہ خفی اور مشکل اور مجمل کی بعض قسمیں اور متشابہ کی کل قسمیں اللہ تعالیٰ کے کلام میں موجود ہیں تیسرے یہ کہ یہ شبہ دوسری حدیثوں میں بھی ہو سکتا ہے اسواسطے کہ مخالفین کو یہ موقع مل سکتا ہے کہ اس سوال کی بے ربط تقریر کو اکثر حدیثوں میں جاری کریں مثلاً نہج البلاغت کی حدیث جو اوپر مذکور ہوئی اسمیں یہ کہیں کہ یہ حدیث ہذا بلا، فلاں بن فلان سے جو حضرت امیر کنی عنہ مراد ہیں انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف کیوں نہ بیان فرمادیا کہ ظاہر طور پر بیان نہ فرمانے سے امت کے لوگوں میں فلاں کے تعین میں اختلاف ہوا اور ہر ایک فرقہ کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ دوسرے فرقہ کے لوگ گمراہ ہیں ایسا ہی اللہ تعالےٰ کا یہ کلام پاک ہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث ورباع یعنی پس نکاح کرو تم لوگ ان عورتوں سے جو بہتر معلوم ہوں تم لوگوں کو دو دو تین تین چار چار اس سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جائز ہے کہ اٹھارہ عورتیں ایک شخص کے نکاح میں رہیں اور دوسرے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ صرف چار عورتوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا جائز ہے اور ہر ایک فرقہ یہ سمجھتا ہے کہ دوسرا فرقہ گمراہ ہے ایسا ہی حدیثوں میں بھی بعض لوگوں نے غلط فہمی سے اختلاف کیا تو اس میں کیا قباحت ہے اور اگر سائل کی غرض یہ ہے کہ علماء اہلسنت میں جو باہم اختلاف ہے اُن لوگوں میں سے ہر ایک فرقہ یہ سمجھتا ہے کہ دوسرا فرقہ گمراہ ہے تو یہ بات قابل تسلیم نہیں اسواسطے کہ جب کسی حدیث میں چند احتمالات ہوں اور اُن میں سے کسی احتمال کو بعض علما کے نزدیک ترجیح ہو اور اسواسطے وہ علما اُس احتمال کو اختیار کریں اور دوسرے علما کے نزدیک دوسرے احتمال کو ترجیح ہو تو اُن علماء میں سے کوئی فرقہ یہ نہیں سمجھتا کہ دوسرا فرقہ گمراہ ہے اور اگر سائل کی غرض یہ ہے کہ اس اختلاف کی وجہ سے علماء اُمت میں سے ایک

کا جو یہ قول ہے ثُمَّ یَکُوْنُ الْھَرْجُ اس سے وہ قتل مراد ہے جسکے ذریعہ سے قیامت قائم ہوگی یہ جواب اُسکے مطابق ہے جو اس سوال کے شروع مقام سے سمجھا جاتا ہے اگر سائل کے دلمیں ان صاف بیانات میں کچھ خدشہ بطور وہم فاسد کے گذرے تو سائل کو چاہئے کہ اس خدشہ کو بیان کرے اور اسوقت ہمپر لازم ہوگا کہ اس خدشہ کو ہم دلیل سے رد کریں اور اگر سائل کی غرض یہ ہے کہ جو حدیث خلفا کے بارہ میں وارد ہوئی اسکی مراد کے بیان میں علما میں اختلاف ہوا اسکا سبب کیا ہے تو میں اس سوال کا جواب دیتا ہوں کہ جن لوگوں کو عقل اور علم سے کچھ بہرہ ہے اُن لوگوں پر یہ امر پوشیدہ نہیں لیکن چونکہ ظاہر میں سائل کی تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو علم نہیں اس واسطے اختلاف کا سبب اجمالی طور پر بیان کیا جاتا ہے جاننا چاہئے کہ اس حدیث میں اکثر احتمالات ہیں اور جس حدیث میں زیادہ احتمالات ہوتے ہیں اُسمیں علما کا اتفاق نہیں ہوتا بلکہ جس عالم کے نزدیک جو احتمال باعتبار قرائن وامارات کے قوی ہوتا ہے اس عالم کی رائے اسی احتمال کی جانب ہوتی ہے ایسا کوئی مذہب نہیں جس میں اس قسم کی حدیثیں نہیں اور اُس مذہب کے علما میں ان حدیثوں میں اختلاف نہو اگرچہ یہ دعویٰ نہایت ظاہر ہے اُسکو بیان کرنیکی ضرورت نہیں لیکن اس خیال سے کہ متعصبین کے اوہام دفع ہوں بطور شہادت کے ایک امر کا ذکر کیا جاتا ہے کہ شریف مرتضیٰ نے نہج البلاغت میں حضرت امیر المؤمنین کے کلام سے نقل کیا ہے ھٰذا ابلاء فلان فلقد قوم الاود الخ اور ابن ابو الحدید نے اُسکی شرح میں یہ کہا ہے المکنی عنہ عمر ابن الخطاب وقد وجدت النسخۃ التی بخط اطہری ویحسب فلان عمر حدثنی بذلک مختار بن معد الموسوی الاودی الشاعر وقال الراوندی فی شرحہ انہ مدح بعض اصحابہ بحسن المیسرۃ وان الفتنۃ ھی التی وقعت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاختیار والامرۃ وقال الجاروردیہ انہ کلام فی امر عثمان کما یمدح الآن امیر الحی فی ایام الامیر الحی بعدہ فیکون ذلک تعریضا بہ انتہی مختصرا پس معترض کے خیال کے موافق کہتا ہوں کہ علماء شیعہ نے بالاتفاق اس حدیث کا ایک معنی کیوں نہ کہا حاصل کلام بہر تقدیر معترض نے جو یہ سوال کیا ہے اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ معترض کو علم دینیہ سے خبر نہیں اور اہلسنت اور امامیہ کے مذہب سے وہ آگاہ نہیں اور سائل کا یہ کلام ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث کا معنے بیان نہ فرمایا اور اسوجہ سے امت کے لوگوں میں اس بارہ میں اختلاف ہوا کہ اس حدیث کی خاص مراد کیا ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ سائل کا یہ کلام خلل سے مالا مال ہے وہ سب خلل اگر بیان کئے جاویں

پر لوگوں کا اتفاق ہوگا اور منجملہ اُنکے طبرانی کی یہ حدیث ہے لَا یَضُرُّھُمْ عَدَاوَۃُ مَنْ عَادَاھُمْ یعنی جو لوگ اُن خلیفوں سے عداوت رکھیں گے ان لوگونکی عداوت سے اُن خلفا کا نقصان نہوگا اور منجملہ اُنکے یہ حدیث ہے جس کو احمد اور بزار نے ابن مسعودؓ کی حدیث سے بیان کیا اَنَّہٗ سُئِلَ کَمْ یَمْلِکُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ مِنَ الْخَلِیْفَۃِ فَقَالَ سَاَلْنَا عَنْھَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِثْنَا عَشَرَ بِعَدَدِ نُقَبَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ یعنے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کسقدر خلفا اس امت کے سردار ہونگے تو ابن مسعودؓ نے کہا کہ ہم نے اس بات کو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپنے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں جسقدر نقیب ہوے اسی قدر اس امت میں بارہ خلیفہ ہونگے اور منجملہ انکے یہ حدیث ہے جسکو شیخ ابن حجر مکی نے فتح الباری میں ابن جوزی سے نقل کی ہے کہ ابن جوزی نے اپنی سند سے اپنی مسند کبیر میں ابی بحران کے طریقہ سے کہا لَا تَھْلِکُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃُ حَتّٰی یَکُوْنَ فِیْھَا اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّھُمْ یَعْمَلُ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ الخ یعنی امت ہلاک نہوگی جب تک اس امت میں بارہ خلیفہ نہ ہوجاوینگے اور وہ سب خلیفہ سیدھی راہ اور دین حق کے مطابق عمل کرینگے اور منجملہ اُنکے وہ حدیث ہے جسکو ابوداؤد نے اسود بن سعید کے طریق سے جابر بن حمزہ کی روایت سے بیان کی ہے اور ابوداؤد کی روایت میں اُس حدیث میں اسقدر زیادہ ہے فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰی مَنْزِلِہٖ اَتَتْہُ قُرَیْشٌ فَقَالُوْا ثُمَّ یَکُوْنُ مَاذَا قَالَ الْھَرْجُ اَخْرَجَ الْبَزَّارُ ھٰذِہِ الزِّیَادَۃَ مِنْ وَّجْہٍ فَقَالَ فِیْھَا ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی مَنْزِلِہٖ اَتْبَعْتُہٗ فَقُلْتُ ثُمَّ یَکُوْنُ مَاذَا قَالَ الْھَرْجُ کَذَا فِیْ فَتْحِ الْبَارِیْ یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام میں تشریف لائے تو آپکی خدمت میں قریش حاضر ہوئے اور یہ کہا پھر کیا ہوگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرج یعنے قتل ہوگا ایسا ہی فتح الباری میں ہے اور قتل کا زمانہ قیامت کے قریب ہوگا چنانچہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں شقیق بن سلمہ سے روایت کی ہے کہ شقیق بن سلمہ نے کہا کُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰہِ وَاَبِیْ مُوْسٰی فَقَالَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ اَیَّامًا یُّنْزَلُ فِیْھَا الْجَھْلُ وَیُرْفَعُ فِیْھَا الْعِلْمُ وَیَکْثُرُ فِیْھَا الْھَرْجُ اَلْقَتْلُ یعنی شقیق بن سلمہ نے کہا کہ میں عبد اللہ اور ابو موسیٰ کے ساتھ تھا کہ اُن دونوں صاحبوں نے کہا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک قیامت کے قریب ایسے دن ہونگے کہ ان دنوں میں جہالت شائع ہوگی اور علم اٹھالیا جاویگا اور ہرج یعنے قتل زیادہ ہوگا ابن جوزی کے نزدیک اس قتل سے وہی قتل مراد ہے جو قیامت کے قریب ہوگا حَیْثُ قَالَ الْمُرَادُ بِقَوْلِہٖ ثُمَّ یَکُوْنُ الْھَرْجُ اَیِ الْقَتْلُ الْمُؤَدِّیَۃُ بِقِیَامِ السَّاعَۃِ یعنی ابن جوزی نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

سبب کیا ہے جو علما میں اس بارہ میں اختلاف ہوا کہ اُن خلفا سے مراد کون کون شخص ہیں اور یہ کسی امر میں صرف پس و پیش کرنا ہے۔ حاصل کلام اگر سائل کی یہ غرض ہے کہ علماء اہلسنت کے نزدیک وہ خلفا کون کون شخص ہیں جیسا کہ سائل کے شروع سوال سے معلوم ہوتا ہے تو میں اُسکی ایک مثال دیتا ہوں هٰذَا الْاِخْتِيَارُ بِمَا اَرَادَ بِهَا الرَّسُوْلُ الْمُخْتَارُ یعنی یہ اس امر کو اختیار کرنا ہے جو رسول مختار کا ارادہ ہو اس بارہ میں جو احتمالات ہیں اُنمیں سے ظاہر نظر میں زیادہ مشہور ایک احتمال معلوم ہوتا ہے اور فن حدیث شریف کے ائمہ مثل تورپشتی اور قاضی عیاض اور اُنکے تابعین مثلاً شیخ محقق مولانا عبدالحق دہلوی وغیرہ علماء کبار رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس احتمال کو اختیار کیا ہے اور امام نوویؒ کا بھی میلان شرح صحیح مسلم میں اسی جانب معلوم ہوتا ہے وہ احتمال یہ ہے کہ خلفا سے مراد وہ بارہ خلیفہ منصف مزاج ہیں جن لوگوں کے ذریعہ سے ان مقامات میں کہ وہاں جہالت شایع ہو دین اسلام رواج پاوے اور قائم ہو اور شریعت روشن کے احکام جاری کیے جاویں اور وہ لوگ صاحب بسط تام ہوں اور بہ اتفاق اسلام نبوت کی خلافت کے والی اپنے استحقاق کے ذریعہ سے ہوئے ہوں۔ ایسا نہیں کہ بطریق تغلّب باوجود اختلاف اہل اسلام کے خود اپنے کو وہ لوگ خلیفہ قرار دیویں اور یہ ضرور نہیں کہ وہ سب خلفا پے در پے ہوں اور یکے بعد دیگرے احکام کو جاری کریں بلکہ خلفاء راشدین کے زمانہ خلافت سے قریب قیامت تک یہ سب بارہ خلیفہ ہو جاوینگے منجملہ انکے بعض خلفاء مثلاً چار خلیفہ اور حضرت امام حسنؓ اور عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہو گئے اور ان صاحبوں نے خلافت کے کام کو انجام کیا اور جملہ بارہ خلفا کی تعداد قریب قیامت تک کامل ہوگی اور اس حدیث کے اکثر طریقوں سے اور بعض دوسری حدیثوں سے اسی بیان کی تائید ہوتی ہے منجملہ اُنکے صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے لَا يَزَالُ الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَيَكُوْنُ عَلَيْهِمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً یعنے دین اسلام ہمیشہ اُسوقت تک قائم رہیگا کہ قیامت ہوگی اور اہل اسلام میں بارہ خلیفہ ہو جاویں گے اور صحیح مسلم کی یہ حدیث بھی ہے لَا يَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِيْزًا مَّنِيْعًا یعنے اسلام ہمیشہ غالب رہیگا اور اُسکی پیروی کی جاوے گی اور منجملہ اُنکے جحیفہؓ کی یہ حدیث ہے جو بزار اور طبرانی کے نزدیک ثابت ہوئی لَا يَزَالُ اَمْرُ اُمَّتِيْ صَالِحًا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی حالت ہمیشہ بہتر رہے گی اس حدیث کو ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے اور منجملہ انکی سنن ابی داؤد کی یہ حدیث ہے كُلُّهُمْ يَجْتَمِعُ عَلَيْهِ النَّاسُ یعنے وہ سب خلفا ایسے ہونگے کہ اُنکی تابعداری

کہ اس مومن نادان کو اگر اس غرض سے کہ رافضیوں کی مخالفت ہو سنتوں کو چھوڑ نہ دیوے تو مومن کو چاہیئے کہ خیال کرے کہ رافضیوں کی مخالفت ہوا کرے سنتوں کو ترک کر دینا جو عادت اور عبادت کے متعلق ہیں اور اس بارہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو جائز سمجھیں اور پھر اپنے کو سنی کہیں یہ صرف شیطان کا فریب اور تعصب ہے اور محیط میں یہ لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمدؒ کے قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اشارہ کرنا سنت ہے اور ایسا ہی دوسری کتابوں میں بھی مذکور ہے اگر وہ سب ہم یہاں ذکر کریں تو بات طویل ہو جاویگی حاصل کلام یہ ہے کہ یہ صرف اُن لوگوں کی جہالت اور تعصب نفسانی ہے جو دلیل یا کسی کے گمان کی بنا پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کریں اور امام کیخلاف مذہب کوئی مسئلہ اختیار کریں اور باوجود اسکے اپنے کو سنی سمجھیں سنی وہ ہے جو سنت پر عمل کرتا ہے اور رافضی وہ ہے جو سنت کو ترک کرتا ہے اور امام کے خلاف مذہب اُسکا عمل ہے فقط یہ رسالہ عبد العزیز عفا اللہ عنہ نے لکھا تمام ہوا رسالہ جو اس بارہ میں ہے کہ نماز میں جب التحیات پڑھے تو لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے وقت کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا چاہیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال۔ صحیح مسلم وغیرہ صحاح میں بارہ خلیفوں کا ذکر ہے وہ کون کون شخص ہیں اور اہلسنت نے بالاتفاق اس حدیث کا ایک معنے کیوں نہ کہا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کا مفصل معنے کس واسطے نہ فرمایا کہ امت کے لوگوں میں اس امر میں اختلاف ہوا کہ اس حدیث کے کیا معنی ہیں اور ہر ایک فرقہ یہ سمجھا کہ دوسرا فرقہ گمراہ ہے۔ **جواب** اس سوال کی عبارت اضطراب اور خلل سے خالی نہیں اس امر کا بیان یہ ہے کہ اس سوال کے پہلے جملے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو یہ خبر نہیں کہ وہ کون شخص ہیں کہ جن کو علماء اہلسنت نے بارہ خلیفہ سمجھا ہے جن خلفاء کے بارہ میں صحیح حدیثوں میں یہ وارد ہے کہ وہ لوگ احکام کو جاری کرینگے اس وجہ سے یہ بات سائل پوچھتا ہے اس تقدیر پر سوال کی بنا اس پر ہے کہ علماء کے نزدیک بارہ خلیفہ کون کون شخص ہیں اور اس سوال کا دوسرا جملہ یہ ہے کہ علماء اہلسنت نے بالاتفاق اس حدیث کا ایک معنی کیوں نہ کہا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو یہ مفصل معلوم ہے کہ علماء کے نزدیک وہ بارہ خلیفہ کون کون شخص ہیں سائل صرف اس امر کا سبب دریافت کرتا ہے کہ علماء میں اس بارہ میں اختلاف کیوں ہوا کہ وہ خلفا کون کون شخص ہیں تو اس تقدیر پر سوال کی بنا اس پر ہے کہ اس اختلاف کا

یہ فصل اُن لوگوں کی دلیلوں کے جواب میں بھی ہے بعض علماء نے جو کہا ہے کہ اشارہ نہ کرنا بہتر ہے اور اُنکا یہ قول ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اسواسطے کہ نماز کی بناء سکون اور وقار پر ہے اور اشارہ کرنے میں سکون اور وقار نہیں رہتا۔ اس بات کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل کوئی آیت نہیں اور نہ حدیث اور نہ اجماع ہے بلکہ قیاس ہے اور جب کسی مسئلہ میں حدیث موجود ہو تو اُس مسئلہ میں اُس حدیث کے خلاف قیاس اور اجماع باطل ہے یہ ظاہر ہے کہ جس نے اشارہ کو منع کیا اُس کو صحیح حدیثیں نہ پہونچیں اور اس نے حنفی مذہب کے فقہ کی روایتوں کو نہ جانا ورنہ جو شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے بارہ میں یہ کہے کہ یہ فعل سکون اور وقار کے خلاف ہے خصوصاً وہ نماز کے کسی فعل کے بارہ میں ایسا کہے تو وہ شخص بلا اتفاق تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہو جاوے گا اور صلوٰۃ مسعودی میں لکھا ہے کہ اشارہ کرنا علماء متقدمین کی سنت ہے علماء متاخرین نے آخر میں اشارہ کرنے سے منع کیا اس واسطے اشارہ کرنے کا حکم منسوخ ہوگیا اور علمائے متاخرین نے اشارہ کرنے کو اس واسطے منع کیا ہے کہ علمائے متقدمین نے رافضیوں کا یہ قول اختیار کیا ہے کہ اشارہ کرنا چاہیے پہلی بات جو یہ ہے کہ علماء متاخرین نے اشارہ کرنے کو منع کیا ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل امام اعظمؒ کے اصول کے خلاف ہے اسواسطے کہ یہ دلیل قیاس ہے اور جب حدیث صحیح موجود ہو تو اُسکے خلاف قیاس اور اجماع باطل ہے دوسری بات یعنی علماء متقدمین کا قول منسوخ ہوگیا اُسکا جواب یہ ہے کہ یہ جائز نہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی حکم منسوخ ہو تیسری بات یعنی یہ کہ علماء متقدمین نے رافضیوں کا یہ قول اختیار کیا تھا کہ اشارہ کرنا چاہیے اسواسطے علماء متاخرین نے اشارہ کرنے کو منع کیا ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ رافضیوں کی مخالفت انکی بدعتوں میں چاہیے رافضیوں کا جو فعل فی الواقع سنت ہے اُسمیں رافضیوں کی مخالفت نکرنا چاہیے اسواسطے کہ جب رافضیوں کی مخالفت کے لحاظ سے کوئی سنت ادا نہ کیجاوے گی تو اس میں مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو جاویگی یہ ظاہر ہے کہ رافضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور بسم اللہ سے کام کو شروع کرتے ہیں اور داہنے ہاتھ سے کھاتے ہیں اور بائیں ہاتھ سے استنجا کرتے ہیں تو رافضیوں کے یہ افعال ہیں درود بھیجنا بسم اللہ کہنا حمد و ثنا کرنا وضو میں پے در پے بدن کو دھونا اور ناخن کٹوانا اور بغل کے بال منڈوانا اور زیر ناف

درمیان کی انگلی پر رکھتے تھے اور عبدالرزاق نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیغمبری کے ستر جز ہیں ایک جز سحری کھانے میں دیر کرنا ہے اور دوسرا جز افطار میں جلدی کرنا ہے اور یہ بھی ایک جز ہے انگلی سے نماز میں اشارہ کرنا اور حاکم نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز میں اشارہ کرتا ہے تو ہر اشارہ کے عوض میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں ہر ایک انگلی کے مقابلہ میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اشارہ کی بہت فضیلتیں ہیں اس مختصر میں ان کی گنجایش نہیں اس کے حال پر افسوس ہے جو اشارہ نہیں کرتا اور ان فضیلتوں سے محروم رہتا ہے **دوسری فصل** فقہ کی روایتوں کے بیان میں جو اشارہ کے بارے میں ہیں یہاں وہ روایتیں حنفی مذہب کی معتبر کتابوں سے لکھی جاتی ہیں۔ ابن ہمامؒ نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ اشارہ کو منع کرنا عقل اور نقل کے خلاف ہے اور ملتقط میں لکھا ہے کہ اشارہ کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف نہیں اور خانیہ میں لکھا ہے کہ یہ بلا اختلاف علماء سے ثابت ہے کہ التحیات میں لا الہ الا اللہ پڑھنے کے وقت اشارہ کرنا چاہئے اور کفایہ میں مذکور ہے کہ علامہ نجم الدین زاہدی کا یہ قول ہے کہ بالاتفاق اس بارہ میں ہمارے اصحاب سے روایتیں ثابت ہیں کہ اشارہ کرنا سنت ہے اور علمائے کوفہ اور علمائے مدینہ کا بھی یہی قول ہے اور اشارہ کرنے کے بارہ میں بہت اخبار و آثار ہیں تو ان پر عمل کرنا بہتر ہے یعنی اشارہ کرنا چاہئے امام ابن ہمامؒ نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور صاحب کفایہ کا بھی یہ قول ہے اور محقق چلپی نے حنیفۃ المہتدی میں لکھا ہے اور شیخ شمنی نے شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ لا الہ الا اللہ پڑھنے کے وقت انگلیوں کو بند کرے اور اشارہ کرے تاکہ دونوں طریق پر عمل ہو جاوے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے اپنی امالی میں لکھا ہے کہ چھوٹی انگلی اور اس کے بعد کی انگلی کو بند کر دے اور درمیان کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرے اور شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء کے نزدیک اسی طور سے اشارہ کرنا ثابت ہے اور صاحب ہدایہ نے مختار النوازل میں لکھا ہے کہ لا الہ الا اللہ پڑھنے کے وقت اشارہ کرنا بہتر ہے اور منیۃ المصلی میں یہ لکھا ہے کہ جب پڑھے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ تو کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرے **تیسری فصل** ان لوگوں کے دلیلوں کے بیان میں جو اشارہ کرنے کو منع کرتے ہیں اور

ربانی محمد بن شیبانی نے اپنے مؤطا یعنی مؤطا امام محمدؒ میں امام مالک سے اور انھوں نے روایت کی مسلم بن ابی مریم سے اور انھوں نے روایت کی علی بن عبدالرحمن معاوی سے کہ علی بن عبدالرحمن معاوی نے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے مجھکو دیکھا اور میں نماز میں سنگریزوں سے کھیل رہا تھا جب میں نماز سے فارغ ہوا تو عبداللہ بن عمرؓ نے مجکو منع کیا اور یہ کہا کہ تم نماز میں وہ فعل کرو جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے میں نے کہا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے تو عبداللہ بن عمر نے کہا کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھے تھے تو داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو داہنی ران پر رکھتے تھے اور سب انگلیوں کو بند کرتے تھے اور انگوٹھے کے نزدیک جو انگلی ہے اس سے اشارہ کرکے تھے اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھتے تھے امام محمدؒ نے کہا کہ ہم نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اختیار کیا۔ مؤطا امام محمدؒ کی عبارت کا یہ ترجمہ ہے۔ اور بدائع اور نہایہ میں یہ لکھا ہے کہ امام محمد نے کتاب مشیخہ میں اشارہ کرنے کے لئے تصریح کی ہے اور وہ اس بارہ میں حدیث لائے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے امام محمدؒ نے پھر یہ کہا کہ جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہم نے بھی وہی اختیار کیا اور امام ابوحنیفہؒ کا اور ہمارا یہی قول ہے اور ذخیرہ اور شرح زاہدی میں لکھا ہے کہ امام محمدؒ نے یہ حدیث بیان کی پھر یہ کہا کہ جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہم نے بھی وہی کیا اور امام ابوحنیفہؒ کا اور میرا یہی قول ہے۔ اور کفایہ اور تاتارخانی میں امام محمدؒ کی روایت سے یہ حدیث ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے اشارہ کیا ہے امام محمدؒ نے یہ حدیث بیان کی پھر یہ کہا کہ میرا اور امام ابوحنیفہؒ کا یہی قول ہے اور عنایہ میں لکھا ہے کہ امام محمدؒ نے کتاب مشیخہ میں اس مسئلہ کی تصریح کی ہے اور وہ اس بارہ میں حدیث لائے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اشارہ کرتے تھے اور امام محمدؒ اور ابن السکیتؒ نے بھی اپنے صحاح میں عبداللہ بن عمرؓ سے یہ روایت کی ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللہ علیہ وَسَلَّمَ الاشارۃ باالاصبع اشد علی الشیطان من الحدید یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگلی سے اشارہ کرنا لوہے سے زیادہ شیطان پر سخت گذرتا ہے اور حدیث کی کتابوں میں شافعی مذہب کے اماموں کی جو روایتیں ہیں وہ قریب متواتر ہونے کے ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھتے تھے تو داہنے ہاتھ کو داہنی ران پر رکھتے تھے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے تھے اور کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور انگوٹھے کو

حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب التحیات پڑھتے تھے تو اشہد ان لا الہ الا اللہ پر اشارہ فرماتے تھے اور یہ اشارہ خداوند تعالیٰ کی توحید کی جانب تھا محققین اور متبعین آثار و اخبار نبویہ علیہ السلام نے یہ تصریح کی ہے کہ ایسی کوئی آیت اور حدیث نہیں جس سے اشارہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہو بعض لوگوں کو اماموں کے اقوال کی سند میں حدیث نہ ملی تو ان لوگوں نے اشارہ کو صرف قیاس سے منع کیا کتاب اور سنت سے منع نہ کیا اور وہ اجماع اور قیاس باطل ہے جو نص کے خلاف ہو تو اس بارہ میں اُن لوگوں سے خطا ہوئی اور اس مسئلہ میں اُن لوگوں کی تقلید حرام ہے جس میں اُن لوگوں کی خطا ظاہر ہو جاوے اور اس رسالہ میں ایک مقدمہ اور تین فصلیں ہیں **مقدمہ** اس بیان میں کہ امت محمدی میں جب مسائل میں اختلاف ہو تو حدیث پر عمل کرنا چاہیئے **پہلی فصل** صحیح حدیثوں کے بیان میں جو اشارہ کے بارہ میں وارد ہوئیں **دوسری فصل** فقہ کی روایتوں کے بیان میں جو اشارہ کے بارہ میں ہیں **تیسری فصل** اُن لوگوں کی دلیلوں کے بیان میں جو اشارہ کو منع کرتے ہیں اور اُن کے جواب میں **مقدمہ**۔ اس بیان میں کہ امت محمدی میں جب مسائل میں اختلاف ہو تو سنت یعنی حدیث پر عمل کرنا چاہیئے فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں کو جو حکم فرمایا وہ کرو اور جو منع فرمایا اس سے باز رہو اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالےٰ سخت عذاب کرنے والا ہے یعنی جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر سخت عذاب کرتا ہے وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ رواہ احمد والترمذی یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم لوگوں سے میرے بعد زندہ رہے گا وہ لوگوں میں بہت اختلاف دیکھے گا اس وقت تم لوگوں پر لازم ہوگا کہ میری سنت کو ہاتھوں اور دانتوں سے پکڑ لینا یعنی سنت کو مضبوط پکڑ لینا اور اُس پر تم لوگ عمل کرنا وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ رواہ الترمذی یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری سنت کی محبت کی اُس نے بیشک میری محبت کی اور جس نے میری محبت کی وہ بیشک میرے ساتھ بہشت میں ہوگا۔

فصل پہلی صحیح حدیثوں کے بیان میں جو اشارہ کے بارہ میں وارد ہوئیں۔ روایت کی امام

رسالہ

اس بیان میں کہ نماز میں التحیات پڑھنے کیوقت اشہد ان لآ الہ الا اللہ پر کلمہ کی انگلی کو اٹھانا مستحب ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اور احسان کی جملہ صفتیں اللہ تعالےٰ کے واسطے ہیں اور رحمت کاملہ اور سلام صاحب شریعت یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور اصحاب پر نازل ہو آپ کی آل و اصحاب سے امر حق ظاہر ہوا اور رحمت کاملہ اور سلام ائمہ پر نازل ہو۔ جاننا چاہیئے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ کسی کے واسطے یہ حلال نہیں کہ ہمارے قول کو کسی مسئلہ میں دلیل قرار دیوے جب تک اسکو یہ نہ معلوم ہو جاوے کہ اس قول کا ماخذ کتاب یعنی قرآن شریف اور سنت یعنی حدیث شریف اور اجماع اور قیاس جلی میں سے کیا ہے اور حضرت امام اعظم کا یہ اصول ہے کہ فقہ چار اصل سے ماخوذ ہوتا ہے پہلی اصل کتاب اللہ تعالےٰ کی یعنی قرآن شریف دوسری اصل سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یعنی حدیث شریف تیسری اصل ایک وقت کے مجتہدین کا اجماع چوتھی اصل قیاس نظری اس مسئلہ میں جس میں نص نہو اور قیاس نظری اس مسئلہ پر قیاس کرنے سے ثابت ہوتا ہے جس میں نص ہو اور جو حکم کتاب اور سنت سے ثابت ہو وہ کتاب اور سنت کے سوا دوسری چیز سے منسوخ نہیں ہو سکتا اور وہ اجماع اور قیاس باطل ہے جو کتاب یعنی قرآن شریف اور سنت کے خلاف ہو اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو حکم ثابت ہوا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منسوخ نہیں ہو سکتا اور مجتہد سے کبھی خطا ہوتی ہے اور کبھی اس کا حکم صحیح ہوتا ہے اور جب مجتہد کی خطا کسی مسئلہ میں ظاہر ہو جاوے تو اس مسئلہ اس مجتہد کی تقلید حرام ہے۔ امام اعظم کا یہ اصول ہے اب خیال کرنا چاہیئے کہ امام اعظمؒ اور صاحبینؒ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمد وغیرہم رحمہم اللہ کے نزدیک صحیح

مضمون	صفحہ
سوال۔ آبرو وحرمت محفوظ رہنے کیلئے کیا پڑھوں۔	۳۱۹
" فراغت رزق کیلئے کوئی ترکیب ارشاد ہو۔	۳۲۰
" ادائے قرض کیلئے کوئی دعا ارشاد ہو۔	۳۲۰
" آفات وبلیات ومکروہات دنیاوی سے محفوظ رہنے کی ترکیب ارشاد ہو۔	۳۲۰
" جن تینتیس آیتوں کے پڑھنے کا برائے دفع آفات وبلیات حکم ہوا ہے وہ کون آیتیں ہیں ارشاد ہو۔	۳۲۱
" تسخیر حکام کی ترکیب ارشاد ہو۔	۳۲۱
" سفر کرنے کی ترکیب ارشاد ہو۔	۳۲۲
" دنیاوی دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کی ترکیب ارشاد ہو۔	۳۲۳
" حسب ونسب وشرافت و نجابت کیا ہے۔	۳۲۴
ارشادات مولانا جواب سوال سائل متعلق مسئلۂ وحدت وجود۔	۳۲۵
سوالات عشرۂ شاہ بخارا مع جوابات	۳۲۷
سوال فرقۂ امامیہ کے ایمان واسلام کے بارے میں کیا حکم ہے اور اُن کو بوقت ملاقات سلام کرنا چاہئے یا نہیں۔	۳۲۷
" قذف حضرت عائشہؓ یا صحابۂ کبار کے مرتکب کو قتل کرنے اور اسکے قاتل کے بارے میں قصاص کا کیا حکم ہے علے ہذا خوارج اور نواصب کے بارے	

مضمون	صفحہ
میں کیا حکم ہے۔	۳۲۰
سوال۔ حضرت علیؓ پر شیخین کی تفضیل ثابت ہے یا نہیں	۳۲۷
" تفضیلیہ کی امامت اور اُس کی اقتدا اہلسنت کو جائز ہے یا نہیں۔	۳۲۷
" بُرا کہنے حضرت معاویہؓ اور مروان میں کیا حکم ہے۔	"
" حنفی مذہب والے کا شافعی کے مذہب پر بعض مرتبہ عمل کرنا کیسا ہے۔	"
" منطق اور انگریزی پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے۔	
" غنا یعنے راگ کے بارے میں کیا حکم ہے	۳۲۸
" خنثیٰ مشکل کے بارے میں کیا حکم ہے	"
" کُل دُخانٍ حرامٌ جبکہ ثابت ہے تو حقہ کے بارے میں کیا حکم ہے۔	
تتمہ دلائل شیعہ وبیان حدیث ثقلین	۳۲۹
فائدہ جلیلہ۔	۳۴۴
رسالۂ وسیلۃ النجاۃ وتحقیق مذہب اہل سنت ومذہب امامیہ۔	۳۶۳
در دفع اعتراضات بر بعض عبارت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ	۳۸۱
۱۔ مقام محبت ارفع ہے یا مقام خلت	
۲۔ مقام خلت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا یا نہیں۔	"
• ——— تمام شد	

مضمون	صفحہ
استفتا۔ کسی مجتہد کا کوئی قول جبکہ خلاف سنت ہو تو مقلد کو اسکو ماننا چاہیئے یا نہیں۔	۲۹۸
〃 دربارۂ سیر قمری و سیر نظری اور اسکی تشریح۔	۳۰۴
جواب تین مطالب کا۔	۳۰۵
۱۔ طریقۂ سہروردیہ حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی	۳۰۵
۲۔ شغل ہم اوست	۳۰۵
۳۔ حقیقت ذکر جہر	۳۰۶
رسالۂ فیض عام۔	۳۰۹
سوال۔ کس چیز کی برکت سے گناہوں سے نفرت اور اطاعت کی رغبت ہوتی ہے	۳۰۹
〃 علاوہ نماز پنجوقتہ کی سنت کے اور کون کون نماز کس کس وقت پڑھنا ضروری ہے۔	۳۰۹
〃 بعد نماز پنجوقتہ تسبیح اور مناجات پڑھنے کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔	۳۱۰
〃 علاوہ مناجات کلام اللہ و احادیث کوئی مناجات عربی یا فارسی اور ارشاد ہو۔	۳۱۰
〃 عفو گناہ اور خاتمہ بالخیر ہونیکے لئے کیا پڑھا کروں	۳۱۱
〃 عذاب قبر سے بچنے کیلئے کیا پڑھوں۔	۳۱۱
〃 نفس امارہ اور ابلیس لعین کے فریب سے بچنے کے لئے کیا پڑھنا چاہیئے۔	۳۱۱
〃 علاوہ روزۂ رمضان اور کون روزے رکھنا چاہیئے۔	۳۱۱
〃 کوئی درود یا استغفار ہمیشہ پڑھنے کے لئے ارشاد ہو۔	۳۱۱

مضمون	صفحہ
سوال۔ آداب تلاوت قرآن پاک شریف کیا ہے۔	۳۱۲
〃 عذاب موت کے دفع ہونیکے لئے کچھ ارشاد ہو۔	۳۱۲
〃 قبر میں جو سوال و جواب ہوتا ہے وہ بدستخط حضور عنایت ہو۔	۳۱۳
〃 ایک کپڑا مستعمل کفن کیلئے عنایت ہو۔	۳۱۳
〃 اگر شجرۂ پیر و مرشد بزبان عربی یا فارسی منظوم ہو تو بہت بہتر ہوگا۔	۳۱۳
〃 قبر میں شجرہ رکھنے کا کیا حکم ہے۔	۳۱۴
〃 رویت جناب امیر علیہ السلام کیوقت جو طریقہ آنجناب کو مرحمت ہوا ہے اسکا خلاصہ عنایت ہو	۳۱۴
〃 حضرت خضرؑ کی زیارت اور انسے استمداد کرنے کے لئے کوئی طریقہ ارشاد ہو۔	۳۱۵
〃 نزع کیوقت یا زندگی سے مایوسی کیوقت مریض کو اور اسکے ورثا کو کیا کرنا چاہیئے۔	۳۱۵
〃 نماز استسقا اور نماز کسوف و خسوف کا طریقہ عنایت ہو۔	۳۱۶
〃 اس زمانہ میں حلال روزی کسطرح میسر ہو سکتی ہے	۳۱۷
〃 زیارت قبور کی ترکیب ارشاد ہو۔	۳۱۷
〃 یہ دریافت کرنے کی ترکیب ارشاد ہو کہ صاحب قبر کاملی ہے یا نہیں اور اس سے استمداد کیونکر کرنا چاہیئے یا نہیں۔	۳۱۷
〃 آئندہ حالات کے دریافت کرنے کیلئے استخارہ وغیرہ کی ترکیب ارشاد ہو۔	۳۱۸
〃 دنیا کی مشکلات اور سختی کو دفع کی ترکیب ارشاد ہو	۳۱۸

مضمون	صفحہ
اور وہ قبول نہ کرے تو کیا وہ گنہگار ہوگا نیز اگر کوئی بطور حیلہ سازی کے دعوت کرے اور اس سے اُسکا قصد مرید ہونے یا عملیات سیکھنے کا ہو تو ایسے شخص کی دعوت قبول کرنیمیں شرعاً کیا حکم ہے۔	۲۷۳
۵۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کے دھوکے میں اپنی ساس کے پاؤں کو عین شہوت کی حالتیں پکڑ لیا تو اسکی عورت اسپر حلال رہی یا نہیں۔	۲۷۴
فائدہ بیان میں مخارج حروف اور ضروریات قرأت کے۔	۲۷۵
خط بنام امام شاہ خانصاحب اور انکے بارہ سوالوں کے جوابات۔	۲۷۶
۱۔ جبکہ چوتھائی داڑھی کا مسح کرنا فرض ہو تو ٹھڈھی کے نیچے تر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔	۲۷۶
۲۔ خدائتعالیٰ کا دیدار قیامت کو کسطرح نصیب ہوگا۔ تجلی ذات ہوگی یا تجلی صفات۔	۲۷۷
۳۔ باوجود اس قدر مخلوق کی پیدائش کے ذات حق ایک ہی حالت پر کیوں ہے۔	۲۸۰
۴۔ کفار کا قبضہ کسی ملک پر کتنی مدت میں شرعاً کامل ہوجاتا ہے اور اسکے کیا شرائط ہیں اور اگر وہ ملک پھر وہ کسی کو ہبہ کردیں تو اُس کا لینا حلال ہوگا یا نہیں اور اگر اہل اسلام اسپر قابض ہوکر کسی دوسرے کو دیدیں تو وہ اُسکے حق میں حلال ہوگا یا نہیں۔	۲۸۰
۵۔ اگر کفار اشیاء منقولہ پر قابض ہوکر کسی کو دے دیں تو وہ اس کو لینا جائز ہے یا نہیں۔	۲۸۰

مضمون	صفحہ
۶۔ صلوٰۃ الوسطیٰ کون نماز ہے اور درصورت ایک قرار پانیکے باقی چار نمازوں کی کامل تصدیق باقی رہی یا نہیں	۲۸۲
۷۔ طریقت اور حقیقت و معرفت کیا چیز ہے جبکہ شریعت احکام ظاہری کو کہتے ہیں۔	۲۸۲
۸۔ ہر چیز کے کمال کی معرفت کسطرح ہوتی ہے۔	۲۸۳
۹۔ ابلیس کا جو قصہ کلام پاک میں موجود ہے اسمیں کلام بطور الہام ہوا تھا یا اور طرح۔	۲۸۳
۱۰۔ مشہور ہے کہ ارواح نے روز الست سجدہ کیا تھا یہ صحیح ہے یا نہیں اور کس نے ایک سجدہ کیا اور کسنے دو حالانکہ قرآن پاک میں صرف اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی ہے۔	۲۸۴
۱۱۔ برہنہ ہونیکی حالت میں کلام حرام ہے تو جب عورت و شوہر جمع ہوں تو ذکر اس کا کیونکر کریں اور ان دونوں امر میں منافات کیوں ہے۔	۲۸۵
۱۲۔ جبکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شیعہ سنی دونوں کو خواب میں میسر ہوتی ہے اور خطرات شیطانی کو اسمیں دخل نہیں تو اس خواب کے بارے میں کیا حکم ہے۔	۲۸۵
جواب شبہات مشرکین در باب مشیت الٰہی	۲۸۷
جواب مسئلہ مس مصحف	۲۹۰
استفتاء رنگ نوروز کے کیا معنے ہیں۔	۲۹۴
〃 ترکوں نے جو بارہ سال کو جانوروں کے نام سے قرار دیا ہے اسکی کیا وجہ ہے۔	۲۹۵
〃 بارہ برج کی تقسیم اجزاء سطح فلک میں ہوئی ہے یہ تقسیم باعتبار کواکب ہے یا باعتبار اجزاء سطح فلک	۲۹۵
〃 در بیان فضیلت شہر رمضان۔	۲۹۵

مضمون	صفحہ
استفتا۔ اس بارہیں کہ ہندستان میں اہل ہنود کی تبلیغ کو کون پیغمبر پیدا ہوا اور کیوں نہیں آیا ہی	۲۴۵
〃 جبکہ قبر اور تصویر کیطرف منہ کرکے نماز پڑھنا ممنوع ہوا تو کعبہ شریف و حجر اسود کی طرف کیوں خصوصیت ہے۔	
〃 باغ فدک کے معاملہ کی تحقیق۔	۲۵۰
〃 اصول دین میں درمیان مجتہدین اربعہ مذہب اہلسنت والجماعت کے کیا فرق ہے اور کیوں۔	۲۵۸
سوالات مسٹر فریجہ اور اسکے جوابات شافی	۲۶۰
۱۔ دختر صغیرہ کا نکاح کرکے اس کے شوہر کو دینا ماں باپ کیلئے جائز ہے یا نہیں۔	۲۶۰
۲۔ اگر لڑکی چاہی کہ غیر کفو سے نکاح کرے تو اسکے ماں باپ کیلئے یہ حق ثابت ہی یا نہیں کہ اسکو منع کریں	
۳۔ اگر کسی شخص نے نکاح کے قبل عورت کے باپ ماں سے یہ شرط کی کہ میں تمہارے گھر رہونگا اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کردو پھر بعد نکاح اگر وہ عورت کے ماں باپ کے گھر نہ رہی تو نکاح باطل ہوگا یا نہیں	۲۶۱
۴ جس جگہ قطب پر ہو اور آسمان کی گردش رجوی ہو اور رات دن سے ہر ایک چھ ماہ یا کم ہو اور وہاں روزہ نماز کے بارے میں کیا حکم ہے۔	۲۶۲
سوالات مولوی جمیل علی اور اُس کے جوابات	۲۶۷
۱ جس مچھلی کو کافر نے پکڑا ہو اس کے کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے۔	۲۶۷
۲۔ نماز جنازہ کے لئے جو وضو کیا گیا ہو اس سے نماز فریضہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔	۲۶۷
۳۔ کل اور تکیہ پر نماز پڑھنا اور سجدۂ تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں۔	۲۶۸
۴۔ زید ریاح کے مرض میں گرفتار ہی یہانتک کہ ایک رکعت تک بھی ریح کو ضبط نہیں کرسکتا ہے تو اسکو ہر نماز کیلئے تازہ وضو کرنا کافی ہی یا نہیں اور اسی وضو سے وظائف وغیرہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	۲۶۸
۵۔ جبکہ حدیث نبوی سے ماں باپ کی قبر دور ہونے پر ایک خط کھینچ کر اس کی زیارت کرنا آیا ہے تو غالباً تعزیہ بنانا بھی جائز ہوگا۔	۲۶۸
۶۔ تعزیہ بنانا اور ماتم کرنا و مرثیہ پڑھنا وغیرہ ان سب امور کے بارے میں کیا حکم ہے۔	۲۶۹
جواب خط مولوی محمد زاہد خاں بابت تحقیق حق دائرہ وحق متعین۔	۲۶۹
سوالات مولوی نجم الحق صاحب مع شرح (جوابات حسب ذیل)	۲۷۱
۱ حنفی کیلئے شافعی اور مالکی اور حنبلی امام کے پیچھے نماز میں اقتدا جائز ہے یا نہیں	۲۷۱
۲۔ جو شخص حلال کو حرام اور حرام کو حلال جانے اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔	۲۷۱
۳۔ جو شخص حدیث نبوی صلعم کی معنی میں توجیہات واہیہ رکیکہ کرے اسکی بابت شرعاً کیا حکم ہے۔	۲۷۱
۴۔ اگر کوئی شخص کسی کی کسی غرض سے دعوت کرے	

مضمون	صفحہ
نہ لگانے کا کیا سبب ہے۔	۱۸۶
استفتا۔ افشائے راز آنحضرتؐ و تحریم ماریہ قبطیہ اور حضرت عائشہؓ پر طعن ہونے کے بارے میں۔	۱۹۱
〃 منسوخی حکم متعہ کے بارے میں۔	۱۹۲
〃 حنفیہ کا بعض مسائل میں صاحبین کی اقتدا کرنا اور امام شافعیؒ کی تقلید کو ممنوع جاننے کا کیا سبب ہے۔	۱۹۳
بیان اس کا کہ قیامت کے روز تین فرقے شفاعت کریں گے۔	۱۹۶
بیان نماز تراویح کا۔	۱۹۷
بیان کفار کی مشابہت کرنا کس چیز میں منع ہے۔	۱۹۹
مرثیہ خوانی اور مجلس کا بیان۔	〃
استفتا۔ بزرگوں کو سجدہ کرنے میں جیسا کہ سلطان المشائخ اور شیخ فریدالدین قدس سرہم کے حضور میں لوگ کرتے تھے کیا حکم ہے	۲۰۲
〃 دارالحرب میں کافر سے سود لینا جائز ہے یا نہیں اور عملداری انگریز اور اُنکے دوسرے لوگوں کی دارالحرب ہے یا نہیں	۲۰۶
یورپ کے بعض علما نے جو انگریزوں سے سود لینا جائز کر رکھا ہے یہ درست ہے یا نہیں۔	۲۰۷
بیان میں ایسی بیع کے جس میں خریدار کو کچھ مہلت دی گئی ہو کہ وہ قیمت کچھ دنوں بعد دیوے اور اس وجہ سے قیمت زیادہ قرار دیجاوے اور اُس کا جواز۔	۲۰۹
رقعہ جن اور شیاطین کے جسم انسان میں تصرف کرنے کے بیان میں۔	〃
رسالہ اس بیان میں کہ زمانہ بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قبل زمانہ فترۃ نہ تھا بلکہ زمانہ جاہلیت تھا۔	۲۱۶
قول اذ تحیرتم فی الامور فاستعینوا فی القبور کی تشریح اور اس کے حدیث نہونے کی توضیح۔	۲۲۶
بیان حکم حیلہ۔	۲۲۷
بیان اصحاب کہف۔	۲۳۰
استفتا۔ معاویہ بن ابی سفیان کا سعدؓ بن وقاص سے یہ کہنا کہ کس امر نے تم کو باز رکھا برا کہنے سے ابوتراب کے بیان میں۔	۲۳۰
مسئلہ وحدت وجود کی تحقیق۔	۲۳۱
استفتا۔ احوال جناب شیخ سرہندیؒ و رسالہ وحدت شہود۔	۲۳۳
〃 قول بالبداء باطل کی تشریح میں۔	۲۳۴
〃 انبیا و رسول و ملائکہ کے سوا دوسرے کو معصوم سمجھنا درست ہے یا نہیں۔	۲۳۶
〃 دربارۂ تحفۂ اثنا عشریہ و کتاب صواعق موبقہ۔	۲۴۱
〃 دربارۂ قرآن پاک کے عربی زبانیں ہونیکے دوسری زبان والوں کو تبلیغ نہ ہونیکے۔	۲۴۳
	۲۵۱

مضمون	صفحہ
امام کے حق میں تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھا ہے۔	۱۶۴
مکتوب حال میں اُن صاحبوں کے جو ہمراہ حضرت امام حسینؓ واقعۂ کربلا میں تھے۔	۱۶۶
نقل خط شاہ غلام علی وجواب حضرت عبدالعزیز صاحب۔	۱۶۸
رقعہ شاہ غلام علی صاحب بنام جناب شاہ مولانا عبدالعزیز صاحب۔	۱۷۰
استفتا۔ بیان میں اُس کے کہ ادراک وشعور بعد موت بھی وہی باقی رہتا ہے جو زمانۂ حیات میں ہوتا ہے یا کم وبیش ہو جاتا ہے۔	۱۷۱
〃 کوئی صاحب باطن یا کشف کسی صاحب باطن یا صاحب کشف کی قبر کے پاس مراقبہ کرکے باطن سے کچھ حاصل کر سکتا ہے یا نہیں	۱۷۴
〃 بزرگوں کی زیارت کے لئے کوئی دن مقرر کرنا یا اُن کے عرس کا دن مقرر کرنا درست ہے یا نہیں۔	۱۷۴
〃 قبر پر چادر چڑھانا یا پھول وغیرہ رکھنا یا پانی چھڑکنا درست ہے یا نہیں اور اس سے میت کو سرور ہوتا ہے یا نہیں۔	۱۷۴
〃 میت کی نذر ماننا اور قبر کو چادر سے چھپانے میں کیا حکم ہے۔	۱۷۵
استفتا۔ مسئلہ عدم وجود کی تشریح میں۔	۱۷۶
〃 قبور اولیاء اللہ کے مصارف اور اُن کی قبر پر چڑھائے ہوئے روپیہ سے خادمان قبر کا منتفع ہونا جائز ہے یا نہیں۔	۱۷۸
〃 آراضی کا رہن رکھنا اور اُس کی آمدنی سے منتفع ہونا جائز ہے یا نہیں جبکہ راہن اُس کی آمدنی مرتہن کو ہبہ کر دے۔	۱۷۸
〃 ربیع الاول میں کھانا پکوا کر اُس کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور محرم میں سید الشہداء کو اور دیگر آل اطہار کو پہنچانا درست ہے یا نہیں۔	۱۷۹
〃 جسکے گھر کی عورتیں پردہ نہ کرتی ہوں اُسکا امام ہونا جائز ہے یا نہیں۔	۱۸۰
〃 عورت کو طلاق دینا نافرمانی میں جائز ہے یا جب چاہے جب دیدے۔	۱۸۰
〃 خلود نار دائمی صرف کافروں کیلئے ہے یا مشرکوں اور منافقوں اور اہل کتاب اور اہل بدعت کے لئے بھی۔	۱۸۱
〃 حضرت معاویہؓ کی شان میں طعن کرنا جائز ہے یا نہیں۔	۱۸۴
〃 مروان کا حضرت علیؓ کو بُرا کہنا اور اس پر تکفیر کا حکم صحابۂ موصوفین کی	

مضمون	صفحہ
وہی سابقہ نیت رکھنا جائز ہے یا نہیں	
اور اس کا گوشت کھانا کیسا ہے۔	۹۵
جواب نامہ مولوی محمد نور محمد صاحب مسئلہ	
توحید وجودی اور توحید شہودی میں۔	۱۰۸
جواب نامہ حافظ مصری صاحب مسئلہ توحید	
وجودی اور توحید شہودی میں۔	۱۱۰
استفتا۔ دربارہ اولاد شیخین اور دربارہ اولاد	
اعمام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔	۱۱۱
مسئلہ دربارۂ سرود وغنا۔	۱۱۴
استفتا۔ معنی آیۂ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ	
کا اور مصداق اس آیت کا	۱۱۵
رسالۂ فوائد تسمیہ وحمد میں۔	۱۱۸
رسالۂ معاد جسمانی۔	۱۲۱
مسئلہ تفضیل حضرت علیؓ۔	۱۲۳
رسالۂ قواعد جناب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جن سے	
جملہ اعتراضات رد ہو جاتے ہیں۔	۱۲۸
رسالۂ غنا۔	۱۳۳
رسالۂ بیع کنیزان۔	۱۳۷
استفتا۔ دربارۂ تعزیہ داری عشرۂ محرم اور بنائے	
ضریح وصورت قبور وعلم وغیرہ میں۔	۱۴۰
〃 اس بیان میں کہ جس مکان میں موے	
مبارک رکھا ہو یا نہ رکھا ہو مجلس عزا	
جناب سید الشہداؓ ترتیب دیجاوے	
اور گریہ کیا جاوے اور کلام اللہ پڑھا	

مضمون	صفحہ
جاوے اور بیچ آیت پڑھے اور ثواب	
رسانی کی جاوے یہ جائز ہے یا نہیں	
جبکہ ضرائح وغیرہ نہ ہوں۔	۱۴۳
استفتا۔ محرم میں ترک زینت وغیرہ کرنا	
جائز ہے یا نہیں۔ کوشش اور مدد کرنا	
امور تعزیہ داری میں جائز ہے یا نہیں۔	۱۴۳
〃 کیا حکم ہے اس شخص کے بارے میں	
جو مرثیہ وکتاب پڑھتا ہے اور نوحہ	
خوانی کرتا ہے خواہ اجرت لیتا ہو	
یا بلا اجرت۔	۱۴۴
〃 شب یازدہم ربیع الآخر میں ہندی	
روشن کرنا اور اسکو منسوب سید عبدالقادر	
جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کرنا اور	
نذر دینا وفاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔	۱۴۴
〃 اوپر کے بیان کئے ہوئے امور بدعت	
حسنہ ہیں یا بدعت سیئہ۔	۱۴۴
〃 تعزیہ کے آگے رکھی ہوئی چیز اور نیز	
اس حلوے کا جو ایک قاب میں شب	
عاشورہ کو ضریح یا تعزیہ کے نیچے رکھتے	
ہیں کھانا جائز ہے یا نہیں	۱۴۵
〃 رسالۂ مذاہب آئمہ اربعہ کے ماخذ میں	۱۴۶
حکایت طاہر قمی کی ساتھ برہان شاہ کے اور	
اُس کے جوابات۔	۱۴۷
شرح رویائے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ	۱۵۲
رسالہ درود وسلام کے بارے میں جو بارہ	

مضمون	صفحہ
اگر جائز ہے تو بعض مسلمان ضعیف الاعتقاد سیتلا وغیرہ کی پرستش سے کیوں باز آوینگے اور بت پرستوں کا بتوں سے مدد چاہنا کیوں شرک ہے۔	۷۲
استفتا۔ کسی مرد صالح کے انتقال کے بعد اس کو ولی کہنا جائز ہے یا نہیں۔	۷۵
〃 حدیث شریف میں ہے اِن تؤمروا علیا ولا اراکم فاعلین اس میں جو اراکم فاعلین کا لفظ ہے اس کا جواب بخوبی دلمیں نہیں گزرتا سوائے اس کے کہ یہ مقدر نہیں ہے کہ علیؓ کو بلافصل یعنی لوگ خلیفہ اول مقرر کریں گے۔	۷۵
〃 مقابر اولیا اللہ جو ہندوستان میں ہیں انکی متعلقہ آراضی و مواضع اور نذرانہ آمدنی نذر و نیاز و سجادہ نشینی کی بابت کیا حکم ہے۔	۷۶
〃 رہن آراضی اور اُس کی آمدنی جو راہن نے بخوشی مرتہن کو بخشی ہو پھر راہن مرتہن سے بعد انفکاک رہن پا سکتا ہے یا نہیں۔	۷۸
〃 سرود یعنے راگ کا شغل قبر پر جائز ہے یا نہیں۔	۸۰
〃 سال میں کوئی دن زیارت قبر بزرگاں	۸۰
کے لئے مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں۔	۸۰
استفتا۔ بزرگان اور خواجگان کی غلامی کا اقرار کرنا حالانکہ اُنکا زر خرید نہ ہو جائز ہے یا نہیں۔	۸۱
〃 گائے یا بکرا کسی شہید کے نام پر ذبح کیا ہوا یا مالیدہ و شیر برنج جس پر کسی بزرگ کی نیاز ہوئی ہو کھانا جائز ہے یا نہیں اور نیاز کا کھانا صرف غریب اور محتاج کو جائز ہے یا اغنیا کو بھی۔	۸۲
〃 آدمی کو بیچنا جائز ہے یا نہیں۔	۸۲
مسئلہ۔ مرد کو پائجامہ یا لنگی اور ازار ٹخنے کے نیچے تک پہننا ناجائز ہے	۸۳
〃 مونچھ کے بال کاٹنے کی بابت۔	〃
〃 غلام و کنیز ک حلال شرعاً تین قسم کے ہیں۔	۸۳
〃 کن صورتوں میں کسی مسلمان کو کافر کہنا جائز ہے۔	۸۴
〃 معاویہ ابن السّاب اور معاویہ بن صدیج کا حضرت علیؓ کو بُرا کہنے کی تحقیق	۹۱
ہندوستان کی زمین اور اُسکی زمینداری کے متعلق کیا حکم ہے۔	۹۳
〃 کسی شخص کا شیخ سدو یا احمد کبیر کی نذر ماننا اور بعد بر آنے کام کے اسکو اللہ کا نام لے کر حلال کرنا لیکن دل میں	

مضمون	صفحہ
استفتا۔ خلافت کے بارے میں جبکہ یہ حدیث صحیح ہے کہ الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ تو حضرت امام حسینؓ مکہ معظمہ سے کیوں تشریف لے گئے اور یزید سے کیوں مقابلہ کیا۔	۴۳
〃 کسی شخص نے یہ نیت کی کہ فلاں کام میرا پورا ہو جائے گا تو شیخ سدو یا سید احمد کبیر کا بکرا دونگا تو مراد حاصل ہونے پر اس نے خدا کا نام لیکر گائے ذبح کی دل میں سید احمد و شیخ سدو کیساتھ گائے کی نسبت کی تو اس کا گوشت کھانا درست ہے یا نہیں۔	۴۴
〃 حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ میری امت کے تہتر فرقے ہونگے اور ایک فرقے کے سوا سب دوزخی ہونگے اس سے کیا مراد ہے۔	۵۴
〃 دارالحرب کے کفار کو سود دینا درست ہے یا نہیں ایک حویلی فروخت کیجاتی ہے جس میں چند مکانات ہیں اور چند لوگوں کا حق شفعہ ہے منجملہ اُن کے ایک شخص اپنا حق شفعہ چاہتا ہے تو کیا شفیع اس امر کا مستحق ہے کہ کل حویلی نہ خریدے بلکہ وہی مکان خریدے جو اس کی زمین کے متصل ہے۔	۵۸ ۵۹

مضمون	صفحہ
استفتا۔ حضرت ابوبکر کی طرف سے ایک کاغذ حضرت علیؓ کو دیا گیا اور کہا گیا کہ اس میں جس کا نام ہے آپ اُسکی بیعت فرمالیں تو حضرت علیؓ نے فرمایا وان کان عمر یعنے اگرچہ اس میں حضرت عمرؓ کا نام ہو تب بھی میں نے اُن کی بیعت قبول کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ خلافت کے لئے زیادہ قابل نہ تھے جو آپ کی بیعت قبول کی جاتی۔	۶۰
〃 رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر سے کیا مراد ہے ایک شخص کسی فاضل معتبر کا قول نقل کرتا ہے کہ حضرتؐ جب اوطاس سے تشریف لائے تو یہ فرمایا لہذا جہاد اصغر سے مراد اوطاس سے سفر کرنا ہے۔	۶۰
〃 مسئلہ وحدت وجود میں علما کیا فرماتے ہیں	۶۱
تاویل قصیدہ بانت سعاد۔	۶۴
〃 ہنڈوی کرانا جائز ہے یا مکروہ۔	۶۷
〃 تمام ملک نصاریٰ کا دارالحرب ہے یا نہیں	۶۹
〃 اہل اسلام کا کفار سے سود لینا اور انکو سود دینا جائز ہے یا نہیں۔	۷۰
〃 اہل قبور سے استمداد جائز ہے یا نہیں	

مضمون	صفحہ
استفتا۔ امت کی شفاعت صرف حضور سرور عالم صلعم فرمائیں گے یا صحابہؓ بھی اور صحابہؓ کی تابعداری سے کیا فائدہ اور عداوت سے کیا نقصان ہے۔	۳۳
〃 اس امر کا کیا سبب ہوا کہ حنفیوں یعنی امام اعظم وغیرہ علیہ الرحمہ میں اختلاف ہوا	۳۳
〃 اس شخص کے بارہ میں کیا حکم ہے جو حدیث شریف سے انکار کرے۔	۳۴
〃 جس شخص کو فقہ کی کتاب سے انکار ہو اُسکے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے۔	۳۴
〃 جو شخص بلا سمجھے کہ یہ کفر کا کلمہ ہے کوئی کلمۂ کفر کہے وہ کافر ہو جاتا ہے یا نہیں۔	۳۵
〃 جو شخص علم اور علما کی اہانت کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔	۳۵
〃 جس کو اُسکے ماں باپ عاق کر دیں اُس کی بخشائش ہوگی یا نہیں۔	۳۵
〃 دارالاسلام دارالحرب ہو سکتا ہے یا نہیں	۳۵
〃 ایسے سید کے بارے میں کیا حکم ہے جو بدعتی ہو یا فسق و فجور میں مبتلا ہو اور کفر کا کلمہ کہتا ہو۔	۳۸
〃 تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ دین کے جو امور ظاہر ہیں اُنکا منکر کافر ہے تو خارجی اور شیعہ کیوں نہ کافر سمجھے جائیں۔	۳۸

مضمون	صفحہ
استفتا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی چیز واجب تھی کیونکہ واجب وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو اس قاعدے سے سجدۂ سہو کا آنحضرتؐ کو حکم نہ رہا ہوگا حالانکہ آپ نے دو تین مرتبہ سجدہ سہو کا کیا۔	۳۹
〃 حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب محدث نے جو خلافت کو نص سے ثابت کیا ہے اور نص یہ ہے کہ الْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ تو پھر حضرت ابوبکر صدیق نے نص ہوتے ہوئے خلافت کو اسلام کی رائے پر کیوں موقوف رکھا اور حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے حضرت امیرؓ کی خلافت کے وقت طوعاً و کرہاً کیوں بیعت کی اور اگر یہ کہا جاوے کہ خلافت اجماع سے ثابت ہوئی تو حضرت امیرؓ کی خلافت میں مخالفین کے شبہات کو اہل حق نے جو رد کیا ہے وہ جواب ضعیف ہو جاتا ہے	۴۰
〃 قوم نواصب میں ایک شخص کا دعویٰ ہے کہ حضرت امیرؓ نے حکومت خراسان پر (نعوذ باللہ منہا) مغرور ہو کر خدائی کا دعویٰ کیا اور فرعون ملعون نے بھی دعویٰ خدائی کا کیا ان دونوں دعووں میں کیا فرق ہے۔	۴۲

فہرست مضامین فتاوی عزیزی جلد اوّل

مضمون	صفحہ
رسالہ اس بیان کا کہ نماز میں التحیات پڑھنے کے وقت اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پر کلمہ کی انگلی اٹھانا مستحب ہے۔	۱۲
استفتا صحیح مسلم وغیرہ میں جن بارہ خلیفوں کا ذکر ہے وہ کون کون ہیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو مفصل کیوں نہ فرمایا کہ اختلاف نہ پڑتا۔	۱۸
حفاظ کا قرآن شریف کے پڑھنے کی اجرت لینے کی تشریح پر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی تقریر	۲۳
حافظ شیرازیؒ کے اس شعر کی تشریح ؎	
جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ	
چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند	۲۵
رسالہ نماز کے ان احکام کے بیان میں جو خاصکر کے عورتوں کے لئے ہیں۔	۲۵
استفتا۔ ہر مسلمان کے لئے یہ سنت ہے یا نہیں کہ کفن کے واسطے کپڑا اپنے پاس رکھے۔	۲۶
〃 کسی شخص نے رشوت وغیرہ لے کر مکان بنایا اور ایک مدت تک اس پر قابض رہ کر اس کو فروخت کرنا چاہتا ہے اسکی قیمت اسکے لئے حلال ہے یا نہیں	۲۷
〃 اگر کوئی شخص شرعی طور سے قرض لے کر اس سے کوئی مسجد بنائے اور پھر وہ روپیہ رشوت کے پیسے سے ادا کرے تو ایسی مسجد بنانا شرعاً درست ہے یا نہیں۔	۲۸
استفتا۔ نکاح کرنے والا اہل سنت ہو اور منکوحہ کا مذہب امامیہ ہو تو اہل سنت کے موافق یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔	۲۸
جب لوگ نماز کے واسطے کھڑے ہوں تو وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ۝ وغیرہ اور استغفار پڑھیں یا نہیں۔	۲۸
〃 مطالب دینوی کے حصول کے لئے کیا پڑھنا چاہئے۔	۲۹
جب کوئی عورت بے حکم شوہر گھر سے باہر نکلے تو اس کا نفقہ و مہر اور کپڑا اور رہنے کے لئے مکان پانے کا حق باطل ہو جاتا ہے یا نہیں۔	۲۹
〃 آسیب اور جادو کے دفعیہ کی ترکیب	۳۱
〃 بیعت اصل میں کیا ہے اور بیعت قرآن شریف سے ثابت ہے یا حدیث نبوی سے۔	۳۲
〃 نکاح کے وقت زوجین کو کلمہ اور ایمان مجمل و مفصل کی تعلیم کرنا چاہیے یا نہیں۔	۳۲

UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY MAY 10 1904
K A13663 F319 1904 V.1

جلد اوّل

مَاشَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

حسب فرمایش

جناب حاجی محمد سعید صاحب تاجر کتب نمبر ۸۵ خلاصی ٹولہ کلکتہ ۱۳

سرور عزیزی

المعروف

فتاوی عزیزی

باہتمام نیازمند محمد شفیع ابن عالی جناب حاجی محمد سعید صاحب

غفر لہ اللہ الواھب

در مطبع مجیدی واقع نیور گردید

ہر علم وفن کی عمدہ وسستی کتابیں ملنے کا پتہ: حاجی محمد سعید تاجر کتب نمبر ۸۵ خلاصی ٹولہ کلکتہ ۱۳

KUTUB KHANA AZIZIA
Urdu Bazar, Jama Masjid,

PLEASE DO NOT REMOVE
CARDS OR SLIPS FROM THIS POCKET

UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY